بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے ، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اُردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر

مواہب الرحمٰن

مصنفہ

بحر العلوم علامہ سید امیر علی ملیح آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء — ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء

پارہ ۷

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ - لاہور

Marfat.com

Marfat.com

الجزء السابع

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا

اور جب سنیں جو اتارا گیا رسول پر تو دیکھے اُن کی آنکھیں اُبلتی ہیں آنسوؤں سے اس پر جو پہچان کی بات

مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ

حق۔ کہتے ہیں اے رب ہم نے یقین کیا ہو تو لکھ ہم کو ماننے والے کے ساتھ۔ اور ہم کو کیا ہوا کہ یقین نہ کریں اللہ تعالیٰ پر اور جو پہونچا ہم پاس حق۔ اور ہم کو توقع ہے کہ

اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

داخل کرے رب ہمارا ہم کو نیک بختوں کے ساتھ ہیں۔ پھر اُن کو بدلا دیا اُن کے رب نے اس کہنے پر باغ۔ اُن کے نیچے نہریں بہتی ہوں رہا کریں اُن میں۔

ع ۹ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝

اور یہی نیکی کرنیوالوں کا بدلا ہے۔ اور جو منکر ہوئے اور جھٹلانے لگے ہماری آیتیں۔ وہ ہیں دوزخ کے لوگ۔

اوپر مذکور ہوا کہ نصاریٰ لوگ بہ نسبت یہود کے مومنوں سے زیادہ مودت رکھتے ہیں اور وہ یہودیوں واہل مکہ کی طرح حق سے تکبر نہیں کرتے ہیں اور نزول آیت کا اسوقت ہوا جبکہ حبش کے ملک سے واپس آنے والے صحابہ کیساتھ ایک گروہ نصاریٰ کا نجاشی بادشاہ حبش کی طرف سے آیا تھا اور حضرت صلعم نے اُن کو سورۂ یٰسین سنائی تھی پس وہ سنکر رونے لگے اور مسلمان ہوگئے اور کہنے لگے کہ یہ بہت ہی مشابہ ہے اُس کلام سے جو عیسیٰ علیہ السلام پر اُترا تھا اور یہی اللہ تعالیٰ نے اُن کے حال سے خبر دی ہے بقولہ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ اور جب اُنھوں نے سنا جو اُس رسول پر اُتارا گیا ف یعنی محمد صلعم پر جو قرآن اُترا اُس کو سُنا۔ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ تو تو اُن کی آنکھیں دیکھتا ہے کہ آنسو سے اُن کی آنکھیں جاری ہیں بوجہ اُس حق کے جو اُنھوں نے پہچانا ف یعنی حق پہچانکر اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری دیکھ اس سے ثابت ہوا کہ اثر عرفان وجوش قلب ہے کہ بندہ کے آنسو جاری ہوں خصوص جبکہ کلام حضرت باری تعالیٰ شانہ کو سُنے اور بعض اکابر سے منقول ہے کہ کلام مجید سنکر ظاہر سے بیہوش ہو جاتے تھے حتیٰ کہ اُن کی زخمی ٹانگ کاٹ لی گئی اور اُن کو خبر نہ ہوئی اور یہاں اس گروہ نجاشی رضی اللہ عنہ کا حال بھی یہی ہے کہ حق کی معرفت سے اُن کو جوش گریہ نے لیلیا۔ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا یعنی کہنے لگے کہ اے پروردگار ہمارے ہم ایمان لائے ف یعنی ہم نے تیرے رسول محمد صلعم اور تیری پاک کتاب قرآن مجید کی تصدیق کی تو فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔ لکھدے ہم کو شاہدین کے ساتھ ہیں ف یعنی اُن لوگوں کیساتھ ہیں جو اقرار کرنے والے ہیں تیرے رسول وکتاب کے سچ ہونے کے۔ اور عکرمہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ مع الشاہدین اے محمد صلعم کی اُمت کے ساتھ ہیں اور وہی شاہدین ہیں کہ محمد صلعم کے واسطے یہ گواہی دینگے کہ اُنھوں نے ہم کو اللہ تعالیٰ کی رسالت پہونچائی اور باقی رسولوں کے واسطے گواہی دینگے کہ اُنھوں نے اپنی قوموں کو رسالت پہونچائی ہے (رواہ الحاکم وصححہ) اور واضح ہو کہ اُمت محمد صلعم سے اس روایت میں صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہیں اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قولہ اذا سمعوا الآیات اُن کا نزول اس گروہ کے حق میں ہے جو جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبش سے نصرانی بادشاہ نجاشی کے بھیجے ہوئے آئے تھے کہ تم علماء و زاہد ہو جاکر اس رسول کا کلام سنو اور اسکے اوصاف کو پہلی بشارت سے ملاؤ پس جب رسول اللہ صلعم نے اُن کو قرآن مجید سنایا تو اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور سب کے سب فوراً مسلمان ہوگئے پھر رسول اللہ صلعم نے اُن سے کہا کہ شاید تم اپنے ملک میں واپس جاکر اپنی قوم کے دین کی طرف پھر جاؤ تو کہنے لگے کہ ہم اپنے اس دین اسلام سے کبھی نہیں پھرینگے پس اللہ عز وجل نے انکا یہ پوشیدہ قول وجناب باری تعالیٰ میں دعا کرنا نازل فرمایا رواہ الطبرانی پھر مروی ہوا ہے کہ وہ جب مسلمان ہوگئے تو یہود مردود نے اُن کو عار دلایا کہ اپنا دین تم نے چھوڑ دیا تو ان کے جواب میں کہنے لگے کہ۔ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ہم کو کیا ہے کہ ہم یقین نہ لائیں اللہ تعالیٰ پر اور اس حق پر جو ہمارے پاس آیا ہے ف یعنی ہم کو کوئی مانع نہیں اور مقتضی موجود ہے پھر کیوں ہم اللہ تعالیٰ اور قرآن پر آنحضرت صلعم کی رسالت سے ایمان نہ لائیں حاصل آنکہ جب حق ظاہر ہوگیا تو ایمان لانا ہم پر ضرور ہے کوئی مانع نہیں ہے کیونکر نہ ایمان لاویں

وَنَطْمَعُ اَنْ یُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِیْنَ اور ہم آرزو کرتے ہین کہ ہمارا پروردگار ہم کو قوم صالحین کے ساتھ داخل کرے ف یعنی مومنین کے ساتھ داخل کردے یعنی صالحین مین ملادے یا اُن کے ساتھ جنت مین داخل کردے اور مفسر سیوطیؒ نے کہا کہ نطمع کا عطف نومن پر ہے پس معنی یہ ہوئے کہ ہم کیون نہ طمع کرین کہ ہمارا پروردگار ہم کو قوم صالحین کیساتھ مین جنت کے اندر داخل کرے۔ یا سواسطے کہ عطف جملہ اسمیہ و فعلیہ ہو۔ بعض نے کہا کہ اسمین کوئی برائی نہین ہے جیسا کہ بعض محققین کا قول ہے۔ اور حسب معنی حال ہے یعنی کیون ہم ایمان نہ لاوین ہمکو تو یہ آرزو ہے کہ پروردگار تعالیٰ ہم کو قوم صالحین کے ساتھ ملادے پس جو لوگ کہ صالحین کے ساتھی ہونا نہین چاہتے ہین وہ البتہ ایمان نہ لائین گے۔ بالجملہ جب یہ اُن کی باتین اور اُن کی سچی نیت کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا تو حضرت صلعم و صحابہ رضی اللہ عنہم کو یقین ہوگیا کہ یہ لوگ سچے ہین اور ان لوگون کا ایمان زیادہ بڑھ گیا اور صریح اللہ تعالیٰ نے اُن کے جنتی ہونے کی خبر فرمائی۔ بقولہ۔ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اُن کے قول کے بدلے جنات عطا فرمائین جنکے نیچے نہرین جاری ہین درحالیکہ اُنمین ہمیشہ رہین گے اور یہی محسنین کا ثواب ہے۔ ف یعنی جو لوگ ایمان لاکر مرتبہ احسان کو فائز ہوئے اور احسان ایک مرتبہ تحقیق ایمان کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے خلوص سے ہو کہ گویا مشاہدہ ہے۔ کما فی الصحاح۔ اور اس بشارت کے ساتھ ہی یہود وغیرہ کافرون کے وعید بھی فرمادے بقولہ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ۔ اور جنھون نے کفر کیا اور ہماری آیات جھٹلائین ایسے بدکار لوگ جہنم کے لوگ ہین ف حاصل آنکہ کلام الٰہی واسکے رسول کے سچ ماننے کا نتیجہ جنت دار السلام ہے اور جھوٹ ماننے کا بد انجام آگ کا مقام و عذاب کا ٹھکانا جہنم ہے ف عرائس مین ہے کہ قولہ واذا سمعوا ما اُنزل الی الرسول الآیۃ۔ اللہ تعالیٰ نے اشارہ سے اپنے خالص بندون کا حال بیان فرمادیا کہ خالص بندون کا یہ حال ہوتا ہے کہ قرآن و خطاب سُننے کے وقت اچھی طرح کان لگتے ہین پس اُن کی عقلین اچھی انبساط و کشادگی کے ساتھ کتاب مجید کے شواہد و آیات کو مشاہدہ کرتی ہین اور اُن کے دل اس خطاب کی حلاوت کو لیتے ہین اور اُن کی روحین جمال انبیا علیہم السلام کو مشاہدہ کرتی ہین اور انکے اسرار باطنہ اور انوار صفات کو مشاہدہ کرکے اس کے نادر و عجیب علوم غیب کے لطائف ادراک کرتے ہین پھر اس سے خطاب فرمانیوالے کے جمال کی طرف شوق اُنکا دوڑتا ہے پھر جب بطریق یقین وصول کے اس کی معرفت حاصل کرلیتا ہے تو اسکی الوہیت پہچان جاتا ہے اور اس کی وحدانیت پر مطمئن ہوجاتا ہے لیکن ابتدا سے اُسکا عاشق صادق ہوجاتا ہے۔ پس اس سے اُس کے جسم کو اثر ہوتا ہے اور وہ مضطرب بیتاب ہوکر آنکھون سے شوق کے آنسو بہاتا ہے اور جلکر فنا ہوجانا چاہتا ہے تاکہ روح کے مانند باقی رہے اور ذکر دیانہ کی مجلس مین یہ دل بھی عشق کی آگ مین جل جاتا ہے پھر ان لوگون کی یہی کیفیت ہوئی کہ ان کی سچی معرفت توحید کی صحیح علامت یہ پیدا ہوئی کہ عشق و محبت کے آنسو ان کی آنکھون سے جاری ہوئے پس آگاہ فرمایا کہ واذا سمعوا ما اُنزل الی الرسول الآیۃ یعنی جب انھون نے سماع خطاب مین پایا جو اُن سے گم تھا یعنی لطیف حقائق اسرار و شواہد علوم غیب کو اور خطاب کرنے والے اور جسپر خطاب اُترا ہے ہر ایک کی شان کو پہچان لیا تو اس کو پاکر بہت خوش ہوئے اور جتنی عمر برباد ہوگئی اس سے رنج کیا پس اس خوشی و رنج نے اُن کو جوش دلایا کہ گریہ شوق مین آنسو بہانے لگے۔ اور یہ گریہ اس سبب سے ہوا کہ اُن کے دل کی آنکھین معرفت غیب تک پہونچین اور انکی روحین مشاہد قرب تک داخل ہوئین پھر ایسے بہت گذرے ہین جن کو قرآن مجید کی تلاوت سے بہت سی معرفتون کے ہجوم نے اور کثرت سے انوار غیب کے ورود نے اُن کو قتل کر ڈالا اور ہمیشہ کیواسطے زندہ کردیا۔ اور جنید رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ مین ایک رات مین نماز مین کھڑا ہوا قرآن پڑھتا تھا پس مین نے یہ آیت پڑھی کل نفس ذائقۃ الموت پس مین نے اس کو کئی بار دہرایا پھر گھر کے ایک کونے کی طرف سے آواز آئی کہ کب تک تو اس آیت کو دہرائے جاویگا۔ کہ چار جن کو تو نے قتل کر ڈالا جنھون نے اپنے سر آسمان کی طرف نہین اُٹھائے یہانتک کہ مرگئے بسبب تیرے اس آیت کو بار بار پڑھنے کے۔ اور صحیح مین ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید پڑھنے کے وقت اپنی سنبھال نہین رہتی تھی یعنی بے اختیار روتے تھے۔ پھر اللہ عز و جل نے انجیل والون مین سے ایمان لانے والون کی پاکیزہ تصدیق کو مزید وصف سے ظاہر فرمایا بقولہ یقولون۔ ربنا آمنا فاکتبنا مع الشاہدین۔ یعنی ہم نے تیری تصدیق کی بواسطہ اس معرفت کے جو ہم کو تیری توفیق

Marfat.com

دینے سے تیرے پیچھے رسول محمد صلعم سے ظاہر ہوئی اور ہم نے تیرے رسول کی اور اسکے یاروں کی پوری قدر پہچانی کہ وہ تیرے قرب و وصال کے شاہد ہیں۔ اور ابن عطاؒ نے قولہ واذا سمعوا کے معنی اشارہ میں کہا کہ آنحضرت صلعم کے مشاہدہ سے کلام مجید سننے سے پہلے ان کے دل کے ہاتھ پاؤں قریب تھا کہ بول اٹھیں کہ ہم نے اس رسول کی وحی کو قبول کیا پھر جب وحی کو سنا تو ہرگز تاب نہ رہی مگر اسی طرح کہ آنسو بہا کر کلمہ شہادت بول اٹھے اور یہ جوش عشق و معرفت تھا جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ مما عرفوا من الحق۔ اور شیخ استادؒ نے کہا کہ خطاب حق سننے سے دل کی آنکھیں کھلیں اور مقام تحقیق کو پہنچکر جوش گریہ سے تسکین پائی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝

اے ایمان والو حرام مت ٹھہراؤ ستھری چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے تم کو حلال کر دیں اور حد سے نہ بڑھو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا حد سے بڑھنے والے کو۔

وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝

اور کھاؤ اللہ تعالیٰ کے دیئے سے حلال ستھرا اور ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے جس پر تم یقین رکھتے ہو۔

نزول اس کلام کا اسوقت ہوا کہ جب ایک قوم نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے یہ قصد کیا تھا کہ برابر جن دنوں کے روزے جائز ہیں سب دن برابر روزہ رکھیں اور ہر شب تمام رات نماز میں قائم رہیں اور عورتوں سے نزدیک نہ ہوں اور خوشبو کو نہ چھوئیں اور گوشت نہ کھائیں اور بچھونے پر نہ سوئیں اور عبدالرزاق نے مرسل روایت کی جسمیں حضرت علی و عثمان بن مظعون و عبداللہ بن عمرؓ کا نام ہے اور معالم میں دس صحابہ کا ایک مکان میں جمع ہو کر ایسا مشورہ کرنا مذکور ہے جن کے نام یہ بیان کئے کہ وہ ابوبکر و علی و ابن مسعود و ابوذر و سلمان و سالم و معقل بن مقرن و عثمان بن مظعون و مقداد بن سود و عبداللہ بن عمرو ہیں۔ وقال المترجم رواہ ابن جریر عن مجاہد والسدی وغیر واحد من التابعین مرسلا و لہ شاہد فی الصحیحین۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہ آیت ایک جماعت صحابہ کے حق میں ہے کہ پھر ان کے ارادے راہبوں کے مانند بیان کر کے کہا کہ نبی صلعم نے اُن سے کہا کہ میں روزے بھی رکھتا اور افطار بھی کرتا اور نماز پڑھتا اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جس نے میری سنت کو لیا وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری سنت کو نہ لیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اور صحیحین میں ہے کہ چند صحابہؓ نے حضرات امہات المومنین سے آنحضرت صلعم کی پوشیدہ عبادت کو دریافت کیا جب معلوم ہوا تو بولے کہ کہاں ہم اور کہاں آنحضرت صلعم۔ اُن کو تو اللہ تعالیٰ نے بخشدیا ہے پھر متفرق بعض نے کوئی بات ترک کرنا اور بعض نے کوئی بات ترک کرنا بیان کی پھر آنحضرت صلعم کو یہ خبر پہونچی تو آپ نے مانند حدیث مذکورہ بالا کے بیان فرمایا اور نیز ابن عباسؓ سے ہے کہ ایک شخص نے حضرت صلعم سے آکر عرض کیا کہ جب میں گوشت کھاتا ہوں تو مجھے عورتوں کی خواہش ہوتی ہے اور میں نے اپنے اوپر گوشت حرام کر لیا تب یہ آیت نازل ہوئی رواہ الترمذی و حسنہ و ابن جریر۔ (وقد روی موقوفا و مرسلا)۔ بالجملہ اتنا ثابت ہوا کہ بعض مومنین نے اپنے اوپر بعض لذیذ چیزیں حرام کرنے کا قصد کیا تھا تب نازل ہوا قولہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا اے ایمان والو مت حرام کرو۔ ف اپنے اوپر۔ طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ۔ پاکیزہ لذیذ چیزیں مطعومات ان چیزوں سے جو اللہ تعالیٰ نے تم پر حلال کر دی ہیں ف اور ابن جریرؒ نے لکھا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کو جملہ اشیاء حلال سے کوئی اپنے اوپر حرام کر لینا روا نہیں ہے اور چونکہ خیر الہدیٰ ہدی محمد صلعم ہیں تو ایسا کرنا جو خلاف سنت ہے جائز نہیں اور افضل اتباع سنت و فعل ثواب ہے پس قدرت کے وقت اچھے کپڑے دکھانا چھوڑ کر ردی و خراب کی طرف رجوع لانا اگرچہ اس غرض سے ہو کہ کم قیمت سے جو بچے وہ مساکین کو صدقہ کرے تو بھی روا نہیں ہے کیونکہ اپنے نفس پر صرف کرنا مقدم ہے۔ قال المترجم اسمیں بعض تامل ہے۔ بالجملہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کیا کہ حلال میں سے لذیذ چیزوں و پاکیزہ کو اپنے اوپر حرام مت کرلو۔ وَلَا تَعْتَدُوْا اور تجاوز مت کرو ف یعنی حکم الٰہی سے تجاوز مت کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ اللہ تعالیٰ تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے ف یعنی تجاوز کرنیوالے محبوب بندے نہیں ہیں پھر حکم دیا کہ۔ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا اور کھاؤ اس چیز سے جو تم کو رزق دیا اللہ تعالیٰ نے حلال طیب کو ف یعنی رزق میں سے حلال لذیذ کھاؤ پس رزق کبھی حرام بھی ہوتا ہے بخلاف معتزلہ کے کہ وہ حلال سے مخصوص جانتے ہیں اور بحث اوپر بیان ہو چکی ہے اور معنی یہ کہ جائز رکھو کھانا ہر لذیذ حلال کا

چنانچہ جب اللہ تعالی نصیب کرے تو اسکو کھاؤ اگر جی چاہے اور اپنے اوپر حرام مت کرو۔ پس تقدیر کلام آنکہ کلوا حلالاً طیبًا حال کو نہ مما رزقکم اللہ تعالی اور اعراب ظاہر ہے اور آمین
دلیل واضح ہی کہ اللہ تعالی ہی ہر بندہ کے رزق کا کفیل ہی پھر یہ وصیت کر دی کہ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ اور اسی اللہ تعالی کا تقوی رکھو جس پر تم ایمان لائے ہو
الخ یعنی اللہ تعالی کے ممنوعات سے تقوی رکھو پس بندہ مطیع و مکلف جبھی ثواب کا مستوجب ہے کہ معارضۂ نفس کے وقت اطاعت پر ثابت ہو پس اگر کسی نے
آلۂ تناسل قطع کر دیا تو اس کو یہ مدح کرنا کہ واہ واہ یہ شخص زنا نہیں کرتا ہو محض مہمل ہو کیونکہ عصمت بی بی از بے چادری ہے۔ کمال اسوقت تھا کہ خوب مرد ہوتا
پھر بخوف الٰہی اس کا مرتکب نہ ہوتا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اسی آیت سے ان لوگون کو سمجھایا جنھون نے زہد کے واسطے حلال کو حرام کر لیا
تھا اور واضح ہو کہ بعض نے یہان یہ تفصیل کی ہو کہ اگر حلال میں سے کسی چیز کو حرام کر لے تو اسی آیت سے منع ہے اور اگر حرام نہ کرے مگر زہداً اختیار کرے اور نہ
کھاوے۔ تو مضائقہ نہیں ہو لیکن ظاہر حدیث صحیحین و دیگر احادیث اسی امر پر شاہد ہین کہ اپنے نفس سے معارضہ کرے اور کھاوے چنانچہ معلوم ہوگا اور مؤلف
فتح البیان نے دعوی کیا کہ جمہور علماء اس طرف گئے ہین کہ جس نے اپنے اوپر کسی حلال چیز کو حرام کر لیا تو اسپر حرام نہین ہوتی اور اسپر کفارہ بھی لازم نہین
آتا ہو۔ اور ابو حنیفہ و احمد و انکی اتباع کا قول ہو کہ حرام ہو جاتی ہے اور اسپر کفارہ لازم آتا ہے اگر تناول کرے۔ پھر کہا کہ یہ قول مخالف اس آیت کے ہو اور مدلول احادیث
صحیحہ سے بھی خلاف ہو۔ قال المترجم اس آیت مین فقط اس امر سے ممانعت ہو کہ جو حلال ہین ان مین سے اپنے اوپر کوئی چیز حرام نہ کرلو پس اگر وہ حرام نہین ہو سکتی ہے
تو ممانعت کس چیز سے ہے پس آیت کی نہی ویسے ہی ہو جیسے اور امور مین نہی ہے اور یہ مذہب نہین ہے کہ وہ چیز فی نفسہ حرام ہو جاتی ہو بلکہ بالاجماع حلال کو
حرام سمجھنا کفر ہے جبکہ ضروری علم ہو بلکہ مراد یہ کہ قسم سے اُسنے اپنے اوپر ممنوع کر لیا تو قسم توڑنے پر کفارہ لازم آئیگا۔ پس مؤلف فتح البیان نے جو مخالف آیت کے قرار دیا
یہ عجیب ہے اور کچھ عجب نہین بلکہ یہ مؤلف مذکور کا تکیہ کلام ہو۔ شاید مؤلف مذکور کو شروع پارہ چہارم یاد نہ آیا کہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الا ما حرم
اسرائیل علی نفسہ من قبل ان تنزل التوراۃ الآیۃ پس یہ صریح ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فقط اپنے اوپر حرام کر لیا تھا ورنہ وہ اورون پر حلال تھا۔ حافظ الحدیث
نقد شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے لکھا کہ مسروق نے کہا کہ ہم عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس تھے پس اُن کے پاس کھیرے لائے گئے تو ایک شخص فراہٹ گیا پس عبداللہؓ نے
فرمایا کہ قریب آکر کھالے۔ اُس نے کہا کہ مین نے اپنے اوپر اسکو کھانا حرام کر لیا ہو پس عبداللہؓ نے فرمایا کہ قریب آکر کھا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر۔ اور یہی آیت پڑھی۔
یا ایہا الذین آمنوا لاتحرموا طیبات الآیۃ رواہ ابن ابی حاتم۔ باسناد صحیح و رواہ الحاکم من طریق جریر عن منصور بہ وصححہ وقال علی شرط الشیخین۔ قال ابن کثیر اور عبداللہ بن
رواحہ کے یہان کوئی مہمان آیا اور وہ حضرت صلعم کے پاس تھے جب گھر گئے تو دیکھا کہ گھر والون نے عبداللہ رواحہ کے انتظار مین مہمان کو اسوقت تک نہین
کھلایا ہے تو اپنی جورو سے کہا کہ تو نے میرے انتظار مین میرے مہمان کو کھانا نہین دیا یہ کھانا مجھپر حرام ہے پس جورو نے کہا کہ وہ مجھ پر حرام ہے اور مہمان نے کہا کہ وہ
مجھپر حرام ہے جب اُنھون نے یہ دیکھا تو اپنا ہاتھ ڈالا اور کہا کہ کھاؤ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پھر نبی صلعم کے پاس جاکر یہ ماجرا بیان کیا۔ تب اللہ تعالی نے نازل کیا۔
یا ایہا الذین آمنوا لاتحرموا الآیۃ۔ قال ابن کثیر یہ اثر منقطع ہے اور صحیح بخاری مین حضرت ابوبکر الصدیق کا قصہ اسکے مشابہ آیا ہو اور اسمین امام شافعی وغیرہ ان علماء
کی دلیل نکلتی ہو کہ جس نے عورتون کے سوائے کوئی کھانے پینے کی چیز کو اپنے اوپر حرام کیا اسپر حرام نہین ہوتی اور کفارہ بھی لازم نہین آتا کیونکہ نبی صلعم نے
اُس شخص کو جس نے اپنے اوپر گوشت حرام کر لیا تھا کفارہ دینے کا حکم نہین کیا اور کہا کہ دوسرے علماء جنمین سے امام احمد بھی ہین اس طرف گئے ہین کہ جس نے
کھانے پینے وغیرہ کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو اس پر قسم کا کفارہ لازم آویگا چنانچہ اگر اس نے قسم کے ساتھ ترک کرنیکا التزام کیا تو کفارہ ہو اور اگر اُس نے
خالی اپنے اوپر حرام کر لیا تو بھی جو اُس نے التزام کیا اُسپر مواخذہ ہوگا اور اسی پر ابن عباسؓ نے فتوی دیا ہو اور ایسے ہی قولہ تعالی یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ
لک الآیۃ مین ظاہر ہو یعنی ماریہ قبطیہ کو بعض ازواج کی رعایت سے اپنے اوپر حرام کیا تھا اسکو اللہ تعالی نے منع کیا پھر قسم کا کفارہ دینے کا حکم کیا۔ ایسا ہی یہان
ہے کہ تحریم حلال سے ممانعت کے بعد وہ آیت بیان فرمائی ہو جسمین قسم کا کفارہ مذکور ہو۔ قال المترجم سدیؒ سے جو دس اصحاب کا قصہ موافق مذکورۂ سابق کے مفصل

روایت ہے اسمین آخر مین ہے کہ قولہ لا تعتدوا یعنی عثمان بن مظعون نے جو خصی ہونے کا قصد کیا تھا اُن کو ممانعت ہے کہ خصی مت ہو اور یہی اعتدا ہے پھر اُن کو حکم کیا کہ اپنی قسمون
حد سے تجاوز کرنا ۱۲
کے کفارہ ادا کرین - رواہ ابن جریر بطولہ - واضح ہو کہ قولہ ولا تعتدوا - مین شیخ ابن کثیر نے یہ بھی احتمال بیان کیا کہ مراد یہ ہو کہ مباحات اپنے اوپر حرام کرنے مین حد سے زیادہ تنگی مت کرلو - اور یہ بنابر قول بعض سلف کے ہے جو اس امر کے قائل ہین کہ آدمی کو بدون تحریم حلال کے بالجملہ مباحات کو جن سے فتنہ مین پڑنے کا خوف ہو ترک کرنا چاہیئے - مترجم کہتا ہے کہ امام بخاریؒ نے تعلیقاً ابن عمرؓ کا قول بھی ترک مباحات مین احتیاطاً کمال تقوی قرار دیا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مراد ہو کہ حلال چیزون کے لینے و تناول کرنے مین حد سے تجاوز مت کرو بلکہ کفایت وحاجت کے مقدار تناول کرو جیسے قولہ وکلوا واشربوا ولا تسرفوا الآیۃ مین ہے - ف قال فی العرائس قولہ یا ایہا الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم - شیخ نے اشارہ اس سے یہ نکالا کہ یہ خطاب اہل مشاہدہ کو ہے یعنی جب وہ مقام مشاہدہ تک پہونچ جاوین تو اپنے دلون کو مجاہدہ مین مشغول کر کے مردہ نہ کرین کیونکہ مجاہدہ تو نفس کیلئے ہے اور قلب کے لئے مشاہدہ تھا اور جب قلب کو مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے تو نفس کا اسمین کچھ اثر نہین رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنے ان خاص بندون کو جو مقام اُنس وبسط تک پہونچے ہین آگاہ فرمایا کہ جو کچھ ان پر ابتدائے حال مین جاری ہوا تھا کہ کھانے پینے وغیرہ مین سے طیبات ولذائذ کو چھوڑین وہ ان مقامات مین جائز نہین کہ ابتدائی حال کی طرف لوٹ جائین کیونکہ یہان تو مجاہدہ نفس ہی لائق نہین ہے اسواسطے کہ آپ تو وہ اُنس و نور لقا مین پگھلے جاتے ہین - حاصل آنکہ ابتدائی حال مین نفس کے مجاہدہ کے واسطے بہت ہی حلال ولذیذ چیزین بدین غرض متروک کرنی پڑتی ہین کہ اس ریاضت مین پورے ہون پھر جب تکمیل ہو گئی تو اب وہ مجاہدہ نہین رہا پس منع ہوا کہ اب حرام نہ کرو کیونکہ یہان اب مقام قلب ہے اور حالت دوسری ہو گئی جیسے کنواری لڑکی کا اُمور زینت ودیگر زیبائش بیجا ہے پھر بیاہی گئی تو اُسکو وہ سب جائز ہین جو پہلے روا نہ تھین ایسے ہی شیوخ کو وہ چیزین روا ہین جو مریدون کو نہین روا ہین پس شیوخ عمدہ غذائین وعمدہ پوشاک سے بسبب آنکہ باقی ہین انتفاع حاصل کرین تاکہ واردات وجد سے سوختہ نہ ہو جاوین - تو نہین دیکھتا کہ سبب نزول اس آیت کا یہ ہے کہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم مانند عثمان بن مظعون و ابوبکر الصدیق و علی بن ابی طالب و عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عمرو - و ابوذر غفاری و سالم مولی حذیفہ و مقداد بن الاسود و سلمان فارسی و معقل بن مقرن - کے اس پر متفق ہوئے کہ عورتین و خوشبو اور گوشت چھوڑ دین اور ہمیشہ روزہ رکھنا اور ہمیشہ رات کو قیام یعنی نماز پڑھنا اور زمین مین سفر کرتے پھرنا اور راہب بنجانا یعنی آلہ نسل قطع کر دینا اور بالون کا لباس ترک دینا اختیار کرین پس اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلعم نے ان کو اس سے منع کیا اور رسول اللہ صلعم نے اُن کو فرمایا کہ البتہ تمہارے نفوس کا تم پر حق ہے پس روزہ بھی رکھو اور ناغہ بھی کرو - اور رات کو نماز پڑھو اور خواب بھی کرو چنانچہ مین قیام بھی کرتا ہون اور سوتا بھی ہون اور روزہ رکھتا اور افطار کرتا ہون اور گوشت روغن دار بھی کھاتا ہون اور عورتون کے پاس بھی جاتا ہون پس جو شخص کہ میری سنت سے منہ موڑے وہ مجھ سے نہین ہے اسمین ظاہر کر دیا کہ جو لوگ اہل مقامات وحال ہین اُن کو ابتدائی مقامات کی طرف پھر جانا نہین چاہیئے اور اس بات کی تصدیق اس دوسری آیت سے ہوتی ہے کہ فرمایا وکلوا مما رزقکم اللہ حلالاً طیبا - واضح ہو کہ حلال وہ ہے جو عارف کو خوان غیب سے بدون انسانی تکلیف کے پہونچ جاوے اور طیب ہر وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے شوق مین اسکے دل کو قوت دے اور اسکے جلال قدیم دائم کو یاد دلاوے - سہل نے قولہ لا تحرموا مین کہا کہ یہ یون ہے کہ نرمی کرے ان اسباب معاش کے ساتھ جن سے حصول ہے بدون آنکہ جد وجہد کرے اور نفس اسطرف نظر لگائے رہے کہ مطمئن نہ ہو اور گردن اُٹھا اُٹھا کر تاک لگاوے اور کبھی اہل معرفت ایسا کرتے ہین کہ ظاہر مین معلوم ہوتا ہے کہ جو سبب کمائی کا ہے اس کو خوبی سے طلب کرتے ہین حالانکہ درحقیقت وہ اس رزق کو سبب حقیقی عزوجل ہی سے لیتے ہین یعنی اُن کی نظر ان اسباب پر نہین ہوتی ہے کیونکہ کمال یہی ہے کہ باوجود استعمال اسباب کے نظر کو ٹھیک رکھے بعض نے کہا کہ رزق الٰہی جو تجھکو روزی کیا ہے وہ ہے جو بغیر تیری حرکت کے اور بغیر نفس کے آرزومندانہ گردن اُٹھانے کے تجھکو ملا جسمین حلال طور سے تو نے کوشش کی اور اس سے تجھکو سکون ہوا اور اس کے تناول سے تیرا دل خوش ہوا - شیخ اُستاذؒ نے فرمایا کہ منجملہ ان چیزون کے جنکو لذیذات مین سے مباح فرمایا ایک یہ ہے کہ خلوت مین نسیم قرب سے راحت حاصل کرے اور اسکا حرام کر لینا یون ہے کہ لوگون سے مخالطت کر کے یہ حالت بدل ڈالے بدون آنکہ عزلت اختیار کرے اور یہی خواری عظیم ہے اسکو تفسیر قولہ لا تحرموا طیبات آلخ مین ذکر کیا اور قولہ کلوا مما رزقکم اللہ - کے معنی مین کہا کہ حلال وہ کھانا ہے کہ جو شہود کی حالت مین کھاوے

Marfat.com

اور اگر اس سے بیجا وجہ ہو تو اسکی یاد رکھا وے کیونکہ غفلت کی حالت پر رکھنا ارادت کی راہ مین حرام ہو۔ اور مجھے حلال و حرام مین ایک لطیفہ ظاہر ہوا وہ یہ ہو کہ حلال وہ ہو کہ جو خزانہ قدرت سے عارف دیکھکر اسمین سے بوصفت رضا و تسلیم حاصل کرلیوے اور حرام وہ ہو جو غیر لیواسطے مقدر کیا گیا اور یہ اسکو اپنے واسطے حاصل کرلینے کی کوشش کرتا ہے اور بسبب اپنی نادانی کے اسکو اختیار کرتا ہے اور اگر مقدر کے معنی جانتا اور عرفان کا نمونہ حاصل کرتا تو ایسا نہ کرتا لیکن عقل سے یہ علم نہین حاصل ہوتا ہو۔ اور واضح رہے کہ جو امر کہ شریعت مین ناپسند ہو وہ معرفت مین بھی ہرگز پسندیدہ نہین ہو قال المترجم یہ مقام یاد رکھنا چاہیے اور زمانہ مین جو شیطانی فقیر و درویش ایسے ہین کہ خلاف شرع حرکات و اقوال کو اہل اللہ و اکابر اولیار کی طرف نسبت کرکے بدنام کرتے ہین وہ لوگ ہرگز ولی نہین اور حدیث مین ہو کہ اللہ کا ولی جاہل نہین ہوتا - فافہم۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ

نہین پکڑتا تم کو اللہ تعالی تمھارے بے فائدہ تمھارے قسمون پر و لیکن تم کو پکڑتا ہے اس قسم پر جو تم نے گرہ باندھی - سو اُس کا اُتارا ہے کھلانا دس

مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ

محتاجون کو بیچ کا کھانا جو دیتے ہو اپنے گھر والون کو یا اُن کو کپڑا دینا یا ایک بردہ آزاد کرنا پھر جس کو نہ ملے تو روزے تین دن کے -

كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اُتارا ہے تمھاری قسمون کا جب تم قسم کھا بیٹھو اور تھامتے رہو اپنی قسمون کو یون بتاتا ہے تم کو اللہ تعالی اپنے حکمون کو شاید تم احسان مانو۔

مترجم کہتا ہو کہ یہ کلام اپنے ماسبق سے باین معنی مربوط ہو کہ اوپر تحریم حلال سے منع فرمایا پس جس نے حرام کرلیا اپنے اوپر حلال کو وہ قسم توڑ دے اور کفارہ ادا کرے اور اگر حفاظت قسم کے واسطے کوئی امر مندوب پر قسم نہ ہونے کی صورت مین باقی رکھے تو روا ہے مثال آنکہ کسی نے مسکہ اپنے اوپر حرام کرلیا - پس اسکو یہ نہین چاہیے اور تحریم سے نادم ہوا اور قسم توڑے اور اگر مہمان کیساتھ کھانا اپنے اوپر حرام کیا تو توڑنا مستحب ہو اور بعض نے کہا کہ واجب ہو لیکن یہ ربط بنابر قول ان فقہار کے ہو جو تحریم حلال پر قسم منعقد و اس کا کفارہ واجب ہونے کے قائل ہین جیسا کہ اوپر گذرا اور سیاق نظم کلام اسی کا مؤید ہے قال تعالی لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ الآیۃ اللہ تعالی تمکو ایسے لغو پر ماخوذ نہین کرتا جو تمھاری قسمون مین ہو یعنی ایسے لغو کی وجہ سے جو تمھاری قسمون مین پایا جاوے یعنی ایسی قسم پر مواخذہ نہین جو لغو پر مبنی ہو۔ واضح ہو کہ یمین کی تین قسم ہین - یمین لغو - یمین معقود اور یمین غموس - پھر آیت مین فرمایا کہ یمین لغو پر مواخذہ نہین ہو اور ظاہر آنکہ مواخذہ از راہ کفارہ نہین ہو اور رہا یہ کہ اللہ تعالی کی قسم کھا لینے مین مساوات کرلینا کسی راہ سے ہو وہ بدلیل عموم قولہ لا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم - کے جو سورہ بقر مین گذر چکی ہے ممنوع و منکر ہے - پھر یمین لغو کی تفسیر مین اختلاف ہو۔ عن سعید بن جبیر جو شخص کہ حلال چیز پر قسم کھائے وہ قسم لغو ہے عن مجاہد - دو آدمی خرید و فروخت مین لغو قسم کھا دین - ایک کہے کہ واللہ مین نہین بیچونگا دوسرا کہے واللہ مین نہین خریدونگا۔ عن ابراہیم النخعی - لغو یہ ہو کہ اپنے کلام مین حلف کو ملائے مثلاً واللہ کھاؤنگا اور واللہ پیونگا - اور ایسے کلام سے قسم مقصود نہین ہوتی ہے اور عمداً قسم نہین کھاتا ہو پس وہ لغو قسم ہو اور اس پر کفارہ بھی نہین ہو - ابن کثیر نے ذکر کیا کہ لغو قسم آدمی کا یون کہنا کہ لا واللہ - اور بلے واللہ - بدون قصد قسم کے اور بعض اہل تفسیر نے ذکر کیا کہ یہی تفسیر جمہور علمار سلف سے مروی ہو اور ابن کثیر نے کہا کہ یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہو اور بعض نے کہا کہ وہ معصیت پر قسم ہو یعنی معصیت نہین کرونگا اور بعض نے کہا کہ غالب گمان پر قسم ہو اور یہی قول امام حنیفہ و امام احمد کا ہے - ابن کثیر نے کہا کہ صحیح یہ ہو کہ بدون قصد کے جو قسم ہو وہی لغو ہو - بدلیل قولہ و لکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان یعنی تصمیم و قصد سے جو قسم کھائے اسپر مواخذہ ہو اور مترجم کہتا ہو کہ احوط و احسن ان اقوال مین سے قول نخعی ہو اور جو تفسیر سلف سے مروی ہو اسکا محل یہی ہو اور یہ بعد تامل صادق کے اسلم ہو اور اللہ تعالی اعلم - و لیکن مفسر سیوطیؒ

نے وہی قول اختیار کیا جو شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ بدون قصد کے لا واللہ وبلیٰ واللہ کہنا لغو قسم ہے اور پوشیدہ نہیں کہ اگر وہ داخل قسم ہو تو عرضہ ہو پس
مواخذہ نہونے کے یہ معنی کہ کفارہ لازم نہوگا ولیکن ممنوع ہو۔ اور قول ابوحنیفہ واحمد رحمہما اللہ کی یہ تفسیر ہو کہ کسی کو غالب گمان یہ ہو کہ بات یون ہی ہو پس اُسنے
کہا کہ بلیٰ واللہ۔ یا اسکو غالب گمان ہو کہ یون نہیں ہو تو اُسنے کہا کہ لا واللہ۔ اور اس تقدیر پر عرضہ نہیں لازم آتا ہو بالجملہ لغو پر کفارہ نہیں ہو۔ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ
بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ ولیکن اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ کریگا اس قسم پر جو تم نے معقود کی ف واضح ہو کہ عقدتم بفتحہ قاف بدون تشدید کے حمزہ وکسائی وابوبکر
کی قراءۃ ہو اور باقیون کی قراءۃ مین بتشدید قاف ہو اور ابن ذکوان نے ابن عامر سے عاقدتم روایت کی۔ حاصل آنکہ لغو پر کفارہ نہیں ولیکن جس پر تم عقد یمین
کرو اسکے مقابلہ مین مواخذہ ہو پس اسکی صورت یہ کہ قصد سے ایک چیز پر قسم کھاؤ۔ اور اس تفسیر پر یمین غموس جو تیسری قسم ہے وہ بھی اسمین داخل ہوگی اور
معنی یمین غموس کے یہ ہین کہ کوئی بات گذری ہوئی ہے اسپر جان بوجھکر اُس کے برخلاف قسم کھائی مثلاً زید نے ایک آدمی کو دس روپے دیے ہین اور
بجھ جانتا ہے پھر اُس نے قسم کھائی کہ نہیں دیے ہین تو تفسیر مذکور پر یہ قسم بھی بقصد ونیت ہو لہذا کفارہ لازم ہوگا اور یہی امام شافعی کا قول ہو اور امام ابوحنیفہ
وغیرہ علماء نے کہا کہ عقد الایمان کے یہ معنی ہین کہ جس بات پر قسم کھائی ہے اُس کو پورا کرنے پر عزم مصمم ہو اور یہ بات یمین غموس مین ہو نہیں سکتی ہو پس یمین غموس اسمین
داخل نہین ہو۔ مؤلف فتح البیان نے نقل کیا کہ یمین غموس ایک قسم زور ہو کر وفریب وجھوٹ کیساتھ پس ایسی قسم کھانے والا اسکا سخت گناہ اپنے سرپر لادلیتا ہو اور وہ
معقود نہیں اور نہ اسپر کفارہ ہو اور یہی جمہور علماء سلف وخلف کا قول ہو اور شافعی رحمہ نے کہا کہ وہ معقود ہوتی ہو کیونکہ مکتسب بقلب و معقود بخبر ومقرون باسم اللہ تعالیٰ ہو
لیکن قول جمہور علماء ماخوذ ہو اور جتنی حدیثین کہ قسم کا کفارہ دینے مین وارد ہین سب اسی قسم معقود کی طرف راجع ہین اور یمین غموس کی طرف کوئی بھی راجع نہیں بلکہ یمین
غموس مین سوائے سخت وعید کے اور کچھ نہیں اور احادیث سے ثابت ہو کہ یمین غموس یا یمین الزور بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے جس کو ایمان مٹنے والا ظاہر فرمایا اور یہی مذہب
امام ابوحنیفہؒ کا ہو فَکَفَّارَتُہٗ پس کفارہ قسم ف جب جھوٹ ہو جائے یعنی وہ توڑے تب کفارہ ہو ولیکن لفظ یمین مؤنث ہو پس ضمیر اسکی طرف راجع ہونا بعید
کہ شیخ عکبری وغیرہ نے کہا ہو باین معنی ہو کہ یمین بمعنی حلف ہو اور بعض نے کہا کہ ما موصولہ کی طرف پس تقدیر کلام آنکہ فکفارۃ نکثہ یعنی کفارہ قسم توڑنے کا جیسے چنان
ہے اور یہی زمخشری رحمہ نے مقدر کیا اور یہی اولی ہو پھر کفارہ بیان فرمایا کہ تین چیزون مین سے ایک چیز ہے اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰکِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ
اَھْلِیْکُمْ کھانا دینا دس مسکینون کو اوسط اس چیز سے کہ کھلاتے ہو تم اُس سے اپنے اہل وعیال کو ف یعنی نہ اعلیٰ درجہ کا ہو اور نہ ادنیٰ درجہ کا ہو بلکہ جو غالب استعمال
مین ہو۔ پھر اطعام مین آیا کھلانا ضرور ہو یا ان کو مباح کر دینا بھی کافی ہے اور کھلانے مین ایک وقت ہو یا دونون وقت اور ہر مسکین کے واسطے کیا مقدار ہو اور مساکین
کوئی ہون یا اسی شہر والے ہون جہان کا قسم کھانے والا ہو۔ جواب آنکہ چاہے کھلاوے اور چاہے مباح کرے و شافعیؒ کے نزدیک مالک کر دے اور کھلانے
مین دونون وقت کھلاوے تب ادا ہوگا اور ابن عبد البر نے کہا کہ فقہاء امصار ائمۃ الفتویٰ کا یہی قول ہو اور حسن بصری و محمد بن الحنفیہ سے روایت ہو کہ ایک ہی وقت
کافی ہے پھر پیٹ بھرے چاہے جسقدر ہو اور اگر دیوے تو ہر مسکین کو آدھا صاع گیہون یا چھوہارے کا دیوے اور یہی قول حضرت عمر و علی و عائشہ و مجاہد
وسعید وشعبی و ابراہیم و ابو مالک وغیرہ کا ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ نے کہا کہ گیہون سے آدھا صاع اور دوسرے طعام سے ایک صاع دیوے اور ابن ابی حاتم نے
ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ہر مسکین کو گیہون کا ایک مد دیوے اور اس کے ساتھ کے کھانے کو بھی دیوے روکھا نہ دیوے۔ اور یہی ابن عمر و زید بن ثابت
وسعید بن المسیب و مجاہد وعطاء و عکرمہ و جابر بن زید و قاسم و سالم و زہری و ابو سلمہ و سلیمان بن یسار و حسن و محمد بن سیرین سے مروی ہو اور شافعیؒ نے
کہا کہ نبی صلعم کی مُد سے ایک مُد ہر مسکین کو دیوے ولیکن اسکے ساتھ کے واسطے کچھ نہیں کہا اور امام احمد نے کہا کہ گیہون سے ایک مُد دیوے اور دیگر طعام سے دو
مُد دیوے۔ پھر یہ شرط نہیں کہ مسکین اسی شہر کے ہون بلکہ جو حاجت والا قدر کفایت نہ پاتا ہو اس کو کھلاوے اور بالاتفاق ایک ہی مسکین کو دینا کافی نہیں
ہے جیسے کپڑے مین ہو۔ پھر دوسری چیز ہے کفارہ بیان فرمایا اَوْ کِسْوَتُھُمْ یعنی یا دس مسکینون کو کپڑا دیوے۔ پھر یہ کسوۃ کسقدر ہو تو مفسرین نے بنا بر

مذہب شافعیؒ کہا کہ اسقدر ہو جو کسوۃ یعنی لباس کہلاتا ہو مانند قمیص و عمامہ و ازار یعنی تہ بند کے اور ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اسقدر مراد ہے کہ جس سے اکثر بدن ڈھک جاوے۔
اور مالکؒ و احمدؒ نے کہا کہ ہر مسکین کو لباس اسقدر دینا فرض ہے جسکو پہنکر نماز صحیح ہو جاتی ہے مرد کو مرد کے لائق اور عورت کو اس کے لائق ہو وے اور ابراہیم نخعیؒ
نے کہا کہ جامع کپڑا ہو مانند دولائی و چادر کے اور فقط کرتا و کرتی و اوڑھنی کے مانند اُن کے نزدیک جامع نہیں اور کافی نہیں ہو۔ پھر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک
اگر ایک ہی مسکین کو دس روز کھانا متفرق دیا تو جائز ہو اور ایک ہی دفعہ دیدینا بالاتفاق نہیں جائز ہے اسواسطے تفریق منصوص ہو پھر تیسری بات بیان کی بقولہ اَوْ
تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ یا آزاد کرنا ایک بردہ کا خواہ غلام ہو یا باندی ہو۔ رہا یہ کہ مسلمان ہونا شرط ہو یا نہیں تو مفسر سیوطیؒ نے کہا کہ مسلمان بردہ شرط ہے کیونکہ یہاں
اگرچہ مطلق بردہ مذکور ہو کوئی خصوصیت مسلمان کی نہیں لیکن کفارۂ ظہار و کفارۂ قتل میں مسلمان ہونیکی قید منصوص ہو پس یہاں کے مطلق کو اسی مقید پر محمول کیا گیا
اور یہ ایک جماعت علماء کا قول ہو۔ اور اکثر علماء نے ظاہر آیت پر کہا کہ مسلمان ہونا شرط نہیں ہو چاہے کافر بردہ آزاد کردے تو کافی ہو اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا
قول ہو فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ پھر جس نے نہ پایا تو روزے تین دن کے ف اسکا کفارہ ہو جبکہ طعام و لباس و بردہ میں سے کوئی نہ پاوے پس
اسمیں اتفاق ہو کہ اگر اشیاء مذکورۂ بالا میں سے کوئی نہ پاوے تب تین دن کے روزے کافی ہیں۔ اب باقی یہ کہ تین دن پے در پے ہوں یا چاہے متفرق تین روز
روزہ رکھے پس مفسر سیوطیؒ نے بنا بر قول امام شافعیؒ کے لکھا کہ ظاہر آیت یہ ہو کہ پے در پے ہونا شرط نہیں ہو اور یہی امام مالک کا قول ہو اور امام ابو حنیفہؒ
و احمدؒ و ثوریؒ نے اسکو شرط کیا بسبب اسکے کہ حضرت ابن مسعودؓ کی قراۃ میں فصیام ثلثة ایام متتابعات۔ آیا ہو اور یہی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراۃ منقول ہے
اور یہ قراۃ ایسی مشہور ہو کہ اس سے کتاب یعنی مصحف کے اندر بسبب معنی زیادت کرنا روا ہو یعنی اس قراۃ کی دلیل سے فصیام ثلثة ایام کے جو مطلق ہیں پے در پے مراد
ہونیکے معنی لئے جائیں گے اگر کہا جائے کہ قضائے رمضان کے مسئلہ میں تم کیوں پے در پے معتبر نہیں رکھتے حالانکہ اسمیں بھی ابی بن کعبؓ کی قراۃ فعدة من ایام اُخر
متتابعات۔ مروی ہو تو جواب یہ کہ یہ روایت مشہور نہیں بلکہ شاذ ہو اور شافعیہ نے جواب دیا کہ قراۃ ابن مسعودؓ کی منسوخ ہے یعنی پہلے تتابع کی قید تھی پھر منسوخ ہوئی
اور ظاہر ناسخ اُس روایت کو ٹھہرایا جو دارقطنی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ پہلے نزول ہوا فصیام ثلثة ایام متتابعات پھر ساقط ہوا متتابعات۔ پس
ظاہر اس سے یہ ہو کہ حکم و تلاوت دونوں منسوخ ہوئے پھر یہ جواب شافعیہ کی طرف سے بنا بر آنکہ اکثر اصحاب شافعی کے نزدیک شاذ قراۃ پر عمل روا ہے اور بعض کے
نزدیک نہیں روا ہو تو اُن کی طرف سے یہی جواب ہے لیکن اُنپر وارد ہوتا ہو کہ چور کا دایاں ہاتھ کاٹنے میں قراۃ ابن مسعودؓ یعنی فاقطعوا ایمانهما سے حجت پکڑی حالانکہ
شاذ ہو پھر ان کے جواب میں یہی کہا جائیگا کہ قراۃ ابن مسعودؓ کی مشہور ہے اگرچہ متواتر نہ ہو لیکن اسکے اثبات میں اشکال ہو واللہ اعلم۔ اور اولی جواب یہ ہو کہ روایت
دارقطنی از عائشہؓ جسکو ناسخ قرار دیا ہو نسخ کے معنی میں محکم نہیں باوجود یکہ نسخ آخری مرتبہ رکھتا ہو جب تک اتفاق ممکن ہو نسخ مرجوح ہوگا پس قراۃ ابن مسعودؓ کی طرف
اسکو راجع کرنا بطریق تاویل کے متعین ہو اور بتعیین قراۃ تتابع کے وہ حجت ہو واللہ اعلم۔ اور ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام شافعیؒ نے کتاب الام میں ایک مقام پر یہ بھی
منصوص کردیا کہ ان روزوں میں پے در پے رکھنا واجب ہے جیسا کہ حنفیہ و حنابلہ کا قول ہو اور ابی بن کعب وغیرہ سے مروی ہوا کہ یہ لوگ ثلثة ایام متتابعات۔ پڑھتے تھے رواہ
ابو العالیہ عن ابی بن کعب و حکاہا مجاہد و الشعبی و ابو اسحٰق عن عبد اللہ بن مسعودؓ اور ایسا ہی ابراہیم نخعی نے بھی بیان کیا اور اعمش نے کہا کہ ابن مسعودؓ کے شاگرد یہی قراۃ
پڑھتے تھے۔ قال ابن کثیرؒ یہ قراۃ اگرچہ متواتر ثابت نہو تب بھی اس سے کم نہیں کہ خبر واحد یا تفسیر واحد یا تفسیر صحابہ سے ہو اور وہ مرفوع کے حکم میں ہوتی ہو پھر ابن مردویہ
کی روایت ابن عباسؓ ذکر کی کہ اس آیت کے نزول پر حذیفہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ مختار ہیں فرمایا کہ ہاں تو مختار ہو چاہے بردہ آزاد کرو اور چاہے کپڑا دیوے اور چاہے
کھانا کھلاوے اور جو اسکو نہ پاوے تو وہ پے در پے تین روزے رکھے قال حدیث غریب جدا۔ ذٰلِکَ ذلک کا اشارہ امور مذکورہ کی طرف ہو اسی واسطے تلک نہیں فرمایا اگرچہ
ہوسکتا تھا اور ایسے ہی مقامات سے استنباط کر کے کہا گیا کہ حرف قرآن مجید میں جہاں قراۃ بصیغۂ مذکر و مؤنث میں اختلاف ہو تو معنی کی راہ سے اگرچہ دونوں
بن سکتے ہوں لیکن مذکر راجح ہو چنانچہ یہاں باوجود یکہ تلک کا اشارہ ان اشیاء کی طرف اظہر تھا مگر ذلک آیا یا تاویل آنکہ۔ ذلک المذکور۔ کَفَّارَةُ اَیْمَانِکُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ

Marfat.com

یہ جو ذکر ہوا تھا تمہاری قسم کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ ف یعنی جبکہ قسم کھاؤ اور اس میں حانث ہو جاؤ۔ بایں طور کہ تم سے پوری نہ ہو سکے خواہ اپنے اختیار سے اسکو عمدًا توڑ دو
خواہ بطریق گناہ کے مثلاً آج کے روز ظہر کے وقت دو رکعت نفل پڑھنے پر قسم کھائی مگر عمدًا نہیں پڑھی تو حانث ہوا اور یہ حرام ہے یا بطریق اجازت شرعی کے
مثلاً کسی امر نیک کے نہ کرنے پر قسم کھائی جیسے کہا کہ ظہر کی دو سنتیں کبھی نہیں پڑھونگا تو شرع لازم کرتی ہے کہ قسم توڑ دے اور اگر بجائے دو سنت کے نفل کہی ہوتی تو قسم توڑنا
مستحب تھا اور اگر فرض یا واجب کہی ہوتی تو قسم توڑنا فرض تھا پس اس صورت میں قسم توڑنے سے گنہگار نہ ہوگا لیکن کفارہ واجب ہوگا بخلاف عمدًا بلا اجازت شرعی
توڑنے کے کہ اسمیں گناہگار بھی ہوگا اور کفارہ بھی واجب ہوگا اسی واسطے فرمایا۔ وَاحۡفَظُوۡۤا اَيۡمَانَكُمۡ اور حفاظت رکھو اپنی قسموں کی ف اور یہ کمال تاکید ہے حالانکہ
مقصود الفاظ قسم کی حفاظت نہیں بلکہ قسم کو توڑنے سے بچائے رکھو اور معلوم ہو چکا کہ یہ اسی قسم کے بارہ میں ہے جو کسی نیک کام نہ کرنے یا لوگوں کے درمیان
اصلاح و درستی نکرنے پر ہو ورنہ اسکا توڑنا مباح یا واجب یا فرض ہوگا اور سورۂ بقرہ کی آیت میں ایسی قسم توڑنے کا حکم مذکور ہو چکا ہے۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ
لَكُمۡ اٰيٰتِهٖ ایسے ہی بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے نفع کیلئے اپنے احکام لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ تاکہ تم اس نعمت پر شکر گزاری کرو ف اگر بندہ نے حکم الٰہی پر عمل
کیا تو اس نے شکر ادا کیا اور اسمیں تنبیہ ہے کہ بیان شریعت بھی بڑی نعمت ہے کیونکہ اس سے حصول جنت و رضائے الٰہی و درستی اخلاق ہے جس سے زندگانی
دائمی حاصل ہوتی ہے اور اس سے بڑھکر کون نعمت ہوگی کہ جسمیں یہ اوصاف ہوں فتدبر۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَالۡمَيۡسِرُ وَالۡاَنۡصَابُ وَالۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّيۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡهُ لَعَلَّكُمۡ
اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے گندے کام ہیں شیطان کے سو ان سے بچتے رہو شاید
تُفۡلِحُوۡنَ ۝ اِنَّمَا يُرِيۡدُ الشَّيۡطٰنُ اَنۡ يُّوۡقِعَ بَيۡنَكُمُ الۡعَدَاوَةَ وَالۡبَغۡضَآءَ فِى الۡخَمۡرِ وَالۡمَيۡسِرِ وَيَصُدَّكُمۡ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَ
تمہارا بھلا ہو شیطان یہی چاہتا ہے کہ ڈالے تم میں دشمنی اور بیر شراب سے اور جوئے سے اور روکے تم کو اللہ کی یاد سے
عَنِ الصَّلٰوةِ‌ ۚ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَهُوۡنَ ۝ وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاحۡذَرُوۡا‌ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ
اور نماز سے پھر اب تم باز آؤ گے۔ اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور بچتے رہو پھر اگر تم پھرو گے تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ یہی ہے پہونچا دینا کھول کر

اوپر کے کلام سے ظاہر ہوا کہ بیان شرائع نعمت ہے از انجملہ قسم کے احکام بیان ہو چکے اور اس کے حفاظت کی تاکید ہے اور شراب سے جو بد دماغی ہوتی ہے
وہ کسی حفاظت کو باقی نہیں رکھتی حتیٰ کہ کلام اللہ تعالیٰ بھی بھول جاتا ہے پس بعد ترغیب اس امر کے کہ شرائع جو بیان ہوں ان کو نعمت غیر مترقبہ سمجھکر دل
و جان سے عزیز رکھو اور نفس کی خواہش پر نظر نہ کرو بیان حرمت شراب وغیرہ مذکور فرمایا۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اے ایمان والو ف کہا گیا خطاب مومنوں
کو بسبب ان کے مطیع ہونے کے ہے ورنہ ذمی و کافر سب پر حرام ہے اور بعض نے کہا کہ مخصوص مومن مخاطب ہیں اور یہ مسئلہ فرع ہے اس اصل کی کہ
کافروں کو ایمان و فروع مسائل دونوں سے خطاب ہے یا فقط ایمان سے خطاب پھر بعد ایمان کے ان پر فروع احکام لازم ہوں گے اور فائدہ اس
اختلاف کا ایسی صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ مثلاً رمضان میں کسی ایسے کافر نے پانی مانگا جو کچھ عذر نہیں رکھتا چنانچہ مسلمان ہوتا تو اس پر روزہ رکھنا فرض
ہوتا پس بنا بر قول اول کے پانی دینا مکروہ ہوگا اگرچہ روا ہے کہ بطور فسق کے روزہ نہ رکھے اور بنا بر قول دوم کے نہیں مکروہ ہے اور یہی قول علمائے حنفیہ ہے
چنانچہ یہاں بھی مومنوں کو خطاب کیا کہ اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَالۡمَيۡسِرُ وَالۡاَنۡصَابُ وَالۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّيۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡهُ خمر اور قمار اور بت اور
قداح تو سب خبیث پلید شیطان کے کام ہیں سو تم اس عبس سے پرہیز کرو ف پھر ان میں سے ہر ایک کی تفصیل جزو ہے واضح ہو کہ تفسیر سیوطی نے کہا
کہ خمر وہ نشہ کی چیز ہے جو عقل کو مخمور کر دے اور صحیح یہ ہے کہ بیہوش ہو جانا شرط نہیں ہے اور صحیح یہ کہ فقط انگور سے ہونے پر منحصر نہیں ہے بلکہ چھوہارے و انگور و شہد و دیگر کثرت
اقسام کی شراب ہوتی ہے مترجم کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک خمر منصوص فقط انگور یا مع خرما یعنی چھوہارہ ہے اور باقی بدلیل نصوص حدیث کے

حرام ہین جبکہ نشہ ہو۔ المیسر قمار جو معروف ہے اور ظاہر یہ کہ فعل قمار حرام ہے خواہ داؤ پر مال ہو یا نہو۔ بسند ضعیف از حضرت علیؓ آنکہ شطرنج بھی میسر مین سے ہے عن عطاء و مجاہد۔ اخروٹ سے بچون کا کھیلنا بھی میسر ہے۔ ظاہر مراد آنکہ یہ فعل بھی یہی ہے اگرچہ لڑکے بسبب صغر کے ماخوذ نہ ہون پس اُن کے بڑے منع نہ کرنے والے پکڑے جاوینگے۔ عن ابن عمرؓ میسر قمار ہے اور شطرنج بدتر از نردشیر ہے اور نردشیر کے بارہ مین صحیح مسلم وغیرہ مین مرفوع حدیث ہے کہ جو اسکو کھیلے گویا اُس نے سور کے خون و گوشت مین ہاتھ سنے۔ اور ایک روایت احمد مین ہے کہ پھر نماز کو کھڑا ہوا تو ایسا کہ جیسے کوئی قے لوہو اور خون سے وضو کرکے نماز پڑھنے کھڑا ہوا۔ عن سعید بن المسیب بزمانہ جاہلیت والون کا قمار یہ تھا کہ گوشت کو ایک بکری یا دو بکری کے بدلے فروخت کیا۔ قال المترجم اسمین دلالت ہے کہ گوشت مین بدعتی نہین جائز ہے اور تحقیق فقہ کیواسطے ترجمہ عالمگیری و عین الہدایہ کی طرف متوجہ ہو۔ عن الزہری عن الاعرج رح جعلون و مال پر قداح پھینکنا۔ قال المترجم جیسے اس زمانہ مین گھڑ مری وغیرہ مال پر چٹھی ڈالنا حرام ہے۔ عن القاسم بن محمد جو چیز کہ یاد الٰہی سے اور نماز سے غافل کرے وہ میسر ہے اور حضرت علیؓ و ابن عمرؓ سے مذکور ہوا کہ شطرنج تو خود شیر سے بھی بدتر ہے اور مالکؒ و ابوحنیفہؒ و احمدؒ نے شطرنج حرام ہونے پر تنصیص کردی ہے اور شافعیؒ نے مکروہ کہا ہے۔ قال المترجم شرح مسلم مین مولوی عبدالعلی بحرالعلوم و میزان شعرانی وغیرہ کتابون مین لکھدیا کہ امام شافعی جائز رکھتے ہین اور امام نووی نے شرح مسلم مین کہا کہ صحیح قول شافعیؒ یہ ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے اور یہی ہدایہ مین حنفیہ سے نقل کیا اور بعض سے نقل کیا کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین ہے اور اگر بازی لگاکر شطرنج کھیلے تو بالاجماع حرام ہے۔ الانصاب۔ عن ابن عباسؓ و مجاہد و عطاء و سعید بن جبیر و حسن وغیرہم۔ یہ پتھر تھے جن کے پاس مشرکین اپنی قربانی کے جانور ذبح کرتے تھے اور معنی بایکے دوسری روایات سے معلوم ہوئے کہ بتون مین تفصیل تھی۔ بعض کے پاس ذبح کرتے اور بعض کے حضور مین مذبوحہ پیش کرتے پس مراد آنکہ انصاب وہ بت ہین جنکے سامنے قربانی کرتے تھے اور آیت کریمہ مین مطلق بت کے تعلق سے ممانعت ہے پھر جس مخلوق کی تعظیم مین ذبح ہو وہ جانور مردار ہوگا چنانچہ فقہ مین مصرح ہے لہذا شیخ صدو کا بکرا و اسی کے مانند دیگر بھی حرام ممنوع ہین۔ الازلام۔ یہ بھی تیر کے مانند چھوٹی چھوٹی ڈنڈیان تھین جنسے فال لیا کرتے تھے اور اوپر اسکی تفسیر گذر چکی ہے رجس بالفتح و بالکسر ہر عمل قبیح اور رکس بمعنی پلیدی و بدبو اور رجز بمعنی عذاب بت وغیرہ ایسا ہی ابن زیدؒ سے منقول ہے اور عمل شیطان سے یہ مراد کہ اسی کی زینت دینے و بہلا دکھانے سے یہ کام ہوتے ہین اور یہ مراد نہین کہ وہ خود اپنے ہاتھون کرتا ہے اور بعض نے کہا کہ پہلے ابلیس نے خود کئے پھر آدمیون نے اسکی پیروی کی اور یہ اس تقدیر پر کہ شیطان بصورت حیوان مجسم ہوا۔ اور ضمیر فاجتنبوہ۔ یا تو رجس کی طرف راجع ہے یا بجانب ہر واحد از مذکور راجع ہے یعنی فاجتنبوا کل واحد مما ذکر یعنی ہر ایک امر پلید مذکورہ سے اجتناب کرو۔ اور قولہ لعلکم تفلحون۔ اے فلاح پاؤ ان محرمات کے چھوڑنے سے۔ اور کشاف مین کہا کہ خمر و میسر کی حرمت کو اس کلام پاک نے جسمین بچند وجوہ بلاغت تاکید ہے مؤکد فرمایا۔ از آنجملہ یہ کہ انما سے مصدر کیا باوجودیکہ جملہ اسمیہ ہے اور از آنجملہ یہ کہ خمر و میسر کو بت پرستی سے مقارن کیا جیسے روایت ہے کہ شراب خوار جیسے بت پرست دونون برابر ہین۔ از آنجملہ یہ کہ اسکو رجس فرمایا جیسے بتون کی نسبت فرمایا۔ فاجتنبوا الرجس من الاوثان (بتون پلید سے پرہیز کرو)۔ از آنجملہ یہ کہ دونون کو شیطان کے عمل سے قرار دیا حالانکہ شیطان سے سوائے خالص شر کے کوئی نیک کام تو اللہ تعالیٰ کی درگاہ مین ہو نہین سکتا ہے۔ از آنجملہ اُن کے ارتکاب سے اجتناب کرنیکا حکم دیا۔ از آنجملہ یہ کہ اُن کے اجتناب سے فلاح پانے کو فرمایا پس جبکہ اجتناب سے فلاح ہوئی تو ارتکاب سے ضرور خواری و بربادی ہوگی۔ از آنجملہ یہ کہ جو وبال ان دونون سے پیدا ہوتا ہے وہ آئندہ ذکر فرمایا یعنی شراب خوارون و جواریون کے درمیان آپس مین ایک دوسرے سے حسد و بغض پیدا ہوتا ہے اور نیز جو نتیجہ ان دونون چیزون کا اعمال آخرت مین ہے وہ بھی ذکر فرمایا یعنی ذکر الٰہی سے باز رہنا اور نماز کے اوقات کی نگہداشت نہ کرنا انتہی مافی الکشاف۔ اور اہل علم نے بیان فرمایا ہے کہ شراب کا حرام کیا جانا بتدریج ہوا ہے کیونکہ لوگون کو شراب پینے کی عادت تھی پس کمال رحمت سے اسکو رفتہ رفتہ حرام فرمایا۔ پس پہلی آیت جو اس بارہ مین اتری وہ قولہ یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر و منافع للناس ہے پس اسی پر بعض نے پینا چھوڑ دیا اور

Marfat.com

بعض نے نہیں چھوڑا پھر نازل ہوا۔ قولہ۔ لا تقربوا الصلوة وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون الآیۃ۔ پس بعض نے چھوڑا اور کچھ باقی رہے جنھوں نے نماز کے اوقات کے سوائے وقتوں میں پینا باقی رکھا یہانتک کہ یہ آیت اتری۔ انما الخمر والمیسر والانصاب الآیۃ۔ پس بالکل حرام ہوگئی اور اس کی حرمت میں جو تشدید تاکید ہے وہ اہل بلاغت خوب سمجھتے ہیں اور چند وجوہ اوپر مذکور ہوئیں اور احادیث صحیحہ میں اس کے پینے والے بلکہ لانے والے بیچنے والے و اعانت کرنیوالے پر حتی کہ دس پر زجر و وعید شدید آئی ہے جنکا ذکر عین الہدایہ میں ہے۔ بالجملہ اسکے کبیرہ گناہ ہے اور مسلمانوں کے سب فرقے اس پر اجماع و اتفاق رکھتے ہیں کہ یہ حرام ہے تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے کہا کہ اے پروردگار ہمارے واسطے خمر کے بارہ میں بیان شافی بھیجدے پس سورۂ بقرہ کی آیت یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیهما اثم کبیر الخ نازل ہوئی تو عمرؓ کو بلا کر انکو سنائی گئی عمرؓ نے پھر دعا کی کہ اے پروردگار ہمارے واسطے خمر کے بارہ میں بیان شافی بھیجدے پھر سورۂ نساء کی آیت لا تقربوا الصلوة وانتم سکاری نازل ہوئی پس آنحضرت صلعم کا منادی ہر وقت حی علی الصلوة کے پکارتا کہ جو شخص شراب سے نشہ میں ہو وہ نماز کے پاس نہ آئے پھر عمرؓ کو بلا کر ان کو سنائی گئی تو عمرؓ نے دعا مانگی کہ اے پروردگار شراب کے بارے میں بیان شافی بھیجدے پس سورۂ مائدہ کی آیت انما الخمر والمیسر الخ نازل ہوئی پس عمرؓ کو بلا کر ان کو سنائی گئی تو جب قولہ تعالیٰ فهل انتم منتهون تک پہونچے تو عمرؓ نے کہا کہ اے پروردگار ہم باز رہے ہم باز رہے۔ رواہ احمد وابوداؤد والنسائی والترمذی وصححہ ہو وعلی بن المدینی۔ اور واضح رہے کہ جمہور علماء کے نزدیک خمر کا لفظ شراب انگور سے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر شراب کو جو مسکر ہو شامل ہے اور صحیحین میں عمر بن الخطابؓ سے ثابت ہوا کہ انھوں نے منبر پر خطبہ میں فرمایا کہ اے لوگو خمر کا حرام ہونا نازل ہوا اور خمر پانچ چیزوں سے تھی۔ ایک انگور سے دوم چھوہارے سے سوم شہد سے۔ چہارم گیہوں سے اور پنجم جو سے اور خمر وہ ہے جو مخامر عقل ہو قال المترجم آخر کا جملہ اس امر کا بیان ہے کہ خمر انھیں پانچ چیزوں سے مخصوص نہیں بلکہ جو چیز پینے کی ایسی ہو کہ عقل کی مخامرت کرے وہ خمر و حرام ہے اور یہ فقہاء کے نزدیک بالاتفاق ہے اور خلاف ابوحنیفہؒ بمعنی قطعی و ظنی ہے پس روا نہیں ہے کہ کوئی شخص شراب کے دو ایک قطرے پیے اور گمان کرے کہ اسقدر سے مخامرت نہ ہوگی اور حاصل آنکہ جو چیز ایسی ہو کہ اسکے کسی مقدار بھر پینے سے نشہ ہوتا ہو تو وہ تھوڑی بھی حرام ہے اور کلیہ اسمیں وہ حدیث ہے کہ ہر مسکر حرام ہے۔ پھر واضح ہو کہ مسکر کے مانند مخدر بھی حرام ہے یعنی جسکے استعمال سے بسبب تخدیر کے حواس میں اختلال ہو جاتا ہے جیسا افیون و بھنگ وغیرہ کیونکہ سنن ابوداؤد میں حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ہر مسکر و ہر مخدر سے نہی فرمائی ہے اور اسناد اس حدیث کی حسن حجت ہے اور نہی سے مراد تحریم ہے بقرینہ عطف مسکر کے اور عین الہدایہ المترجم وغیرہ میں لبن الخشخاش یعنی افیون کے مکروہ تحریمی ہونے کا فتوی منصوص مذکور ہے جس شخص کو عادت ہو اگر عزم کیا کہ چھوڑ دے تو بہ کرے، نیکی کرنے تک کہ چھوٹ جائے عفو ہے اور ایک بارگی چھوڑنا واجب نہیں ہے یہی ابن حجرؒ نے فتوی دیا۔ کما فی الشامی اور تحریم خمر و اس کی وعید و مذمت میں بہت کثرت سے احادیث ہیں جنمیں سے ایک بھاری ٹکڑا شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے تفسیر میں وارد کیا ہے اور چونکہ یہ احادیث صحیحہ توضیح اسی آیہ کریمہ کی ہیں پس اسقدر تنبیہ کافی ہے تاکہ آیت میں غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر نہایت تاکید سے اس کو حرام کیا بقولہ انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه۔ پھر اس سے اجتناب کرنے پر وعدۂ ثواب فرمایا بقولہ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پاؤ ف حرف لعل جہاں اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف سے آیا ہے وہ قطعی ہے یعنی جو بندے اس سے اجتناب کرینگے درحالیکہ مومن ہیں تو وہ ضرور فلاح پاوینگے پھر ان کے مقاصد دنیاوی و اخروی کی طرف اشارہ کیا بقولہ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ خمر و میسر میں تمہارے درمیان عداوت و کینہ ڈالے ف یعنی جب تم شراب ہوگے اور جوا کھیلوگے تو شیطان تم میں عداوت و بغض ڈالیگا کیونکہ ان دونوں سے طرح طرح کے فتنہ و شر پیدا ہوتے ہیں پس ان دونوں کے مرتکب ہونے سے شیطان کی دو مرادیں حاصل ہیں ایک یہ کہ تم میں عداوت و بغض ڈلوا دے اور دوم کو لیوقع پر عطف کر کے بیان فرمایا۔ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ۔ اور یہ کہ باز رکھے تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے ف جبکہ تم شرابخواری

Marfat.com

وجہ سے مین مشغول ہو۔ اور خاص کرکے یاد الٰہی و نماز کو ذکر کیا حالانکہ دیگر افعال مثل روزہ و حج و زکوٰۃ و عدل وغیرہ سے بھی باز رہنا ہوگا تو یہ خصوصیت بسبب اسکے کہ جملہ افعال خیر مین سے یہ دونون سب مین سے بڑے اور دائمی ہین پھر تاکید فرمائی بقولہ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ پس بھلا تم باز رہنے والے ہو ف اور یہ استفہام لفظا مین ہے اور مراد یہ کہ پھر تم باز رہو ان دونون کے کرنے سے اور اوپر حدیث عمر رضی اللہ عنہ مین گذرا کہ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اے پروردگار ہم باز رہے ہم باز رہے اور حضرت انسؓ سے حدیث طویل مین یہ مضمون روایت ہے کہ ابو طلحہؓ کے گھر مین لوگ شراب کی دعوت مین تھے اور مین ہی سب کو پلاتا پھرتا تھا کہ ناگاہ رسول اللہ صلعم کے منادی سے سنا کہ لوگو خبردار ہو جاؤ کہ شراب حرام ہو گئی پس قسم ہے اللہ تعالیٰ عزوجل کی کہ پھر کسی نے شراب کو منہ نہ لگایا اور ابو طلحہؓ نے حکم دیا کہ اے انس تو سب شراب کو گلی مین بہا دے۔ اور نیز مروی ہے کہ مدینہ کے جنگل و گلی کوچہ مین شراب بہتی تھی۔ پھر واضح ہو کہ اکثر احادیث مین آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے شراب کے فروخت کرنے سے منع فرمایا اور اسکی قیمت و معاوضہ کو حرام کیا اور ابن عباسؓ نے بھی یہی فتوی دیا کہ شراب کو بیچکر اسکے دام کھانا حرام ہین اور بخاری وغیرہ مین حدیث سے ثابت ہے کہ شراب کو اپنے عمل سے سرکہ کرنا بھی منع ہے اور اگر خود سرکہ ہو جائے تو روا ہے لیکن فقہ کی بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرکہ کر ڈالنا جائز ہے اور تمام بحث عین الہدایہ للمترجم مین ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے اجتناب کو اطاعت فرما کر تاکید کی بقولہ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا۔ اور اللہ تعالیٰ و رسول کی طاعت کرو اور پرہیز کرو ف نافرمانی و جملہ معاصی کے ارتکاب سے۔ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ پھر اگر تم نے منہ موڑا ف طاعت سے تو فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ جان رکھو کہ ہمارے رسول پر یہی لازم ہے کہ تم کو کھلا بیان پہونچاوے ف اور تم کو بدلا دینا ہمارے اختیار مین ہے یعنی نہ مانوگے تو سزا پاؤگے جیسے مانوگے تو ثواب جمیل ملیگا اور دنیا چند روزہ ہے اور آخرت باقی و دائم ہے۔ ف فی العرائس حبب اللہ تعالیٰ نے بندون کو اپنے لطف و انعام سے بقولہ وکلوا مما رزقکم اللہ حلالاً طیباً۔ سرفراز و ممنون فرمایا تب پھر اپنی اطاعت و رسول علیہ السلام کی طاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا تاکہ ان کو آداب درگاہ و علامات عبودیت و خدمت کے تعلیم سے آراستہ فرماوے اور ایکدم کی مخالفت سے بھی تحذیر فرمائی بقولہ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واحذروا۔ پس اللہ تعالیٰ کی طاعت تو اسکے ہیبت کی دیدار سے ہے اور رسول علیہ السلام کی طاعت اسکی حلاوت محبت سے ہے اور حذر اس طرح کہ قدم کے جواد صاف ہین ان کے ساتھ کسی حدوث معدوم کا لگاؤ نہ رکھے اور ارواح کو منازل اجلال مین محبوس کرے اور حاصل آنکہ معاملات مین مستقیم رہو اور ان معاملات پر نظر رکھنے اور ان کے عوض و ثواب پر نظر رکھنے سے بچو تاکہ اس نظر کی وجہ سے انعام دینے والے کے مشاہدہ سے محجوب نہ ہو۔ قال المترجم بہت سے اکابر نے تصریح کر دی ہے کہ عمل نیک کے ثواب وغیرہ کسی چیز پر جب تک نظر ہے تب تک عبادت مین خلوص نہ ہوگا لیکن معنی یہ ہین کہ اپنی طاعت کو دیکھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ادا کرنا بالکل محال ہے اور اگر ثواب کی نیت رکھے تو یہ جائز ہے کہ ثواب جنت یا نجات جہنم مقصود ہو لیکن اعلیٰ یہ ہے کہ رضائے حق عزوجل مراد ہو اور نیز حذر کرو اس امر سے کہ طاعت الٰہی یا طاعت رسول مین کوئی ریا پوشیدہ ہے یعنی طاعت خدا و رسول مین ظاہری ریاکاری تو خود ہر شخص کو معلوم ہے اور ایک قسم کی پیچیدہ و خفیہ ریاکاری ہوتی ہے وہ بھی نہ آنے پائے اور طاعت رسول مین کسی قسم کا خفیہ شک بھی نہ رہے اور اس امر سے حذر کرو کہ طاعت بجالانے مین تمہارے نفوس کو کراہت ہو بلکہ عین محبت و اخلاص سے طاعت ادا کرو تاکہ انانیت کے دعوی سے خارج ہو کر سوزش عشق کے مرتبہ پر پہونچو کیونکہ جو شخص اخلاص و محبت سے اللہ تعالیٰ کی بندگی ادا کرتا ہے وہ ربوبیت کے وصف سے متصف ہو جاتا ہے لیکن یہ مقام خطرہ کا ہے چنانچہ اخبار مین آیا ہے کہ المخلصون علی خطر عظیم۔ جو اخلاص والے ہین وہ بڑے خطرہ مین پڑے رہتے ہین اور نیز یہ وجہ ہے کہ وہان قدم مین حدوث کا فنا پایا جاتا ہے اور فنا ہونیوالا جو درحقیقت حادث ہے وہ اس گمان غلط مین پڑ جاتا ہے کہ مکر ازلی کا تیر سو رہا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون۔ اور واسطیؒ نے اس آیت مین کہا کہ حذر رکھنا بندے سے کسی حال مین زائل نہین ہوتا اگرچہ وہ صفات کے تحت مین مندرج ہو جائے آداب اسی مین ہے

کہ موافقات پر قائم رہے اور جہان تک جب کبھی سر باطنی کو علم مزید حاصل ہو تو اسی قدر خوف آلہی بڑھتا جاوے **قال المترجم** عظمت و جلال آلہی غیر متناہی ہو لیکن پردہ پندار سے خواب غفلت ہو جیسے علم کی انتہا نہین ہو پس جسقدر علم مین کمال ہوتا جاوے اُسیقدر اسکو اپنی لاعلمی کا یقین بڑھتا جائیگا اور یہی علامت علم ہو ایسے ہی جسقدر علوم ظاہری سے ترقی بجانب علوم باطنی ہوتی جائے گی اُسیقدر عظمت کا انکشاف ہوگا اور خوف بڑھیگا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بندگان کرام کی شان مین فرمایا ہم من خشیۃ ربہم مشفقون یعنی وہ لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے تھرتھراتے رہتے ہین اور حدیث مین ہو کہ انا اخشاکم اللہ یعنی تم مین سب سے زیادہ خوف آلہی عزوجل مجھپر طاری ہو۔ کما فی الصحیح۔ فافہم۔ اور نیز حذر کرنے کے یہ معنی کہ اپنی فرمانبرداری کو ملاحظہ کرنے سے حذر کرو کیونکہ ایسا کروگے تو درجۂ کمال سے گر جاؤ گے۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کئے اُن پر نہین گناہ جو کچھ پہلے کھا چکے جب آگے ڈرے اور ایمان لائے اور عمل

الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

ع ۷ نیک کئے پھر ڈرے اور یقین کیا پھر ڈرے اور نیکی کی اور اللہ چاہتا ہے نیکی والون کو

شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب شراب حرام ہوئی تو لوگون نے کہا کہ یا رسول اللہ اُن لوگون کا کیا حال ہوگا جنھون نے اُس کے حرام ہونے سے پہلے پیا ہے تب نازل ہوا قولہ لیس علی الذین آمنوا الآیۃ۔ رواہ ابوداؤد والطیالسی والترمذی قال حسن صحیح۔ اور بیہقی کی روایت ابن عباس مین ہے کہ منافقین نے یہ اعتراض کیا تھا اور ابوبکر البزار کی روایت جابرؓ مین ہے کہ یہود نے ایسا کہا تھا اور اسناد اسکی صحیح ہے لیکن غریب ہے۔ اور روایت احمد از ابن عباسؓ مین ہو کہ لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے اُن ساتھیون کا کیا حال ہوگا جو مر گئے حالانکہ اسکو پیتے تھے اور بخاریؒ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جنگ اُحد کے روز صبح کو صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے کچھ لوگون نے شراب پی تھی حالانکہ بعد اسکے اسی روز سب کے سب شہید ہوئے اور یہ واقعہ قبل تحریم الخمر کے تھا۔ وقد رواہ ابوبکر البزار ایضاً۔ مترجم کہتا ہے کہ توفیق ان روایات مین یہ ہو کہ یہود نے اور یہودی منافقون نے مومنون پر یہ اعتراض کیا اور بعض مومنین نے رسول اللہ صلعم سے بھی دریافت کیا تب نازل ہوا۔ قولہ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا۔ کچھ بھی گناہ نہین ان بندون پر جو ایمان لائے و نیک کام کئے ایسی چیزین جو اُنھون نے کھائی ہون **ف** پس اسمین لیس حرف سلب و بالکلیہ نفی کو مقدم کرکے تنبیہ کی کہ گناہ نہ ہونا پہلے ہی مستقر رکھو اور اسکے تحت مین جناح نکرہ داخل کیا جس سے عموماً بالکل ہر گناہ کے نفی ہو گئی یعنی اس کے متعلق بالکل کوئی گناہ نہین ہو اور طعم کا استعمال کھانے مین ہو اور پینے کی چیز مین بھی آتا ہے جیسے فرمایا۔ ومن لم یطعمہ فانہ منی۔ یعنی جو کوئی اس نہر کا پانی نہ پیے گا وہ میرے گروہ سے ہے پھر ظاہر یہ ہو کہ سبب خاص سوال خمر کا تھا لیکن جواب عام ہو چنانچہ مفسر سیوطیؒ نے کہا۔ اے فیما اکلوا من الخمر والمیسر قبل التحریم یعنی حرام ہونے سے پہلے جو کچھ اُنھون نے شراب پی یا مال قمار کھایا اسکا اُن پر کچھ گناہ نہین۔ اور یہ ظاہر ہے کیونکہ گناہ و ثواب کا مدار عقل پر نہین ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلنے یا نہ چلنے سے ہو پس جسکو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اسکو نکرے تو ثواب ہو خواہ بروقت داعی موجود ہونے کے باز رہنے سے ثواب ہو یا عزم مصمم پر ثواب ہے جیسا کہ اصول فقہ مین اسکی بحث مذکور ہے اور جو حکم کو نہ مانے وہ کافر ہے اور جو اعتقاد رکھے لیکن حد سے تجاوز کر گیا بسبب نفس و شیطان کے غلبہ کے وہ فاسق ہو پس جبتک اسکو اللہ تعالیٰ نے حرام نہین کیا تب تک جس نے اس کو کھایا اسپر گناہ نہین۔ اِذَا مَا اتَّقَوْا جبکہ اُنھون نے تقویٰ کیا۔ **ف** ان چیزون سے جو حرام کی گئین اور بعض نے کہا کہ تقویٰ کیا شرک و کفر سے اور بعض نے کہا کہ تقویٰ کیا باین طور کہ حکم آلہی کو قبول کیا اور سچ مانا۔ بالجملہ یہ ظرف کچھ تخصیص حکم کے لئے نہین ہو تاکہ اس سے استدلال کیا جائے کہ مباحات شرعی مانند مردار وغیرہ کے بعد تحت مخمصہ کے اسی شرط پر حلال ہوتے ہین کہ

Marfat.com

جب طاعت میں ہو ورنہ نہیں بلکہ یہ ظرف فقط بیان ایمان وتقویٰ ہے۔ وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور ایمان لائے و نیک کام کئے **ف** یعنی جو اعمال اللہ تعالیٰ نے نیک فرمائے ہیں اُن کو جس طرح ادا کرنے کا حکم دیا ہے اُن کو بجالائے فرض کو اور واجب کو بطور وجوب کے ضرور بجالائے اور مستحب و نفل کو بطور تطوع کے بجالائے اور بعض نے کہا کہ شرک سے تقویٰ کیا اور ایمان لائے۔ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا پھر تقویٰ کیا اور ایمان لائے **ف** یعنی پھر ثابت رہے تقویٰ و ایمان پر ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا یعنی پھر تقویٰ رکھا اور نیک عمل کئے **ف** اور بعض نے کہا کہ پہلا تقویٰ تو بندہ اور اُسکے نفس کے درمیان ہے اور دوسرا تقویٰ اُسکے لوگوں کے درمیان ہے اور تیسرا تقویٰ اسکے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اول تقویٰ از حرام ہے اور دوم از شبہات ہے اور سوم از بعض مباحات ہے تاکہ طبیعت و قلب پر میل کچیل نہ آوے اور بعض نے کہا کہ اول تقویٰ تو اسلام مع تصدیق کیساتھ جہانتک ممکن ہو اور دوم تقویٰ مع ایمان تصدیق کامل ہے جو اسلام کے اعمال صالحہ سے بسبب صفائی قلب کے ظاہر روشن ہو جاتی ہے اور تیسرا تقویٰ مرتبۂ احسان کیساتھ ہے اور یہی مرتبہ کمال ہے لہذا فرمایا۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ اور اللہ تعالیٰ محسنین کو محبوب رکھتا ہے **ف** مفسر رح نے کہا کہ مراد آنکہ نیک کام کرنیوالوں کو یعنی شرع میں جو نیک کام جس طور پر مشروع ہیں اُنکے بجالانیوالوں کو اللہ تعالیٰ ثواب جمیل عطا فرماتا ہے اور محبت کے یہی معنی ہیں اور حق یہ ہے کہ محبت کی حقیقت سے اللہ تعالیٰ دانا تر ہے لیکن یہ یقین ہے کہ جنکو اللہ تعالیٰ محبوب فرماتا ہے انکو ثواب جمیل ضرور ملتا ہے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو آنحضرت صلعم نے مجھ سے فرمایا کہ مجھ سے کہا گیا کہ اے ابن مسعود تو انھیں محسنین میں سے ہے۔ رواہ مسلم والنسائی والترمذی **ف** فی العرائس قولہ تعالیٰ لیس علی الذین آمنوا الآیۃ جب تک اللہ تعالیٰ کسی چیز پر جو بندوں کیلئے محل امتحان ہے لطف سے تجلی فرماتا ہے تو وہ بندوں کیواسطے مباح ہوتی ہے اور وہ اُسکے تناول سے اور استعمال میں لانے سے ماخوذ نہیں ہوتے ہیں جب تک اسمیں یہ حالت نظر آتی رہی پھر جب اسپر سے نور تجلی لطف اُٹھا لیا گیا تو وہ اُن پر حرام ہو گئی اور سمجھدار کیلئے یہ لطیف اشارہ ہے اب میں اشارات کی طرف رجوع کرتا ہوں جس سے سردست مجکو شغل ہے سو واضح ہو کہ عارف عاشق جبتک کہ اللہ عزوجل کی طرف چلا جاتا ہے اس صفت کیساتھ کہ وہ ماسوائے اللہ تعالیٰ کے سب سے تجرید و ترک و تفرید کئے ہوئے ہے اور مراقبۂ اجلال سے اسکی نظر فقط اللہ تعالیٰ کی درگاہ پر ہے تب تک وہ اپنی حیات و زندگانی میں چاہے مباحات و رخصت کو استعمال کرے اور چاہے رفاہیت و عمدہ آسودگی سے بسر کرے بشرطیکہ علم الٰہی و شرع پاک کے موافق ہو اس کو یہ اوقات و رفاہیت و فراخی سے بسر کرنے کی کچھ مضرت نہیں پہونچاتے ہیں کیونکہ اصل نظر اسکی ان چیزوں پر کچھ بھی نہیں ہے۔ شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب اس نے حلال کھانا پینا تلاش کیا جس طرح شرع میں حکم ہے اور اسمیں سے بھی کفایت سے زائد نہ لیا تو جسقدر اُس نے برداشت کیا وہ عین نور اور بالکل ثواب ہے قال المترجم۔ آیت میں استیناس ہے کہ اعمال فروعیہ کی بنیاد تقویٰ پر ہے لہذا اگر ایک مجتہد عالم کے شرعی اجتہاد میں کوئی چیز مباح ہے تو وہ اسی پر عمل کرے اور دوسرے مجتہد کے شرعی اجتہاد میں وہی چیز مکروہ ہے تو وہ ہرگز مباح نہ کرلے اور اسی تکلیف پر عمل کرنے سے ہر ایک کو ثواب ملے گا۔ فافہم۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ

اے ایمان والوں البتہ تمکو آزمادے گا اللہ کچھ ایک شکار کے حکم سے جس پر پہونچیں تمہارے ہاتھ اور نیزے کہ معلوم کرے اللہ کون اس سے ڈرتا ہے

بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ

بن دیکھے۔ پھر جس نے زیادتی کی اسکے بعد تو اس کو دُکھ کی مار ہے۔ اے ایمان والوں نہ مارو شکار جسوقت ہو تم احرام میں اور جو

قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ

کوئی تم میں اسکو جان کر تو بدلا ہے اُس مارے کے برابر مواشی میں سے وہ ٹھہرا دیں دو معتبر تمہارے کہ نیاز ہو پہنچا دے کعبہ تک یا

Marfat.com

كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ

گناہ کا اُتارا ہے کئی محتاج کا کھانا یا اُس کے برابر روزے کہ چکھے سزا اپنے کام کی اللہ نے معاف کیا جو ہو چکا اور جو کوئی

عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

پھر کریگا اُس سے بیر لیگا اللہ اور اللہ زبردست ہے بیر لینے والا

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اسمین اختلاف ہی کہ خطاب کن لوگون کو ہی تو امام مالکؒ سے مروی ہی کہ ایسے لوگون کو خطاب ہی جو احرام نہین باندھے ہین اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ احرام باندھے ہوئے لوگون کو خطاب ہے ولیکن اس تخصیص کیواسطے کوئی وجہ ظاہر نہین بلکہ اظہر یہ ہے کہ مطلقاً مومنون کو خطاب فرمایا کہ اے ایمان والو لَیَبْلُوَنَّکُمُ اللّٰهُ اسمین لام قسم ہے اے واللہ لیجر بنکم اللہ۔ واللہ تمکو امتحان فرمادیگا اللہ تعالیٰ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ کچھ شکار سے ف اسمین بعض نے کہا کہ من بیانیہ ہے اے بشیٔ حقیر من الصید یعنی ایک حقیر چیز سے امتحان کریگا وہ صید ہی اور تنوین شی کے تحقیر کیواسطے ہی اور صید معنی مفعول ہی یعنی ایسی چیز سے جو شکار کی جاتی ہے اور بعض نے کہا کہ من تبعیضیہ ہی یعنی بعض صید ہی اور وہ خشکی کے جانور لائق شکار ہین نہ دریائی جانور اور یہی شیخ ابن جریر وغیرہ کا قول ہی اور ظاہر کلام مفسرؒ اول وجہ پر دلالت کرتا ہی کیونکہ کہا اے بشی یرسلہ لکم من الصید یعنی صید تم پر بھیجکر تمہارا امتحان فرمادیگا۔ اگر کہا جائے کہ لیبلونکم اللہ بالصید کیون نہین فرمایا تو جواب آنکہ امتحان بالشی خود نہایت توجہ کے لائق ہی پھر من الصید سے بیان نہایت موثر ہوگا جیسا کہ علم بلاغت مین ثابت ہوا اور دیگر آنکہ بشیٔ سے اظہار ہوا کہ یہ امتحان کچھ بڑے امتحانون مین سے نہین ہی پھر واضح ہو کہ اہل عرب کو شکار کی بہت عادت تھی بلکہ بعض جرگون کا گذران اسی پر تھا پس انکو امتحان کیا اس طور پر کہ احرام کی حالت مین ان پر شکار کرنا حرام کرکے ایک جھنڈ شکاری جانورون کا اُن کے مکانون و خیمون مین ڈالدیا کہ وہ جانور خود بخود چلے آتے تھے لیکن الحمدللہ کہ مومنین صحابہؓ ثابت و مستقیم رہے اور یہ ویسا ہی امتحان تھا جو شہر ایلہ کے بنی اسرائیل پر زمانہ داود علیہ السلام مین مچھلیون کے شکار کے حق مین ڈالا تھا چنانچہ وہ قصہ مجملاً مذکور ہوا اور مفصل انشاء اللہ تعالیٰ آویگا پھر اسی شی کی جو صید ہی یہ صفت بیان کی کہ تَنَالُهٗۤ اَیْدِیْكُمْ جو اُن کو پاوینگے تمہارے ہاتھ ف یعنی اس صید مین سے چھوٹے بچہ و ضعیف کو تمہارے ہاتھ پاوینگے جا ہو ہاتھ سے پکڑ لو۔ وَرِمَاحُكُمْ اور تمہارے نیزے ف یعنی بڑے صید تو انکو تمہارے نیزے پاوینگے جسکو چاہو نیزہ سے مار لو اور واضح رہے کہ نیزے کی خصوصیت مقصود نہین بلکہ اکثر ہاتھون ہی سے شکار پکڑ لیتے یا عرب والے اکثر وحشی مندہ کو نیزے سے مارتے تھے اس معنی کر کے نیزے کو ذکر فرمایا اور مقاتلؒ سے مروی ہی کہ عمرہ حدیبیہ مین ہجرت کے چھٹے سال یہ آیت اُتری تھی اور حالت یہ ہوئی کہ وحشی چرند و پرند مومنون کے ڈیرون خیمون مین چھائے پڑتے تھے چنانچہ سابق زمانہ مین کبھی ایسی کیفیت نہین دیکھی گئی تھی پس اللہ تعالیٰ نے حالت احرام مین اُن کے شکار کرنے سے منع فرمایا اور حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ اُن کو امتحان کریگا صید و بھیجکر جو اُن کے ڈیرون مین چھاوینگے اس طرح کہ وہ لوگ اُن کو ہاتھون سے پکڑنے و نیزون سے مار لینے یعنی آسانی سے شکار کر لینے پر قادر ہونگے لیکن احرام مین انکو شکار سے ممانعت کی جاوے گی لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّخَافُهٗ بِالْغَیْبِ ۚ تاکہ اللہ تعالیٰ جانے کہ کون اسکی غیبت کے باوجود ڈرتا ہے ف یعنی یہ امتحان اسواسطے ہوگا تاکہ اللہ تعالیٰ جو ظاہر و پوشیدہ سب جانتا ہی وہ بطور علم ظہور کے جان لیوے کہ کون بندہ اس سے خوف رکھتا ہے درحالیکہ وہ غائب ہی یعنی اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو نہین دیکھا ہی پس خوف کر کے شکار مارنے سے اجتناب کرے اور مراد علم ظہور سے یہ کہ مخلوق پر ظاہر ہو جاوے اور بیضاوی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جاننا ذکر کیا حالانکہ مراد یہ کہ جو معلوم ہی وہ واقع و ظاہر ہو یا اس سے علم قدیم متعلق ہونا مراد ہے اور مترجم کہتا ہی کہ دوسری پارہ مین بحث مفصل گذر چکی ہی اب دوبارہ تطویل ہی پھر ایمان کا مدار اسی غیب پر ہی اسواسطے کہ آدم جبکہ ہر کافر ولی ایمان کے سامنے عذاب ہر چیز جسمین شک یا انکار کرتا تھا کھل جاتی ہی تو اس وقت کا ایمان قبول نہین ہوتا ہی فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِكَ پھر جس نے حد سے تجاوز کیا بعد اسکے ف یعنی شکار سے ممانعت کرنیکے بعد حکم سے تجاوز کیا اور شکار کیا تو فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اسکو دکھ دینے والی مار ہوگی ف خواہ دنیا مین یا آخرت

Marfat.com

ہیں یا دونوں جگہ جس طرح اﷲ تعالیٰ چاہے۔ پھر اسکے بعد علی العموم حالت احرام میں شکار مارنے سے منع فرمایا بقولہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ اے ایمان والو تم شکار نہ مارو درحالیکہ تم حرم ہو۔ حرم جمع حرام بمعنی محرم ہے اے حج یا عمرہ کا احرام باندھے ہوئے ہونیکی حالت میں مت شکار مارو۔ اور صید ہر جانور جو وحشی ہو اگرچہ کھایا نہ جائے جیسے شیر ہے اور ایک جماعت علماء نے خاص اُسی کو صید کہا جو کھایا جائے۔ اول مختار حنفیہ ہے دوم مختار شافعیہ بدلیل حدیث جابرؓ کہ ایک نے جابرؓ سے پوچھا کہ کیا ضبع بھی صید ہے فرمایا کہ ہاں۔ تو کہا میں اسکو کھاؤں۔ فرمایا کہ ہاں۔ تو کہا آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرمایا کہ ہاں (ابوداؤد والترمذی وغیرہ) پس عرب اُسی جانور کو صید کہتے جو کھایا جاوے۔ پھر صید عام ہے خشکی کے جانور ہوں یا تری کے لیکن آگے کی آیت میں تصریح موجود ہے لہذا الصید سے مراد فقط خشکی کے شکار ہیں اور خشکی والے صید عام ہے چنانچہ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ براہ معنی کے یہ لفظ عام شامل ہے ان جانوران شکار کو جو کھائے جاتے ہیں اور جو نہیں کھائے جاتے ہیں اور جو ماکول و غیر ماکول سے پیدا ہوتے ہیں لیکن شافعیؒ کے نزدیک جو خشکی کے جانور نہیں کھائے جاتے ہیں انکو قتل کرنا احرام باندھے ہوئے آدمی کو روا ہے کیونکہ صید نہیں ہیں اور جمہور علماء نے کہا کہ نہیں بلکہ اُن کو قتل کرنا بھی حرام ہے اور اسمیں سے کچھ بھی مستثنیٰ نہیں سوائے پانچ جانوروں کے جو صحیحین کی حدیث ام المومنین عائشہؓ میں مذکور ہیں کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ پانچ جانور فاسق ہیں ان کو حل و حرم میں قتل کرنا روا ہے وہ غراب اور چیل اور بچھو اور چوہا اور کلب عقور ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں مصرح ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ پانچ جانور ہیں جن کے قتل کرنے میں احرام باندھے ہوئے آدمی پر کچھ گناہ نہیں اور وہ غراب و چیل و بچھو و چوہا و کلب عقور ہے۔ رواہ البخاری و مسلم ایضاً ایوب رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے نافع رحمہ اللہ سے کہا کہ پھر سانپ کا کیا حکم ہے تو فرمایا کہ اسکے قتل کئے جانے میں کچھ شک نہیں ہے اور اسمیں اختلاف نہیں اور مترجم کہتا ہے کہ نسائیؒ کی روایت حضرت عائشہؓ میں یوں ہے کہ پانچ جانور ہیں جنکو محرم قتل کرے سانپ چوہا و چیل و غراب ابقع اور کلب عقور۔ اسی روایت سے بعض نے استدلال کیا کہ غراب یعنی کوے سے مراد وہ کوا ہے جو ابقع ہو یعنی اُس کے پیٹھ و پیٹ پر سپیدی ہوتی ہے اور کالا کوا و سپید کوا مراد نہیں ہے ولیکن جمہور نے کہا کہ سب مراد ہیں کیونکہ روایت صحیحین میں لفظ عام ہے اسمیں غراب ابقع بھی داخل ہے پس اس سے تخصیص نہیں ہوسکتی ہے پھر کلب عقور کے معنی کٹہا کتا۔ اور مانند امام مالکؒ و احمدؒ کے بعض علماء نے کلب عقور میں بھیڑیا و سیاہ گوش و چیتا و شیر درندے شامل کئے ہیں کیونکہ کلب عقور سے انکا ضرر زائد ہوتا ہے۔ اور زید بن اسلم و سفیان بن عیینہ نے کہا کہ کلب عقور کا لفظ ان سب درندوں کو شامل ہے جو حملہ آور ہوتے ہیں اور ان لوگوں نے اس حدیث عتبہ سے استیناس کیا کہ آنحضرت صلعم نے عتبہ بن ابی لہب کے حق میں بددعا کی تھی کہ اے پروردگار اسپر اپنے کلاب میں سے ایک کلب کو مسلط کردے پھر اس کا انجام یہ ہوا کہ مقام زرقا میں اسکو بھیڑیئے نے پھاڑ ڈالا۔ اور ان لوگوں نے کہا کہ اگر سوائے اُنکے لومڑی و سیاہ گوش وغیرہ کو مارا تو اسکا فدیہ دینا پڑیگا پھر ان پانچوں کے ساتھ ان کے بچے بھی لاحق کئے گئے ہیں اور شافعی رحمہ اللہ غیر ماکول کا قتل روا رکھتے ہیں تو اُنکے نزدیک چھوٹے و بڑے میں کچھ فرق نہیں ہے اور فقط نہ کھایا جانا اُنکے نزدیک علت جامعہ ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ نے کہا کہ محرم کو روا ہے کہ کلب عقور کو قتل کر ڈالے اور بھیڑیئے کو بھی قتل کرسکتا ہے کیونکہ وہ بھی کلب بری ہے اور اگر ان دونوں کے سوائے کسی درندے کو قتل کیا تو اس کا فدیہ دیوے لیکن اگر کسی درندے نے اسپر حملہ کیا اور اُس نے قتل کر ڈالا تو اسپر کچھ فدیہ نہیں ہے اور یہی قول اوزاعی و حسن بن صالح کا ہے۔ اور شیخ زفر رحمۃ اللہ نے کہا کہ کلب عقور کے سوائے باقی درندوں کے قتل کی اجازت درصورت حملہ آور ہونے کے ہے ولیکن اسکا فدیہ دینا پڑیگا۔ پھر واضح ہو کہ اس ممانعت میں مرد و عورتیں سب شامل ہیں کیونکہ محرم دونوں پر بولا جاتا ہے چنانچہ رجل حرام اور امرأۃ حرام۔ پس عورت پر بھی اسکی پابندی لازم ہے۔ اور احرم الرجل یعنی زمین حرم میں داخل ہوا اور محرم وہ شخص جو احرام باندھے ہو اگرچہ زمین حل میں موجود ہو پھر جو لوگ کہ حرم میں ہیں خواہ وہ وہیں رہتے ہیں یا وہاں چلے جاویں وہ بھی اسی حکم میں داخل ہیں اگرچہ احرام باندھے نہ ہوں اور بعض نے کہا کہ آیت کریمہ ہی سے دونوں مراد ہیں حاصل آنکہ زمین حرم کا جانور تو مطلقاً شکار سے ممنوع ہے خواہ آدمی احرام باندھے ہو یا نہ ہو اور زمین حل کا جانور حالت احرام میں شکار کرنا منع ہے اور جب احرام میں نہ ہو تو شکار کرسکتا ہے پھر جسنے حالت احرام میں شکار کیا یا حرم کی سرزمین کا شکار مارا تو اسکی سزا یوں بیان فرمائی۔ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا

Marfat.com

مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ اور جس نے تم میں سے صید کو عمداً قتل کیا تو واجب جزا ہے مثل اسکے جو قتل کیا نعم سے ف نعم صرف اونٹ گائے بکری کے اقسام ہیں یعنی
نعم سے مثل مقتول کا تاوان دے۔ رہا یہ کہ مثل صورت ہو یا مثل معنوی یعنی قیمت ہو تو آیت میں دونوں احتمال ہیں اسی وجہ سے فقہا میں اختلاف ہے واضح ہو کہ جزاء کو رفع
ہے اور مبتدا مقدر ہے اے فجزاء ہو مثل ما قتل اور ایک قراۃ میں باضافت ہے اے فجزاء مثل ما قتل۔ پھر جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے متعمداً فرمایا جو تعمد کر کے قتل کرے
یعنی احرام کو جان بوجھ کر یاد رکھتا ہو اور قصد کر کے قتل کرے جیسے خطا کرنیوالا وہ کہ کسی اور چیز کا قصد رکھتا تھا لیکن شکار کے لگ گیا۔ اور بھولا ہوا وہ قصد کر کے
شکار کو مارے مگر احرام یاد نہ ہو۔ ایک روایت میں ابن عباسؓ و احمد بن حنبل نے اور داؤد ظاہری نے اس سے استدلال کیا کہ جزاء فقط اسی پر عائد ہوتی ہے جسنے
متعمداً قتل کیا ہو اور یہی قول سعید بن جبیرؒ و طاؤسؒ و ابو ثور کا ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے طاؤس سے بروایت ابن ابی حاتم یہ قول نقل کر کے کہا کہ یہ مذہب غریب ہے اور مجاہدؒ
نے کہا کہ متعمد سے مراد یہاں وہ شخص ہے جس نے احرام کو بھول کر عمداً شکار قتل کیا ہو اور اگر احرام یاد کر کے قتل کیا تو یہ بڑا گناہ ہے کفارہ سے پورا نہ ہوگا اور اسکا احرام باطل
ہو گیا۔ رواہ ابن جریر بوجوہ عنہ۔ اور یہ بھی قول غریب ہے اور جمہور فقہاء جمیعین سے ائمہ اربعہ بھی ہیں اس قید تعمد کو بطریق غالب احوال کے قرار دیا جیسے قولہ وربائبکم اللاتی
فی حجورکم ہیں پس وہ عمداً قتل کرے یا خطاء سے یا بھولکر ہر صورت اسپر جزاء واجب ہو گی اور یہی حضرت عمرؓ و ابن عباسؓ و حسن بصری و نخعی و زہری سے مروی ہے اور شیخ
ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ زہریؒ نے فرمایا کہ قرآن مجید دلالت کرتا ہے کہ تعمد کرنیوالے پر جزاء ہے اور سنت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ بھولے ہوئے پر بھی جزاء ہے اور حاصل آنکہ
قرآن مجید میں تعمد کرنیوالے پر ضمانت کے باوجود گناہ بھی مذکور ہے اور سنت احکام صحابہؓ سے خطاء سے قتل کرنے والے پر بدون گناہ کے جزاء ضمان مذکور ہے قال
ابن کثیرؒ اور شکار کے قتل کرنے میں اسکو تلف کرنا ہے اور تلف کرنا ہر حال میں مضمون ہوتا ہے خواہ عمداً ہو یا خطاءً ہو لیکن فرق اسی قدر ہے کہ عمداً میں ملامت بھی
ہے اور خطاء میں ملامت نہیں ہے پھر باجزاء کا بیان تو مفسر سیوطیؒ نے کہا کہ ہو مثل ما قتل من النعم اے شبہہ فی الخلقۃ یعنی جو صید قتل کیا اسکے مثل جزاء ہے یعنی خلقت میں
اسکے مشابہ جانور جو نعم میں سے ہو دے اسکا بدلا ہے پس مماثلت اس تفسیر پر باعتبار خلقت صورت کے ہو گی اور ابن جریرؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے حکایت کیا کہ
انھوں نے فجزاؤہ مثل ما قتل پڑھا ہے اور اسمیں دلیل ہے کہ جو محرم نے قتل کیا اسکے مثل جزاء ہے اور یہ مثل لیا جاوے انعام میں سے۔ اور یہی امام مالکؒ و شافعیؒ و احمدؒ و
جمہور فقہاء کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ قیمت واجب ہو گی یعنی مثل معنوی مراد ہے کیونکہ جو جانور صید کہ محرم قتل کرے اسکا مثل بسبب تفاوت فاحش کے
پیدا نہیں ہے حتی کہ مثلاً ہرن مارا تو اسکا مثل ہرن نہیں ہو سکتا ہے بلکہ فرق ہو گا اور خصوص اس صورت میں کہ وہ انعام میں سے ہو دے تو ہرن کے مثل اونٹ
یا گائے یا بکری سے کیونکر لیا جائے یا خرگوش مارا یا کبوتر مارا تو مثل کہاں سے آوے پس ظاہر ہوا کہ صورت میں مثل ہونا مراد نہیں ہے بلکہ معنوی مثل ہونا مراد
ہے اور وہ باعتبار قیمت کے ہے کیونکہ ہر چیز کی قیمت اسکی مماثل معنوی ہے پھر اس قیمت سے البتہ نعم میں سے کوئی جانور خرید کر قربانی کر دیا جاوے بشرطیکہ قیمت اسقدر
ہو ورنہ مثل معنوی ادا کر دے۔ لہٰذا ہر صورت میں اسکو اختیار ہے کہ چاہے یہی قیمت پہونچائے یا اس قیمت کے عوض کوئی جانور از قسم انعام خرید کرے بشرطیکہ قیمت
اسقدر تک پہونچتی ہو۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ صید مقتول یا تو ایسا ہو گا کہ انعام سے اسکا مثل کوئی چوپایہ پایا جاتا ہے یا نہیں پس جبکہ صورت میں اسکا مثل
پایا جاوے تو وہی مثل قرار دیا جائے گا اور صحابہؓ نے مثلی میں باعتبار صورت کے مثل کا حکم دیا ہے جیسے نعامہ قتل کرنے میں بدنہ کا حکم دیا اور نیل گاؤ مارنے
میں گاؤ کا حکم دیا اور ہرن قتل کرنے میں مینڈھے کا حکم دیا اور یہ باسانید صحیحہ ثابت ہوا ہے پس صورت مثلی موجود ہونے کے قضاء صحابہ رضی اللہ عنہم کو لینا اولیٰ
ہے مترجم کہتا ہے کہ اصول حنفیہ سے بھی یہی موافق تھا کیونکہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک جہاں حدیث نہ ہو وہاں صحابہ کی تقلید لازم ہے لیکن ظاہر مذہب حنفیہ میں وہ ہے جو
مذکور ہوا پھر شیخؒ نے لکھا اور درصورتیکہ صورت میں مثل موجود نہ ہو تو ابن عباسؓ نے حکم دیا کہ اسکے دام لیکر مکہ میں پہونچائے جاویں۔ کما رواہ البیہقی عنہ۔
پھر اس مثل ہونیکو دو عادلوں کی رائے پر چھوڑا فرمایا بقولہ یَحْکُمُ بِہٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ اسکے ساتھ تم میں سے دو صاحبان عدل حکم کرینگے ف یعنی صید مقتول کا مثل
وہ کہ جو حکم کریں دو مرد صاحبان عدل تم میں سے ف مفسر سیوطیؒ نے کہا جن کو ایسی دانائی حاصل ہو کہ اسکی وجہ سے وہ تمیز کر لیں کہ اس صید مقتول کے مشابہ

چوپایون مین سے کون جانور ہے چنانچہ حکم دیا ابن عباس نے وعمرؓ نے نعامہ شکار کے عوض بدنہ کا یعنی کسی شخص نے نعامہ کو احرام مین قتل کر ڈالا تھا تو ابن عباس وعمر بن خطابؓ نے حکم دیا کہ اسکا فدیہ مشابہ ایک بدنہ (اونٹ ۱۲) ہے (رواہ ابن ابی شیبہ) اور نیل گائے اور جنگلی گدھے کے عوض مین ابن عباس وابوعبیدہ بن الجراح نے پالو گائے کا حکم دیا اور ابن عمرؓ وعبدالرحمن بن عوف نے ہرن کے عوض بکری کا حکم دیا۔ رواہ مالکؒ۔ اور ابن عباس وعمر بن الخطاب وغیرہ نے کبوتر کے عوض بکری کا حکم دیا کیونکہ بغیر چوسے پانی پینے مین بکری مشابہ کبوتر کے ہے۔ قال المترجم یہ سب اسی قول جمہور کے موافق ہے کہ مراد مثل سے جسمانی مشابہت ہے اور بنا بر قول امام ابوحنیفہؒ کے معنی یہ ہون گے کہ دو عادل مرد اس مثل معنوی کا یعنی قیمت کا حکم کرین ولیکن جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ آثار صحیح ہوے تو کوئی شک نہین کہ بقول شیخ ابن کثیرؒ کے اسکو لینا اولی ہوگا اگرچہ قول ابوحنیفہؒ آسان اور اس زمانہ کے موافق ہے بسبب آنکہ اہل عدل بصیر کمیاب ہوگئے لیکن عمل ممکن ہے واللہ تعالی اعلم۔ علاوہ برین درصورت عدم مثل کے قیمت اسکا مثل ضروری لیا گیا ہے جیسا کہ معلوم ہوا بالجملہ بقول شیخ ابن کثیرؒ کے درصورت مثل ہونیکے صورت کا مشابہ لینا اولی ہے اور روا ہے کہ قیمت لے لی جائے خواہ اسکے عوض کوئی جانور چوپایہ لائق قربانی کے خریدا جائے یا نہ خریدا جاوے پھر بیان فرمایا کہ یہ مثل لیکر کعبہ کو پہونچایا جاوے چنانچہ کہا۔ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ درحالیکہ ہدی ہو جو کعبہ کو پہونچے ف پس ہدیا مصدر بمعنی مفعول حال ہے جزاء سے اور بالغ الکعبۃ صفت ہدیا ہے۔ قال المفسر بالغ الکعبۃ کے معنی یہ کہ یہ مثل لیکر حرم مین پہونچایا جاوے اور وہان ذبح کیا جاوے اور وہین کے مسکینون کو صدقہ بانٹ دیا جاوے اور یہ جائز نہین ہے کہ جس مقام پر اُس نے شکار قتل کیا ہے وہین ذبح کیا جاوے اور بالغ الکعبۃ کو نصب اسوجہ سے کہ ہدیا کی صفت ہے اور اگر یہ وہم ہو کہ ہدیا نکرہ ہے اور بالغ الکعبۃ مین بالغ کو معرف باللام کی طرف اضافت ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ اضافت لفظیہ ہے جس سے معرفہ نہین ہوتا پس نکرہ رہا تو صفت نکرہ ہو سکتا ہے۔ یہ سب اُس صورت مین ہے کہ صید مقتول کا مثل چوپایہ مین سے پایا جائے اور اگر اسکا مثل نہ پایا جائے جیسے مثلاً گمر گریا کو مارا یا مینڈھی مار ڈالی تو ایسی صورت مین اس کی قیمت واجب ہوگی۔ پھر واضح ہو کہ یہان دو مقام باقی رہے اول آنکہ سلف صحابہ وغیرہ رضی اللہ عنہم نے جو مثل کسی جانور کا قرار دیا ہے وہ ہم پر لازم ہے یا نہین اور دوم آنکہ جس شخص نے شکار کو قتل کیا وہ بھی دو حکم مین سے ایک ہو سکتا ہے یا نہین پس توضیح مقام اول آنکہ مثل ہونا تو ضرور معتبر ہے اور دو عادل فقط اسی مثل کے حکم کرنے کو ہین حتی کہ اگر دونون نے کسی غیر مماثل کا حکم دیا تو نافذ نہ ہوگا پھر ظاہر یہی ہے کہ ہر واقعہ کے وقت دو عادل حکم کرین اور اُنھون نے ویسے واقعہ مین سلف کا کوئی حکم لیا تو اس کی مطابقت لازمی نہین ہے اگرچہ بعض جہت سے اولی ہوگا کیونکہ مثل کے دریافت مین ایک نوع بصیرت ضرور ہے جیسے کہ مومن کی فراست کی بابت حدیث آئی ہے کہ وہ نور آلہی سے دیکھتا ہے اور ہمین شک نہین کہ وہ لوگ اس نوع بصیرت وتمیز مین اعلی واقدم ہین لیکن ہر واقعہ پیش آنے پر دو عادل کا حکم جائز ہونے سے یہ کہا گیا کہ حکم سلف لازمی نہین ہے اور یہ اللہ تعالی کی طرف سے وسعت رحمت ہے اور امام مالکؒ وابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ جب حادثہ پیش آوے ہر ہر حادثہ پر دو عادلون سے حکم لینا واجب ہے خواہ ویسے واقعہ مین صحابہؓ سے کوئی حکم پایا جاوے یا نہ پایا جاوے کما ذکرہ ابن کثیر۔ توضیح مقام دوم آنکہ علماء نے اختلاف کیا ہے پس امام مالکؒ وغیرہ نے فرمایا کہ جس نے صید کو قتل کیا وہ مثل کیواسطے خود ایک حکم نہین ہو سکتا اور نہ وہ خود اپنے نفس پر حکم کرنیوالا ہوگا اور ایک ہی واقعہ مین ایک شخص خود حاکم ومحکوم نہین ہو سکتا ہے اور امام شافعیؒ واحمدؒ وغیرہ نے کہا کہ ہان ہو سکتا ہے اور اول اظہر ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر اللہ تعالی نے اس جرم کا دوسرا کفارہ فرمایا۔ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ یا کفارہ طعام مساکین ہے ف یعنی مثل دے یا اُسپر کفارہ واجب ہے یعنی جو جزاء اوپر مذکور ہوئی اُسکا غیر یہ کفارہ ہے چاہے اسکو دیدے اگرچہ اسکو جزائے مذکور پر بھی دسترس ہو یعنی حرف او یہان ترتیب کیواسطے نہین ہے جیسا کہ بعض علماء کا قول ہے اور یہی شافعیؒ کا ایک قول ہے ولیکن مفسر سیوطیؒ کے نزدیک مختار قول دوم شافعیؒ ہے کہ حرف او یہان تخییر کے واسطے ہے پس مجرم کو اختیار ہے چاہے جزائے مذکور یعنی مثل از چہار پایہ دیدے اور چاہے اسکو نہ دے بلکہ کفارہ دیدے جو کہ طعام مساکین ہے اور یہی قول امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ وان کے دونون شاگردونکا اور مشہور قول امام احمدؒ کا ہے۔ پھر اسکی صورت مین اختلاف ہے

Marfat.com

پس ابراہیم نخعی و حماد بن ابی سلیمان و ابوحنیفہ و صاحبین و مالک رحمہم اللہ کے نزدیک جس صید کو قتل کیا ہے اسکی قیمت اندازہ کرکے اتنے کا اناج خریدے اور شافعی رح کے نزدیک اس کے مثل چوپایہ کی قیمت اگر موجود ہوتا اندازہ کرکے اُس کا اناج خریدے اور قیمت سے مساوات اسواسطے کہی کہ اس کے مثل جزاء تو فرضی ہے موجود نہیں ہے تاکہ اسی کی قیمت کہی جاوے بلکہ اگر ہوتی تو جو کچھ اسکی قیمت ہوتی اسی کے مساوی سے اناج خریدے ہاں یہ البتہ بیان ہونا چاہیے کہ ہر مسکین کو کس قدر دیوے تو مفسر سیوطی رح نے بیان کردیا کہ ہر مسکین کو ایک مُد دیوے اور یہ قول امام شافعی رح امام مالک و فقہاء حجاز کے نزدیک ہے اور یہی ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے اور ابوحنیفہ رح و ان کے صحاب نے کہا کہ ہر مسکین کو دو مُد دیوے اور یہی مجاہد رح کا قول ہے اور امام احمد رح نے کہا کہ گیہوں ہوں تو ایک مُد دیوے اور دوسرا اناج ہو تو دو مُد دیوے کذا ذکرہ ابن کثیر اور مدارک میں امام ابوحنیفہ رح کا قول یہ نقل کیا کہ گیہوں سے نصف صاع اور دوسری چیز سے ایک صاع دیوے پھر مفسر رح نے کہا کہ ایک قراءۃ میں کفارہ مضاف ہے طعام مساکین کی طرف اور یہ اضافت بیانیہ ہے پس معنی وہی ہیں جو قراءۃ اولیٰ کے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے تیسرا اختیار دیا بقولہ اَوۡ عَدۡلُ ذٰلِكَ صِيَامًا یعنی یا اسپر یہ واجب ہے کہ برابر اس طعام کے روزے رکھے ف ہر مسکین کے عوض ایک روزہ رکھے اگرچہ اسکو طعام دینے کی دسترس ہو پس حرف اَوۡ واسطے تخییر کے ہے اور ترتیب کے لئے نہیں ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا پھر ہر مجتہد کے نزدیک جسقدر اناج ایک مسکین کو دینا چاہیے اسکی عوض ایک روزہ ہے ۔ بالجملہ بنابر قول امام ابوحنیفہ رح کے گیہوں سے یا دوسرے اناج سے جو قیمت صید کے عوض اندازہ کیا جاوے اسمیں جسقدر مسکینوں کا حساب ہوتا ہو بجائے ہر مسکین کے ایک روزہ رکھے اور اگر کسی قدر اناج زائد ہو جو ایک مسکین کا پورا نہ ہوتا ہو تو اسقدر صدقہ کردے یا اسکے عوض روزہ رکھے اور پوری تفصیل فقہ میں مذکور ہے پھر جزاء مشروع ہونے کا سبب فرمایا لِيَذُوقَ وَبَالَ اَمۡرِهٖ تاکہ اپنے امر کا وبال چکھے ف یعنی یہ تکلیف مذکور جو اسپر واجب ہوئی اسلئے کہ چکھے بھاری بدلا اپنے اس کام کا جو اس نے کیا ہے ۔ اور ذوق اگرچہ چکھنے کی چیزوں کے واسطے ہے لیکن یہاں مستعار ہے بمعنی مشقت اٹھانے کے اور اسکے فعل کے ناپسند ہونے کی طرف تنبیہ ہے اور وبال کے معنی قاموس میں بوجہ و سختی و شدت کے مذکور ہیں اور طعام وبیل وہ کھانا جو ثقیل ہو پس نفس نے جو اپنی خواہش کے واسطے صید کو قتل کیا تھا اس کے عوض مال کے نقصان سے یا روزہ کی تکلیف سے اسکو حزن و اندوہ دیا گیا ۔ پھر اسمیں اختلاف کہ مسکینوں کو کھانا کہاں دیوے تو امام شافعی رح نے کہا کہ حرم میں دیوے اور یہی حضرت عطاء رح کا قول ہے اور حضرت مجاہد نے کہا کہ جہاں شکار مارا ہے یا اس سے جو گاؤں و آبادی زیادہ قریب ہو وہاں دیوے اور امام ابوحنیفہ رح نے کہا کہ چاہے حرم میں دیوے اور چاہے کہیں اور دیدے عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ جو گذر چکا اللہ تعالیٰ نے عفو کیا ف عطاء رح سے روایت ہے کہ معنی یہ ہیں کہ جاہلیت میں جو ہو گذرا اسکو اللہ تعالیٰ نے عفو کیا اور صحیح یہ ہے کہ جو مفسر رح نے کہا کہ شکار مارنا حرام ہونے سے پہلے جس نے صید کو قتل کیا ہو اس کو اللہ تعالیٰ نے عفو فرمایا ۔ وَمَنۡ عَادَ فَيَنۡتَقِمُ اللّٰهُ مِنۡهُ اور جو لوٹا اللہ تعالیٰ اُس سے انتقام لیگا ف یعنی جو بعد حرام ہونے اور حکم شرعی پہنچنے کے قتل صید کی طرف عود کریگا اس سے اللہ تعالیٰ انتقام لیگا ۔ وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ یعنی او تعالیٰ اپنے امور میں غالب ہے اور جو نافرمانی کرے اس سے انتقام لینے والا ہے ف بعض نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ جو شخص بعد اس بیان تحریم کے پھر کسی شکار کو قتل کریگا ۔ تو اللہ تعالیٰ آخرت میں اُس سے انتقام لیگا یعنی اسکو عذاب دیگا اور فقط کفارہ سے معاف نہ ہوگا اور بعض نے کہا کہ مراد انتقام سے یہی ہے کہ وہ اس کفارہ مذکورہ کے واسطے ماخوذ ہوگا ۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ ابن جریج نے فرمایا کہ میں نے حضرت عطاء رح سے کہا کہ آپ کو عود کی کوئی حد معلوم ہے تو فرمایا کہ نہیں ۔ میں نے کہا کہ آپکے نزدیک امام المسلمین پر واجب ہے کہ اس کو سزا دیوے ۔ فرمایا کہ نہیں یہ تو اُسنے فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ ایک گناہ کیا ہے ولیکن اسکو فدیہ دینا پڑیگا ۔ رواہ ابن جریر ۔ اور بعض نے کہا کہ اس کو کفارہ میں ماخوذ کرکے انتقام لیگا ۔ اور یہ قول سعید بن جبیر کا ہے ۔ پھر جمہور سلف و خلف کا یہ قول ہے کہ ہر بار جب محرم نے کسی صید کو قتل کیا تو اُسپر کفارہ واجب ہوگا خواہ پہلی بار ہو یا دوسری بار ہو یا مکرر کئی بار واقع ہو اور خواہ عمداً ہو یا خطاءً ہو ۔ اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ جس نے خطاء سے احرام میں شکار کو قتل کیا تو جتنی بار اس سے واقع ہو ہر بار دو عادل حکم کریں اور وہ جزاء

دیوے اور اگر اُس نے عمداً ایسا کیا تو ایکبار ایسا کیا جائے گا اور اگر دوبارہ عود کیا تو اُس سے کہا جائیگا کہ تجھ سے اللہ تعالیٰ انتقام لیگا اور یہی عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی اور یہی قول ابن جریج و مجاہد و سعید بن جبیر و حسن بصری و نخعی کا ہے جیسا کہ ابن جریر نے روایت کیا اور خود ابن جریر نے قول اول ہی کو اختیار کیا ہے اور ابو المعلی نے حسن بصریؒ سے روایت کی کہ ایک شخص نے احرام میں عمداً شکار کیا تو اُس سے درگذر کی گئی پھر اُس نے دوبارہ یہی کیا تو آسمان سے ایک آگ اُتری اُس نے اُس شخص کو جلادیا۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ واضح رہے کہ یہ تنبیہ عمدہ تھی ولیکن ہمیشہ ایسا واقع ہونا ضرور نہیں اور یہ زیادہ سخت ہے کہ چھوڑے جاویں آخرت کیلئے کہ وہ عذاب شدید ہے۔ اگر کہا جائے کہ انتقام آلٰہی کے بعد دنیا میں اسپر جزاء کیوں ہے تو جواب یہ کہ عمداً اُس کی بیباکی اور نافرمانی کی سزا میں یہ وعید ہے اور جو اس سے ایذا رسانی سرزد ہوئی اُسکے عوض میں جزاء مذکور ہے پس وعید مذکورہ اُسپر جزاء مذکور واجب ہونے سے مانع نہیں ہے

پھر یہ سب خشکی کے شکار کیواسطے مذکور ہوا اب بیان شکار دریائی کو فرمایا

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي

حلال ہوا تم کو دریا کا شکار اور اسکا کھانا فائدے کو تمھارے اور مسافروں کے اور حرام ہوا تم پر شکار جنگل کا جب تک رہو احرام میں اور ڈرتے رہو اللہ سے جس پاس

إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ

جمع ہوگے اللہ نے کیا ہے کعبہ گھر بزرگی کا ٹھہراو لوگوں کے واسطے اور مہینہ بزرگی کا اور قربانی نیچانی اور گلے میں پٹکن

ذَٰلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ

ایسا کر دیا اسواسطے کہ تم سمجھو کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے جان رکھو کہ اللہ کی مار سخت ہے

الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ مَّا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے رسول پر ذمہ نہیں مگر پہونچا دینا اور اللہ کو معلوم ہے جو ظاہر میں کروگے اور جو چھپا کر۔

اُحِلَّ لَکُمْ یہ خطاب عموماً سب لوگوں کو ہے خواہ احرام میں ہوں یا حلال ہوں۔ صَیْدُ الْبَحْرِ تمھارے لئے صید البحر حلال کیا گیا۔ ف یعنی صید مصدر بمعنی مفعول ہے اور مراد اس سے یہ کہ دریائی شکار کو صید کر کے اس کو کھانا تم کو حلال کیا گیا ہے اور یہ مراد نہیں کہ شکار کھیلنا حلال ہے کیونکہ ضرورت سے شکار مارنا تو مباح ہے اور مراد بحر سے یہاں ہر وہ چیز ہے جس میں دریائی شکار پایا جاوے خواہ سمندر ہو یا دریا ہو یا نہر ہو یا تالاب ہو اور خواہ اُسکا پانی میٹھا ہو یا کھاری ہو۔ اور ظاہر ہے کہ سمندر و دریا تو منصوص ہے اور نہر و تالاب کے دریائی شکار اس سے ملحق کئے گئے ہیں۔ صید البحر کی تعریف مفسر سیوطیؒ نے یہ بیان کی کہ جو سوائے بحر کے اور جگہ زندہ نہ رہے مانند مچھلی کے پس کیکڑا وغیرہ ایسے نہیں ہیں کیونکہ بحر و بر دونوں جگہ جیتے رہتے ہیں اور اولیٰ یہ ہے کہ دریائی وہ جانور قرار دیئے جاویں جو پانی ہی میں زندہ رہتے ہیں اور وہیں انڈے بچے دیتے ہیں اور حاصل آنکہ آبی جانور دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ کہ سوائے پانی کے اور جگہ زندہ نہیں رہتے ہیں اور دوم وہ کہ پانی میں بھی جیتے ہیں اور خشکی میں بھی زندہ رہتے ہیں پس مفسرؒ نے صید البحر انھیں جانوروں کو قرار دیا جو از قسم اول ہیں۔ وَطَعَامُهٗ اور طعام البحر ف حلال کیا گیا طعام البحر وہ چیز ہے جسکو مرا ہوا کنارے پھینکدے۔ اور یہ تفسیر حضرت عمرؓ و ابن عمرؓ و ابن عباسؓ و ابو ہریرہؓ وغیرہ بہت سے صحابہ و تابعین سے مروی ہے۔ اور ابن عباس سے ایک روایت میں و سعید بن جبیر و سدی و سعید بن المسیب سے مروی ہوا کہ طعام البحر وہ جو نمک لگائی ہوئی خشک کی ہوئی ہو۔ و صید البحر جو تر و تازہ ہو اور بعض نے کہا کہ طعام البحر اسکا نمک و دیگر نباتات ہیں اور زمخشری نے کشاف میں کہا کہ صید البحر تو وہ جانور ہیں جو دریا سے شکار کئے جائیں خواہ وہ کھائے جائیں یا نہ کھائے جاویں۔ پس اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ کے یہ معنی ہیں کہ دریائی جانوروں کو شکار کرنا تم کو حلال ہوا پھر فرمایا وطعامہ یعنی طعام البحر اور طعام وہ ہے جو اُس کے شکار میں سے کھایا جاتا ہے پس حاصل یہ ہوا کہ سمندر سے جو کچھ

Marfat.com

تم شکار کرو اس سے نفع حاصل کرنا تمکو حلال کیا گیا اور تمہارے واسطے آمین سے کھانے کے جانوروں کو کھانا حلال ہوا - اور وہ فقط مچھلی ہے انتہی کلامہ اور یہ تفسیر بنا بر قول ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہے کہ دریائی جانوروں میں سے فقط مچھلی حلال ہے اور جو مچھلی کہ مردار ہو کر اترا وے وہ بھی حلال نہیں ہے اور شیخ ابن کثیر نے تفسیر میں کلام بسیط بیان کیا جسکی تلخیص یہ ہے کہ طعام البحر جسکو وہ مرا ہوا کنارے پھینکدے یہ مشہور روایت ابن عباس ہے اور یہی ابو بکر الصدیق و زید بن ثابت و عبد اللہ بن عمرو و ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم و عکرمہ و ابو سلمہ و نخعی و حسن بصری سے مروی ہے - و عن الصدیق طعام البحر سب جو آمین ہے - رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم - قال المترجم یہ منقطع - اور ابن جریر نے یہی اختیار کیا کہ طعام البحر جو آمین مر جاوے - و عن ابی ہریرہ مرفوعاً و موقوفاً طعام البحر جسکو وہ مرا ہوا پھینکدے - قولہ متاعاً لکم وللسیارۃ - یعنی یہ حلال کر دیا تمہارے واسطے و مسافروں کیواسطے تمتع ہے ف - کہ تم حاضر ہونیکی حالت میں اس سے کھاؤ اور سفر میں مسافر لوگ اس سے زاد راہ لیویں - سیارۃ جمع سیار معنی سیر کرنیوالے یعنی چلنے والے یعنی مسافر لوگ - ابن کثیرؒ نے کہا کہ جمہور علماء نے مردار مچھلی کے حلال ہونے پر اس آیت سے استدلال کیا اور نیز اس حدیث سے جو جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک لشکر بجانب ساحل روانہ کیا اور امیر ابو عبیدہ بن الجراح کو امیر کیا اور وہ تین سو آدمی تھے اور میں بھی انھیں میں سے تھا پس ہم لوگ روانہ ہوئے پھر راہ میں ہمارے زاد راہ فنا ہو گئے یعنی زاد راہ نہ رہا پس ابو عبیدہ نے تمام لشکر کو زاد راہ جمع کرنے کا حکم دیا تو دو مزود چھوہارے نکلا پھر ہر روز وہ ہم کو تھوڑا تھوڑا دیتے یہانتک کہ وہ بھی ہو چکا اور ہم کو ایک ایک چھوہارہ ہی ملا کرتا تھا اسپر بھی بالکل ختم ہو جانے پر ہمارے دل غمناک ہوئے پھر آخر ہم سمندر کنارے پہونچے تو ناگاہ ہم نے ایک بہت بڑی مچھلی جسکو عنبر کہتے ہیں کنارے پڑی دیکھی پس اس سے تمام لشکر نے اٹھارہ روز تک کھایا پھر ابو عبیدہؓ نے حکم دیا کہ اسکی دو پسلیاں کھڑی کی گئیں پھر اونٹ پر کجاوہ باندھنے کا حکم دیا اور اسکے نیچے سے روانہ کیا تو وہ گذر گیا اور اس سے نہ لگا رواہ مالک اور یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم میں کئی طرق سے جابرؓ سے مروی ہے اور بعض روایت میں ہے کہ کنارے پر مانند بڑے بھاری تودہ ریگ کے تھا پھر قریب پہونچکر ہم نے دیکھا تو ایک جانور دریائی تھا جسکو عنبر کہتے ہیں اور بعض روایت میں ہے کہ ابو عبیدہؓ نے مردار قرار دیا پھر بوجہ اضطرار کے اسکو کھانے کا حکم دیا - اور بعض روایات میں ہے کہ اس سے زاد راہ لائے تھے اور جب مدینہ پہونچکر حضرت صلعم سے بیان کیا تو آپنے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رزق تھا اور اسمیں سے کچھ تمہارے پاس موجود ہو تو ہم کو بھی کھلاؤ پس ہم نے کچھ گوشت بھیجا تو آپنے اسمیں سے کھایا - اور بعض روایات میں ہے کہ ہم لوگ آنحضرت صلعم کیساتھ تھے - پس بعض علماء نے یہ تاویل کی کہ دو مرتبہ ایسا واقعہ ہوا اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ پہلے یہ لوگ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے پھر آپنے ابو عبیدہؓ کو سردار کر کے ایک ٹکڑا علیحدہ کر کے روانہ کر دیا - اور نیز اس حدیث سے استدلال کیا جو ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور تھوڑا پانی اپنے ساتھ لیتے ہیں سو اگر اس سے وضو کریں تو پیاسے رہجاتے ہیں بھلا سمندر کے پانی سے وضو کریں تو فرمایا کہ سمندر کا پانی طہور ہے اور اس کا مردار حلال ہے رواہ الشافعی و احمد و اہل السنن و صححہ البخاری و الترمذی و ابن خزیمہ و ابن حبان و غیرہم اور اسی آیت سے مع دلالت احادیث بعض فقہاء نے دریائی کل جانوروں کے حلال ہونے پر استدلال کیا اور کچھ استثنا نہیں کیا اور بعض نے کچھوے و مینڈک کو مستثنیٰ کیا اور امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ جو دریا میں مر جاوے وہ خشکی کے مرے ہوئے کے مانند نہ کھائی جائے گی بسبب عموم قولہ تعالیٰ حرمت علیکم المیتۃ اور جمہور فقہاء نے حدیث عنبر مذکور و حدیث ابو ہریرہ مذکور وغیرہ سے حجت قائم کی اور شیخ سیوطیؒ نے حدیث ابو ہریرہ مذکور کو مشہور بلکہ متواترات میں سے شمار کیا ہے - وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما یعنی خشکی کے شکار کو حالت احرام میں شکار کرنا تمپر حرام کیا گیا جب تک کہ تم احرام میں ہو ف - اور بری صید وہ ہیں جو خشکی میں جیتے ہیں اور مفسر سیوطی رحمۃ اللہ نے یہ قید بھی لگائی کہ ایسے وحشی جانور ہوں جنکا کھانا حلال ہے اور پہلے معلوم ہوا کہ یہ فقط شافعیؒ کا مذہب ہے اور جمہور علماء کے نزدیک کھائے جاتے ہوں یا نہ کھائے جاتے ہوں سب کا شکار حالت احرام میں ممنوع ہے پھر کہا کہ سنت سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اگر خشکی کے جانور صید کو کسی حلال نے

Marfat.com

شکار کیا ہو تو محرم اسکو کھا سکتا ہے بشرطیکہ اسکے واسطے شکار نہ کیا گیا ہو جیسا کہ روایت ابو داؤد مین مصرح ہی اور یہی امام ابو حنیفہؒ و مالکؒ و شافعیؒ و احمدؒ کا مذہب ہی اور توضیح کلام یہ ہی کہ آیت کریمہ اصطیاد بحالت احرام کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہی پس اگر عمداً محرم نے شکار مارا تو گنہگار ہوگا اور تاوان دے جیسا کہ مذکور ہوا اور اگر خطا سے ایسا کیا تو فقط تاوان دیدے اور محرم پر اسکا کھانا حرام ہے کیونکہ اسکے حق مین یہ شکار مثل مردار کے ہی اب رہا یہ کہ دوسرے لوگون کے حق مین کیا حکم ہے تو امام مالکؒ و ابو حنیفہؒ اور بنابر یکی از دو قول شافعیؒ وہ ہر دوسرون کے حق مین بھی مردار ہے خواہ وہ محرم ہون یا حلال ہون اور یہی قول عطاؒ و سالمؒ و قاسمؒ و ابو یوسفؒ و محمد بن الحسنؒ وغیرہم کا ہی اور اگر محرم یا محل نے اسمین سے کچھ کھایا تو اسمین علماء کے دو قول ہین ایک یہ کہ اسپر جزاء لازم آویگی اور عطاءؒ سے مروی ہی کہ اگر ذبح کر کے کھایا ہو تو اُسپر دو جزاء لازم ہونگی اور دوسرا قول یہ کہ کھانیوالے پر جزاء نہ ہوگی اور یہ امام مالکؒ نے صریح کہا ہے اور ابن عبد البرؒ نے کہا کہ جمہور علماء و فقہاء کا یہی قول ہی بقیاس آنکہ اگر کسی نے وطی کے پھر حد مارے جانے سے پہلے اور دو ایک بار وطی کر لی تو اُسپر ایک ہی حد لازم آتی ہے ۔ اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ جو کچھ اُس نے کھایا اسکی قیمت اسپر لازم آئیگی اور یہ قول احسن و اصوب ہے ۔ اور اگر کسی حلال نے شکار کیا اور محرم کو ہدیہ بھیجا تو بعض علماء اس طرف گئے ہین کہ مطلقاً مباح ہے خواہ حلال نے اس کے واسطے شکار کیا ہو یا نہ کیا ہو اور ابن عبد البرؒ نے یہی قول حضرت عمر بن الخطابؓ و ابو ہریرہؓ و زبیر بن العوامؓ و کعب احبار و مجاہد و عطاء فی روایۃ اور سعید بن جبیر سے حکایت کیا اور یہی فقہاء کوفہ کا مذہب ہے لیکن مترجم نے ظاہر مذہب حنفیہ مین امام ابو حنیفہؒ سے اسکے خلاف پایا ہے ۔ قال اور ابو ہریرہؓ سے سوال کیا کہ جس صید کو محل نے شکار کیا اسکو محرم کھاوے تو فتویٰ دیا کہ ہان کھاوے [جیسا امام ابو حنیفہؒ بھی کہتے ہین] پھر عمر بن الخطابؓ سے اپنا یہی فتویٰ دینا بیان کیا تو عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تو اسکے سوائے اور فتویٰ دیتا تو مین تیرے سر کو دکھ پہونچاتا ۔ رواہ ابن جریر من طریق سعید بن المسیب عنہ ۔ قال المترجم لم یصح لسعید روایۃ عن عمرؓ عند المحدثین قال ۔ اور دوسرے فقہاء نے کہا کہ محرم کو شکار کا گوشت کھانا مطلقاً حرام ہے بسبب عموم اس آیۃ کریمہ کے اور ابن عباسؓ و ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ دونون نے اسکو مکروہ جانا اور ابن عبد البرؒ نے کہا کہ یہی قول طاؤس و جابر بن زید کا اور مذہب ثوری وغیرہ کا اور مروی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی ۔ کما رواہ ابن جریر من طریق ابن المسیب عنہ و مالکؒ و شافعیؒ و احمدؒ و اسحٰقؒ نے اور جمہور نے کہا کہ اگر محل نے شکار کرنے مین یہ قصد کیا کہ فلان محرم کیواسطے شکار کرتا ہے تو محرم کو کھانا روا نہین ہے بسبب حدیث صعب بن جثامہ کے کہ حمار وحشی ہدیہ بھیجا اور آنحضرت صلعم مقام ابواء مین یا ودان مین تھے پس آپ نے رد کر دیا پھر جب صعب بن جثامہ کے چہرہ سے ملال دیکھا تو فرمایا کہ ہم نے اسی جہ سے اسکو قبول نہین کیا کہ ہم محرم ہین اور یہ حدیث صحیحین مین موجود ہی پس ان فقہاء نے کہا کہ حضرت صلعم نے اسی گمان سے رد کیا کہ اُس نے ہمارے ہی واسطے شکار کیا ہے اور اگر حلال نے شکار مین محرم کا قصد نہ کیا ہو تو محرم کو اس کا گوشت کھانا جائز ہے بسبب حدیث ابو قتادہؓ کے کہ حمار وحشی شکار کیا اور ساتھی احرام مین تھے اُنھون نے نہ کھایا اور حضرت صلعم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ بھلا تم مین سے کسی نے اسکی طرف اشارہ یا اعانت کی تھی بولے کہ نہین تو فرمایا کہ پھر کھاؤ اور خود بھی اسمین سے کھایا اور یہ حدیث بھی صحیحین مین ہی ۔ قال المترجم یہی مذہب ابو حنیفہؒ ہے ۔ قال اور حدیث مطلب بن عبد اللہ بن حنطب از جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً آنکہ خشکی کا شکار درحالیکہ تم محرم ہو تمھارے واسطے اس شرط سے حلال ہے کہ تم نے خود نہ شکار کیا ہو اور نہ تمھارے واسطے شکار کیا گیا ہو ۔ رواہ احمد و ابو داؤد و النسائی و الشافعی و الترمذی ۔ یہ حدیث بھی اسپر دلالت کرتی ہے ولیکن ترمذیؒ نے کہا کہ مطلبؒ کا جابر سے سماع مجھے معلوم نہیں ہوا اور کبھی اس کی تقویت کی جاتی ہے ۔ از عثمانؓ ست کہ وہ مقام عرج مین تھے اور شکار کا گوشت لایا گیا تو اصحاب سے فرمایا کہ تم کھاؤ اُنھون نے کہا کہ آپ کیون نہین کھاتے ہین تو فرمایا کہ میرا تمھارا یکسان حال نہین ہی ۔ یہ میرے ہی واسطے شکار مارا گیا ہے ۔ رواہ مالک ۔ اس تفصیل پر احادیث صحاح مین توفیق ہو جاتی ہی مترجم کہتا ہے لیکن یہ معلوم ہوا کہ حلال نے جس محرم کے لئے شکار کیا اسپر مردار ہے اور باقیون پر حلال ہے ۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مذہب تھا پھر اللہ تعالیٰ نے بندون کو مخالفت احکام سے پرہیز کرنے پر تاکید فرمائی بقولہ ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے جسکی یہ شان ہے کہ اُسی کی طرف

Marfat.com

حشر کئے جاؤ گے ف یعنی مآل کار بندوں کا قطعاً موت ہے پس زندگی میں موافقت رکھیں تاکہ ثواب و راحت پاویں اور مخالفت نہ کریں ورنہ عذاب و دکھ پاوینگے جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ ت کعبہ اس کا نام بوجہ اسکے کہ مربع ہے ماخوذ از تکعیب بمعنی مربع کر دینا اور عرب کے اکثر ظروف مدور ہوتے تھے اور یا بوجہ اونچے و ابھرے ہونے کے خواہ سطح مکہ سے یا ابتدائے حال میں سطح پانی سے اور اسی سے ٹخنہ کو کعب کہتے ہیں اور ارجح قول یہ ہے کہ یہ نام اللہ تعالیٰ نے قدیم سے مقرر فرمایا ہے پھر کعبہ کا عطف بیان یا بدل ہے قولہ الْبَيْتَ الْحَرَامَ یعنی ایسا بیت کہ حرام کر دیا گیا اسمیں قتل و خونریزی و جملہ فسق و فجور اور بندوں کے واسطے اسکا احترام لازم کیا گیا اور زمخشری نے بتقدیر عطف بیان کے اسکو بطریق مدح قرار دیا نہ بطریق توضیح - اور بیت درحقیقت وہ کہ چار دیواری و چھت و دروازہ ہو اگرچہ اسمیں بیتوتت نہ ہو یعنی اسمیں کوئی رہتا نہ ہو اور بیت الحرام کعبہ کیواسطے بمنزلہ علم کے ہو گیا اور جعل یہاں متعدی بدو مفعول ہے اور ارجح آنکہ بمعنی صیّر یعنے ایسا کر دیا بقرینہ دعائے حضرت ابراہیم ع جو سورۂ حج وغیرہ میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگی لیکن صواب یہ ہے کہ دعائے ابراہیم موافق قضائے ازلی کے واقع ہوئی یعنی اللہ تعالیٰ نے ازل ہی سے یہ مقرر فرمایا تھا - بالجملہ یہاں دو مفعول ہیں - اول کعبہ ہے اور دوسرا مفعول فرمایا قِيَامًا لِّلنَّاسِ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس بیت الحرام کو بندوں کیواسطے قیام کر دیا ف اے لیقوم به امر دینهم بالحج الیه و دنیاهم بامن داخله و عدم التعرض له و جبی ثمرات کل شئ الیه یعنی اس خانۂ کرم کے سبب مردوں کے دین و دنیا کے کام ٹھیک ہوتے ہیں پس دین کے کام اس طرح کہ اسکا حج کرتے اور خلوص نیت و تقوی کے ساتھ ثواب عظیم و انوار جلی و خفی ایسے پاتے ہیں کہ زبان سے انکا بیان نہیں ہو سکتا اور سوائے حقوق العباد کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور دنیا کے کام اس طرح کہ بحکم قولہ تعالیٰ ومن دخله کان امنا - جو اسمیں گھس گیا وہ جب تک اسمیں ہے کوئی اس سے تعرض نہیں کر سکتا وہ امن میں ہو گیا - اور بقولہ یجبی الیه ثمرات کل شئ - ہر قسم کے پھل پیدا اور اس کی طرف لوگ لیجاتے ہیں اور یہ عظیم قدرت الٰہی کا ظہور ہے کہ اس ریگستان میں بندے جو قدرت کے قبضہ میں مسخر ہیں ضرور یہ نعمتیں وہاں لیجاتے اور بیچتے و تجارت کرتے اور کھاتے پیتے ہیں اور کھجور و پانی برسوں انکی غذا ہے اور کچھ مضرت نہیں پہونچاتی حالانکہ طبیب و حکیم متفق ہیں کہ اس سے جذام ہو جاتا ہے ولیکن ظہور قدرت الٰہی ہے کہ وہاں کچھ ضرر نہیں ہوتا - و فی قراءۃ قیما بلا الف - اور ابن عامر کی قراءۃ میں قیامًا کی جگہ قیمًا بکسر اول و فتح دوم بدون الف کے بھی مصدر ہے قام کا اور اسکا عین کلمہ یعنی یائے تحتانیہ میں تبدیل نہیں ہوئی ہے تاکہ یہ اعتراض ہو کہ مانند حول و عور کے تعلیل نہ ہونا چاہیے پس قیم دراصل قوم تھا بلکہ یہ اصلی ہے اور اخفش نے کہا کہ اسمیں تین لغات ہیں - قیام و قوام و قیم اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یہ ہے کہ صیّر اللہ الکعبۃ البیت الحرام حال کو یہاں قیامًا للناس یعنی اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو بیت الحرام کر دیا درحالیکہ وہ لوگوں کیلئے قیام ہے - ھ - لیکن اول ارجح و اظہر ہے اور وہی مفسرین نے اختیار کیا - وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ ای جعل الشهر الحرام قیامًا لهم بامنهم القتال فیها - یعنی اور اللہ تعالیٰ نے شہر حرام کو بھی ان کیواسطے قیام کر دیا کہ ان مہینوں میں لڑائی و قتال سے مامون رہتے ہیں اور الف لام جنس کا ہے اور مراد اشہر حرم یعنی ذی القعدہ و ذی الحجہ و محرم و رجب ہیں - وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ای و جعل الله الهدی و القلائد قیامًا لهم بامن صاحبهم من التعرض - یعنی ہدی و قلادہ کو بھی بندوں کیلئے قیام کر دیا بسبب اسکے کہ جو شخص ہدی و قلادہ والا ہو اس سے تعرض نہیں کیا جاتا ہے اور تمام تفسیر قولہ تعالیٰ ولا الهدی ولا القلائد ولا آمین البیت الحرام يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ الآیہ کے تحت میں بیان ہو چکی ہے وہاں رجوع کرو تو معلوم ہوگا کہ خود ہدی و قلادہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اس سے تعرض نہیں کرتے تھے - ذلك الجعل المذكور یعنی ذلک کا مشار الیہ وہ مضمون ہے جو اوپر مذکور ہوا - لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اسواسطے یہ سب کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے سب جو آسمانوں میں ہے اور سب جو زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے ف کیونکہ تمہارے نفع حاصل ہونے و مضرتیں دور ہونے کیواسطے وقوع ہونے سے پہلے ایسا کر دینا اس بات کی دلیل ہے کہ جو موجود ہے اور جو ہونے والا ہے سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اسمیں قوی دلیل ہے آنحضرت صلعم کی تصدیق نبوت پر کہ قوانین شرع اسلام اپنے تمام ارکان کیساتھ نہایت قوی و عدل و انصاف کے ساتھ قائم ہیں اور زمانہ کی گردش سے ان میں کوئی تغیر نہیں پس اگر اہل اسلام ان پر مستقیم رہتے

قوانین کے دین و دنیا دونوں کیواسطے نہایت خوبی و بھلائی ہے لیکن لوگوں نے اس قانون عدل کو برباد چھوڑ دیا تو لامحالہ قانون علم سے مقہور ہوئے کیونکہ شیطان نے صراط مستقیم سے بیراہ کیا اور طریقہ جور مین لاکر خوار کیا نعوذ باللہ من ذلک فتدبر۔ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ شدید العقاب ہے ف یعنی کفر و شرک انکار و خلاف کرنے والوں کے حق مین۔ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے ف یعنی فرمانبرداری و طاعت و ایمان لانیوالوں کے حق مین مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ اور رسول پر کچھ نہین مگر کھلا حکم پہونچا دینا ف یعنی تم کو حکم آلہی پہونچا دینا ہی رسول صلعم پر واجب ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو ف جو اعمال تم کھلے کھلے کرتے ہو۔ وَمَا تَكْتُمُوْنَ اور تم جو اعمال کہ لوگون سے چھپے کرتے ہو ف پس تمہارے اعمال کی تم کو جزا دیگا اگر اچھے ہین تو ثواب اور اگر برے ہین تو عذاب ملیگا۔ اسمین سخت تہدید ہے اور عمدہ وعدہ ہے مفسر رح نے لوگون سے چھپے ہونے کی قید سے اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہین ہوسکتی ہے۔ واضح ہو کہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خوف کرنا چاہیئے اور لوگون سے چھپانے مین نجات نہین ہے لیکن اگر کسی شخص نے بدکاری کو اسطرح کیا کہ لوگون پر بھی ظاہر کیا تو یہ دونا عذاب ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض گنہگارون کو مخفی فرمادیگا کہ تو نے یہ گناہ کیا تھا وہ اقرار کریگا پھر فرما وے گا مین نے دنیا مین تجھ پر پوشیدہ کردیا اور آج تجھے عفو کرتا ہون (الصحیح) اور حدیث مین ہے کہ بدکار فاحش بدتر شخص ہے (من الصحاح) ف عرائس مین ہے کہ قولہ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس کعبہ معظمہ ظاہر مین ایک مکان پتھر وغیرہ سے بنا ہوا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنی آیات سے روشن اور نو صفات کے پرتو سے منور فرمایا ہے پس وہ ان انوار کے ادراک کیلئے آئینہ ہے اسی واسطے جو لوگ حج کرتے ہین ہر ایک اپنی استعداد کے موافق اسکے فیض سے پاکیزہ ہوکر کمل ہوتا ہے چنانچہ اہل معرفت کو اس سے کشف عظمت کبریائی کا مشاہدہ ہوتا ہے اور ارکان حج کے ہر موقف مین ان کو صفات کے انوار کا چاند اور جلال قدم کا آفتاب نظر آتا ہے اور غیرون کی نظر مین اس سے محروم ہین اسی واسطے وہ ممنوع ہین اور کعبہ کو بیت الحرام بنایا اور وہ عالم کیواسطے جو بمنزلہ ایک شخص کے ہے قلب مقرر کیا اور عارفون کی نظر مین اس سے انوار جلال ظاہر ہوتے ہین جیسے موسیٰ کو کوہ طور سے اور عیسیٰ کو صیعد سے ظاہر ہوئے ویسے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی امت کو کعبہ معظمہ سے ظاہر ہوئے اور یہی معنی ہین جو آیا ہے کہ جاء اللہ من سیناء واستعلن بساعیر واشرق من جبال فاران۔ اللہ تعالیٰ سیناء سے آیا اور ساعیر سے اعلان ہوا اور فاران سے چمکا۔ فاران جبال مکہ ہین اور یہ قول انجیل وغیرہ کتب انبیاء مین ہے۔ اسی طرح قلب عارف بھی قبلہ مشاہدہ ہے اور وہ ہر تصور و خیال و اعتبار سے ممنوع ہوکر محل نظر قدسی ہوجاتا ہے پس اس کے آثار جلال عارفون کے چہرے سے ظاہر ہوتے ہین شبلی رح نے کہا کہ جسمہائے مردم کا امام کعبہ ہے اور قلوب اہل ایمان کا امام خالق کعبہ ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ بیت الحرام بایں معنی کہ اسکے جوار مین مخالفت کرنا سخت حرام ہے قال المترجم کعبہ مین جس طرح نیکیون کا ثواب ایک لاکھ تک زائد ہے یعنی اس کثرت سے ثواب مین ترقی ہے ویسے ہی مخالفت کرنے مین بھی وہان اسے کثرت سے عذاب الیم ہے۔ اور بعض نے کہا کہ وہان بھی حرام ہے بندے پر کہ مخلوق پر نظر رکھے بلکہ اسکے خالق عزوجل پر نظر رکھے اور بعض نے قولہ قیاما للناس سے اشارہ لیا کہ جو کوئی بسبب ارتکاب معصیت کے کج اور ٹیڑھا ہوگیا ہو جب وہ اگر کعبہ معظمہ سے لپٹ جاوے اور قلبی تعلق اس سے پیدا کرے تو ان انوار کی برکت سے قیام یعنی مستقیم ہوجائے گا۔ اگر کہا جاوے کہ ہزارون کرورون خانہ کعبہ سے محروم ہین اور ہزارون جاکر کورے آتے ہین تم صرف تھوڑے لوگ ہو جو اسلام کی خوبی و شرائع کی مرغوبی کا دعویٰ کرتے ہو اسکی کیا وجہ ہے کہ تم ہی عالم ہو اور باقی لوگ جاہل ہین۔ جواب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان جاہلون کا خود ہی رد کردیا جو شیطانی بندے ہوکر اندھے ہورہے ہین

ع ۲ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

تو کہہ برابر نہین گندا اور پاک اگر تجھکو خوش لگے گندے کی بہتایت سو ڈرتے رہو اللہ سے اے عقلمندون شاید تمہارا بھلا ہو۔

قُلْ لَّا یَسْتَوِی کہدے اے محمد صلعم کہ برابر نہین۔ الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ خبیث اور طیب خواہ آدمی ہو یا مال ہو یا بات ہو یا اور کوئی چیز ہو چنانچہ آدمیون مین مومن و کافر یکسان نہین ہین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور مال حلال و حرام یکسان نہین اور اچھی بات و بری بات برابر نہین بالجملہ جس چیز مین خبث ہو اور جو چیز طیب ہے وہ دونون ساوی نہین ہین بلکہ طیب ہی خوب ہے اور خبیث خراب ہے۔ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِیْثِ اگرچہ تجھے خبیث کی کثرت سے عجب ہو یعنی اگرچہ نظر مین جو خبیث ہو وہ بسبب کثرت کے تجکو بھلی نظر آوے یا تجھے اس امر سے تعجب ہو کہ خبیث مین اسقدر کثرت ہو کہ اسکے مقابلہ مین خوب پاکیزہ بہت کم ہین کیونکہ قلت و کثرت کا کچھ اعتبار نہین بلکہ خبث و پاکیزگی کا اعتبار ہے چنانچہ لعل و موتی اگر کم ہین تو کنکر اپنی کثرت کیوجہ سے اُن سے اچھے نہین ہوسکتے ہین اور اسمین اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر خلقت مین یہ بات جاری ہوچکی ہے کہ بھلے کم ہون گے اور برے بہت ہونگے اور مفسر رحمہ اللہ نے خبیث کو حرام سے اور طیب کو حلال سے تفسیر فرمایا اور یہ تخصیص بنظر سیاق ہے ورنہ اعتبار عموم لفظ کا ہے اور وہی یہان از راہ حکم کے معتبر ہے۔ پھر اعجبک مین خطاب ہر ایسے شخص کو ہے جو عبرت و نصیحت کی لیاقت رکھتا ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ علی العموم ہر شخص مخاطب کو خطاب ہے اگرچہ اس سے عبرت و نصیحت اسی شخص کو حاصل ہوگی جو عقل نورانی رکھتا ہے اسی واسطے فرمایا۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ پس اے اہل عقول تم تو تقویٰ الٰہی بخوف یعنی جب یہ بات اہل عقل نے سمجھ لی تو اے عقل والو خبیث کو چھوڑو اور طیب پر اکتفا کرو لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پاؤ یا البتہ تم فلاح پاؤگے اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بندون کو آگاہ فرمایا کہ خبیث و طیب اسکے نزدیک برابر نہین یعنی قلیل حلال نافع بہ نسبت کثیر حرام کے بہتر ہے چنانچہ خبر مین آیا کہ ماقل وکفی خیر مما کثر والہٰی یعنی قلیل جو کافی ہو وہ بہتر ہے اس سے جو بہت ہو اور لہو مین ڈالدے۔ اور بغوی رحمہ اللہ نے اپنے معجم مین اپنی اسناد کے ساتھ ابوامامہؓ سے روایت کی کہ ثعلبہ بن حاطب نے کہا کہ یارسول اللہ آپ دعا فرمادین کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال دے تو فرمایا کہ تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کرے اس بہت سے اچھا ہے جس کی تجھے طاقت نہو۔ بالجملہ طیب پر ترغیب اور خبیث پر تحذیر ہے اور اس آیت مین اہل عقل و ایمان کیلئے وسوسۂ شیطان سے کافی تنبیہ ہے کہ دنیا مین اُن کے سامنے یہ منظر عجیب دیکھا کہ اہل کفر و ضلالت مین جو دنیائے ملعونہ کو آراستہ کرین بہت دنیاوی عروج مین کثرت سے ہونگے پس کبھی ایسا نہ ہو کہ اپنے نور ایمان سے متزلزل نہ ہو کہ اگر اسلام حق ہوتا تو یہ دنیا سنوارنے والے بھلا کیون نہ مانتے۔ پس اس آیت سے تنبیہ حاصل کرے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیائے ملعونہ کو انھین لوگون کو دیگا جو ملعون ہین لہذا جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے سب سلطنتین فتح کین تو صرف عدل و حق پھیلایا اور دنیاوی حصہ کچھ نہ لیا چنانچہ اُن کا زہد و تقویٰ تمام متواترات روایات مین ماثور ہے فاستقم واللہ تعالیٰ ہو الموفق۔ پھر واضح ہو کہ تقویٰ یہ نہین ہے کہ ذرا ذرا سی بات مین کرید کرکے اپنے اوپر سختی کرے بلکہ نرمی کیساتھ حق تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے لہذا حق تعالیٰ نے اپنے عادل بندون صحابہ رضی اللہ عنہم کو سوال پوچھ کچھ مسائل سے منع فرمادیا۔ حدیث مین ہے کہ وہ شخص بدتر ہے کہ اسکے پوچھنے سے کوئی چیز حرام کردی گئی حالانکہ پہلے مباح تھی لہذا فرمایا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَ اِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ

اے ایمان والون مت پوچھو بہت چیزین کہ اگر تم پر کھولے تو تم کو برے لگین اور اگر پوچھو گے جس وقت کہ قرآن اُترتا ہے تو

تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ۝ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِیْنَ

کھولی جاوینگی اللہ نے اُن سے درگذر کی ہے اور اللہ بخشتا ہے تحمل والا۔ ویسی باتین پوچھ چکے ہین ایک لوگ تم مین سے پہلے پھر ہوگئے اُن سے منکر ہوئے۔

لوگون نے آنحضرت صلعم سے کثرت سے سوال کرنے شروع کئے تو نازل ہوا قولہ تعالیٰ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اے ایمان والون چیزون کو مت پوچھو۔ واضح ہو کہ سیبویہ و خلیل کے نزدیک لفظ اشیاء اسم جمع ہے پس لفظاً مفرد اور معناً جمع ہے اور فراء و اخفش و کسائی و ابوحاتم وغیرہ نے اسکو لفظ شے کی جمع قرار دیا لیکن بزن مفرد ہین باہم اختلاف ہے۔ اور معنی یہ کہ جن چیزون کی ضرورت نہین ہے ان کو مت پوچھو اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ

یعنی اگر بیان کردی جائین گی تو تم کو ناخوشی دیگی **ف** بسبب اس مشقت کے جو ان چیزون مین ہو ۔ وَاِنۡ تَسۡـَٔلُوۡا عَنۡهَا حِيۡنَ يُنَزَّلُ الۡقُرۡاٰنُ تُبۡدَ لَـكُمۡ اور اگر تم ان چیزون کو جب قرآن نازل ہو رہا ہے پوچھو گے تو تمھارے واسطے ظاہر کردی جائین گی **ف** معنی یہ ہین کہ اگر آنحضرت صلعم کے زمانہ حیات مین تم چیزون کو پوچھو گے تو اُن کے اظہار کے واسطے قرآن نازل ہوگا اور جب اظہار ہوگا تو تم کو رنج دیگا ۔ لہذا تم ان مت پوچھو ۔ عَفَا اللّٰهُ عَنۡهَا اللہ تعالیٰ نے اس سے عفو کیا **ف** عنہا کی ضمیر بجانب مسالت راجع ہے جو تسألوا سے مفہوم ہو اور معنی یہ کہ عفو کردیا اللہ تعالیٰ نے مسالت کو پس دوبارہ ایسا نہ کرنا اور بعض نے اشیاء کی طرف راجع کی لیکن این لو نوع اشیاء کی طرف راجع ہو جس سے ممانعت کی گئی ہے اور احتمال ہے کہ معنی یہ ہون کہ اشیاء سے خواہ دین کے متعلق ہون یا دنیا کے متعلق ہون سوال مت کرو کیونکہ ظاہر کی جاوینگی تو تم کو گوارا نہ ہونگی خواہ بوجہ دنیادی ایسے امر کے جو نفس پر ناگوار ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص اولاد زنا ہے تو اظہار قرآن سے ناگوار ہوگا اور خواہ بوجہ مشقت بجا آوری کے دین مین مثلاً ہر سال حج فرض ہو جائے جیسے ایک شخص نے حج کو پوچھا تھا ۔ اور علی ہذا عفا اللہ عنہا کے یہ معنی کہ جو سوال ہو چکا اسکو اللہ تعالیٰ نے عفو کیا اور آیندہ ایسا نہ کرنا اور احتمال ہے کہ یہ معنی ہون کہ اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کو عفو و مباح رکھا ہے چنانچہ متقرر ہوا کہ اشیاء کے حق مین اصل یہ ہو کہ مباح ہین سوائے ان خاص اشیاء کے جن کی نسبت کوئی دلیل شرعی کسی حکم پر دلالت کرتی ہو مثلاً تاڑی کی حرمت پر حدیث کل مسکر حرام سے دلیل قائم ہوئی ۔ پس سوال کرنے سے یہ ضرر بندون کے حق مین پیدا ہوگا کہ ان مباح چیزون مین سے بعض واجب بعض حرام وغیرہ سے مکلف ہو جاوینگے حالانکہ پہلے بسبب رحمت آلہی کے عفو تھین پس اگر صحابہ رضی اللہ عنہم اسکو ادا کر لیجاتے تو مابعد والے حتی کہ اس زمانہ والے ایک مشقت شدید و فتنہ عظیم مین پڑ جاتے پس سوال سے ممانعت بھی اس اُمت مرحومہ کیلئے خاص رحمت ہو اور حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے سوائے مکلف بہا چیزون کے باقی سے عفو کیا اور ترک فرمایا ہے پس سوال کرکے اُنکو اپنے اوپر لازم مت کر لو کیونکہ آخر بجا نہ لاؤ گے اور خراب ہو گے پس اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے تم کو منع فرماتا ہے وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ حَلِيۡمٌ اور اللہ تعالیٰ غفور حلیم ہے **ف** بندون کے گناہ بخشنے والا ہے اور اُن کی بے ادبی پر انکو حلم سے جلد ماخوذ فرمانے والا نہین ہے ۔ قَدۡ سَاَلَهَا یعنی ایسی ہی چیزون سے سوال کیا تھا ۔ قَوۡمٌ مِّنۡ قَبۡلِكُمۡ ایک قوم نے جو تم سے پہلے ہو گذرے ہین **ف** یعنی اگلی اُمتون مین سے ایک قوم نے سوال کیا تھا ان چیزون کے احکام کا اپنے انبیاء علیہم السلام سے پس اُن کے احکام بیان کرکے جواب دیدیا گیا اور اُن کا انجام خراب ہوا چنانچہ فرمایا ۔ ثُمَّ اَصۡبَحُوۡا بِهَا كٰفِرِيۡنَ پھر دے لوگ ان چیزون سے کافر ہو گئے **ف** باین طور کہ ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا ۔ واضح ہو کہ یہان ترک عمل پر کفر کا اطلاق کیا باین معنی کہ ان لوگون نے ان احکام کو کچھ نہین سمجھا اور ان کو مباح کر لیا کہ بے تردد اُن کے ساتھ اباحت کا معاملہ کرنے لگے پس کافر ہو گئے ۔ یہان سے معلوم ہوا کہ کفر کا اطلاق سوائے کفر بمعنی عدم ایمان کے بھی معصیت پر آتا ہے چنانچہ امام بخاری رح نے اس بارہ مین باب باندھا ہے ۔ واضح ہو کہ شیخ ابن کثیر رح نے متعلق سبب نزول چند احادیث جو مفید معنی آیت و افادات دیگر ہین بیان کین اور مترجم اسکی تلخیص لاتا ہے کہ عن انس بن مالک رض کہا کہ رسول اللہ صلعم نے ایسا خطبہ ایک روز پڑھا کہ مین نے ویسا نہین سنا تھا اور اس خطبہ مین یہ بھی کہا کہ جو کچھ مین جانتا ہون اگر تم جانتے تو کم ہنستے اور بہت رویا کرتے اور مین نے دیکھا کہ اصحاب رسول اللہ صلعم منہ چھپائے روتے ہین حتی کہ رونے کی باریک آواز سنائی دیتی تھی ۔ ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہو تب یہ آیت نازل ہوئی یا ایہا الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیاء الآیۃ ۔ رواہ البخاری و مسلم و احمد و الترمذی و النسائی ۔ وعن انس بن مالک رض ایضاً کہا کہ لوگون نے حضرت صلعم سے سوال کرنے شروع کیے یہانتک کہ بہت مبالغہ کیا پس ایک روز آپ نکلکر منبر پر بیٹھے اور فرمایا آج جو کچھ تم پوچھو گے مین ضرور تم سے بیان کرونگا پس صحابہ رضی اللہ عنہم ڈر گئے کہ شاید کوئی واقعہ پیش آنیوالا ہو پس مین دائین بائین جدھر نظر کرتا تھا ہر ایک کو دیکھتا تھا کہ اپنے کپڑے سے منہ ڈھکے ہوئے رو رہا ہے پھر ایک شخص اپنے باپ کے سوائے دوسرے کی طرف نسبت کیا جاتا تھا پوچھنے لگا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہو فرمایا کہ تیرا باپ حذافہ ہو

پھر عمر بن الخطابؓ نے کھڑے ہو کر یہ عرض کرنا شروع کیا کہ ہم راضی ہوئے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اور اسلام ہمارا دین ہے اور محمد صلعم ہمارے واسطے رسول ہیں ہم لوگ سب شر فتنہ سے پناہ مانگتے ہیں پس آنحضرت صلعم کا غصہ فرو ہوا اور فرمایا کہ خیر و شر میں آج کے دن سا میں نے نہیں دیکھا کہ جنت دوزخ کی تصویر میرے روبرو کر دی گئی کہ میں نے اس دیوار کے ادھر دیکھی۔ رواہ ابن جریر والبخاری و مسلم اور ایک روایت ابن ابوہریرہؓ سے ہے کہ آنحضرتؐ کا چہرہ مبارک سرخ تھا جب منبر پر آئے۔ اور یہ بھی زیادہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بعد کلمات مذکورہ کے یہ بھی کہا کہ یا رسول اللہ ہم لوگوں کا زمانہ جاہلیت و شرک تھوڑے دن ہوئے دور ہوا ہے سو آپ ہم لوگوں کی بے ادبیاں عفو کریں اللہ تعالیٰ آپ کو عفو فرماوے پس آنحضرت صلعم کا غصہ فرو ہوا۔ رواہ ابن جریر باسناد جید اور مرسل روایات میں اکثر تابعین سے یہ قصہ مروی ہوا اور سدیؒ کی روایت تفسیر میں یہ بھی ہے کہ عمرؓ نے کھڑے ہو کر آپ کے پاؤں چوم لئے اور وہی اعتذار کیا جو اوپر مذکور ہوا اور برابر یہی کہتے رہے یہاں تک کہ غصہ فرو ہوا۔ عن ابن عباسؓ ایک قوم سوال کیا کرتی رسول اللہ صلعم سے بدون کسی ضرورت و مراد کے سو بعض کہتا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے اور کوئی کہتا کہ میری اونٹنی گم ہو گئی وہ کہاں ہے تو ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے نازل کیا قولہ لا تسئلوا عن اشیاء الآیۃ۔ رواہ البخاری عن علیؓ جب یہ آیت اتری وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الآیۃ۔ تو بعض لوگ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ کیا ہر سال یہ واجب ہے آپ خاموش ہو رہے پھر یہی کہا پھر آپ خاموش رہے پھر انھوں نے یہی کہا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں اور فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا اور اگر یوں واجب ہو جاتا تو تم سے ہرگز نہ ہو سکتا پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ یا ایہا الذین امنوا لا تسئلوا عن اشیاء الآیۃ۔ رواہ احمد وابن ماجہ والترمذی وقال غریب۔ اور یہ معنی بروایت ابوہریرہؓ و ابوامامہؓ بھی مروی ہیں اور ابوہریرہ کی روایت میں ہے کہ فرمایا۔ اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو واجب ہو جاتا اور اگر واجب ہوتا تو تم نہ کر سکتے اور اگر چھوڑ دیتے تو کافر ہو جاتے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا الحدیث یہ دلیل ہے کہ حج چھوڑنے کی معصیت کو کفر فرمایا۔ تو یہ کفر مقابل ایمان نہیں بلکہ کفران نعمت ہے اور ابوامامہ کی روایت میں مصرح ہے کہ پوچھنے والا ایک اعرابی تھا۔ اور نیز اسمیں ہے کہ آپنے بعد اس ملامت کرنے کے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ تم سے پہلے امتوں کو ان میں کے ایسے سرغنہ لوگوں نے برباد کیا جو فتنہ و حرج میں ڈالنے والے ہوئے اور قسم ہے اللہ عزوجل کی کہ اگر میں تمہارے لئے تمام وہ چیز جو بروئے زمین پر ہے حلال کر دوں اور فقط ایک موزہ بھر جگہ اسمیں سے حرام کر دوں تو تم اسی قدر میں فتنہ میں پڑوگے۔ رواہ ابن جریر باسناد ضعیف اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ ظاہر آیت میں سوال ایسی چیزوں سے ممنوع ہے کہ بیان ہونے پر آدمی کو ناگوار ہوں۔ اور نیز کہا کہ حدیث میں آیا ہے کہ مسلمانوں میں سے وہ بڑا مجرم ہے جس نے ایسی چیز سے سوال کیا جو حرام نہ تھی پھر اسکے پوچھنے سے حرام ہو گئی ولیکن اگر قرآن مجید میں مجمل نازل ہوا تو اسکے بیان کو پوچھنا جائز رہا کیونکہ ان کو اس کی ضرورت تھی۔ وقولہ عفا اللہ عنہا اے جو اپنی کتاب مجید میں نہیں فرمایا وہ منجملہ ان چیزوں کے ہے جن کو عفو فرمایا ہے تو تم بھی اس سے سکوت کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے نہیں بیان کیا ہے اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ چھوڑ دو مجکو جبتک میں تم کو چھوڑے رکھوں کیونکہ تم سے اگلے لوگ اسی سبب ہلاک ہوئے کہ اپنے انبیاء علیہم السلام سے بہت سوال کرتے پھر مخالفت کرتے تھے۔ اور نیز حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرائض مقرر کئے ہیں ان کو ضائع مت کرو اور جو حدود باندھے ہیں ان سے تجاوز مت کرو اور کچھ چیزیں حرام کر دیں ان کی ہتک حرمت نہ کرو اور بہت چیزوں سے سکوت فرمایا وہ تم پر رحمت کرنے کیواسطے سکوت ہے کچھ بھول کی وجہ سے نہیں ہے تو تم ان چیزوں سے سوال مت کرو۔ اور حدیث ابن عباسؓ میں جو قصہ فرضیت حج میں ہے۔ یوں فرمایا کہ پھر تم لوگ مجھ سے سوال چھوڑ دو جبتک کہ میں تم کو چھوڑ دوں اور جب تم کو کسی امر کا حکم دوں تو اسکو بجا لاؤ اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اس سے باز رہو تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی پھر ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سوال کرنے اور پوچھنے سے منع کر دیا جیسے نصاریٰ نے مائدہ آسمان سے اترنے کی درخواست کی تھی پھر کافر ہو گئے پس اللہ تعالیٰ نے اسی سے اس امت کو منع فرمایا کہ اگر قرآن میں سختی سے کوئی حکم نازل ہوتا تو تم کو گوارا نہ ہوگا اور تم منتظر ہو قرآن مجید خود نازل ہوگا سو جس چیز سے تم سوال کرتے تھے

Marfat.com

اس کا بیان خود قرآن میں مل جائیگا۔ رواہ ابن جریر من طریق العوفی عنہ۔ وقال المترجم کلام مجید میں جملہ احکام سب چیزون کے موجود ہین لیکن انکو نکالنے اور جاننے کے واسطے اجتہاد وکمال ایمان وتوفیق الٰہی ضرور ہے پس اگر ہر چیز کا حکم مصرح الگ الگ ہوتا تو ایک ہی امر قطعی ہو جاتا اور اب اس اُمت کو مانند اگلی اُمتون کے کتاب الٰہی مین اجتہاد کا حکم دیا اور یہ کمال رحمت ہے کہ علماء کے اجتہاد آسانی وسختی مین مختلف آتے ہین اور اسی قدر پر اُن کو معذور رکھا اور ہر ایک کی اجتہاد کے مطابق عمل کرنے پر اس کو ثواب دیا پس یہ کمال رحمت ہے اسی واسطے کہا گیا کہ اختلاف علماء رحمت ہے فتامل وافہم اور مجاہد کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قولہ لاتسئلوا عن اشیاء۔ یہ اشیاء وہی بحیرہ وسائبہ ووصیلہ وحام ہین۔ تو نہین دیکھتا کہ آگے فرمایا۔ ماجعل اللہ من بحیرۃ ولا کذا ولا کذا۔ اور عکرمہؒ نے کہا کہ وہ لوگ آیات معجزات کا سوال کیا کرتے تو اس سے منع کر دیئے گئے۔ رواہ ابن جریر ومراد عکرمہؒ کی یہ ہے کہ ان آیات سے سوال کرنے مین جبکہ پورے کئے جاوین تو بعد اُسکے اگر کفر وانکار ہو تو عذاب نازل ہوگا جیسے اگلی اُمتون پر ہوا تھا۔ لیکن مترجم کہتا ہے کہ اگرچہ یہ قول فی نفسہ عمدہ ہے ولیکن آیت کریمہ سے موافقت تفسیری نہین رکھتا ہے چنانچہ ادنیٰ تامل سے واضح ہے پھر جاننا چاہیئے کہ سوال سے ممانعت جو اس آیت مین ہے ضرور ہے کہ ایسے سوالات کیساتھ مقید ہو جن کی حاجت نہین اور مزید تکلیف کے موجب ہین جیسا کہ اوپر بیان ہوا اسواسطے کہ اُمور دین و دنیا مین سے جن کی حاجت وضرورت ہے اُن کا سوال کرنا جائز فرمایا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا۔ فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔ اور حدیث مین جب ایک زخمی آدمی کو اسکے ساتھیون نے تیمم جائز نہ بتلایا اور نہانے ہی پر مقصور رکھکر ہلاک کیا تو آنحضرت صلعم نے اس واقعہ کے بیان پر فرمایا۔ قاتلہم اللہ الا سألوا فانما شفاء العی السوال۔ یعنی ان کمبختون نے دریافت کیون نہین کیا فقط رائے سے کیون کہا کہ تیمم نہین روا ہے کیونکہ نہ جاننے والے کی دوا یہ ہے کہ دریافت کرے پس ظاہر ہوا کہ ضروری اُمور مین سوال جائز ہے۔ فافہم۔ اگر کہا جاوے کہ جب یہ بات ہے تو تم لوگون نے کیون فقہ کی کتابون مین ایسی صورتین و اُن کے احکام جمع کئے جو مذکور نہین ہین بلکہ بعض کبھی واقع نہین ہوتی ہین جواب اسکا بہت تفصیل سے ہے لیکن مختصر یہ ہے کہ فقہ والون نے وہ اصل نکالنے کا طریقہ سمجھایا ہے کیونکہ حکم دینا تو بعد واقع ہونے کے ہوا کرتا ہے چنانچہ امام دارمی نے سند مین بہت آثار بلکہ اخبار روایت کئے جن سے قبل واقعہ کے حکم نکالنا مذموم ہے پس طریقہ اجتہاد جاننے سے مجتہدون پر آسانی حاصل ہو گئی جو پچھلے زمانہ مین عالم ہوئے ہین لیکن اس زمانہ مین جہال اس کثرت سے پھیل گئے کہ اُنھون نے اس غرض کو برباد کر کے یہان تک تعصب کیا کہ ہر فرقہ یہ چاہتا ہے کہ دین صرف اسی کے مذہب مین منحصر ہو جائے اور یہ بدتر مخلوق ہے جو دین اسلام مین مفسد اور اسرار شریعت سے جاہل اور نفاق پھیلانے والی ہے۔ نعوذ باللہ من الضلال **ف فی العرائس**۔ قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا لاتسئلوا عن اشیاء الآیۃ اس سے بطریق اشارت ثبوت ہوا کہ جب غیب کے دیدار ومکاشفہ سے وقوف نہ ہو اور اہل معرفت وکشف کے درجہ کو نہ پہونچا ہو تو اُس کے حقائق کو مت دریافت کرے کیونکہ جب اہل اسرار کی باتون مین کوئی عارف اس کے دقائق کو بیان کریگا تو نادان لوگ اسکو ادراک نہین کرینگے پس اُن کی محرومی اُن کو رنج دیگی اور بسا اوقات وہ بعض اسرار سے منکر ہون گے اور اللہ تعالیٰ عزوجل اغیار کو غیب سے مطلع نہین فرماتا ہے اور اسمین مریدون کو تنبیہ ہے کہ ابتدائی حال مین مشائخ کے حالات وان کے قصص وحکایات دریافت کرنے مین نہ پڑین۔ بعض مشائخ نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ صدیقین واولیاء کے مقامات ودرجات مت دریافت کرو کیونکہ خالی بیان سے تم کو فائدہ نہین اور اگر اسمین سے کچھ انکار کروگے تو مضرت ہے کہ تباہ ہو جاؤگے شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غیب کے حالات ومقامات کو زبانی دریافت کرنا تو پردہ حجاب ادب ہے اور اگر کوئی اسکا دعویٰ کریگا۔ تو وہ کمبخت قاسی القلب ہو گیا یعنی زبانی دریافت کیا تھا یا کتاب مین دیکھ لیا تھا پھر خود مدعی کاذب بن بیٹھا تو بدکار مکار ہے اور اگر ایسا نہ کیا تو بھی کیا فائدہ ہوا بلکہ وہ ایک حجاب مین پڑ گیا کہ اسکا دھیان اسطرف لگ گیا بلکہ یہان تو خلوص طاعت وعمل معرفت چاہیئے ہے مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین اگر ظاہر شرع مین

Marfat.com

دیکھو تو ہر شخص مدعی علم و مدعی مذہب ہے حالانکہ اعمال ظاہرہ میں خود فاجر ہے اور اگر اعمال قلبی میں دیکھو یعنی علاوہ ظاہری اعمال کے صدق و صفا و حسن نیت و اخلاص وغیرہ قلبی اعمال کو دیکھو تو کچھ نہیں سوائے اسکے کہ ہر فاجر بدکار خلاف شرع جاہل نے عوام کو دھوکا دیا کہ یہ علم طریقت کچھ اور ہی چیز ہے اور وہ مدعی ولایت بن بیٹھا۔ عوام کو دیکھو تو وہ آخرت کو موہوم جانتے ہیں اور دنیا کو نقد خیال کر کے اس مدعی کاذب کے پاس دنیا لینے جاتے ہیں اور آخرت کا وعظ کہنے والے لوگوں کو علم حقیقت سے گمراہ سمجھکر شریعت کی باتیں بنانیوالا سمجھتے ہیں اور شریعت سے اس گمراہ نے پہلے ہی اُن کو بہکا دیا تھا اور یہ عوام نہیں سمجھتے کہ خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو چلا وہ جہنم میں گیا پھر عجب ہے کہ اسکو ولی جانتے ہیں اور خود عارف کامل بنکر اسکو پہچان جاتے ہیں نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا۔ راہ مستقیم یہی ہے کہ ظاہر و باطن میں سنت پر ثابت قدم ہو اور اپنی رائے و قیاس کو کچھ بھی دخل نہ دے جیسے کافرون و مشرکون و بدعتیوں و رافض و خوارج وغیرہ کا قاعدہ ہے کہ اپنی رائے سے حرام و حلال و عذاب و ثواب بناتے ہیں اور حکم الٰہی و سنت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رائے لگاتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کافرون کی مذمت بلیغ فرمائی۔ بقولہ تعالیٰ

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِیْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِیْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَفْتَرُوْنَ

نہیں ٹھہرایا اللہ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی اور لیکن کافر باندھتے

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى

اللہ پر جھوٹ اور اُن میں بہتون کو عقل نہیں اور جب کہئے ان کو آؤ اس طرف جو اللہ نے نازل کیا اور رسول

الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

کی طرف کہیں ہم کو کفایت ہے جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادون کو بھلا اگرچہ اُن کے باپ نہ علم رکھتے ہون

شَیْـًٔا وَّلَا یَهْتَدُوْنَ ۝

کچھ اور نہ راہ جانتے ہون۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِیْرَةٍ اے ماشرع اللہ نہیں مشروع فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ پس جعل بمعنی شرع و وضع لیا جیسا کہ ابن عطیہ و زمخشری و عکبری نے کہا اور نیز عکبری ؒ نے بمعنی سمّی تجویز کیا یعنی نہیں نام رکھا اللہ تعالیٰ نے کسی جوان کا بحیرہ۔ اعتراض کیا گیا کہ اہل لغت نے جعل کے یہ معنی نہیں بیان کئے اور رد کیا گیا کہ جعل کسی شئی کا فعل ہے خواہ اسکے نفس ذات کا جو کہ خلق ہے یا اسکے خلق کا کسی صفت پر یا کسی صفت سے دوسری صفت پر خواہ بطریق تعبدی ہو اور وہ شرع ہے اور خواہ غیر تعبدی ہو پس یہان جعل تکوینی نہیں بلکہ تشریعی ہے۔ شیخ ابو السعود رح نے کہا کہ ماجعل یہان بمعنی ماشرع ہے اسی اسطے مفعول واحد یعنی بحیرہ کی طرف متعدی ہوا اور سائبہ وغیرہ عطف میں بحیرہ پر اور من زائدہ ہے بغرض تاکید نفی کیونکہ جعل تکوینی جیسے کبھی دو مفعول کی طرف مانند قولہ جعل لکم الارض فراشا۔ اور کبھی ایک مفعول کی طرف کما فی قولہ خلق السمٰوات والارض متعدی ہوتا ہے ایسے ہی جعل تشریعی کبھی متعدی بدو مفعول مانند قولہ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس کبھی متعدی بیک مفعول ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے اور بعض نے جعل بمعنی صیّر تجویز کیا اے ماصیّر اللہ من بحیرۃ مشروعۃ اور ابن عطیہ وغیرہ نے اسکو منکر ٹھہرایا کیونکہ تقدیر مفعول دوم بلا ضرورت ہے علاوہ برین مقادیہ ہوگا کہ اس سے بحیرہ ہونے کی نفی نہ نکلے گی غایت یہ کہ بحیرہ مشروع ہونے کی نفی ہے حالانکہ من بحیرہ میں من کی زیادت بتعریض نفی مطلق بحیرہ ہے از جانب حق تعالیٰ پس صحیح وہی معنی ماشرع اللہ من بحیرۃ ہیں پھر بحیرہ بروزن فعیلہ مشتق از بحر ہے بمعنی کان پھاڑ دینا۔ اور واضح ہو کہ ان جانورون کے واسطے ان کے جسم مین علامات ہوتے تھے اور اُن کے ساتھ برتاؤ کے قواعد ہوتے تھے اور وجہ اُن کی بحیرہ وغیرہ کر دینے کی خاص خاص ہوتی تھیں اور یہ سب کافرون نے اپنی طرف سے بنائی تھیں اُن میں سے کوئی اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی بلکہ قولہ فلیبتکن آذان الانعام سے ثابت ہوا کہ شیطان نے اُن کو یہ باتیں کرنے کی راہ بتائی تھی اور جب یہ معلوم ہوا تو آئندہ جو روایات آئی ہیں اُن میں توفیق دینا آسان ہے۔ وَلَا سَآئِبَةٍ اے سیبہ جو چھٹے پھرے جیسے سانڈ بیل۔ وَلَا وَصِیْلَةٍ اے وصل کی ہوئی اور وجوہ اُسکے مابعد میں مذکور ہون گے۔

Marfat.com

وَّلَا حَامٍ کیونکہ اُسنے سواری سے اپنی پیٹھ کی حمایت کر لی کیونکہ اسپر سوار ہونا روا نہیں رکھتے تھے بالجملہ معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ نہیں کیا۔ اور نہ
کوئی سائبہ اور نہ کوئی وصیلہ و نہ کوئی حامی جیسے کہ زمانہ جاہلیت والے اُن کو بنایا کرتے تھے **قال المفسر** رح بخاری رحمۃ اللہ نے سعید بن المسیب رح سے روایت
کی کہ بحیرہ وہ اونٹنی ہے جس کا دودھ فقط طواغیت یعنی بتون کیلئے کر دیتے اور آدمیون میں سے اسکو کوئی نہیں دوہتا تھا **قال فی الکمالین** بحیرہ خواہ اونٹ
ہو یا اونٹنی اور ابو عبیدہ رح نے کہا کہ دودھ اسکا فقط عورتون سے ممنوع ہوتا تھا۔ فافہم۔ اور سائبہ جسکو اپنے بتون کے واسطے چھوڑ دیتے جہان چاہے جاوے
اور وصیلہ وہی اونٹنی جو پہلے بیدین مادہ جنی پھر دوسرے بیدین بھی مادہ جنی تو اسکو بتون کے واسطے انکے نام پر چھوڑ دیتے اس جہت سے وصیلہ ہوئی کہ اُسنے
ایک مادہ بچہ کو دوسری مادہ بچہ سے ملا دیا اور دونون بیدین کے بیچ مین کوئی نر بچہ نہیں جنی ہے اور حام وہ نر اونٹ ہے جو چند مخصوص جفتیان کھا چکا ہو جب
وہ اسقدر جفتیان پوری کر تا تو اسکو بتون کے نام پر چھوڑ دیتے اور بوجھ لادنے سے معاف کرتے پس اسپر کچھ لادا نہیں جاتا تھا اور حامی اسکا نام رکھتے
تھے۔ وَّلٰكِنَّ یہ واو حالیہ ہے جیسا کہ زمخشری نے کہا اور بعض نے عاطفہ قرار دیا و لیکن اول اولی ہے اور معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے تو کوئی بحیرہ و سائبہ و وصیلہ
و حام نہیں مشروع کیا مگر حال یہ ہے کہ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ جو کافر مشرک ہوئے ہین وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا افترا باندھتے ہین
ف چنانچہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ حکم دیا ہے وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ اور ان مین سے بہیترے سمجھتے نہین **ف** کہ یہ افترا ہے کیونکہ انھون
نے اس معاملہ مین اپنے باپ دادون کی تقلید کی تھی اور تقلید مین مقلد کو کوئی دلیل تو معلوم نہیں ہوتی ہے صرف یہ نیک گمان ہوتا ہے کہ ضرور ہمارے
بزرگ نے عقلمندی و دلیل ہی سے ایسا کیا ہو گا تو ضرور یہی ٹھیک ہے۔ واضح ہو کہ سعید بن المسیب رح سے بخاری رح نے جو روایت کی ویسی ہی مسلم رح
و نسائی رح نے بھی روایت کی ہے اور یہ روایت بمنزلہ روایت مرفوع کے ہے اور خود بخاری رح نے ابو الیمان رح کے قول سے روایت کیا کہ سعید بن المسیب نے کہا کہ
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلعم سے اسکے مانند سنا ہے اور روایت بخاری از سعید رحمہ اللہ جو مفسر **سیوطی** رح نے ذکر کی ہے اسمین سائبہ
کے ذکر کے بعد یہ بھی ہے کہ سعید نے کہا کہ ابو ہریرہ رض نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مین نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ دوزخ مین اپنی آنتین چکی کی طرح
کھینچتا پھرتا ہے اسی نے پہلے سائبہ کرنا نکالا تھا اور بخاری رح نے حضرت عائشہ رض سے اسکے مانند روایت کی۔ ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے
اکثم بن الجون سے کہا کہ مین نے عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف کو دیکھا کہ اپنی آنتین دوزخ مین چکی کی طرح گھمائے پھرتا ہے سو مین نے کوئی شخص اُسکے ساتھ زیادہ
مشابہ تجھ سے نہیں دیکھا پس اکثم نے کہا کہ یا رسول اللہ مین خوفناک ہون کہ اسکی مشابہت مجکو ضرر کرے تو آپنے فرمایا کہ نہیں بلکہ تو مومن ہے اور وہ کافر ہے
اسی نے پہلے پہل دین ابراہیم کو بدلا اور بحیرہ کرنا نکالا اور سائبہ بنایا اور حامی نکالا ہے۔ رواہ ابن جریر تحدیثا عن ہناد عن یونس بن بکیر عن محمد بن اسحاق
عن محمد بن ابراہیم بن الحرث عن ابی صالح عن ابی ہریرہ مع قدر واہ عن ہناد عن عبیدۃ عن محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ مرفوعا بنحوہ او مثلہ ولیس
ہذان الطریقان من الکتب **قال المترجم** اور ایک حدیث مین اسکی نسبت آیا کہ یہی حجاز مین پہلے بت لایا ہے اور عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلعم نے فرمایا کہ پہلے جس شخص نے سائبہ کرنا نکالا اور بتون کو پوجا وہ خزاعہ کا باپ عمرو بن عامر ہے اور مین نے دیکھا کہ جہنم مین اپنی آنتین کھینچے پھرتا ہے
رواہ احمد یعنی گدھے کی طرح چکی کے مانند گھماتا ہے اور یہ اسکے حق مین شدت عذاب ہے۔ اور زید بن اسلم سے مرسل روایت مین اول معرد بن ابراہیم علیہ السلام
وہ عمرو بن لحی ہے اور بحیرہ نکالنے والا پہلا شخص ایک بنی مدلج مین سے ہے جسنے اپنی دو اونٹنیون کو بحیرہ کیا کہ کان کاٹے اور دودھ حرام کیا اور اس روایت مین
ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین نے آگ مین اسکو دیکھا کہ وہی دونون اونٹنیان اسکو منھون سے کاٹتی اور کھرون سے روندتی ہین **قال ابن کثیر** رح پس
یہ عمرو بن لحی وہی رئیس خزاعہ ہے جو جرہم قبیلہ کے بعد خانہ کعبہ کے متولی ہوئے پس اس عمرو نے سب سے پہلے دین ابراہیم یعنی توحید و اسلام کو بگاڑا اور حجاز مین
بت لایا اور لوگون کو اُن کی پرستش کرنے کو کہا اور یہ شرائع بحیرہ وغیرہ نکالین **قال المترجم** اوپر کی روایت مین بحیرہ کا حکم مذکور ہے اور نیز فقط اونٹ کے

قسم میں بحیرہ وغیرہ کا ذکر ہوا حالانکہ عرب کے بُت پرست گائے بکری وغیرہ جانوروں سے بھی بحیرہ وسائبہ وغیرہ بناتے تھے اور نیز مختلف قبائل وگروہ میں جدا جدا طریقہ تھا اور احکام بھی مختلف تھے اور سورۂ انعام میں انشاء اللہ تعالیٰ کچھ ذکر آویگا ولیکن اہل تفسیر کے موافق مختصر ذکر یہاں بھی مترجم کو لکھنا اولیٰ معلوم ہوا۔ عن علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس۔ اونٹنی جب پانچ بیت جنتی تو پانچویں کو دیکھتے اگر وہ نر ہوتا تو ذبح کرتے اور اسکو فقط مرد کھاتے عورتیں نہیں اور اگر مادہ بچہ ہوتا تو کان کاٹ کر بحیرہ کرتے **قال المترجم** اس سے معلوم ہوا کہ بحیرہ یہ بچہ ہوتا تھا واللہ اعلم اور شافعیؒ نے کہا تھا کہ جب پانچ بیت مادہ مادہ جنی تو اونٹنی کو بحیرہ کر کے حرام کر دیتے تھے اور مجاہدؒ نے سائبہ کو کہا کہ وہ بکری ہوتی اور وہی کیفیت بحیرہ کے مانند اسمیں بھی تھی مگر اتنا فرق کہ چھ بیت تک تو اپنے حال پر رہتی پھر ساتویں بیت پر اگر بکرا یا دو بکرے جنی تو بچہ ذبح کر کے مرد کھاتے اور عورتوں پر حرام تھا اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ سائبہ اونٹنی تھی جب دس بیت مادہ جنتی جنمیں نر کوئی نہ ہوتا تو چھوڑ دی جاتی کہ اسپر کوئی سوار نہ ہوتا اور نہ اسکے بال کاٹے جاتے اور نہ اسکا دودھ دوہا جاتا سوائے مہمان کے واسطے اور ابوروق نے کہا کہ کوئی بیمار ہوتا یا کسی کا عزیز کہیں جاتا تو وہ نذر میں اونٹنی چھوڑتا سو جو اس سے بچہ ہوتے وہ بھی اسی کے ساتھ رہتے تھے۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباسؓ وصیلہ وہ بکری کہ اسکے ساتویں بیت کو دیکھتے اگر نر ہوتا تو مرد بانٹ کھاتے عورتوں پر حرام ہوتا اور اگر مادہ ہوتا یا نر و مادہ ایک ہی جھول میں ہوتے تو وصیلہ کر دیتے۔ عن سعید بن المسیب **فصیلہ** اونٹنی ہے کہ پہلے بیت پاد جنی پھر دوسری بار مادہ جنی تو وصیلہ اسکا نام رکھتے کہ اسنے دو مادہ کو ملا دیا پس کان کاٹ کر بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے **وکذا قال مالکؒ** اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ وصیلہ وہ بکری کہ پانچ بیت میں ہر بار دو دو بکریاں جنی تو اسکو وصیلہ کہتے اور چھوڑتے پھر جو نر یا مادہ جنتی وہ مردوں کو حلال عورتوں پر حرام جانتے تھے اور اگر مردہ بچہ جنی تو اسمیں مرد و عورتیں شریک ہو جاتے تھے۔ رہا حام تو عوفی عن ابن عباس مروی ہے کہ دس دفعہ مادہ پر چھوڑا گیا تو کہتے کہ حام ہوا اسکو چھوڑ دو کذا قال ابوروق وقتادہ۔ قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس۔ حام نر اونٹ جبکہ اسکے بچے کے بچہ ہوا تو کہتے کہ حمی ہذا ظہرہ۔ اسنے اپنی پیٹھ کی حمایت کر لی پس اسپر نہ سواری لیتے اور نہ کچھ لادتے۔ اور نہ اس کے بال کاٹتے اور جہاں چاہے جسکی چراگاہ وحوض میں چلا جاتا کوئی اسکو منع نہیں کرتا۔ اور اسی طرح اور مختلف اقوال بحیرہ وسائبہ ووصیلہ وحام کے بیان میں وارد ہوئے ہیں اور منشاء انکا یہی ہے کہ عرب اپنے مختلف خیالات وطرح طرح کے گڑھے ہوئے شیطانی اعتقادات رکھتے تھے حتیٰ کہ قبیلہ وگروہ آپس میں مختلف تھے لہٰذا تفاسیر مختلف مروی ہوئی ہیں اور مقصود اس سے یہ ہے کہ یہ سب طریقے خلاف حکم الٰہی ہیں اور ابن ابی حاتم نے من طریق ابی اسحاق السبیعی عن ابی الاحوص الجشمی عن ابیہ مالک بن نضلہ روایت کی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پرانے پھٹے دو کپڑے میرے بدن پر تھے تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ بھلا تیرے پاس مال ہے میں نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا کہ کون مال ہے میں نے عرض کیا کہ اونٹ بکری گھوڑے غلام باندی سب قسم کا مال ہے تو فرمایا کہ جب تجھے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے تو اپنے اوپر اس سے زیادہ خرچ کر۔ پھر فرمایا کہ تیرے اونٹ پورے کان والا بچہ جنتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ تو فرمایا کہ ہاں اونٹ تو یوں ہی جنتے ہیں پھر فرمایا کہ شاید تو استرہ لیکر انمیں سے بعض کے کان کاٹ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بحیرہ ہیں اور بعض کے کان پھاڑ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ حرام ہیں۔ میں نے کہا کہ جی ہاں۔ فرمایا کہ ایسا مت کیا کر۔ جو کچھ تجکو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہ سب تیرے واسطے حلال ہے پھر یہ آیت پڑھی۔ ما جعل اللّٰہ من بحیرۃ الآیۃ۔ اور واضح ہو کہ مشرکین عرب میں بعضے تو بتوں کے نام پر چھوڑتے اور بعضے اللہ تعالیٰ کے واسطے بھی چھوڑتے اور باہم احکام میں اختلاف رکھتے تھے مسئلہ جس شخص نے سانڈ چھوڑ دیا جسنے اپنی ملک سے بت وغیرہ کے نام پر نکالا حالانکہ وہ مالک ہونے کے قابل نہیں لہٰذا اختلاف ہے کہ وہ کسی کی ملک میں رہا یا غیر مملوک ہو گیا کیونکہ بت کے ملک میں دینا تو کچھ نہیں ہے اور اگر جو پیاروں سے لیکر چڑیاں چھوڑے تو وہ ملک سے خارج نہیں ہوتی ہیں پس باب الکراہیۃ ترجمہ ہدایہ یعنی عین الہدایہ للمترجم دیکھو۔ اور جس نے کسی بت وغیرہ کے نام پر کوئی بکرا وغیرہ جانور ذبح کیا وہ مردار ہے اور کرنے والے پر خوف کفر ہے اور جس شخص نے کسی جانور کا گوشت یا دودھ اپنے اوپر حرام کر لیا تو حرام نہیں ہو جاتا لیکن یہ قسم ہو جاتی ہے پس قسم کا کفارہ دیوے تب کھاوے وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اور جب ان مشرکوں سے کہا جاتا ہے کہ تَعَالَوْا اِلٰی مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ آؤ اس چیز کی طرف جو

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے اُتاری ف یعنی قرآن کی پابندی کرو۔ وَاِلَی الرَّسُوْلِ اور آؤ رسول کی طرف ف یعنی قرآن اور رسول کے حکم کو مانو کہ جو کچھ تم نے حرام سمجھ رکھا ہے وہ حلال ہے۔ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا کہتے ہیں کہ کافی ہے ہم کو وہ جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ف یعنی جس راہ و طریقے پر ہمارے باپ دادے گذرے وہ ہم کو کافی ہے یعنی اپنے باپ دادوں کی تقلید پر اڑے ہوئے تھے اور اسی کو عمدہ و کافی سمجھتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ اے حسبہم ذلک لو کان آباؤہم۔ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ کیا کافی ہو گی اُن کو یہ تقلید اپنے باپ دادوں کی اگرچہ بات یہ کہ اُن کے باپ دادے کچھ نہیں جانتے اور نہ راہ پاتے تھے حق بات کی طرف ف اور یہ استفہام انکاری ہے اور بعض نے کہا ہمزہ استفہام انکاری تعجب دلانے کو واؤ حالیہ پر داخل ہے اور معنی یہ کہ تقلید جہالت کافی جانتے ہیں گو اُن کے باپ دادے نہ کچھ جانتے اور نہ ہدایت پاتے تھے اور حاصل آنکہ دین میں اقتدا، تو اسی عالم کی صحیح ہے جو ایسا ہدایت یافتہ ہو کہ اپنے اقوال کا ذکر درمیان میں نہ لاوے بلکہ اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلعم و دلیل شرعی سے جو حکم نکلتا ہو وہ بیان کر دے چاہے اسکے نفس کی یا کسی اور کی رائے و عقل اسکے مطابق ہو یا نہ ہو۔ اور توضیح یہ ہے کہ آدمی پر اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کی پیروی فرض اور یہی عین ایمان ہے پس اگر حکم خدا اور رسول کو خود جان سکتا اور سمجھ سکتا ہے تو وہ کسی کی پیروی نہ کرے جیسے علمائے مجتہدین پر دوسرے کی تقلید کرنا حرام ہے اور اگر آدمی خود نہیں سمجھ سکتا اور اُس کو کسی مسئلہ میں حاجت ہوئی تو کسی عالم سے دریافت کرے مگر اسی عالم پر اعتماد کرے جو ہدایت یافتہ ہو اور اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول کا حکم صریح یا قیاس شرعی سے حکم نکالکر بیان کر دے پس یہ شخص اس حکم کو جو بدلیل شرعی ہے لیکر اسپر عمل کرے اور اگر وہ عالم اپنا قول یا اپنی رائے یا بدون دلیل شرعی کے اپنا قیاس بیان کرے تو اسکو نہ مانے ورنہ وہی مذمت اُسپر عائد ہوگی جو اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے حق میں فرمائی بقولہ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ کیونکہ حدیث میں اس آیت کی تفسیر میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ وہ لوگ تو اپنے علماء و درویشوں کو رب نہیں بتاتے تھے تو فرمایا کہ اُن کی ہر بات کو مان لیتے تھے عرض کیا گیا کہ ہاں یہ تو تھا۔ تو فرمایا کہ یہی ہے (رواہ الترمذی وصححہ) پھر واضح رہے کہ احادیث و آثار میں یہ بیان ہوا ہے کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو خلاف حکم خدا و رسول کے باتیں بناوینگے اور اُن کو اللہ تعالیٰ و رسول صلعم کا حکم ظاہر کرینگے لہذا اکثر علماء و فقہاء نے یہ مصلحت دیکھی کہ جو مذاہب ائمہ دین و اُن کی کتابیں شائع ہوئی ہیں انھیں کو لوگ لیویں تاکہ اس فتنہ سے محفوظ رہیں اور اس زمانہ میں فقہ و حدیث کی کتابیں ترجمہ ہو گئی ہیں لہذا ہر دیندار پہ آسان ہے کہ اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے وقوف حاصل کرے اور فقہ کے مسائل و اجتہادات فقہاء سے واقف ہو اور شر و فتنہ سے اپنے دین کو محفوظ رکھے واللہ الموفق۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ

اے ایمان والو تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کا تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا جو بہکا جب تم ہوتے راہ پر۔ اللہ پاس پھر جانا ہے

جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

تم سب کو پھر وہ جتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ اے ایمان والو لازم پکڑو اپنے نفسوں کو ف مراد آنکہ حفاظت رکھو اپنے نفوس کی اور اپنے نفوس کی درستی اور اصلاح پر قائم رہو۔ محاورہ میں بولتے ہیں۔ علیک زیداً اے لازم پکڑ زید کو۔ پس انفسکم کو نصب بطریق اغراء ہے اور نحویوں نے علیکم اور اسکے مانند کی ضمیر متصل میں اختلاف کیا کیونکہ ظاہر ابعد حرف جر ہے مثل علیکم۔ اور الیک عنی مجھ سے دور رہ اور مکانک۔ اپنی جگہ ٹھہر اور ظاہرا مضاف الیہ ہے پس صحیح قول یہ ہے کہ وہ موضع جر میں ہے جیسے کہ اغراء کی طرف منتقل کرنے سے پہلے وہ موضع جر میں تھی اور یہ سیبویہ کا قول ہے۔ اور حاصل معنی یہ کہ لے

مومنو تم اپنے نفوس کی اصلاح و درستی کرنے پر قائم رہو۔ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ نہین ضرر دیگا تم کو وہ شخص جو گمراہ ہوا جبکہ تم ہدایت پر ہو۔ ف۔ اور بعض نے مضاف مقدر کیا یعنی نہین ضرر دیگا تم کو گمراہ ہونا کسی شخص کا جو گمراہ ہو جبکہ تم ہدایت پر ہو۔ پس بدون تقدیر مضاف کے ظاہر معنی یہ ہین کہ اہل ایمان کو ... وہ کیا وہ اپنے نفوس کو ایمان و ہدایت پر رکھین و ثابت و قائم رہین اور کسی گمراہ سے نہ ڈرین کہ کسی گمراہ سے اُن کو کچھ ضرر نہ ہوگا جبکہ وہ مضبوطی کے ساتھ ہدایت پر قائم رہین۔ اور تفسیر مین اسکے اختلاف ہے چنانچہ مفسرین نے کہا کہ بعض کے نزدیک مراد یہ کہ نہین ضرر دیگا تمکو وہ شخص جو اہل کتاب مین سے گمراہ ہوا جبکہ تم ہدایت پر مضبوط ہو اور بعض کے نزدیک غیر اہل کتاب مراد ہین بدلیل حدیث ابو ثعلبة الخشنی رضی اللہ عنہ کے کہ مین نے حضرت صلعم سے اس آیت کو دریافت کیا تو آپنے فرمایا کہ آپس مین ایک دوسرے کو معروف شرعی باتون کا حکم کرو اور مانو اور آپس مین ایک دوسرے کو ممنوع باتون سے منع کرو یہان تک کہ جب تو یہ نوبت دیکھے کہ بخل کی اطاعت کی جاتی ہے اور خواہش نفس کی پیروی کی جاتی ہے اور دنیا اختیار کی جاتی ہے اور ہر شخص رائے لگانے والا اپنی رائے کو اچھا سمجھتا ہے تو ایسے وقت تو فقط اپنے نفس کو لازم پکڑ۔ رواہ الحاکم وغیرہ۔ **قال المترجم** یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ ایمان والا اپنے نفس کی اصلاح کو لازم پکڑے اور کوئی گمراہ ہو کچھ پرواہ نہ کرے اور کسی کو نیک بات کرنے کیواسطے یا بد بات نہ کرنے کیواسطے نصیحت نہ کرے تو شاید اسی وہم دور کرنے کو ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے معنی دریافت کئے۔ بالجملہ آنحضرت صلعم نے بھی جواب دیا کہ معروف باتون کا حکم کرنا اور بد باتون سے منع کرنا ضروری ہے لیکن اسکے واسطے ایک میعاد لگا دی کہ جب لوگ بخل کی تابعداری کرین اور خواہش نفس کی پیروی کرین اور دنیا کو دین پر اختیار کرین اور ہر شخص اپنی رائے پر نازان ہو تو اسوقت اپنے نفس کی اصلاح پر رہے اور روا ہے کہ لوگون کو نصیحت نہ کرے ورنہ امر بمعروف اور نہی از منکر نہایت ضروری و واجب فرض ہے اگر اسکو چھوڑ دیگا تو خود ہدایت پر کیونکر ہو سکتا ہے اور وجوب نصیحت پر آیاتِ احادیث دلالت کرتی ہین پس ضرور ہے کہ اس آیت کا محل یہ ہے کہ جب امر بمعروف پر قدرت نہ ہو یا کسی حال مین اسکا اثر نہ خیال کرے یا اُس سے اپنے اوپر دینی و دنیاوی ایسے ضرر پہونچنے کا گمان غالب ہو کہ جسکے ہوتے ہوئے امر بمعروف و نہی از منکر چھوڑنے کی گنجایش ہو تب البتہ ترک کر سکتا ہے جیسا کہ حدیث ابو ثعلبة الخشنی رضی اللہ عنہ سے مستفاد ہے اور اس حدیث کو ابو الشیخ و ابن مردویہ و بیہقی و ابن جریر و ابن ابی حاتم و بغوی و طبرانی و ابن ماجہ و حاکم و ترمذی نے روایت کیا اور حاکم اور ترمذی نے اُسکو صحیح کہا اور بعض طرق اس حدیث مین اسطرح زیادت ہے کہ تو ایسے وقت فقط اپنے نفس کو لازم پکڑ اور عوام کے امر کو اپنے سے چھوڑ دے اور البتہ تیرے پیچھے ایسے دن آنیوالے ہین کہ انمین صبر کرنا ایسا مشکل ہوگا جیسے چنگاری کو پکڑ لیا ایسے دنون مین راہ راست پر عمل کرنے والے کو پچاس آدمیون کا ثواب ملیگا تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ہم مین کے پچاس مردون کا سا ثواب یا اُن مین کے پچاس کا سا ثواب تو فرمایا کہ نہین بلکہ تم مین کے پچاس آدمیون کا سا ثواب ملیگا۔ **قال المترجم** یہ زمانہ ہے کہ جو علامات حدیث شریف مین مذکور ہین وہ پورے ہونے کے قریب ہین لیکن از راہ بلاغت یہ نکلتا ہے کہ ابھی بالکل پورے نہین ہوئے ہین اگرچہ ایسا ہے کہ ٹھوڑی تک پانی آگیا پس اے اہل اسلام لوگون کو سمجھاؤ اور باز رہو۔ واللہ الموفق والمعین۔ ابو عامر الاشعری رض سے روایت ہے کہ ایک انمین سے چند روز حضرت صلعم کے پاس نہ آیا پھر آیا تو آپنے پوچھا اُسنے کہا کہ مین نے یہ آیت پڑھی۔ یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم الآیۃ۔ تو نبی صلعم نے فرمایا کہ تم کہان بہک گئے اسکے تو یہ معنی ہین کہ کافرون مین سے جو گمراہ ہوا وہ تم کو مضر نہین جب کہ تم راہ پر ہو۔ رواہ احمد و ابن ابی حاتم والطبرانی و ابن مردویہ اس روایت سے واضح ہے کہ امر بمعروف اسوقت تک اس سے موقوف نہ تھا اور نہ آیۃ مین اس بات پر دلالت تھی اور یہ مؤید قول اول ہے جو مفسر سیوطی رح نے بیان کیا اور قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالی کی حمد و ثنا کی پھر کہا کہ اے لوگو تم یہ آیت یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم الآیۃ پڑھتے ہو اور تم اسکو اسکے ٹھکانے سے دوسرے ٹھکانے رکھتے ہو یعنی دوسرے معنی سمجھتے ہو کہ امر بمعروف و نہی از منکر ضرور نہین ہے حالانکہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ لوگون نے جب ایسے کام کرتے دیکھا جو شرع مین منع ہین اور اسکو نہ مٹایا یعنی یہ سمجھایا و نہ منع کیا تو قریب ہے کہ اللہ تعالی

اُن سب کو عذاب مین مبتلا کرے اور ایک روایت مین کہا کہ واللہ یا تو تم امر معروف و نہی از منکر کرو اور یا تم سب کو علی العموم اللہ تعالیٰ کا عذاب پہونچے گا - رواہ الدارقطنی وابن حبان و احمد وابن جریر وابن ابی حاتم وابن المنذر وابن ماجہ والنسائی والبوداؤد وصححہ الترمذی اور مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ کی تاویل ایک معجزہ ہے کہ وہ ہر زمانہ کو شامل ہے چنانچہ زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین اس آیت کریمہ کے یہی معنی تھے کہ مسلمان اپنے دین پر مضبوط رہین اور کافر جو گمراہ ہوئے انسے انکو کچھ ضرر نہین اور مومنین آپس مین اپنے نفسون کو یعنی باہم مومنون کو ایک دوسرے کو ہدایت و راہ راست و عمل صالح پر رکھین - پھر ایک زمانہ اخیر آنیوالا ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے خاص نفس کو دین پر ثابت رکھے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ مین انفسکم جمع کا حکم بمنزلہ نفس واحد کے تھا اسی واسطے ثابت ہوا کہ مومنون نفس واحدہ کے ہین تو آپس مین ایک دوسرے کو سمجھانا و راہ پر رکھنا بمنزلہ اپنے نفس کی اصلاح کے تھا کیونکہ انمین حقد و حسد و کینہ تھا اور یہ بات اُن کی باہمی جھگڑون کے خیال سے نوبت سمجھ بات وہی ہے جو ہمین نے بیان کی اور تا وقتیکہ ایمان کو استقامت نہ ہوا اور دل منور نہ ہوا اسکی بحث مت کرو اور یہ اشارہ جان لو کہ چراغ کے پتنگے ایک دوسرے پر گرتے مرتے ہین حالانکہ باہم اُنمین کوئی حقد و حسد نہین ہے فلیتفکر و ایا اولی الالباب واللہ الملہم للصواب پس جب معلوم ہوا کہ بات یون ہے تو تفسیر آیت مین اس زمانہ کے گمراہون کی گمراہی سے عدم مضرت اور مسلمانون کی ہدایت واپنون کو لازم پکڑنا بھی صحیح ہے اور یہ بات کہ اسکی تاویل آئندہ زمانہ مین آویگی یہ بھی صحیح ہے - ابن مسعودؓ سے ایک نے یہی آیت پوچھی تھی آپنے فرمایا کہ اس آیت کا یہ زمانہ نہین یہ تو اس زمانہ مین مقبول ہے ولیکن قریب مین ایک زمانہ آنیوالا ہے کہ تم (یعنی جو اسوقت مومن ہوگا وہ) امر معروف کا حکم کروگے تو تمھارے ساتھ ایسا ایسا برتاؤ کیا جائیگا یا یون کہا کہ تم سے یہ نصیحت قبول نہ ہوگی تو ایسے وقت مین تم کو لازم ہوگا کہ اپنے نفس کو درست کئے رہو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ مضمون آیا ہے کہ یہ آیت ایسے لوگون کے واسطے ہے جو ہمارے بعد آوینگے اگر کہین گے تو اُن کی بات قبول نہ ہوگی اور ابن مردویہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت صلعم کے سامنے اس آیت کا ذکر ہوا تو آپنے فرمایا کہ مآل کار اس آیت کا جو وقت ہے ابھی نہین آیا اور عیسیٰ بن مریم جب تک نہین اُترینگے تب تک نہ آویگا اور ابی بن کعبؓ نے بھی کہا کہ قیامت کے قریب آخر زمانہ مین اسکی تاویل کا وقت ہوگا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد بیٹھے تھے اور دو آدمیون مین ایسی کچھ رنجش تھی جیسے لوگون مین ہوا کرتی ہے سو ایک دوسرے کی طرف اُٹھے پس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگردون مین سے ایک نے کہا کہ بھلا مین اُٹھکر اُن کو امر معروف و نہی از منکر کی فہمایش نکرون تو دوسرے شاگرد نے کہا کہ تو اپنے نفس کی اصلاح کو لازم پکڑ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مین فرماتا ہے علیکم انفسکم الآیۃ - سو ابن مسعودؓ نے سنکر فرمایا کہ ٹھہراے شخص اس آیت کی تاویل ابھی نہین آئی ہے اور قرآن اترا جب اُترا ولیکن اسمین چند آیات ایسے ہین کہ اُن کی تاویل تو اُترنے سے پہلے ہو چکی اور کچھ آیتین ایسی ہین کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ مین اُن کی تاویل واقع ہو چکی اور کچھ آیتین ایسی ہین کہ آنحضرت صلعم کے کچھ ہی دن بعد ان کی تاویل واقع ہوئی اور کچھ آیتین ایسی ہین کہ انکی تاویل قیامت کے روز واقع ہوگی سو جبتک تمھارے دل ایک ہین اور خواہشین ایک ہین تو آپس مین ایکدوسرے کو نیکی کا حکم کرو اور بدی سے منع کرو پھر جب تمھارے دل اور تمھاری خواہشین مختلف ہو جائین تو فقط اپنے نفس کو حکم کرو اور اسوقت مین ہم مسلمانون پر اسکی تاویل آویگی رواہ ابن جریر - ابن عمرؓ نے کہا کہ یہ آیت میری اور میرے اصحاب کیلئے نہین ہے کیونکہ رسول اللہ صلعم نے ہم لوگون کو فرمایا کہ خبردار تم مین جو حاضر ہین وہ غائبون کو میرا حکم پہونچادین سو ہم لوگ تو حاضر تھے اور تم لوگ غائب تھے ولیکن یہ آیت ایسی اقوام کے حق مین ہے جو ہم سب کے بعد آوینگی - رواہ ابن جریر اور قتادہؒ نے ابو مازنؒ سے روایت کی کہ مین زمانہ عثمانؓ مین مدینہ مین آیا تو مین نے مومنون کی ایک جماعت کو بیٹھا دیکھا ان مین سے ایک نے یہی آیت پڑھی تو اُن مین سے بہت نے فرمایا کہ آج تک تو اس کی تاویل کا وقت نہین آیا ہے - رواہ ابن جریر اور جبیر بن نفیرؓ سے روایت ہے کہ مین صحابہ رسول اللہ صلعم کے حلقہ مین بیٹھا اور مین سب سے چھوٹا تھا اور انھون نے امر معروف و نہی از منکر کا ذکر کیا تو مین بولا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن مین نہین فرمایا کہ علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل الآیۃ - تو سب کے سب ایک زبان مجھ پر جھک پڑے اور بولے کہ تو نے قرآن مین سے ایک آیت جدا کر لی تجکو اس کی مراد نہین معلوم اور نہ اسکی تاویل جانتا ہے سو مجھے یہ تمنا ہوئی کہ کاش مین نہ بولا ہوتا پھر وہ لوگ باتین کرتے رہے جب اُٹھنے لگے تو مجھ سے فرمایا کہ تو ابھی کم سن لڑکا ہے

Marfat.com

اور تو نے ایک آیت خالی تجھے اسکی تاویل نہیں معلوم اور نہیں جانتا کہ وہ کیا ہے اور شاید تجھے اس کی تاویل کا زمانہ ملجائے جب تو دیکھے کہ خواہش مال
واسکی چاہ مین بخل کی تابعداری کی جاتی ہے اور خواہش نفس کی پیروی ہوتی ہے اور ہر رائے والا اپنی رائے پر نازان ہے اور دنیا کی دوستی اختیار کی گئی
ہے تب تجھ پر لازم ہوگا کہ اپنے نفس کو لازم پکڑے سو جو کوئی گمراہ ہوگا وہ تجھے ضرر نہیں کریگا۔ رواہ ابن جریر۔ اور حسن بصری ؒ نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ الحمد للہ
کوئی مومن گذشتہ زمانہ مین اور کوئی مومن آیندہ زمانہ مین ایسا نہیں کہ ضرور اسکے پہلو مین ایک منافق نہ ہو جو اسکے اعمال کو برا جانے۔ سعید بن المسیب نے کہا کہ جب
تو نے معروف شرعی کا حکم کر دیا اور منکر سے منع کر دیا تو پھر جو کوئی گمراہ ہو جائے تجکو کچھ ضرر نہیں ہے اور ایسا ہی قول حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی سلف
کے بہت بزرگون سے مروی ہے۔ رواہ ابن جریر۔ **قال المترجم** قول سعید بن المسیب وغیرہ رحمہم اللہ سے آیت کی تیسری تاویل یہ نکلی کہ قولہ یا ایہا الذین
آمنوا علیکم انفسکم یعنی مومنو تم اپنے نفس کو لازم پکڑو کہ فرائض و واجبات ادا کرو اور از انجملہ یہ ہے کہ دوسرون کو امر معروف اور نہی از منکر کرو۔ پھر لا یضرکم من ضل
اذا اہتدیتم۔ جو کوئی گمراہ ہو جاوے وہ تم کو کچھ ضرر نہ ہوگا جبکہ تم نے ہدایت کی بات اختیار کی یعنی امر معروف و نہی از منکر جو تم پر واجب تھا ادا کر دیا پس فسق و فجور
والون کے عذاب مین تم گرفتار نہ ہوگے۔ شیخ ابن جریر رحمۃ اللہ نے بعد بیان اقوال کے کہا کہ ان اقوال مین سے اولی واصح قول ہمارے نزدیک وہ ہے جو حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا کہ اے مومنو طاعات الٰہی کو بجا لاؤ اور جو تم پر امر معروف و نہی از منکر اور ظالم و فاسق کا ہاتھ روکنا واجب و لازم ہے اسکو ادا کرو تو پھر کوئی
گمراہ ہوا کرے تم کو کچھ ضرر نہیں ہے۔ ابن المبارک ؒ نے کہا کہ قولہ علیکم انفسکم یعنی انفس المسلمین یعنی تم مسلمانون کے نفس کی اصلاح لازم پکڑو کہ آپسمین ایک دوسرے کو
نصیحت کرو پس اس آیت مین امر معروف و نہی از منکر کی نہایت تاکید ہے۔ **قال المترجم** یہ معنی اس آیت مین بہت جید و قوی ہین اور ظاہر آیت سے بہت مربوط
ہین اور مترجم ضعیف نے بتوفیق الٰہی عز و جل ایک بیان تحقیقی کی طرف اشارہ کیا اس سے ظاہر ہو گیا کہ جو اقوال علماء سلف و بزرگان دین سے اسکی تفسیر مین
مروی ہین سب بجائے خود صحیح ہین درحقیقت کچھ اختلاف نہیں ہے فلیتامل۔ الی اللہ مرجعکم جمیعا۔ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم سب کا مرجع ہے
ف۔ یعنی آخرت مین ہر مطیع و ہر عاصی کا اور ہر راہ پائے ہوئے و ہر گمراہ کا رجوع اسی کی طرف ہے اور یہ ایک چٹکے مین فیصلہ ہے۔ فینبئکم بما کنتم
تعملون۔ پس تم کو تمہارے اعمال سے آگاہ کریگا۔ ف۔ حتی کہ ایسے اعمال خیر و شر سے جن سے کہ تم خود آگاہ نہیں ہوا اور محصول اس کا یہ کہ ہر مطیع کو اسکا ثواب
اور ہر عاصی گمراہ کو اسکا عذاب دیگا پس اسمین ہر دو فریق کو وعدہ و وعید ہے اور تنبیہ ہے کہ کوئی کسی غیر کے اعمال سے ضرر نہ پائے گا۔ اور حدیث مین یہ مضمون آیا ہے
کہ زبان کی حفاظت چاہیئے بسا اوقات بندہ ایسی بات کہہ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایسی ناپسند ہوتی ہے کہ قیامت تک اس کی گردن پر وبال لکھا جاتا
ہے حالانکہ اسکو خود شعور نہیں ہوتا اور بسا اوقات ایسی بات کہہ جاتا ہے کہ تا قیامت اُسکے واسطے ثواب لکھا جاتا ہے حالانکہ بندہ نہیں جانتا ہے پس جو
حالت زبان کی ہے اسی پر نفس کو قیاس کرو کہ اسکی حفاظت کہانتک واجب و لازم ہے ف۔ **قال فی العرائس** قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم
الآیۃ۔ ظاہر معنی آیت کے لینا اہل تصوف کا مذہب ہے اور وہی معنی صحیح ہین اور تکلف و تاویل کرنا بایں گمان کہ نہیں بنتے ہین یہ فقط نفس و وہم کا تصور و فتور ہے پس
اس آیت کریمہ مین ظاہری معنی سے یہ نہیں لازم آتا کہ بھلی باتون کا حکم نہ کرو اور بری باتون سے منع نہ کرو بلکہ یہ تو ضرور کرو۔ لیکن آیت کریمہ مین ایک دقیق لطیفہ ہے کہ
قولہ علیکم انفسکم یعنی تم پر واجب ہے کہ اپنے نفس امارہ کی چھپی باتون کو دیکھتے و پہچانتے رہو اور اسکو غفلت مین مت چھوڑو کیونکہ اگر غافل چھوڑا تو وہ ربوبیت کا
دعوی کریگا جیسے فرعون نے انا ربکم الاعلی سے دعوی کیا تھا اور جب تم نفس کے مکر و فریب کو جانوگے تو قہر ازلی کا بھید تم پر کھل جائے گا اسی واسطے معروف ہوا
کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اور جس نے اوتعالیٰ عز و جل اپنے رب کو پہچانا تو اپنے رب کی بندگی مین مستقیم ہوا اور اسکی نظر رحمت مین آگیا پھر اسکو کسی کافر و مکار کا مکر و
فریب ٹیڑھی راہ نہیں لیجا سکتا ہے کیونکہ وہ حفظ الٰہی مین محفوظ ہو گیا بلکہ جو کوئی اسکے ساتھ مکر کرتا ہے تو ضرر اسکے حق مین نفع ہو جاتا ہے اور فساد اُس کے حق
مین اصلاح ہو جاتا ہے۔ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نفس کے اندر سر پوشیدہ ہے وہ کسی مخلوق کیواسطے آج تک ابھرا نہیں فقط فرعون کی آنکھون مین ابھرا

Marfat.com

تھا تو وہ کہنے لگا کہ انا ربکم الاعلیٰ ۔ اور اس بھید پر سات آسمانی اور سات زمینی پردے پڑے ہیں اور بندہ جب اپنے نفس کو ایک ایک پردہ زمین میں دفن کرتا جاتا ہے تو اسکا قلب ایک ایک آسمان کے پردہ پر چڑھتا جاتا ہے یہان تک کہ جب وہ نفس کو تحت الثریٰ مین دفن کرتا ہے تو اسکا قلب زیر عرش پہونچ جاتا ہے ۔ محمد بن علی بن الحسین نے فرمایا کہ اپنے نفس کی حفاظت کر اگر تو نے لوگون سے اُسکے شر کو دور کیا تو یہ بڑا حصہ تو نے ادا کر دیا حسین بن منصور کا خادم اس رات اُنکے پاس گیا جسکے صبح کو اپنے قتل ہو جانے کا وعدہ کیا تھا یعنی خبر دی تھی پس اُسنے کہا کہ مجھے کچھ وصیت کیجئے ۔ تو کہا کہ اپنے نفس کی نگہبانی کر اگر تو اسکو بندگی مین مشغول نہ کریگا تو وہ تجھے مشغول کر دیگا شیخ ابو عثمان سے یہی آیت کریمہ پوچھی گئی تو کہا کہ اپنے نفس کی حفاظت لازم کرلے ۔ اگر تو اس کی برائیون کی اصلاح کرنے مین اور اُس کے عیبون کے دور کرنے مین مشغول ہوگا تو مخلوق پر نظر کرنے اور ان مین گرنے سے تیری حفاظت رہیگی ۔ ورنہ وہ تجکو بلا مین ڈالکر ہلاک کر دیگا ۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا مترجم کہتا ہے کہ یہ لطیفہ جو اس آیت کے اشارہ مین شیخ رحمہ اللہ نے مع تحقیق ستری بیان کیا ہے سونے کے پانی سے لکھ لینے کے لائق ہے فلیتفکر ۔ اور حب نفس سے ادائے امانت و استقامت ہے اور بخل خود رائی نہیں تو دین عدل سے متوجہ ہے لہذا فرمایا ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ

اے ایمان والون گواہ تمھارے اندر جب ہو پہنچے کسی کو تم مین موت جب لگے وصیت کرنے دو شخص

ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُم مُّصِيبَةُ الْمَوْتِ ۚ

معتبر جاہیں تم مین سے یا دو اور ہون تمھارے سوائے اگر تم نے سفر کیا ہو ملک مین پھر ہو پہنچے تم پر مصیبت موت کی ۔

تَحْبِسُونَهُمَا مِن بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ إِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ

دونون کو کھڑا کرو بعد نماز کے وہ قسم کھاوین اللہ کی اگر تم کو شبہہ پڑے کہین ہم نہین بیچتے قسم مال پر اگرچہ کسی کو ہم سے

ذَا قُرْبَىٰ ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللَّهِ إِنَّا إِذًا لَّمِنَ الْآثِمِينَ ۝ فَإِنْ عُثِرَ عَلَىٰ

قرابت ہو ۔ اور ہم نہین چھپاتے اللہ کی گواہی نہین تو ہم گنہگار ہین ۔ پھر اگر خبر ہو جاوے کہ وہ

أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا فَآخَرَانِ يَقُومَانِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ

دونون حق دبا گئے گناہ سے تو دو اور کھڑے ہون اُن کی جگہ کہ جن کا حق دبا ہے اُن مین جو بہت

الْأَوْلَيَانِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِن شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا إِنَّا إِذًا

نزدیک ہین پھر قسم کھاوین اللہ کی کہ ہماری گواہی تحقیق ہے اُن کی گواہی سے اور ہم نے زیادہ نہین کیا نہین تو ہم

لَّمِنَ الظَّالِمِينَ ۝ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَىٰ وَجْهِهَا أَوْ يَخَافُوا أَن

بے انصاف ہین اس مین لگتا ہے کہ شہادت ادا کرین راہ پر یا ڈرین کہ اُلٹی پڑیگی قسم ہماری

ع ۱۴ تُرَدَّ أَيْمَانٌ بَعْدَ أَيْمَانِهِمْ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاسْمَعُوا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ ع

اُن کی قسم کے بعد اور ڈرتے رہو اللہ سے اور سن رکھو اور اللہ راہ نہین دیتا بے حکم لوگون کو

واضح ہو کہ ابو جعفر النحاس رح نے کہا کہ یہ تین آیتین علماء معانی کے نزدیک از راہ اعراب معنی و تفسیر و حکم کے بہت مشکل ہین ۔ کذا ذکرہ القرطبی ۔ اور مکی نے کہا کہ اس مین جو علوم ہین وہ چار جزو سے زیادہ مین بیان ہونے کے لائق ہین اور تفتازانی نے حاشیہ کشاف مین کہا کہ علماء معانی متفق ہین کہ بندون پر قرآن کی آیات مین سے یہ آیتین از راہ اعراب و نظم کلام کی توضیح کرنے مین بہت مشکل ہین اور سخاوی رح نے کہا کہ مین نے کسی کو نہین دیکھا جس نے اول سے آخر تک اس کلام کی تلخیص کی ہو اور مین کہتا

نے یہاں بہت زور دیا جیسا کہ بعض اہل عصر کی نقل پریشان سے ظاہر ہے بالجملہ یہ کلام باری تعالیٰ متین و دقیق ہے چنانچہ ایک ہی آیت کی متانت میں بانی علم والے
بندے وقت میں آگئے لیکن اللہ عزوجل کے واسطے حمد و ثنا ہے کہ اسنے کلام پاک ایسا بلیغ و فصیح ہونے کے باوجود ایسا واضح فرمایا کہ بندے مطیع اس کو سمجھتے اور حکم
لیکر پابندی کرتے ہیں اور جسقدر اطاعت و فرمانبرداری سے اُن کے قلوب منور ہوتے ہیں اُسیقدر اسرار و اشارات و حکمت و حقائق و دقائق سے ان کو کشف انوار حاصل
ہوتے ہیں والحمد اللہ رب العالمین تفسیر ان آیات کی حاصل کرنا چاہیے پس فرمایا۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یہ کلام مستانف متعلق بامور دنیا مربوط بامور آخرت ہے اسلیے
کہ کوئی امر دنیاوی نہیں جو مومن کے حق میں ثواب کا موروث نہ ہو لیکن اہل ایمان کو خطاب کرنا خود اسکو مشعر ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا۔ فرمایا۔ شَهَادَةُ
بَیْنِکُمْ چاہیے کہ گواہ ہو جاویں تمہارے درمیان میں پس یہ خبر بمعنی امر ہے اور شہادۃ کی اضافت بجانب بین بطریق اتساع ہے کیونکہ ظرف ہے بمانند قولہ ہذا
فراق بینی و بینک۔ اور بعض نے کہا کہ اصل میں شہادۃ ما بینکم۔ تھا بمانند ہذا فراق ما بینی۔ کے۔ اور شہادت کے معنی میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ یہاں معنی وصیت ہے
اور بعض نے کہا کہ شہادت بمعنی حضور ہے یعنی حاضر ہونا بغرض وصیت قبول کرنے کے۔ اور ابن جریر نے کہا کہ بمعنی قسم ہے اے یمین ما بینکم ان یحلف اثنان اور اسی کو قفال نے
نے اختیار کیا اور ابن عطیہؒ نے اسکو ضعیف کیا اور خود یہ اختیار کیا کہ شہادت شرعی مراد ہے بمعنی خبر دار کرنا کسی کے حق کی یا کسی حق واجبی کی دوسرے شخص کیلئے یا کسی دوسرے
شخص کے اوپر جیسا کہ فقہ میں مشروح مذکور۔ وجہ اس اختلاف کی اور منشا اس تاویل کا آئندہ واضح ہوگا۔ پہلے نظم کلام کو ذہن نشین کرنا چاہیے کہ شہادۃ بینکم اذا حضر
اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ الْوَصِیَّةِ اثْنٰنِ یعنی شہادت تمہارے درمیان میں جبکہ تم میں سے کسی کی موت حاضر ہو دو شخص ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ شہادۃ مبتدا اور
اثنان خبر ہے اور یہ بنتا نہیں تو جواب آنکہ شہادۃ بصورت خبر اور بمعنی امر ہے یعنی گواہ ہو دیں دو شخص کما قال الشیخ المفسر۔ اور بعض نے کہا کہ ذو الشہادۃ اثنان یعنی
گواہ ہو جانیوالے دو ہیں یا شہادۃ بینکم شہادۃ اثنین یعنی گواہی تمہارے درمیان دو مردوں کی گواہی ہے اور حین بدل از اذا ہے یا حضر کا ظرف ہے۔ اور بدل کی
تقویت کی گئی بنا بر ینکہ اسمیں تنبیہ ہے کہ وصیت ایک امر مہم ہے اسمیں سستی و غفلت نہ چاہیے۔ اگر کہا جاوے کہ حضور موت کے وقت وصیت کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ معتدل
ہے تو جواب یہ کہ حضور موت سے مراد یہ کہ موت کے اسباب و علامات ظاہر ہوں اگرچہ پیچھے وہ نہ مرے لیکن ان علامات سے غالب گمان پر وصیت پوری کر دے۔
حاصل آنکہ جب کسی کی موت کے علامات ظاہر ہوں تو گواہ کر دے وصیت کے وقت دو مردوں کو پھر دونوں کو بیان کیا۔ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ یعنی دونوں تم میں
سے دو عادل ہوں پس تین احتمال ہیں کہ منکم یعنی من المؤمنین اے مومنوں میں سے ہوں۔ دوم آنکہ منکم اے من قبیلۃ الموصی وصیت کرنے والے کے قبیلہ
سے ہوں سوم آنکہ منکم اے من اقاربکم وصیت کرنیوالے کے اقارب میں سے ہوں کیونکہ وہ میت کے حال سے زیادہ واقف اور اپنی پرہیزگاری سے اُسکے
عمدہ خیرخواہ و اصلاح کرنیوالے ہوں گے اور ظاہر آنکہ میت وصیت کنندہ اتنا خود جانتا ہے کہ پہلے وہ اقارب پرہیزگار کو وصی کریگا ورنہ اپنی قوم والوں میں سے
ورنہ اپنی ملت اسلام والوں میں سے وصی کریگا کیونکہ مسلمان دیندار عادل لامحالہ اصلاح و عدل واجب جانے گا۔ ہاں بعض اوقات اتفاق سے یہ پیش آتا ہے
کہ انمیں سے کوئی ممکن نہیں ہوتا مثلاً بتجارت کفرستان میں گیا لہذا اہل کفر ہی وہاں ملیں گے یا ساتھی کافر ہوں اسی واسطے آگے فرمایا۔ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ
غَیْرِکُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَاَصَابَتْکُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ
اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِیْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِیْنَ۝
شیخ ابن کثیرؒ نے بروایت و حکایت ابن ابی حاتم کے حضرت ابن عباسؓ و ایک جماعت کبار تابعین سے اثنان ذوا عدل منکم کی تفسیر یہ بیان کی کہ دو مرد عادل
مسلمین سے ہوں اور کہا کہ یہی جمہور کا قول ہے اور علی ہذا قولہ او آخران کے یہ معنی ہوئے کہ یا شاہد ہوں دو مرد تمہارے غیر سے یعنی تمہاری ملت اسلام کے سوائے
غیر ملت سے دو مرد گواہ کر لو اگر یہ اتفاق پیش آوے کہ تم نے سفر کیا ہو زمین کے کسی ملک میں اور وہاں تم کو موت کی مصیبت پیش آئی۔ قال فی الکمالین
ظاہر یہ ہے کہ شرطیہ کو یعنی قولہ ان ضربتم فی الارض الخ فقط آخران من غیرکم کے ساتھ قید ہے اور معنی یہ ہیں کہ حضور موت کے وقت چاہیے کہ تم میں سے دو مرد عادل

گواہ ہون اگر تم مین سے ملنا متعذر ہو جیسے سفر کی حالت مین اتفاق سے مصیبت موت پیش آئی تو دو مرد تمہارے غیر ملت ہون اور بعض نے کہا کہ یہ شرط اصل شہادت مین ہے یعنی آنکہ یون شاہد کر لینا اس شرط پر کہ تم نے سفر کیا اور وہان مصیبت موت پیش آئی۔ **قال المترجم** مفسر رحمہ اللہ کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اول ہی مختار ہے کیونکہ کلام مابعد کو آخران کی صفت قرار دیا اور شرطیہ جملہ بیچ مین معترضہ ہے بغرض بیان اس بات کے کہ آخران من الغیر جبھی روا ہین کہ حالت سفر وغیرہ سے اتفاقی موت آنے مین ذوا عدل منکم۔ پائے نہ جاوین۔ تو غیر ملت سے دو مرد شاہد کر لو اور چونکہ اُن کی عدالت بسبب کفر و شرک کے معتبر نہین ہے لہذا اگر شک ہے تو اُن سے قسم لے لی جاوے۔ **قال ابن کثیر** رحمہ اللہ اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ او آخران من غیرکم۔ کہا کہ غیر مسلمین مین سے یعنی اہل کتاب یہود و نصاریٰ مین سے۔ پھر ابن ابی حاتم نے کہا کہ ایک جماعت کثیر تابعین سے مانند عبیدہ سلمانی و شریح و سعید بن المسیب و یحییٰ بن یعمر و محمد بن سیرین و عکرمہ و مجاہد و سعید بن جبیر و شعبی و ابراہیم نخعی و قتادہ و ابو مجلز و سدی و مقاتل و عبدالرحمن بن زید وغیرہم سے اسکے مانند مروی ہے اور ابن جریر نے عکرمہ و عبیدہ و چند علماء دیگر سے ذوا عدل منکم کی تفسیر مین نقل کیا کہ مراد آنکہ دو عادل تمہارے قبیلہ سے ہون یعنی وصیت کرنیوالے کے قوم و قبیلہ سے ہون ابن کثیر نے کہا کہ بنابر اس قول کے قولہ او آخران من غیرکم سے یہ مراد ہوگی کہ یا دو مرد موصی کے قبیلہ کے سوائے دوسرے کسی قبیلہ سے ہون **قال المترجم** قول اول پر تو ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان پر کافرون کی مطلقاً شہادت یا کافرون مین سے اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی شہادت فی الجملہ روا ہے اگرچہ خاص ایسے واقعہ مین ہو۔ اور دوسرے قول کے موافق کافران اہل کتاب کی شہادت مسلمان کے حق مین روا ہونا ثابت نہین ہوتی خصوص جبکہ اور حدیث صحیح و آیت دیگر اس عدم جواز کے تنصیص کرتی ہے کیونکہ موصی کے غیر قبیلہ سے ہونا ضرور نہین کہ کافرون سے ہون بلکہ دوسرے قبائل اسلام سے ہون گے بدلیل حدیث و آیت دیگر کے فافہم۔ اور بر تقدیر یکہ قول جمہور کے موافق منکم کی تفسیر من المسلمین ہو اور من غیرکم کی تفسیر من غیر المسلمین ہو تب بھی یہ لازم ہوتا کہ فی الجملہ ایسی صورت مین کافر کی شہادت مومن پر روا ہے یہ بھی لازم آویگا کہ شہادۃ بینکم سے شرعی گواہی مراد ہو اور اگر اسکو وصی کر دینا مراد ہے تو معنی یہ ہون گے کہ کافرون مین سے دو مرد وصی کر لو پس وہ محذور وارد نہ ہوگا مگر آنکہ معنی وصیت مین تامل ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قولہ و آخران من غیرکم اے من غیر قبیلۃ الوصی اسکو ابن ابی حاتم نے حسن بصری و زہری رحمہما اللہ سے بھی روایت کیا۔ اور فرمایا کہ قولہ تعالیٰ ان انتم ضربتم فی الارض۔ اے اگر تم نے سفر کیا ہو ملک مین فاصابتکم مصیبۃ الموت پھر وہان تم کو مصیبت موت کی آ پہونچی ہو پس مومنون کے نہ ملنے کے وقت ذمیون و کافرون کا گواہ کر لینا انھین دونون شرطون سے جائز قرار پایا۔ ایک یہ کہ ایسے سفر مین ہو اور دوم آنکہ یہ وصیت مین ہو اور شریح قاضی رحمۃ اللہ نے اسکی تصریح کر دی چنانچہ اعمش[۱] نے ابراہیم نخعی سے انھون نے شریح سے روایت کی کہ فرمایا یہود و نصاریٰ کی گواہی نہین جائز ہے مگر سفر مین اور اسمین بھی نہین جائز ہے مگر فقط وصیت مین رواہ ابن جریر ثم رواہ عن ابی کریب عن ابی بکر بن عیاش عن ابی اسحاق السبیعی عن شریح رحمہ اللہ مثلہ اور یہی قول امام احمد بن حنبل سے بھی مروی ہے۔ **قال ابن کثیر** رحمہ اللہ امام احمد رحمہ اللہ اس مسئلہ مین منفرد ہین اور باقی تینون امام یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ و مالک و شافعی رحمہم اللہ نے خلاف کیا اور کہا کہ ذمیون کی گواہی مسلمانون پر نہین جائز ہے ہان امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ جائز رکھا ہے کہ ذمی لوگ آپس مین ایک دوسرے پر گواہی دین تو ذمی کی گواہی دوسرے ذمی پر قبول ہوگی اگرچہ اُن کی ملت مختلف ہو مثلاً کوئی یہودی ہو کوئی نصرانی ہو۔ **قال المترجم** اگر کہا جاوے کہ ان ائمہ فقہاء کے نزدیک آیت کریمہ کے کیا معنی ہین تو جواب مین دو وجہ ہین۔ الاول معنی آنکہ دو عادل گواہ اپنے قبیلہ سے لیوے یا دو گواہ غیر قبیلہ سے لیوے مگر مسلمان ہون زہری رحمہ اللہ نے کہا کہ سنت مین یہ بات متقرر ہو چکی کہ کافر کی گواہی مسلمان پر نہین روا ہے نہ حضر مین اور نہ سفر مین اور یہ آیت تو مسلمان کی گواہی مین ہے لیکن ایک اور اشکال وارد ہوتا ہے کہ گواہ پر قسم نہین عائد ہوتی ہے اور یہان قسم مذکور ہے۔ اور یہ اشکال جواب کی وجہ دوم سے منحل ہو سکتا ہے اور وجہ دوم آنکہ شہادت سے مراد وصیت ہے **قال ابن کثیر** رحمہ اللہ شیخ ابن جریر رحمہ اللہ نے کہا کہ اسمین علماء کے دو قول ہین محمد بن اسحاق نے روایت کی کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس آیت مین ایسے مرد کا حکم بیان ہے کہ اپنے مال لیکر سفر کیا اور وہان

[۱] یہ تینون تابعی ہین اور یہ نسل ابن ابی حاتم کی ہین تابعی نے بعض سے بعض سے روایت کی ہے اور یہ اسناد صحیح ہے شیخ ابن جریر نے کہا حدثنا عمرو بن علی قال حدثنا ابو معاویہ ووکیع قالا حدثنا الاعمش عن ابراہیم عن شریح الخ و ہذا الاسناد جید صحیح ۱۲

اسکو موت آئی پس اگر وہ دو مرد مسلمان پاوے تو اُن کو اپنا ترکہ دیوے اور اُن پر دو عادل مسلمان گواہ کرے ۔ رواہ ابن ابی حاتم بسند منقطع قال المترجم
اور یہ بیان اُس آیت کے ظاہر سے خلاف ہے اور شاید بطریق اجتہاد کے نسخ و تخصیص و توفیق کے مفاد بعد آیت کریمہ یہ بیان فرمایا یا نقط اثنان ذوا عدل منکم
کی تفسیر ہے ۔ فافہم اور کہا کہ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ دونوں گواہ ہونگے اور یہی ظاہر سیاق آیت ہے غایت آنکہ اگر وصی ہوں تو وہ وصی و شاہد دونوں
وصف سے موصوف ہوں گے جیسا کہ قصہ تمیم الداری و عدی بن بداء سے ظاہر ہے جیسا کہ عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگا اور شیخ ابن جریرؒ
نے اشکال پیش کیا کہ ہم کو کوئی ایسا حکم نہیں معلوم ہوتا کہ جسمیں گواہ پر قسم عائد ہو اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ آیت تو خود مستقل ہے کسی دوسرے احکام
پر اسکے حکم کا قیاس نہیں پس نہ معلوم ہونا اسکے حکم کا مانع نہیں ہو سکتا علاوہ بریں یہ حکم خاص گواہی خاص در محل خاص ہے اور نہیں وہ امور پیدا ہوئے
جو اور صورتوں میں نہیں ہیں پس جب اُس کے گواہ میں شک ہوا تو بمقتضائے مدلول آیت کریمہ اس سے قسم لیجائیگی ۔ وجہ سوم آنکہ آیت کریمہ منسوخ
ہے جیسا کہ عوفی ؒ نے ابن عباس ؓ سے روایت کی اور حماد بن ابی سلیمان نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ یہ آیت منسوخ ہے اور یہ رد کر دیا گیا کہ دعوی
نسخ بدون دلیل ہے اور ابن جریر نے کہا جمہور کے نزدیک محکم ہے منسوخ نہیں ہے اور سبب نزول بھی موئد جواز شہادت کافر بر مسلم فی الجملہ یعنی ایسے واقعہ میت
سفر میں ہے جیسا کہ آتا ہے اور معنی قولہ تحبسونہما من بعد الصلوۃ یعنی سفر میں ۔ اگر کفرستان میں یا ایسے مقام پر موت آوے کہ تمکو مسلمان عادل نہیں اور تم نے
مسلمانوں کے سوائے کسی دوسری ملت کے گواہ کر لئے اور ترکہ دیدیا اور موصی مر گیا اور یہ دونوں ترکہ لیکر موصی کے وطن میں آئے پس اگر ترکہ پورا بدون شک
شبہ کے وارثوں نے پایا تو خیر ورنہ ان دونوں کو روک لو بعد نماز کے وقت میں یعنی بعد نماز کے وقت میں کھڑا کرو اور نماز سے مراد نماز عصر ہے جیسا کہ ابن
عباس ؓ و جماعت کثیر علماء تابعین سے مروی ہے اور آیت میں اسواسطے معین نہیں کیا کہ خود ان لوگوں کے نزدیک متعین تھا اور یہ وقت ایسا ہے کہ جو اس میں
جھوٹی قسم کھاوے وہ مورد غضب الٰہی ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ اُس وقت سب دین والے اسوقت کو معظم جانتے تھے اور اسوقت جھوٹی قسم سے خوف
و اجتناب کرتے تھے اور زہری ؒ نے کہا کہ مسلمانوں کی نماز کے بعد یعنی کوئی نماز ہو اور یہی قرطبی نے ذکر کیا ہے اور سدی ؒ نے ابن عباس ؓ سے
روایت کی کہ ان دونوں گواہوں کے دین میں جو نماز ہو اسکے بعد اور یہ بھی ایک جماعت کا قول ہے اور مقصود یہ ہے کہ دونوں کو ایسے وقت میں کھڑا کیا
جاوے جسوقت لوگ مجتمع ہوں کہ اُن کے حضور میں قسم کھاویں تاکہ فضیحت سے خوف کریں اور قولہ فیقسمان باللہ ان ارتبتم لا نشتری بہ ثمنا ولو کان ذا قربیٰ
یعنی ارتبتم فیہما فیقولان بعد الصلوۃ و یقسمان ۔ حاصل آنکہ در صورتیکہ موصی میت کے وارثوں کو ترکہ وغیرہ میں شک ہو تو بعد نماز کے دونوں گواہوں کو کھڑا کریں اور
دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاویں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے اور اس کے عوض میں یعنی اُس کے عہد عوض ثمن قلیل و متاع دنیاوی فانی نہ لیں گے اگرچہ وہ
شخص جسکے واسطے قسم کھاتے ہیں یا جسکے واسطے گواہی دیتے ہیں ہماری قرابت والا ہو اور ہم اللہ تعالیٰ کی گواہی جسکے ٹھیک قائم رکھنے کا اسنے حکم کیا
ہے نہیں چھپاوینگے اور اگر ہم اسکو چھپاویں تو گنہگاروں میں سے ہوں گے ۔ واضح ہو کہ قولہ لا نکتم شہادۃ اللہ ۔ کے اشارہ سے ابن عباس و غیرہم نے
کہا ہے کہ آخران من غیرکم ۔ سے اہل کتاب مراد ہیں اور سبب نزول میں بھی دونوں نصرانی تھے ۔ فان عثر علی انہما استحقا اثما یعنی پھر اگر دونوں
گواہوں کے قسم کھانے کے بعد اطلاع ہوئی اس بات پر کہ دونوں مستحق ہوئے ہیں کسی گناہ کے ف یعنی دونوں نے کوئی ایسا فعل کیا ہے جو
گناہ کا موجب ہے مانند خیانت کے یا گواہی میں جھوٹ بولنے کے بایں طور کہ مثلاً دونوں کے پاس یا ایک کے پاس کوئی ایسی چیز پائی گئی جس سے دونوں
پر خیانت کا اتہام ہوا اور دونوں نے دعوی کیا کہ ہم نے اسکو میت سے خریدا ہے یا میت نے ہمارے دینے کو اس کی وصیت کر دی تھی ۔ فاخران
یقومان مقامہما تو دوسرے دو شخص قائم ہوں ان دونوں کے مقام میں یعنی اس بات میں قائم مقام ہوں کہ قسم اُن کی طرف متوجہ ہو یعنی قسم کھاویں
دوسرے دونوں ۔ پھر یہ دوسرے دونوں کون ہیں تو بیان فرمایا من الذین استحق علیہم الاولیان یعنی وصیت وہم الورثۃ یعنی دوسرے دونوں ان لوگوں میں

Marfat.com

میں سے ہوں جن پر استحقاق ہوا ہے یعنی وصیت کا ان پر استحقاق ہوا اور وہ موصی میت کے وارث لوگ ہیں پھر وارثوں میں سے بھی کیسے دونوں وارث ہوں تو بیان فرمایا۔ الْأَوْلَيَانِ اے کل واحد اولی بالمیت اے الاقرب الیہ یعنی یہ دونوں ایسے وارث ہوں کہ ان میں سے ہر ایک میت موصی کے ساتھ ناتے میں اولی ہو یعنی بہت قریب ہو بہ نسبت باقی وارثوں کے۔ وفی قراۃ الاولین جمع اول صفۃ او بدل من الذین اور ایک قراۃ میں جو غیر مشہور ہے بجائے اولیان کے اولین آیا اور وہ جمع اول ہے پس یہ الذین سے بدل ہے یا صفت ہے۔ حاصل آنکہ اگر میت کے گواہوں پر خیانت وغیرہ کا اتہام ہو تو میت موصی کے وارثوں میں سے دو آدمی جو زیادہ قریب ہوں وہ بجائے گواہوں کے اس بات میں قائم مقام ہوں کہ اُن سے قسم لی جاوے۔ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ۔ پس وہ دونوں قسم کھائیں اللہ تعالیٰ کی ف کہ میت کے دونوں گواہوں نے خیانت کی اور کہیں لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِن شَهَادَتِهِمَا۔ کہ ہماری گواہی احق ہے بہ نسبت ان دونوں کی قسم کے ف یعنی ہماری قسم بہ نسبت اُن دونوں کے سچی ہے۔ وَمَا اعْتَدَيْنَا۔ اور ہم نے اعتدا نہیں کیا۔ ف یعنی قسم کھانے میں سچائی اور حق بات سے تجاوز نہیں کیا اور اگر ایسا کیا ہو تو إِنَّا إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ روی البخاری ان رجلا من بنی سہم خرج مع تمیم الداری وعدی بن بداء فمات السہمی بارض لیس بہا مسلم فلما قدما بترکتہ فقدوا جاما من فضۃ مخوصا بالذہب فرفعا الی النبی صلعم فنزلت فاحلفہما ثم وجد الجام بمکۃ فقال ابتعناہ من تمیم وعدی فنزلت الآیۃ الثانیۃ فقام رجلان من اولیاء السہمی فحلفا وفی روایۃ الترمذی فقام عمرو بن العاص ورجل آخر منہم فحلفا وکانا اقرب الیہ۔ وفی روایۃ فمرض فاوصی الیہما وامرہما ان یبلغا ما ترک اہلہ فلما مات اخذا الجام ودفعا الی اہلہ ما بقی مفسرؒ نے اس آیت کریمہ کے معنی خلاصہ کر کے بیان کر دیے ہیں اگرچہ آیت کریمہ میں دلالات دیگر ہیں بالجملہ جو مفسرؒ نے معنی بیان کئے وہ توضیح کے ساتھ یوں ہیں کہ اس کلام پاک کے یہ معنی ہیں کہ جس مسلمان پر موت کے اسباب ظاہر ہوں تو چاہیئے کہ گواہ کر لے اپنی وصیت پر دو مرد یا یہ معنی ہیں کہ وصی کرے دو مرد کو اور یہ دو مرد اسکے دین والے یعنی مسلمان ہوں یا اگر سفر کے مانند کسی وجہ و اتفاق سے مسلمان نہ ملیں تو غیر ملت سے ہوں تا کہ درستی کے ساتھ اس میت کی وصیت و ترکہ بحفاظت اُس کے وارثوں کو پہونچا دیں پھر اگر وارثوں کو ان دونوں کی طرف شک پیدا ہوا اور وارث دعوی کریں کہ ان دونوں نے کوئی چیز ترکہ میں سے لیکر خیانت کی یا کسی شخص کو دیدی اس عزم کے ساتھ کہ میت نے اس شخص کو یہ خبر دینے کی وصیت کی تھی تو چاہیئے کہ ان دونوں سے قسم لی جاوے اور قسم میں وقت کی تغلیظ کی جاوے یعنی بعد نماز عصر کے قسم لی جاوے اور عبارت قسم میں تغلیظ کی جاوے جیسا کہ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ لَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ تا قولہ لَمِنَ الْآثِمِينَ۔ مذکور ہے پھر اگر یہ دونوں اس طرح قسم کھا گئے اور بعد اس کے کوئی ایسی علامت پر اطلاع ہوئی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں نے جھوٹی قسم کھائی ہے مثلاً جو چیز گم ہوئی ہے وہ ان دونوں میں کسی کے پاس نکلی اور ان دونوں نے دعوی کیا کہ میت نے ہم کو ہبہ کر دی یا ہم نے اس سے خریدی ہے اور وارثوں نے اس سے انکار کیا حتی کہ منکر پر گواہ لانا یا قسم کھانا واجب ہوا اور گواہ نہیں پس قسم کھلائی گئی تو میت کے وارثوں میں سے جو سب سے قریب ناتے دار ہوں وہ اُن دونوں کے جھوٹے ہونے اور اپنے دعوے کے سچے ہونے پر قسم کھاویں قال المترجم۔ وارث اپنے دعوے کی سچائی پر قسم کھاویں گے اور اس میں دلیل ہے کہ قسم میں تغلیظ کرنا روا ہے مثلاً جو وقت تعظیم کے ہیں مانند عصر وغیرہ کے اسوقت سے قسم کو بھاری کرے یا مثلاً مکہ میں رکن و مقام کے درمیان کھڑا کر کے قسم لے یا مدینہ میں مسجد نبوی میں یا بیت المقدس کی مسجد میں یا دوسرے شہروں کی بڑی مسجد یا جامع مسجد میں قسم لے ولیکن فقہائے حنفیہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مانند اللہ وحدہ لاشریک حی قیوم خالق رازق علیم و شاہد حاضر ناظر ایسے صفات سے تغلیظ کرے اور جو باتیں ممنوع ہیں اُن سے تغلیظ نہ کرے مانند آنکہ نصرانی سے صلیب کی قسم یا یہودی سے اسیطرح کی بے بنیاد بات پر جو فسق ہے تغلیظ نہ کرے۔ پھر آگے مفسرؒ نے اس اشکال کا کہ گواہ پر قسم نہیں ہوتی ہے یوں جواب دیا کہ۔ آیت میں موت کے روبرو ہو جانے پر دو مردوں کو مقرر کرنے سے اگر مراد یہ کہ دو وصی مقرر کرے تو جیسا کہ آیت نازل ہونے کے وقت حکم ہوا تھا ویسا ہی اب بھی برابر باقی

ف مقامات اور اوقات متبرکہ میں قسم لینا جائز ہے ۱۲

Marfat.com

اور اگر مراد یہ کہ دو گواہ مقرر کرے تو دوسری آیت واحادیث سے ثابت ہوا کہ حکم منسوخ ہے کیونکہ سنت مستقر ہو چکی کہ گواہ پر قسم نہیں ہے پس معلوم ہو گیا کہ بعد کو اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا اور یہی امام ابو حنیفہ ومالک وشافعی رحمہم اللہ کا قول ہے لیکن فتاوی حنفیہ میں مذکور ہے کہ اگر گواہ کی عدالت و پرہیزگاری بتانے والا کوئی نہ ملا اور دوسرے فریق مخاصم نے گواہ میں طعن کیا کہ یہ عادل نہیں جھوٹا ہے تو احتیاطاً اس سے قسم لی جائے اور زیر مفسرحؒ نے کہا کہ جیسے گواہوں سے قسم لینا منسوخ ہے ایسے ہی سوائے مسلمانوں کے غیر ملت والوں کی گواہی بھی مسلمان پر جائز ہونا منسوخ ہوا کیونکہ اللہ تعالی نے بقولہ واشھدوا ذوا عدل منکم۔ میں مسلمانوں پر مسلمان گواہ ہونا فرمایا ہے اور حدیث میں صحیح ہوا کہ کافر کی گواہی مسلمان پر روا نہیں ہے اور امام احمدؒ نے برخلاف تینوں اماموں کے خاص ایسے واقعہ میں کافر کی گواہی مسلمان پر جائز سمجھی ہے اور من بعد الصلوٰۃ یعنی بعد نماز عصر کے قسم لئے جانے کی خصوصیت فقط اسی واسطے کہ وہ وقت بڑی برکت وجماعت کا ہے ہر قوم وملت کے نزدیک لائق تعظیم وقت ہے تو قسم بھاری ہوگی کہ جھوٹی قسم نہ کھائے گا اور آیت میں وارثوں میں سے سب سے قریب وارثوں میں سے فقط دو وارث کی خصوصیت قسم کھانے میں مقصود نہیں بلکہ جتنے وارث کہ زیادہ قریب ہوں سب برابر ہیں اور آیت میں دو ہی کا ذکر فقط اس خاص واقعہ کی وجہ سے ہے جسکے سبب سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے چنانچہ مفسرین علماء سلف وخلف کے نزدیک بالاتفاق اس آیت کا سبب نزول یہ قصہ ہوا جو ابو الشیخ وابن مردویہ وابن جریر وابن المنذر وطبرانی ونحاس وترمذی وبخاری نے تاریخ میں ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ بنی سہم میں سے ایک شخص سفر کو نکلا تمیم الداری وعدی بن بداء کے ساتھ اور یہ دونوں اسوقت نصرانی تھے۔ پھر سہمی ایسے شہر میں مر گیا جہاں کوئی مسلمان نہ تھا پھر جب دونوں ساتھی نصرانی اسکا ترکہ یعنی چھوڑا ہوا مال لیکر آئے تو سہمی کے وارثوں نے ایک جام گم پایا جو چاندی کا تھا اور اسپر سونے کی تحریریں تھیں (اور یہ اسکی تجارت کا عمدہ مال تھا جو وہ بادشاہ روم کے لئے لے گیا تھا) پس اس کے وارث ان دونوں کو نبی صلعم کے پاس نالش کرنے کو حاضر لائے تب یہ آیت اُتری (بعض روایت میں ہے کہ قولہ انا اذا لمن الآثمین تک اُتری تھی) پس آنحضرت صلعم نے دونوں سے قسم لی اور دونوں قسم کھا گئے۔ پھر وہ جام مکہ معظمہ میں پا لیا اور جس کے پاس نکلا اُسنے کہا کہ ہم نے تمیم وعدی سے خریدا ہے پس دوسری آیت نازل ہوئی (یعنی فان عثر علی انہما استحقا اثما الآیہ) پس سہمی کے وارثوں میں سے دو مرد کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے قسم کھائی۔ اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ عمرو بن العاص بن وائل السہمی اور ایک دوسرا مرد سہمی دونوں نے قسم کھائی اور یہ دو ہی اس مرد میت کے اقرب الوارث تھے۔ اور دوسری روایت ترمذی میں مصرح ہے کہ مرد سہمی نے اس سرزمین میں مریض ہوکر تمیم وعدی کو اپنا وصی مقرر کیا تھا اور کہا تھا کہ جو مال میں چھوڑ کر مروں وہ میرے وارثوں کو پہونچا دینا پھر جب وہ مر گیا تو دونوں نے جام مذکور نکال لیا اور باقی مال وارثوں کو دیدیا تھا قال المترجم ابن عباس نے تمیم الداری رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ لوگ سب اس آیت سے بری ہیں سوائے میرے اور عدی بن بداء کے اور ہم دونوں نصرانی تھے اور ملک شام کو تجارت کے واسطے آتے جاتے تھے اور ہم شام میں تھے کہ ناگاہ بنو سہم کا آزاد کیا ہوا غلام جس کا نام بدیل بن ابی مریم تھا مال تجارت لئے ہوئے شام میں وارد ہوا اور اسکے پاس ایک چاندی کا جام تھا جو بادشاہ شام کے پاس لئے جاتا تھا اور یہی اس کی تجارت میں بڑی چیز تھی وہ بیمار ہوا اور ان دونوں کو اپنا وصی مقرر کیا کہ میرا ترکہ میرے لوگوں کو پہونچا دینا تمیم نے کہا کہ جب وہ مر گیا تو ہم نے وہ جام لیکر ہزار روپیہ کو بیچا اور آدھا آدھا بانٹ لیا پھر جب ہم لوگوں پاس لوٹ کر آئے تو اُسکا مال جو ہمارے ساتھ تھا دیدیا ان کو وہ جام نہ ملا تو ہم سے پوچھنے لگے ہم نے کہا کہ ہم کو اُسنے یہی دیا تھا اور کچھ نہیں دیا تمیم نے بیان کیا کہ آنحضرت صلعم کے مدینہ آنے کے بعد جب میں مسلمان ہوا تو مجھکو خوف پیدا ہوا کہ میں نے وہ بڑا گناہ کیا ہے پس میں اسکے لوگوں پاس آیا اور میں نے سب حال بیان کیا اور پانچ سو روپیہ اُن کو دیدیئے اور آگاہ کر دیا کہ اسی قدر میرے دوسرے ساتھی پاس ہیں تو یہ لوگ اس پر چڑھ دوڑے پس آنحضرت صلعم نے اُن کو حکم دیا کہ قسم دلاویں الحدیث۔ رواہ ابن ابی حاتم والترمذی وابن جریر اور یہ روایت بسبب ابو النضر محمد بن السائب کلبی کے جس سے تفسیر میں ذکر آتا ہے صحیح نہیں ہو لیکن یہ قصہ ابن عباسؓ سے بنا بر روایت مذکورہ تفسیر کے بروایت محمد بن ابی القاسم کے مختصر طور پر اہل فن نے روایت کیا

Marfat.com

اور محمد بن القاسم کو کہا گیا کہ صالح الحدیث ہے اور اس قصہ کو مرسل طور پر بہت سے علماء ثقات تابعین نے بیان کیا ہے اور اسمین بیان ہے کہ قسم لینا بعد نماز عصر کے واقع ہوا اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ تابعین رحمہم اللہ سے بہ کثرت روایت بطریق ارسال کے اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قصہ ان مین مشہور تھا اور اس کی صحت کی شاہد وہ روایت ہے جو ابو موسی اشعری کے زمانہ مین کوفہ مین واقع ہوا اس کو ابن جریر نے روایت کیا اور اسمین مذکور ہے کہ ابو موسیٰؓ نے کہا کہ یہ نادر واقعہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین واقع ہونے کے بعد پھر نہین ہوا تھا اور اس واقعہ کے بھی دونون وصی نصرانی تھے اُن سے بعد نماز عصر کے حضرت ابو موسیٰؓ نے اللہ تعالی کی قسم لی کہ تم نے خیانت نہین کی ہے اور نہ کچھ جھوٹ بنایا اور نہ کچھ بدلا اور نہ کچھ چھپایا اور نہ کچھ بگاڑا ہے اور یہ اس مرد مسلمان کی وصیت اور یہی اسکا ترکہ ہے اور ابن جریر نے اسکو دو طریق سے ابو موسیٰؓ سے روایت کیا اور دونون اسناد صحیح ہین۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ تمیم بن اوس الداری کا مسلمان ہونا ہجرت کے نوین سال مذکور ہے پس جو شخص اس آیت کے حکم کو منسوخ ٹھہراتا ہے حالانکہ اسکا متاخر ہے وہ کسی دلیل فاصل کو لاوے۔ قال المترجم تمیم داری کا مسلمان ہونا مع قصہ جساسہ کے کتاب الاشراط صحیح مسلم مین مروی ہے ولیکن انکے اسلام متاخر ہونے سے حکم کا امتداد اسوقت تک ضرور نہین کیونکہ وہ اُن کی جہالت کے حال کا واقعہ ہے مگر آنکہ فیصلہ ابو موسیٰؓ البتہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حکم منسوخ نہین ہے فتدبر۔ اور ابن جریر کی روایت قضاء ابو موسیٰؓ مین ابن عباسؓ سے ہے کہ ابو موسیٰؓ نے چاہا کہ عصر کے بعد دونون نصرانیون سے قسم لیوین تو مین نے کہا کہ یہ دونون آدمی نماز عصر کے بعد کی کچھ پروا نہین کرتے ہین آپ ان دونون سے ان کے دین کے موافق اُن کی نماز کے بعد قسم لیجئے۔ قال المترجم شاید ابو موسیٰؓ نے اسکو نہین مانا بلکہ احتیاطاً جسوقت مین حضرت صلعم کے زمانہ مین قسم لی گئی تھی وہی وقت برقرار رکھا لیکن کلام ابن عباسؓ سے نکلا کہ عصر کی خصوصیت نہین بلکہ تغلیظ مقصود ہے۔ عن ابراہیم النخعی وسعید بن جبیر ان دونون نے کہا کہ جب سفر مین کسی کی وفات کا وقت آجاوے تو وہ مسلمانون مین سے دو آدمی گواہ کرے اور اگر نہ پاوے۔ تو اہل کتاب مین سے دو مرد گواہ کرے پھر جب وہ دونون ترکہ لاوین پس اگر وارث لوگ اُن کی تصدیق کرین تو دونون کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون کو متہم سمجھین تو نماز عصر کے بعد دونون سے قسم لی جاوے کہ واللہ باللہ ہم نے نہین چھپایا اور نہ جھوٹ باندھا اور نہ خیانت کی اور نہ کچھ بدلا۔ رواہ ابن جریرؒ۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس فی تفسیر ہذہ الآیۃ۔ اگر وارثون نے دونون کی گواہی مین شک کیا تو دونون سے بعد نماز عصر کے قسم لی جاوے کہ واللہ باللہ ہم نے اپنی گواہی کے بدلے ثمن قلیل نہین خریدا پھر اگر میت کے اولیاء اس امر پر مطلع ہون کہ دونون کافرون نے اپنی گواہی مین جھوٹ بولا تو اولیاء مین سے دو مرد کھڑے ہون اور قسم کھاوین کہ واللہ دونون کافرون کی گواہی باطل ہے اور ہم نے حد سے تجاوز نہین کیا پس کافرون کی شہادت رد کردیجائے گی اور اولیاء کی شہادت جائز رکھی جائے گی۔ وہکذا روی العوفی ایضا عنہ کما رواہما ابن جریر۔ اور اسی طرح بمقتضائے آیت کریمہ ہذا اس حکم کو بہت سے ائمہ تابعین وسلف رضی اللہ عنہم نے یون ہی تقریر کیا ہے اور یہی امام احمدؒ کا مذہب ہے رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ ذٰلِكَ اَدۡنٰۤى اَنۡ يَّاۡتُوۡا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجۡهِهَاۤ۔ یہ حکم ایسا ہے کہ بہت قریب لگتی ہے یہ بات کہ ادا کرین شہادت کو اوپر اسکے طریقہ کے ف یعنی یہ جو حکم دیا گیا کہ درصورت خیانت کے وارثون سے قسم لیکر ان کی قسم پر اعتبار کیا جائے تو یہ حکم ایسا ہے کہ اسکی وجہ سے نہایت قریب لگتی ہے یہ بات کہ میت کے گواہ لوگ (بنابر ایک تفسیر کے) یا میت کے دونون وصی (بنابر دوسری تفسیر کے) شہادت یا وصیت کو اسی وجہ پر ادا کرین جس وجہ پر وہ گواہ ہوئے ہین یعنی ٹھیک ٹھیک بات بیان کردین اسمین کچھ تحریف وکچھ خیانت نہ کرین۔ اَوۡ يَخَافُوۡۤا اَنۡ تُرَدَّ اَيۡمَانٌۢ بَعۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ۔ یا خوف کرین کہ پھیر دی جائے گی قسم بعد اُن کے قسم کھانے کے ف یعنی ان کے قسم کھانے کے بعد وارثون کی طرف۔ حاصل آنکہ یہ لگتی بات ہے کہ یا تو ٹھیک شہادت دین یا اُن کی قسم کے بعد وارثون کو قسم کا حق مل جائے گا اور یہ محاورہ ایسا ہے جیسے بندہ کہتا ہے کہ

یا تو سچ بولنا اختیار کریا فضیحت ہو۔ اور مفسر رح نے لکھا او اقرب الی ان یخافوان ترد ایمان بعد ایمانہم علی الورثۃ المدعین فیحلفون علی خیانتہم وکذبہم فیفتضحون ویغرمون فلا یکذبوا یعنی یا زیادہ قریب ہے اس بات کی طرف کہ وہ خوف کرین کہ اُن کے قسم کھانے کے بعد پھیر دیجائے گی قسم وارثون کی طرف جو اُن کی خیانت کے مدعی ہین پس وہ ان کی خیانت کرنے پر قسم کھالین گے تو یہ ناحق فضیحت ہون گے اور مال بھی پھیردینا پڑیگا لہٰذا جھوٹ نہ بولین گے ۔ قال فی المدارک اگر کہا جاوے کہ یہان حرف او کے کیا معنی ہین تو مین کہونگا کہ یہ معنی ہین کہ یہ حکم مذکور اقرب ہے اس بات کی طرف کہ گواہی کو سچائی کے ساتھ ادا کرین خواہ بخوف وحق الٰہی عزوجل یا بخوف آنکہ فضیحت ہوکر شرمندہ ہون گے ۔ اس حکم سے بعض نے حجت پکڑی کہ مدعی کی طرف قسم پھیرنا روا ہے اور جواب دیا گیا کہ نہین بلکہ جو شخص منکر ہو اسی پر قسم عائد ہوتی ہے چنانچہ وارثون نے اس قصہ مین دونون نصرانیون پر دعوی کیا تھا کہ ان دونون نے خیانت کی اور ان دونون نے انکار کیا اور منکر ہوکر قسم کھائی اور چھوٹ گئے پھر جب وہ جام نکلا اور اُن کا جھوٹ قسم کھانا کھلا تو دونون نے دعوی کیا کہ ہم نے میت سے خریدا ہے اور وارثون نے انکار کیا تو قاعدہ کے موافق وارثون پر قسم عائد ہوئی کیونکہ وہ خرید واقع ہونے سے منکر تھے ۔ قال المترجم مفسر رحمہ اللہ نے بھی بیان معنی مین بقولہ فان اطلع علی امارۃ تکذبہما فادعیا دافعالہ، سے وصی کے مدعی اور وارثون کے منکر ہونے پر اشارہ کیا تاکہ وارثون کی طرف قسم عائد ہونے کی توجیہ ہو اور سبب نزول اسکا شاہد صریح موجود ہے ۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ۔ اور ڈرو اللہ سے ف یعنی ہر ایسی بات جو اسکی مرضی کے خلاف ہے از انجملہ یہ کہ خیانت کرنا و جھوٹ بولنا سو اسکو بھی چھوڑو ۔ وَاسْمَعُوْا ۔ اور سنو ف یعنی جو کچھ کہ تم کو حکم دیا جاتا ہے اور کانون سے بہرے نہین ہو لیکن دل سے قبول کرنے کا سننا سنو اور یاد رکھو کہ جو اپنے خالق معبود پروردگار سے مخالفت کرے وہ بھٹکا پھریگا ۔ وَاللّٰہُ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۔ اللہ تعالیٰ راہ نہین دیتا راہ خیر کی طرف اُس قوم کو جو فاسق ہین ف یعنی اُسکی فرمانبرداری سے باہر ہین پس قولہ الی سبیل الخیر متعلق لا یہدی ہے ۔

یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۝

جس دن اللہ جمع کریگا رسول پھر کہے گا تم کو کیا جواب دیا بولین گے ہم کو خبر نہین تو ہی ہے چھپی بات جاننا

یَوْمَ یَجْمَعُ ۔ زجاج نے کہا کہ جس دن اللہ تعالیٰ جمع کریگا رسولون کو ف وہ دن قیامت ہے اور یہ یا تو متعلق ہے اتقوا کے یعنی ڈرو اللہ تعالیٰ سے اس دن کہ جس دن رسول اور تمام خلائق محشر مین جمع ہون اور یا علیحدہ جملہ ہے اور اذکر و یا اسکے مانند پوشیدہ ہے ۔ یعنی بیان کردے اور نصیحت کر دے کہ یاد کرین وہ دن کہ جسمین اللہ تعالیٰ جمع کریگا رسولون کو اور وہ روز قیامت ہے فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ پھر فرمادیگا اللہ تعالیٰ تم کو کیا جواب دیا گیا ف یعنی اللہ تعالیٰ قوم کی سرزنش و ملامت کے واسطے رسولون سے ارشاد فرمادیگا کہ وہ کیا جواب ہے جو تم کو دیا گیا جبکہ تم نے قوم کو توحید کی طرف بلایا ۔ حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اسکو خوب معلوم ہے جو کچھ قوم نے جواب دیا ولیکن یہ دریافت کرنا فقط قوم کو ملامت و فضیحت کرنے کے واسطے ہے جیسے فرمایا ۔ واذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت ۔ یعنی زمانہ جاہلیت کے عرب جو لڑکی کو زندہ درگور کر دیتے اور دب دیتے تھے تو فرمایا کہ اس موؤدہ لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ تو بیچاری کس گناہ پر ماری گئی اور مقصود اس کے قاتل زندہ درگور کرنے والے کی سرزنش ہے کہ اس پر حجت قائم ہو جائے اور ما استفہامیہ ہے اور ذا بمعنی الذی ہے اور بعض نے کہا کہ ذا زائدہ اور ما منصوب باجبتم ہے ۔ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۔ بولے ہم کو اسکا علم نہین ہے ف یعنی بولین گے کہ پروردگار ہمارا کچھ علم نہین ۔ اور ماضی بجائے مضارع کے اشارہ ہے کہ یہ امر یقینی ہے اور پہلے یجمع و یقول فرمایا کہ اہل ایمان دنیا مین اس کی تاویل کے منتظر نہ ہون ۔ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ بیشک تو ہی ہر چھپی بات جاننا ف پس تو خوب جانتا ہے کہ جو کچھ اُنھون نے ہم کو جواب دیا اور اپنے دلون مین

چھپا یا جس کو ہم نہیں جانتے ہیں۔ غیوب جمع غیب کی مصدر اور حاصل مصدر دونوں معنی میں آتا ہے در اصل مصدر ہے اور مراد وہ چیز جو غائب ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ بھی غائب نہیں تو جواب یہ کہ یہ تو اسی آیت سے ثابت ہے کہ جو خوب جاننے والا ہے۔ اس سے پوشیدہ کہاں لیکن مراد یہ کہ جو بندوں کے علم سے پوشیدہ و غائب ہو وہ تجھی کو معلوم ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جنت و دوزخ کا عیانی علم کسی کو نہ ہو بلکہ فرشتہ اور حضرت صلعم اسکو جانتے تھے بلکہ مراد یہ ہو کہ جو کسی بندہ کی شان سے نہیں وہ بھی اد تعالیٰ جانتا ہے اور کسی بندہ پر یہ صادق نہیں ہو کہ وہ عالم علی الاطلاق ہو حتی کہ کوئی بندہ ہو اس سے جاہل ہے کہ قیامت کب ہوگی اور وہ کہاں مرے گا کوئی تحقیقی یقینی طور پر نہیں جانتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ رسل علیہم السلام کو جو جواب دیا گیا تھا اس کو وہ جانتے تھے پھر اُنھوں نے یہ کیونکر کہا کہ لاعلم لنا۔ تو جواب یہ ہو کہ قولہ ماذا اجبتم۔ میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ظاہر تم کو کیا جواب دیا گیا اور دوم یہ کہ تمھاری دعوت توحید کو قوم نے کس قبلیت سے قبول کیا یعنی صدق و اخلاص سے قبول کیا یا نفاق سے قبول کیا۔ پس دوسری صورت میں اُن کا جواب ظاہر ہے کہ در واقع اُن کو اسکا کلیہ علم نہ تھا کہ نفاق ہے یا اخلاص ہو الا اسی قدر کہ اللہ تعالیٰ کے معلوم کرانے سے ان کو معلوم تھا اسی واسطے کہا گیا کہ معنی یہ ہیں کہ ہمارا علم تیرے علم کے مقابلہ میں گویا معدوم ہے کیونکہ ظاہر و باطن تصدیق و ایمان کا علم تو تجھی کو ہے اور قولہ لاعلم لنا۔ میں بھی کہا گیا کہ مراد نفی العلم مطلقاً نہیں ہو بلکہ ادب کے ساتھ تمام علم حضرت باری تعالیٰ کو تفویض کیا کہ تو ہی علام الغیوب ہو ہمارا علم کچھ علم نہیں۔ امام رازی نے کبیر میں کہا کہ رسولوں کو یہ تو معلوم تھا کہ یہ سوال بطور اس قوم بدبخت کی توبیخ کے ہو کہ آخر یہ لوگ ابھی عقاب میں پڑینگے اور اُن کو معلوم تھا کہ ایسا عالم و دانا ہے کہ اس کو کسی وجہ پر جہل نہیں اور حلیم ہو کہ وہاں سفہ کا نام نہیں اور عادل ہو کہ وہاں ظلم کو دخل نہیں تو اُنھوں نے جان لیا کہ ہمارے قول سے نہ کچھ کسی کو بھلائی حاصل اور نہ کچھ برائی دور ہوگی کیونکہ وقت عدل و پاداش ہو تو اُنھوں نے ادب اسی میں دیکھا کہ سکوت کریں اور تمام علم حضرت باری تعالیٰ کی طرف سپرد کریں اور اسی کے عدل پر چھوڑیں پس کہا کہ لاعلم لنا۔ اور بعض نے کہا اے ہم کو علم نہیں جو اُنھوں نے ہمارے پیچھے برتاؤ کیا اور یہ ضعیف ہو اور اسی طرح جو بعض نے کہا کہ ہمارا علم اُن کی بابت ایسا نہیں جیسا تیرا علم ہے اور مفسرین نے جواب دیا کہ۔ ذہب عنہم العلم لشدۃ ہول یوم القیامۃ و فزعہم ثم یشہدون علی اممہم لما یسکنون۔ یعنی محققین علماء نے احادیث و آیات سے بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز اوقات و مقامات ہوں گے پس یہ حال اُسوقت ہوگا کہ روز قیامت کے ہول و دہشت سے اور نہایت فزع و گھبراہٹ سے بالکل دل بھولے ہوئے ہوں گے پس اُن سے یہ علم جاتا رہیگا کہ اُن کو قوم نے کیا جواب دیا اور کیونکر قبول کیا تھا پھر بعد کو جب سکون پاوینگے تو اپنی قوم پر گواہی دینگے کہ اُنھوں نے ایسا اور ایسا کیا اور یہی جواب صحیح وہی سلف سے مروی ہے۔ ذکرہ الشیخ ابن کثیر حضرت مجاہد و حسن بصری و سدی نے کہا کہ رسولوں سے یہ قول بسبب ہول روز قیامت کے ہوگا عبدالرزاق نے مجاہد سے۔ روایت کی کہ جب وتعالیٰ جل جلالہ فرمادیگا کہ ماذا اجبتم تو فزع و گھبراہٹ سے عرض کرینگے کہ لاعلم لنا۔ اے پروردگار ہم کو تو معلوم نہیں۔ رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم۔ قال اسباط عن السدی فی قولہ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لاعلم لنا۔ وہ لوگ ایسے مقام میں ہوں گے کہ وہاں عقلوں کو ذہول ہوگا تو جب پوچھے جاویں گے تو کہیں گے کہ لاعلم لنا پھر دوسرے مقام میں اُتارے جاوینگے تب اپنی قوم پر گواہی دینگے۔ رواہ ابن جریر۔ عن ابن جریج فی قولہ ماذا اجبتم۔ اے تمھارے بعد اُنھوں نے کیا کام کئے اور تمھارے بعد کیا نئی بدعتیں نکالیں تو رسول جواب دینگے کہ لاعلم لنا انک انت علام الغیوب۔ ایسا ہی ابن جریر نے من طریق الحجاج عن ابن جریج روایت کیا۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس رضی فی الآیۃ رسل علیہم السلام حضرت حق عز و جل سے عرض کرینگے کہ ہمارا علم کیا ہو کچھ نہیں تو ہی خوب جانتا ہے کہ ہم کو کیا جواب ملا۔ رواہ ابن جریر۔ قال ابن کثیر ان تین اقوال میں سے شیخ ابن جریر نے اسی تیسرے

قول کو اختیار کیا اور اس میں شک نہیں کہ یہ اچھا قول ہے اور یہ بطریق ادب کے ہے کہ اﷲ تعالیٰ کے علم محیط کے سامنے جو درحقیقت علم ہے ہمارا کچھ
علم نہیں یعنی ہم کو اگرچہ جواب پایا گیا اور جس نے قبولیت سے جواب دیا ہم نے اسکو پہچانا لیکن کچھ ہم کو ظاہری شناخت ہوئی باطنی بعض کی
شناخت نہیں ہوئی اور اے ہمارے مالک مولا عزوجل تو ہر چیز پر ہر طرح خوب مطلع دانا و بصیر ہے تو ہمارا علم تیرے علم کے مقابلہ میں گویا
کچھ نہیں ہے۔ **قال المترجم** کوئی شک نہیں کہ اہل تحقیق کے نزدیک جو صفات ایسے ہیں کہ لفظ میں بندوں پر بھی اطلاق ہوتے ہیں جیسے
علم و بصارت و ارادہ و قدرت وغیرہ یہ سب ایک معنی مناط تکلیف ہیں جسکو اہل الحق یوں تعبیر کرتے ہیں کہ نہ بندہ محض مجبور مانند پتھر وغیرہ کے
ہے اور نہ مختار ہے بلکہ امر بین بین یعنی بیچ بیچ میں ہے اور چونکہ تاویل حقیقت ایک حالت ہے کہ بیان سے اعلیٰ اور حیوانی عقل سے باہر ہے
لہٰذا اس عبارت میں تعبیر کرتے ہیں اور حقیقت ان صفات کی مخصوص بجناب باری تعالیٰ جل جلالہ ہے پس صفات اسی کی جناب میں اس کی
شان پر حقیقت میں صادق ہیں اور مرد مومن متقی جو بدعتی نہ ہو اگر اپنے ظاہر و باطن کو شرع کے موافق اصلاح پر رکھے اسکو حضرت حق عزوجل
اس ہدایت سے سرفراز فرماتا ہے اور وہ آئینہ کے مانند جانتا ہے کہ مخلوق کی کسی صفت کو جو عقل حیوانی ثابت کرتی ہے اسی نام کی صفت
باری تعالیٰ سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ پس لاعلم لنا ہر طرح سچ ہے اسمیں دروغ کو دخل ہی نہیں ہے پس یہ اعتراض کرنا کہ لاعلم لنا
دروغ ہوا جاتا ہے محض جہالت کا اعتراض ہے لیکن چونکہ عوام کی عقل حیوانی اسمیں ادراک سے عاجز ہے لہٰذا جواب اسلم وہی ہے جو مجاہد و سدی و حسن
وغیرہ سے بر بنائے اختلاف مقامات مذکور ہوا کہ اول حالت میں بسبب ہول فزع کے ایسا کہیں گے اور اسپر اعتراض کیا گیا کہ
رسل علیہم السلام فزع سے نجات پائے ہوئے ہیں۔ کما قال تعالیٰ۔ لایحزنہم الفزع الاکبر الآیۃ ۔ اور جواب دیا گیا کہ فزع اکبر کی نفی ہے
مطلق فزع کی نفی نہیں ہے اور نیز حزن بمعنی غم ہے کسی چیز کے فوت ہونے پر اور انبیا علیہم السلام ہمہ تن مطیع رہے ہیں اُن کو رضا حق سے محرومی
نہ ہوگی اور نیز عدم حزن بفزع اکبر۔ دوسرے مقام پر ہوگا اور کثرت سے احادیث صحاح اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ رسل علیہم السلام اُسدن
بہت دہشت میں ہوں گے ہر ایک اپنے نفس و اپنی ذات کی سلامتی کا متمنی ہوگا بسبب ظہور غضب و جلال الٰہی عزوجل کے سوائے ایک سالت مآب محمد مصطفٰے
صلعم کے کہ آپ کو اُمت عاصی کا خیال ہوگا اور یہ آپکے خصوصیات میں سے ہے فلیتفکر ثم اشکر والحمد ﷲ رب العالمین ف۔ **قال فی العرائس**
قولہ تعالیٰ یوم یجمع اﷲ الرسل فیقول الآیۃ ۔ صفات و سبحات ذات تعالیٰ و تقدس کے ظہور کیلئے بندوں کی ارواح کو مواقع و اوقات ہیں سو حالت حیات
میں جبتک دائرہ دہر و حدث میں گرفتار ہے ظہور بطریق کشف و عرفان کے ہے پھر شیخ نے کہا کہ اور جب کشف کلی اور ظہور تمام منظور ہوگا جیسا کہ خطاب
ازلی سے مفہوم ہے یعنی قیامت میں کہ دن و زمانہ وہاں آخر ہے تو سب خالص بندے رسلین نبیین و ملائکہ جمع کئے جائیں گے اور یہی بڑی حضوری کا دن ہے
تو عارفین وہاں جمال حق و قرب و وصال سے متمتع ہوں گے۔ اور قیامت ایک نہایت عجیب و غریب شہر ہے کہ یہاں کے مردے وہاں زندہ ہیں تو وہ ہمیشہ دن
میدان سرور میں نور کے گھوڑوں پر سوار درگاہ اُنس میں خوشحال جاوینگے اور وہاں مقامات بہت ہیں پس ایک مقام پر تو اُن کو بقا ہوگی جبکہ حضرت جل جلالہ
اپنے بود بندوں کیلئے بسط عنایت سے مشاہدہ کی نعمت مرحمت فرماویگا۔ اور ایک مقام میں اُن کو فنا ہوگی اور یہ سطوات عظمت کے ہجوم و تراکم سے جبکہ کبریا
و عظمت کا ظہور ہوگا اور اسی مقام پر حدث ہے جو کچھ اسمیں ہے سب کچھ عزت و قدم میں مضمحل ہو جاوینگے پس کبھی تو جلال سے فنا اور کبھی جمال سے بقا ہو گئے اور
کبھی لطف سے اور کبھی قہر سے مخاطب ہوں گے اور ایسے ہی خطاب ہے۔ قولہ لمن الملک الیوم ﷲ الواحد القہار۔ اور ایسے ہی قولہ یوم یجمع اﷲ الرسل فیقول
ماذا اجبتم۔ اُن کے خطاب سے اُن کو عارف کر دیا کہ ربوبیت میں عبودیت عاجز ہے اور قدم میں حدوث فنا ہے اور یہ اُن کو خطاب بنیادی سے معلوم ہوچکا
تھا اب بالعیان بعد خبر کے مشاہدہ کرا دیا اور یہ علم صادق ہے کہ خبر میں مطابق معائنہ ہے اور یہ نہیں کہ عرفان کے لئے اور کافروں کے خذلان کیلئے

Marfat.com

ہے ورنہ اوتعالی شانہ کو علم محیط قدیم ازلی ابدی ہے ہرگز وہان جہل کا نام نہین بلکہ جہل کی نفی کرنا شرم ہے کیونکہ نفی وہان کرنی چاہیے جہان اس چیز کا وہم تو ہو سکے اور یہان علم و جہل اسکی مخلوق ہین یعنی باآنکہ ظہور انکا معانی ہے اسکی تکوین ہے علاوہ ازین عدم مخلوق ہونا یا نہ ہونا اور انکا اعدام داخل قدرت ہین یا نہین مترجم کے نزدیک جاہلون کے خیالات ہین اور شیطان نے ایک مضحکہ بنایا ہے اس طرف توجہ کرنیوالے اہل ایمان و اہل عرفان کے نزدیک بیابان جہالت کے سرگردان ہین تو کبھی اس مضحکہ مین گرفتار نہو اور کتاب الٰہی و سنت رسول اللہ صلعم سے معرفت حاصل کرتا کہ روشن راہ پر چلاوے والسلام - واضح ہو کہ رسل علیہم السلام نے جو جواب دیا کہ لا علم لنا اسکے یہ معنی ہین کہ ہم کو اسکا علم نہین جو تیری ہم سے مراد اور ہماری قوم سے جن پر ہم بھیجے گئے تھے مراد ہے اور ہم کو اسکا علم نہین جو تو نے ازل مین ہم سب پر جاری کیا اور ہم کو اسکا علم نہین جو ہمارے نفوس مین ہے پھر جو تیری مراد ہے اسکا علم تو بڑی بات ہے اور ہم کو علم نہین مگر ایک مخلوق علم حادث جو تیرے علم پاک و تعلیم پاک سے ملا اور وہ درحقیقت تیرا ہی علم ہے اسی واسطے فرمایا کہ انک انت علام الغیوب اور نیز اس سے بھی شرمائے کہ ہم اس امر کو اظہار کرین کہ لا علم لنا - اسی واسطے عرض کیا کہ حکم کی بجا آوری تھی ورنہ ہم بیقین جانتے ہین کہ انک انت علام الغیوب - اور اسی واسطے اس کلام کو حرف ان و ضمیر فصل اور صیغہ مبالغہ وباوجود غیب مصدر ہونے کے اسکی جمع اور جملہ اسمیہ وغیرہ تاکیدات سے مؤکد کیا حالانکہ وہان منکر کوئی نہین ہے فافہم - **قال الشیخ** - اور ہر گاہ کہ کشف عظمت مین مبہوت و متحیر و حیران و از خود رفتہ ہو گئے تو ارواح پاکیزہ و خرم ہوئین لیکن اشباح و صور مین مضمحل و از خود رفتہ ہوئین اسواسطے ان کو یہ طاقت نہ رہی کہ جو ان کے دلون مین ہے وہ ادا کر سکین یہ سبب رعب و دبدبہ خطاب حضرت رب العزت جل جلالہ کے - اور نیز وہ شرمائے کہ قوم ناہنجار نے جو اُن کو جواب دیئے تھے وہ حضرت اوتعالی کی عظمت و جلال کے حضور مین اظہار کرین یعنی یہ کہ دنیا مین شیطان کے پیرو ایسے بیہودہ جواب دیتے ہین کہ اُن کی باتون سے پروردگار جل جلالہ کی معرفت فی الجملہ حاصل رکھنے والون کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین اور جب قیامت مین ان ناپاکون کی آنکھین کھلین گی تو معلوم ہوگا کہ کس درجہ بیحیائی کر چکے ہین پھر بندگان خاص سے وہ ناپاک جواب ادا نہ ہو سکے تو انھون نے علم الٰہی پر تفویض کیا اور مترجم پہلے بیان کر چکا ہے کہ لا علم لنا سے حقیقی علم کی نفی ہر حال مین صادق ہے مگر تو ایسے شخص کے سامنے جو اُس کو نہ جانے ادا نہ ہوگا - فافہم - **قال الشیخ** اور نیز لا علم لنا یعنی جو کچھ تو نے ان کے اسرار مین مخفی کیا وہ ہم کو نہین معلوم کیونکہ غیب تو ہی جانتا ہے اسی واسطے کہا کہ انک انت علام الغیوب - واسطی رح نے کہا کہ اظہار کیا اسکو جو اس کی طرف سے ان بندون سب کی طرف تھا تو خاص بندے بولے کہ ہم کیونکر کہین کہ امت نے ایسا کیا یا ہم نے یون کیا تو وہان حقیقت کے حال مین زبانین بند ہو گئین - اور کہا کہ رسولون کو خطاب فرمایا نہ قوم کو کیونکہ اوتعالی دانا تر ہے کہ یہ مخلوق خطرات کے بوجھ اٹھانے والی ہین اور انبیا کی شناخت مین بڑی بات یہ ہے کہ خطاب کو مشاہدہ مین برداشت کرتے ہین اور یہ نہایت سخت منزلت ہے اسی واسطے جواب ظاہر نہ کیا اور نہ بول سکے مگر یہی عاجزی کی زبان سے کہا کہ لا علم لنا - ہم کو علم ایسی حالت مین کہان کہ تو نے جبروت کو کشف فرمایا ہے - جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ ان کے ساتھ رفق و نرمی تھی کہ سمجھے نہین اور اگر سمجھتے و جانتے تو جواب خطاب ادا ہونے کی وجہ سے بسبب ہیبت کے مرجاتے - ابن عطا رح نے کہا کہ ہم کو تیرے سوال کی سمجھ نہین اور ہم سے کوئی جواب نہین ہے بعض نے کہا کہ جب انپر ظہور حق تجلی علم سبقت ہوا تو وہ اپنے علوم بھول گئے اور لا علم لنا ادب کی پابندی ہے اور یہ نہین تھا کہ جو کچھ انکو جواب ملا اس سے نادان تھے محمد بن الفضل رح نے کہا کہ جو جواب اس سوال کے لائق ہو اُسکا ہم کو کچھ علم نہین ہے - فافہم

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ — وقف لازم

جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے - یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی مان پر جب مدد کی مین نے تجکو روح پاک سے

تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ

تو کلام کرتا لوگون سے گود مین اور بڑی عمر مین اور جب سکھائی مین نے تجکو کتاب اور پکی باتین اور توریت

Marfat.com

وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ
اور انجیل اور جب تو بناتا مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے پھر دم دیتا اس میں تو ہو جاتا

طَيْرًاۢ بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ
جانور میرے حکم سے اور چنگا کرتا ماں کے پیٹ اندھا اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب نکال کھڑے کرتا مردے میرے حکم سے

وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے جب تو لایا ان پاس نشانیاں تو کہنے لگے جو کافر تھے

مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا
ان میں اور کچھ نہیں یہ جادو ہے صریح اور جب میں نے دل میں ڈالا حواریوں کے کہ یقین لاؤ مجھ پر

بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ۝
اور میرے رسول پر بولے ہم یقین لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم حکم بردار ہیں

واضح ہو کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں سے ان لوگوں کے جواب کی نسبت جو انھوں نے رسولوں کو دیا سوال کرنے سے ان لوگوں کو توبیخ کیا بعد ازاں اس آیات معجزات کو جو اپنے رسولوں کو عطا فرمائے بیان کرکے توبیخ فرمائی کہ باوجود معائنہ ان آیات و معجزات باہرہ کے پھر بھی ان لوگوں میں سے بعض نے ان کو جھٹلایا اور ساحر کہا اور بعض نے اسقدر غلو کیا کہ ان کو معبود و الٰہ تصور کیا چنانچہ بیان فرمایا۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ جب کہیگا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے ف اذ ظرف متعلق بمقدر مانند اذکر کے اور یہ یاددہانی و نصیحت ہے کہ ایسا ہونیوالا ہے پس اسوقت سے نیکبخت لوگ اپنی پیش بینی کریں اسی واسطے قال ماضی فرمایا حالانکہ قیامت میں واقع ہوگا یعنی آنکہ تیقظی الوقوع بمانند ماضی کے ہے۔ اور تخصیص عیسیٰ علیہ السلام کی ظاہر ہے کہ دو بڑے گروہ یہود و نصاریٰ مختلف ہیں کہ یہود تو ایسی سخت بدی کرنے لگے کہ اونکو جھوٹا مانا اور رسول نہ جانا اور نصاریٰ ایسا غلو کرنے لگے کہ انکو الٰہ یا خدا کا بیٹا کہنے لگے جس سے اہل ایمان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور یہ بیان انعامات عیسیٰ و ان کی والدہ کے اصل حالات مقدمہ و تمہید آئندہ کلام کی اور وہ قولہ ءانت قلت للناس اتخذونی و امی الٰہین من دون اللہ۔ جیسا کہ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ پس پہلے ان آیات میں جو عیسیٰ علیہ السلام و ان کی والدہ پر انعامات وغیرہ اور ان کی دعا سے پیروی کرنے والوں پر فضل ہوا اور نافرمانوں پر عقاب ہوا ہے سن کر نصیحت لینا چاہیے چنانچہ فرمایا کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندہ و رسول عیسیٰ علیہ السلام کو غرق منت و احسان فرماویگا اور ان کے بارہ میں افراط و تفریط کرنے والوں کو ملامت و سرزنش کرنے کو یوں خطاب کریگا کہ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے۔ اُذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ یاد کر میری نعمت کو جو تجھ پر ہوئی اور تیری والدہ پر ہوئی ف یاد کرنے سے یہ مراد کہ اس کی شکرگزاری کر۔ اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام ہر حال میں یاد رکھتے اور شکر ادا کرتے تھے مگر مقصود اس سے اس امر کا اظہار ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک بندہ تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا پس تم و نابہجار قوم جو اس کو نہ مانتی تھی خوار ہوا اور نیز وہ قوم جو اس کو الٰہ و معبود و بیٹا سمجھتی تھی اپنی غلطی پر افسوس کرے کہ وہ ایک بندہ تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے مانند معجزات وغیرہ سے انعام کیا تھا چنانچہ اس کو رسول کیا اور اس کی ماں کو پاک بندی عبادت کرنیوالی و اس زمانہ کی تمام عورتوں سے برگزیدہ و دیندار بنادی پھر خاص خاص انعام کو یاد دلایا۔ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ف جبکہ میں نے تجکو قوت دی اپنے خاص فرشتہ جبرئیل سے ف اور قدس یعنی پاکیزگی ہے اور مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ان کے ساتھ رہتے جہاں جاتے وہاں ساتھ جاتے اور جو معاملات واقع ہوتے ان میں مدد کرتے اور علوم و معارف ان کو بطریق الہام کے سکھلاتے اسی واسطے عجیب خلاف عادت

باتین حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سرزد ہوتی تھین اور بعض نے کہا کہ رُوح القدس وہ کلام تھا جس سے مردے کو زندہ کرتے تھے اور یہ ضعیف ہے لیکہ یہی اعانت جبریل
علیہ السلام مراد ہے اسی واسطے تائید کا بیان فرمایا بدون عطف کے تُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَكَهْلًا تو کلام کرتا لوگون سے گود مین اور بڑی عمر مین ف
یہ جملہ اعراب مین ایدتک کے کاف خطاب مفعول سے حال واقع ہے اور مہد مین یعنی حالت طفولیت مین وکہل مین یعنی زمانہ سن کہولت مین۔ حاصل آنکہ
مین نے روح القدس سے تیری تقویت کی درحالیکہ تو باتین کرتا تھا لوگون سے بچپن و جوانی مین وچنانچہ جب مریم کو لوگون نے بہتان لگایا تو مہد یعنی
گہوارہ مین سے چندروز کے بچہ تھے۔ بولے کہ انی عبد اللہ آتانی الکتاب الآیۃ۔ یعنی مین اللہ تعالیٰ کا بندہ ہون مجھے اس نے کتاب دیکر اپنا رسول کیا ہے
حالانکہ اسوقت تک انجیل اتری بھی نہ تھی اور اسی حال مین اپنی مان کا پاک ہونا ظاہر کیا۔ اگر کہا جاوے کہ مہد مین یون کمال عقل کی باتین کرنا تو احسان ومعجزہ ہے
اور کہولت کہل مین تو سب ہی باتین کرتے ہین ان کی تخصیص کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ معنی کلام کے یہ ہین کہ تجھ پر دونون حالتین یکسان تھین کچھ فرق نہ تھا۔
بخلاف اور لوگون کے اور نیز اظہار ہے کہ وہ بندہ تھا مخلوق کہ اسکے بچپن وشباب وجوانی کی حالتین سن کی بدلتی تھین جیسے آدمیون پر گذرتی ہین علاوہ برین
کہل مین لوگون سے کلام کرنا بھی ایک نشان قدرت ہو گیا۔ کما قال المفسر لیفید نزولہ قبل الساعۃ لانہ رفع قبل الکہولۃ کما سبق فی آل عمران۔ کیونکہ وہ سن
کہولت سے پہلے آسمان کو اٹھائے گئے ہین اور قیامت سے کچھ پہلے اتارے جاوینگے تو اسقدر زمانہ دراز کے باوجود اس عالم مین ان کو کچھ تغیر نہ ہوگا
بلکہ اترینگے تو وہی سن قریب کہولت کے ہوگا اور سات برس دنیا مین جہاد وغیرہ سے دین محمدی صلعم کی تائید کرینگے پھر مرجاوینگے اور مسلمان انکے
جنازے پر نماز پڑھکر دفن کرینگے۔ یہان سے نکلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اقتضاء النص سے ثابت ہے اور جاننا چاہیئے کہ مشرکون و
کافرون سے بڑا تعجب ہے کہ اہل اسلام کی کتب احادیث مین جو آثار واخبار مروی ہین وہ مفصل ایک ایک موجود ظاہر ہوتے جاتے ہین اور دین اسلام نہایت
عمدہ اخلاق وپاکیزہ قانون پر مبنی ہے حتیٰ کہ اسی سے نصاریٰ نے اپنا قانون بنایا پھر بھی یہ لوگ اسے دیکھتے اور نہین مانتے ہین اور کہتے ہین کہ مسلمانون کی
حالت اچھی نہین اور یہ اور بھی عجیب ہے کیونکہ گفتگو دین اسلام کی خوبی مین ہے اور مسلمان لوگ اگر اپنے دین پر نہین چلتے تو یہ ان کا قصور ہے
اور اسی سے ان کی حالت خراب ہے۔ تم دین اسلام پر چلو اور مسلمانون کی چال کو مت دیکھو واللہ الہادی وہو المفضل ونعوذ باللہ من الضلال۔
بالجملہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول عیسیٰ علیہ السلام پر یہ احسان رکھا کہ اسکو روح القدس سے تائید دی کہ طفولیت وکہولت مین ان کی یکسان باتین
ہین اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تیس برس کے سن مین رسول ہوئے پھر دو برس چھ مہینہ رسالت پر رہے پھر اللہ تعالیٰ نے
اٹھا لیا پھر سن کہولت مین زمین پر اتارے جاوینگے اور آل عمران مین یہ بحث گذری کہ مواہب اس کی شرح وغیرہ مین باستدلال بیان ہوا
کہ چالیس برس کے سن سے پہلے کوئی نبی نہین ہوا اور حاکم کی روایت مین ایک سو بیس برس کے سن مین اٹھایا جانا مذکور ہوا ہے ولیکن شیخ ابن
کثیرؒ نے اسکو ابن عساکر کی روایت غریب قرار دیا اور تینتیس برس کے سن مین اٹھایا جانا مسلم رکھا ہے کما مر سابقا۔ اور بربنائے روایت حاکم وقول
شرح مواہب وغیرہ کے سن کہولت مین انکا کلام واقع ہو گیا اور یہی ظاہر آیت ہے الا آنکہ کہا جائے کہ قیامت مین امتنان کے وقت ایسا وقوع ہوجائیگا
کہ طفولیت وکہولت میں کلام کیا جو تحقق ہوگا الخ صحیح ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ نے طفولیت ومہد مین صرف ایک مرتبہ کلام کیا تھا اور وہ قولہ تعالیٰ حکایۃ عنہ انی عبد اللہ
آتانی الکتاب وجعلنی نبیا الآیۃ مین مذکور ہے اور مؤلف فتح البیان نے جو اس مقام پر لکھا کہ یہ مخصوص بزرگی فقط حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہوئی ان سے
پہلے کسی اور کو حاصل نہین ہوئی تھی تو یہ مؤلف مذکور کا سہو ہے اور صحیح ہوا کہ چند بچے ایسے ہوئے ہین جنھون نے مہد مین کلام کیا اور مفسر جلال الدین
سیوطیؒ وغیرہ نے ان کو بالاستیعاب نظم کیا ہے از انجملہ جس طفل نے حضرت یوسف علیہ السلام کی براءت پر گواہی دی تھی وہ بھی شیرخوار تھا اور وہ
زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے ہوا ہے۔ فافہم۔ اور ابوموسیٰ اشعریؓ سے مرفوع روایت ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو انبیاء علیہم السلام

وان کی امتیں بلائی جاویں گی پھر عیسیٰ علیہ السلام بلائے جاوینگے اُن کو مقرب فرما کر اللہ تعالیٰ اُن کو اپنی نعمتیں یاد دلاویگا پس فرماویگا یا عیسیٰ بن مریم اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک الآیۃ ۔ پھر فرماویگا ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ ۔ پس عیسیٰ علیہ السلام انکار کرینگے کہ اے پروردگار میں نے نہیں کہا اور اگر میں نے کہا ہوتا تو ضرور تجھے معلوم ہوتا پس نصاریٰ بلائے جاوینگے اور اُن سے پوچھا جاویگا تو وہ کہیں گے کہ ہاں اس نے ہم کو یہی حکم دیا تھا تا آخر حدیث اور انجام اسمیں یہ مذکور ہے کہ حجت قائم ہو کر نصاریٰ کو صلیب آگے کر دی جائے گی کہ اسکے پیچھے پیچھے دوزخ کو جاویں گے ۔ رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ وابن عساکر وفیہ ضعف ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اور نعمت یاد دلائی بقولہ ۔ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔ اور جب سکھائی میں نے تجھکو کتاب اور پکی باتیں ف ۔ بعض نے کہا کہ کتاب سے جنس مراد ہے عموماً اور ابن کثیر وغیرہ نے اختیار کیا کہ کتاب سے لکھنا مراد ہے اور حکمت سے فہم اور کلام محکم بقرینہ قولہ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۔ اور توراۃ اور انجیل ف ۔ اور توریت سے مراد وہ کتاب الٰہی جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی تھی اور ابن کثیر نے کہا کہ حدیث میں بعض مقام پر توریت کا اطلاق اس سے اعم معنی پر ہوا ہے اور بنابر قول اول کے یعنی کتاب سے جنس کتب مراد ہے تو پھر عطف بطریق تخصیص بعد تعمیم ہوگا بسبب آنکہ حضرت عیسیٰ کو ان دونوں کتابوں سے مزید خصوصیت تھی کیونکہ یہود جو آپ سے جھگڑے کرتے تھے تو آپ توریت سے ان کو قائل کرتے اور اپنی رسالت کو اس سے ثابت کرتے تھے جیسا کہ انجیل میں جو ملحقات حواریین میں انہیں یہ بات صریح ہے ۔ پھر اور نعمت یاد دلائی بقولہ ۔ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ ۔ اور جب تو بناتا مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے ف ۔ یعنی مٹی سے پرند کی ہیأت کے مانند تصویر بناتا تھا پس خلق یہاں تصویر بنانے کے معنی میں ہے اور پیدا کر دینے کے معنی میں نہیں ہو سکتا بقرینہ مابعد کے ۔ اور تصویر بنانا اگرچہ حرام ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یا تو یہ مشروع نہ تھا اور یا خاص اجازت تھی جیسا کہ قولہ باذنی دلالت کرتا ہے اور یہ ظاہر نظم ہے اور بعض نے کہا کہ اذن سے مراد آسان کر دینا اور کھیئۃ الطیر میں کاف اسمیہ بمعنی مثل ہے اور وہ مفعول تخلق ہے اور مروی ہوا کہ فقط چمگادڑ بنایا تھا اور آل عمران میں تمام تفسیر گذر چکی ہے ۔ یعنی آنکہ اور یاد کر جبکہ تو ہماری اجازت سے پرند کی صورت کے شکل کو مٹی سے بناتا تھا فَتَنْفُخُ فِيْهَا پھر تو دم مارتا اس ہیأت میں ف ۔ یعنی ساختہ تصویر میں پھونکتا تھا ۔ فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ ۔ پس ہو جاتا جانور میرے حکم سے ف ۔ یعنی یہ تصویر تیرے پھونکنے کے بعد پرند ہو جاتی تھی میرے ارادہ و تاثیر قدرت سے ۔ پس باذنی سے تصریح کر دی کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کے اوپر یہ کرامت فرمائی تھی کہ یہ قدرت و ارادت کی تاثیر ان کے نفخ پر ہو جاتی تھی اور یہی حال جملہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا ہے اور یہی جملہ اولیاء رحمہم اللہ کی کرامات کا ہے کہ ان کو یہ اختیار نہیں کہ جو چاہیں وہ کریں بلکہ جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ محل ظہور کرامت وہ ہوتے ہیں اور عوام اس کرامت کے لائق نہیں ہیں پس عوام جاہل اور بہتیرے پڑھے لکھے جو خواہ مخواہ یہ سمجھتے ہیں کہ فلاں ولی چاہیں تو ایسا ہو جاوے حتیٰ کہ یوں سمجھتے ہیں کہ اگر نذر نیاز نہ کرو گے تو وہ ایسا ضرر پہونچاویں گے یہ سب ان کی جہالت و گمراہی ہے ۔ شاہ ابو الحسن نے خوب لکھا ہے ولی کو گو کہ قرب کردگار ؛ پر نہیں تقدیر میں کچھ اختیار ؛ خود نہ ٹوٹے ان کو کر سمجھے کوئی ؛ یہ غباوت ذہن کی ہے اور کجی ؛ اور مولوی روم علیہ الرحمۃ نے جو لکھا ہے اولیاء را ہست قدرت از الٰہ ؛ تیر جستہ باز گرداند ز راہ ؛ اسکو جاہل اپنی کج فہمی سے سند لاتے اور نہیں سمجھتے کہ اس کے تو صاف یہی معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو قدرت کی یہ تاثیر مل جاتی ہے کہ اگر کمان سے تیر نکل گیا ہو تو بیچ میں سے پھر آوے اور پھیر لانا اسوجہ سے کہا کہ جس شخص کے واسطہ سے ظہور تاثیر قدرت ہوتا ہے ظاہر میں وہی کرنے والا معلوم ہوتا ہے چنانچہ یہی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے مردے کو زندہ کیا حالانکہ خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تاثیر قدرت سے جو حضرت عیسیٰ کے واسطہ سے ظاہر ہوئی وہ مردہ زندہ ہو گیا پس اہل اسلام و توحید کو اللہ تعالیٰ عزوجل کی جناب میں شرکت کرنا چاہیئے ۔ البتہ انبیاء و اولیاء کی بزرگی و بڑائی اور پاک مقبول بندے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہونے کا قائل ہونا چاہیئے ۔ زیادہ دھیان

Marfat.com

گنجائش نہین تفسیر کی طرف رجوع کرون۔ پھر اور کرامت یاد دلائی بقولہ۔ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ۔ عطف ہے تخلق پر یعنی اور یاد کر کہ تو میرے ارادہ و تاثیر قدرت کے ظہور سے اندھے مادر زاد کو اور کوڑھی کو چنگا کرتا تھا۔ پس جالینوس وغیرہ وغیرہ بڑے بڑے طبیب مشہور جو اس زمانہ مین موجود تھے اپنی جہالت سے حیران تھے اور سب نے عاجزی کا اقرار کیا۔ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِیْ۔ اے۔ واذکر اذ تخرج الموتی من قبورہم احیاء باذن اللہ۔ یعنی اور یاد کر بڑی کرامت یہ کہ تو میرے ارادہ و تاثیر قدرت کے ظہور سے مردون کو ان کی قبرون سے نکالتا تھا یعنی زندہ نکلتے تھے چنانچہ سام بن نوح و دو مرد و ایک عورت و ایک لڑکی زندہ کیا تھا اور قصہ مفصل گذر چکا اور آگاہ رہو کہ چارون جگہ لفظ باذنی کو مکرر فرما کر تنبیہ کی کہ یہ سب جو عیسیٰ علیہ السلام سے صادر ہونا معلوم ہوتا تھا اسمین حضرت عیسیٰ کی قدرت و اختیار کو دخل نہ تھا بلکہ محض اللہ عزوجل کی تاثیر قدرت کا ظہور تھا لیکن حضرت عیسیٰؑ مکرم و خاص بندے تھے کہ اس ظہور قدرت کیواسطے وہ محل قرار پائے تھے۔ اور آگاہ رہنا چاہیئے کہ ظہور تاثیر قدرت کے واسطے مشیت و ارادہ آلٰہی ضرور ہے اسی واسطے مفسرین نے باذنی کی بارادتی سے تفسیر کی۔ پس جہان مشیت نہین متعلق ہے وہان ظہور نہ ہوگا حتیٰ کہ سوائے مذکورین کے اگر عیسیٰؑ کسی اور کو چاہتے تو وہ کبھی زندہ نہ ہوتا لیکن مقام اس سے بھی بالاتر ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ خاص بندے از خود فانی ہوتے ہین اور بقاء حق سے باقی ہوتے ہین پس اُن کی مشیت و ارادت وہی ہوتی ہے جو تقدیر او تعالیٰ کی ہے اور یہ اس تقدیر کے موافق خواہ مخواہ خود بخود کام کرینگے اور واضح ہو کہ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ابن ابی حاتم نے کہا حدثنا ابی حدثنا مالک بن اسمعیل حدثنا محمد بن طلحۃ یعنی ابن مصرف عن ابی بشر عن ابی الہذیل۔ کہا ابو الہذیل نے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام جب موافق ارادہ قدرت کے کسی مردے کو زندہ کرنا چاہتے تو دو رکعت نماز پڑھتے اور پہلی رکعت مین تبارک الذی بیدہ الملک پڑھتے اور دوسری رکعت مین الم تنزیل السجدہ پڑھتے پھر جب اس سے فارغ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی مدح وثنا بیان کرتے پھر سات ناموں سے دعا کرتے یا قدیم یا خفی یا دائم یا فرد یا وتر یا احد یا صمد اور جب انکو کوئی سخت بات پیش آتی تو اور سات نام سے دعا کیا کرتے تھے یا حی یا قیوم یا اللہ یا رحمٰن یا ذا الجلال والاکرام یا نور السموات والارض وما بینہما ورب العرش العظیم یا رب۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ہذا اثر عظیم جدا یعنی یہ روایت جو تابعی سے مروی ہوئی ہے ضرور عظیم ہے لیکن ایسا ہی نسخہ موجود مین ہے اور شاید ہذا اثر غریب جدا ہو اگرچہ اسناد جید ہے اور ہمین شک نہین کہ باوجود ثبوت ایک امر عظیم کے تاویل ضرور ہوگی اور شاید تبارک الذی و الم تنزیل السجدہ انکو اللہ تعالیٰ نے بطور وحی خاص کے قرآن مجید سے یا لوح محفوظ سے تعلیم فرمایا ہو واللہ اعلم بالصواب۔ پھر اور انعام یاد دلایا بقولہ۔ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ۔ اور جب روکا مین نے بنی اسرائیل کو تجھ سے ف یعنی جس وقت انہون نے تیرے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ۔ جب تو لایا اُن پاس نشانیاں ف یعنی جبکہ تو اُن کے پاس رسالت آلٰہی پہونچانے کو معجزات کیساتھ کیا تھا۔ فَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ۔ ان مین سے انکار کرنے والے کہنے لگے تھے۔ ف یعنی کفار لوگ کہ۔ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ۔ نہین یہ جو تو لایا مگر کھلا ہوا جادو ف یعنی اس طرح منکر ہو کر تیرے قتل پر آمادہ ہوئے تھے تو مین نے باز رکھا۔ اور ایک قراۃ مین بجائے سحر کے ساحر ہے پس معنی یہ ہین کہ نہین یہ شخص مگر ایک کھلا جادوگر۔ اور بنی اسرائیل کو باز رکھنا عیسیٰ علیہ السلام سے یون ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو آسمان پر اٹھا لیا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب بنی اسرائیل ایمان لاتے اور یہ قصد ہی نہ کرتے اور اگر چاہتا تو سب ہلاک ہو جاتے ولیکن حکمت کاملہ اسی مین تھی جو واقع ہوا علاوہ ازین او تعالیٰ قادر مختار ہے جس طرح جو کچھ چاہے وہ کرے پھر اور انعام یاد دلایا بقولہ۔ وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَى الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ۔ اور یاد کر جبکہ مین نے وحی کی حوارین کی طرف یہ کہ ایمان لاؤ مجھ پر ف یعنی اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ پر اس صفت توحید کے ساتھ جو عیسیٰ علیہ السلام تعلیم کرے۔ وَبِرَسُوْلِیْ۔ اور میرے رسول پر ف یعنی عیسیٰ علیہ السلام پر اور عیسیٰؑ پر ایمان لانا متضمن جملہ انبیاء و کتب و انجیل پر ایمان کو ہے اگر کہا جاوے کہ وحی مخصوص با نبیاء علیہم السلام ہے حوارین کو نبوت نہ تھی تو جواب دیا گیا دو وجہ سے اول آنکہ وحی کلام عربین بمعنی امر ہے اے حکم دیا مین نے حوارین کو بزبان عیسیٰ علیہ السلام۔ اور یہی مفسر رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا اور قولہ ان آمنوا بی وبرسولی یعنی اوحیت بان آمنوا بی الخ اسکا مؤید ہے۔ وجہ دوم آنکہ وحی سے مراد وحی الہامی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ الآیۃ

Marfat.com

مین ہے کہ بلا خلاف یہان وحی الہامی مراد ہے اور جیسے فرمایا واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر الآیۃ مین وحی الہامی ہر ایسا ہی بعض سلف نے اس آیت مین قولہ اذ اوحیت الی الحواریین کے وحی کو کہا کہ ان کو الہام ہوا پس انھون نے اسکی پابندی کی قال الحسن البصری رح اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا الہام فرمایا۔ قال السدی رح اُن کے دلون مین یہ بات ڈالدی ۔ قالوا آمنا بولے ہم یقین لائے ف یعنی اللہ تعالیٰ و اسکے رسول عیسیٰ پر پورا ایمان لائے واشھد باننا مسلمون اور تو گواہ رہ کہ ہم حکم بردار ہین ف پہلے ایمان و پھر اسلام ذکر کیا تو اسلام بمعنی اخلاص و توحید و مرادف ایمان ہے اور نیز اظہار ہے کہ دل سے بھی ہم ایمان لائے اور ظاہر مین بھی انقیاد و اطاعت کی ف قال فی العرائس قولہ تعالیٰ اذ قال اللہ یعیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک الآیۃ یعنی خالص سعادت و محبت والون سے بیان کردے جو مین نے تجھ پر کشف جمال و اظہار علوم غیب و تجلی کا انعام کیا اور تیری مان پر کلمہ خاص القا کیا جبکہ اُس سے انوار کا ظہور ہوا اور نور الوہیت سے ملتبس تیرا وجود ہوا اور یہ بروقت تائید روح القدس تھا چنانچہ فرمایا۔ اذ ایدتک بروح القدس۔ یعنی بروح معرفت جو روشن بصبح ازل تھی اور یہ وہ نفخ اول ہے جو اللہ تعالیٰ نے روح تجلی بجلال و جمال سے آدم علیہ السلام مین پھونکی تھی کیا تو نہین دیکھتا کہ فرمایا۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم الآیۃ ۔ صورت عیسیٰ پر انکشاف قدس فرمایا کہ اس سے زندہ ہوگئے اور لاہوتیت و ناسوتیت کے امتزاج کی تحت سے بسبب روح القدس کے مقدس ہوگئے پس تمام وجود عیسیٰ علیہ السلام قدسی پیدا ہوا ۔ تو یہ نہین دیکھتا کہ کیونکر باذن اللہ تعالیٰ مردے کو زندہ کرتا تھا یعنی اللہ تعالیٰ کی تائید و نور روح قدس کے جلال سے مردہ زندہ کرتا تھا اور نیز معنی قولہ اذ ایدتک بروح القدس ۔ آنکہ مین نے تجھکو بندہ جبرئیل علیہ السلام سے تائید دی تاکہ تجھکو مقام عبودیت و ذلیت پہنچوا دے اور بشریت کے گہوارہ مین تیرے ساتھ رہے کیونکہ تیرا اصل نور ربوبیت سے ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو تجھکو مقام ہستی مین سکون نہ ہوسکتا بلکہ تو فانی و نابود ہوجاتا بعض مشائخ نے انبیاء علیہم السلام کے حال مین لکھا کہ ان مین سے بعض پر القاء روح النبوۃ تھا اور بعض پر القاء روح الصدیقیت ۔ اور بعض پر روح المشاہدہ ۔ اور بعض پر روح الصلاح والحرمۃ اس طرح مختلف تجلیات سے القا ہوا اور اُن کے اسرار مین وہ باتین پوشیدہ دین کہ انکا بیان و تعبیر نہین ہوسکتی ہے وہ ایسا علم ربانی ہے کہ اُسکا وصف غائب الحظ باقی ہے ۔ واسطی رحمۃ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت کی روائی نہین مگر جبھی کہ روح کو صحبت قدم میسر آئی ہو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکھلا ۔ پس جس کو قدم مین صحبت روح سے فیض ہولے وہ اللہ تعالیٰ کی معیت سے سرفراز ہوتا ہے اور قولہ تعالیٰ اذ ایدتک بروح القدس ۔ مین واسطی رح نے کہا کہ اس مقام پر روح کے ذکر سے ایک اشارہ لطیف یہ ہے کہ روح محض مستتر اور پوشیدہ ہے اسی طرح قرب الٰہی محض پوشیدہ ہے وہ وہم و گمان و بیان سے باہر ہے ۔ بعض مشائخ نے قدس سے اشارہ لیا کہ روح عیسیٰ پاکیزہ جوہر تھا کہ اسکو اشارہ کیا کہ وہ تیری ہیکل جسمی مین سے کسی چیز سے ممتزج و مرکب و میل نہین پائے گی بلکہ مین نے اسکو تیرے جسم سے اور تیری طبع سے اسکو مقدس و مطہر کردیا ہے تاکہ تو میرے سوائے کسی غیر کو نہ دیکھے اور نہ مشاہدہ کرے اور مین نے تجھکو اس جسم مین بطور عاریت کے بسایا ہے جیسے ابتدائے حال مین آدم کو جنت مین مستعار رکھا تھا اور فائدہ اس کا یہ ہے کہ تیرا جسم بھی اس روح کی مجاورت سے ہستی دنیا کی کے میل کچیل سے طاہر و پاک ہوجاوے چنانچہ انجام یہ ہوا کہ دونون پاکیزہ ہوگئے اور دونون کو محل قدس کی طرف اٹھالیا اور تمام نعمت الٰہی اپنے بندہ رسول عیسیٰ علیہ السلام پر یہ تھی کہ مہد مین اُس کے جسم کو بمانند اسکی روح کے پاکیزہ کردیا اور یہ محض قوت الٰہیہ و ظہور قدرت ہے اور اسی سے مہد مین عیسیٰ علیہ السلام نے اوتعالیٰ کی تنزیہ وصف و قدس و جلال و ربوبیت و کمال کا اقرار کیا اور عبودیت کو اسمین فانی کیا اور یہ قدرت کا ظہور اسمین تا زمانہ کہولت رہا حتی کہ بندگان الٰہی کو اوتعالیٰ کی تنزیہ صفات و قدس جلال و حسن جمال سے عارف کرکے مالا مال کیا اور یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا بقولہ تکلم الناس فی المھد وکھلا ۔ اور اسمین اور زیادہ فرمایا بقولہ واذ علمتک الکتاب ۔ یہ خاص تجلی بقدرت الید تھی کہ بغیر سیکھے سکھلائے عیسیٰ نے لکھنا جان لیا قال المترجم قدرۃ الید سے شیخ کی مراد یہ ہے کہ اوتعالیٰ نے جو فرمایا۔ بل یداہ مبسوطتان الآیۃ ۔ تو اکابر اولیاء اللہ اور مشائخ صوفیہ و اکابر محدثین

سلف کے نزدیک ید کے معنی یہ ہاتھ نہین بلکہ یہ ایک صفت ہر او تعالیٰ کی صفات سے اور اسکی حقیقت سے کوئی بندہ آگاہ نہین ہر اور یہ بحث اوپر تحت آیہ کریمہ مصدورہ بیان ہو چکی ہے یہان شیخ نے یہی کہا کہ او تعالیٰ نے جو عیسیٰ علیہ السلام کے حق مین یہ انعام یاد دلایا کہ اذ علمتک الکتاب۔ یعنی یاد کر کہ مین نے تجھکو لکھنا سکھلایا۔ تو لکھنا اُن کو تعلیم الٰہی سے اس طرح آیا کہ ایک صفت کی اُسپر تجلی فرمائی اور وہ صفۃ الید ہے پس لکھنا آگیا۔ پھر اور زیادہ فرمایا بقولہ والحکمۃ۔ اور مراد اس سے معارف محبت ہین اور طریق کشف ملکوت اور بطون افعال مع اُن کی ماہیات کے۔ پھر اور زیادہ فرمایا بقولہ والتوراۃ پس عیسیٰ علیہ السلام کو وہ بھی سکھلایا جو موسیٰ کو سکھلایا تھا باین طور کہ نور توریت سے اسپر تجلی فرمائی تا کہ اسکو معرفت کے شرائع اور ربوبیت کے آداب احکام معلوم ہون پھر زیادہ کیا بقولہ۔ والانجیل۔ اسمین ظہور صفات ابدیہ سے اوصاف قدم کو پہنچوایا اور وصف پر وصف بڑھایا کہ صفت قائمہ و قدرت آلہیہ کا ظہور اسکے مظہر سے قرار دیا کہ جو روح قدس اسمین تھی اسکے نفخ سے پرندکے خاکہ کو زندہ کر دیا اور یہ اس بات کی علامت ہر کہ قدرت خلق جو اوصاف ربوبیت مین سے ہے اسکا ظہور اس بندۂ خاص پر کرامت کیا اسی وجہ سے اندھے مادرزاد اور کوڑھی اچھے ہو جاتے اور مردے زندہ ہو جاتے اور جو امور عوام بندون کی نظر سے غائب و پوشیدہ تھے وہ ظاہر ہوتے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام لوگون سے کہتے۔ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم۔ چنانچہ دوسرے مقام پر یہ آیت مذکور ہے شیخ ابو علی رودباری نے کہا کہ جب بندہ عبودیت کی جائے نماز پر ٹھیک قائم و مستقیم رہتا ہر تو اس سے نور تجلی اوصاف ربوبیت سے بقدر اسکی لیاقت و استعداد کے ظاہر ہوتے ہین ولیکن یہ سب اسکی قضا و قدر کے موافق ہر تعالیٰ اللہ عزوجل۔ پھر اور نعمت یاد دلائی بقولہ واذ اوحیت الی الحوارین ان آمنوا بی و برسولی۔ وحی الٰہی جو رسولون علیہم السلام کی طرف ہوتی ہر وہ خاص ہوتی ہر اور عام اور خاص وحی جو انبیا علیہم السلام کو ہوتی ہے وہ بلا واسطہ ہوتی ہے اور عام بوسطہ جبرئیل علیہ السلام ہوتی ہر اور وحی خاص کے چند مراتب ہین۔ وحی بالفعل یعنی فعل سے وحی خاص اور وحی بالصفۃ۔ اور وحی بالذات پھر جو وحی کہ بذات تعالیٰ و تقدس ہر وہ خاص مقام توحید مین دیدار عظمت و کبریا کے وقت ہوتی ہر اور وہ مقام فنا ہر اور وحی صفات ہوتی ہر مقام معرفت مین جبکہ تجلی جلال ہوتی ہر اور وہان محل بقا ہے۔ **قال المترجم** فنا اول مقام توحید کا مگر فنا ہے اور بقا معرفت بعد فنا کے بقا ہے فافہم واللہ اعلم۔ اور وحی بالفعل مقام عشق و محبت مین ہوتی ہر اور وہان منازل انس و انبساط ہین اور اس مقام مین تو اولیا کو بھی انبیا علیہم السلام کے طفیل مین حصہ ہر اور جو وحی کہ فرشتے کے ارسال سے ہوتی ہر اسمین اولیا کو کچھ بھی حصہ نہین ہر۔ **قال المترجم** ولی کو طاقت نہین کہ فرشتے سے اسکو اتصال ہو سکے اور یہ تو خیر اسپر بڑھکر یہ کہ خطاب کا تحمل اسقدر پردون کے بعد نہین ہو سکتا کجا کہ باتصال فرشتہ ہو حالانکہ فرشتہ سے بھی اصل کلام نفسی تک اللہ تعالیٰ جانے کہ کسقدر حجاب ہو گئے ہین اور لوح محفوظ اور وہان سے آسمان دنیا پر نازل ہونا اشارات لطیف ہین ان حجابات سے اور اہل الحق کو سخت دقت واقع ہوتی ہے کہ پڑھے لکھے عالمون کی تو یہ نوبت ہر کہ ظہور ان معانی کی چمک سے کہین اثر نہین لو کفار و مشرکین عوام کو کیونکر سمجھا دین حاشا و کلا کہ دروغ بولتے ہون لیکن اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر دیوے کہ بطفیل سرور عالم صلعم اُنھون نے راہ مستقیم دکھلانے کو ہماری آنکھون کے سامنے کے کوڑے کرکٹ کو بہت صاف کیا لیکن اب بھی نہ سوجھے تو یہ مشیت حضرت مالک الملک لا شریک لہ ہر وہی قادر و مختار ہر جو چاہتا ہے کرتا ہے کیا مجال کہ کوئی بے بنیاد دم مارے لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون۔ پھر شیخ نے لکھا کہ وحی منزل توحید کی بکلام ہے۔ قلت ہذا کما قال تعالیٰ فاوحی الی عبدہ ما اوحی الآیۃ۔ اور وحی منزل معرفت کی تحدیث ہر قلت ہذا کما قال تعالیٰ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما۔ اور تمام اشارہ باظہار مفعول مطلق (من قول المترجم) یعنی تکلیما ہے۔ فافہم واللہ اعلم۔ اور وحی منزل عشق کی الہام ہے اور مقام الہام کی تین قسمین ہین۔ الہام ذاتی۔ و الہام صفاتی۔ و الہام فعلی۔ **قال المترجم** استیناس ہر کہ مقام الہام ذاتی اگرچہ منجملہ منزل وحی عشق سے ہر لیکن صدر اسرار منزل توحید ہر لہذا المحقق اس سے انبیا علیہم السلام یا جو اولیا اُن کے قدم پر ہون بشر ملکیہ منزلت اُن کی بھی منزلت توحید ہوا اور یہ اشارہ قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فی قولہ رب ارنی کیف تحیی الموتیٰ الآیۃ مین اور قصہ عزیر علیہ السلام فی قولہ انی یحیی ہذہ اللہ بعد موتہا الآیۃ

Marfat.com

ہین و اس سے سابق دو مقام پر گذرا ہی یاد کرو اور تجھ دیکھو اور اللہ تعالیٰ دانا تر ہے۔ پھر شیخ نے لکھا کہ بسا اوقات الہام فعلی بواسطۂ فرشتہ در ربع و قلب عقل سر بلن و حرکت فطرت کے ہوتا ہے اور بسا اوقات کان پر ہاتف غیب کے آواز ظاہر آتی ہے اور بسا اوقات زبان خلق سے حرکات حدوث کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ ولیکن ان مقامات کو کوئی پہچانتا نہین سوائے اسی بندہ کے جسکو معرفت خواطر و حقائق علوم مین ایک منصب خاص حاصل ہو۔ پھر واضح ہو کہ یہان یعنی قولہ واذا وحیت الی الحوارین - بین الہام فعلی کے اقسام مین سے وحی صفاتی ہی جس سے بندہ کو ایمان و معرفت پیدا ہوتا ہے اسی واسطے فرمایا کہ واذا وحیت الی الحوارین ان آمنوا بی و برسولی - یعنی جو انوار غیب مین نے تم پر کشف کر دیئے اس سے تم مجکو پہچانو و تصدیق کرو اور میرے رسول سے میری اس معرفت کے شرائط عبودیت حاصل کرو تو حواریون نے تسلیم کیا۔ جیسا کہ فرمایا۔ قالوا آمنا واشهد باننا مسلمون - اور قولہ آمنوا بی بمقام الجمع ہے اور قولہ برسولی - اے آمنوا برسولی بمقام التفرقہ ہی - قال المترجم معلوم ہو گیا کہ الہام سے جو وحی ہوتی ہے وہ بزبان خلق بحرکات حادث ہوتی ہے یعنی انکشاف الہامی بذریعہ اسوجہ کے بھی ہوتا ہے تو زبان عیسیٰ علیہ السلام سے وصف تنزیہ و تقدس حضرت باری تعالیٰ کا اثر الہامی و صفاتی الہام باطن حوارین پر ہوا جس سے ایمان متولد ہوا اسی سے ان لوگون نے حضرت عیسیٰ کو خطاب کیا کہ واشهد باننا مسلمون - اور گواہ کر لینا اشارت ہی کہ وحی الہامی سے قلب کے ساتھ معاملت ایمان بحضرت باری تعالیٰ جل جلالہ طے پائی اور عیسیٰ کو اسپر گواہ کر لیا تاکہ یہ مفہوم نہ ہو کہ تاثیر نصیحت عیسیٰ تھا بلکہ ہدایت فقط او تعالیٰ عز و جل سے ہے اور یہان سے ظاہر ہوا کہ علماء ظاہر نے جو دو تفسیرین اس کلام کی بیان فرمائی ہین وہ درحقیقت ایک ہی قول ہے ان دونون مین کوئی اختلاف نہین ہے فتدبر او جمع کے بعد تفرقہ کی ہدایت مین تحصیل کمال جنت سے دنیا مین نزول کی حکمت اصح ہی فتفکر۔

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً

جب کہا حواریون نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تیرے رب سے ہو سکے کہ اتارے ہم پر خوان بھرا

مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا

آسمان سے بولا ڈرو اللہ سے اگر تم کو یقین ہے بولے ہم چاہتے ہین کہ کھاوین اسمین سے

وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝

اور چین پاوین ہمارے دل اور ہم جانین کہ تو نے ہم کو سچ بتایا اور ہین ہم اسپر گواہ

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا

بولا عیسیٰ مریم کا بیٹا اے اللہ رب ہمارے اتار ہم پر خوان بھرا آسمان سے کہ وہ دن عید رہے

لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ

ہمارے پہلون اور پچھلون کو اور نشانی تیری طرف سے اور روزی دے ہم کو اور تو ہے بہتر روزی دینے والا کہا اللہ نے مین

ربع ع ۵ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ع

اتارونگا وہ خوان تم پر پھر جو کوئی تم مین ناشکری کرے اس پیچھے تو مین اسکو وہ عذاب کرون گا جو نہ کرون گا کسی کو جہان مین

یہی قصہ نزول مائدہ از آسمان ہی اور اسی پر سورہ کا نام سورۃ المائدہ ہی اور اسمین حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اُن کی دعا قبول ہونے کا احسان ہی اذ قال الحواریون - یاد کر جبکہ کہا حواریون نے ف - اور ظرف متعلق بمقدر مانند اذکر ہے یعنی یاد کر جبکہ کہا حواریون نے یٰعیسیٰ ابن مریم - اے عیسیٰ بیٹے مریم کے ف - اس سے ظاہر ہوا کہ حواری ان کے وقت مین حضرت عیسیٰ کو بندہ اور مریم کا بیٹا جانتے تھے اور اسی نسبت سے پکارا

Marfat.com

اور کیوں نہیں کہ اسی پر ایمان لائے تھے چنانچہ کہا یاعیسیٰ ابن مریم هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ آ۔ تیرے رب سے ہو سکے کہ اُتارے ہم پر خوان بھرا آسمان سے ف۔ آمین دو قرأۃ ہیں بعض نے تستطیع ربک بتا رفوقانیہ بمضارع مخاطب اور منصب ب پڑھا اور معنی یہ کہ بھلا تو استطاعت رکھتا ہے اپنے پیدا کرنے والے معبود سے یعنی اپنے پروردگار سے سوال کر سکتا ہے۔ یہ کہ نازل کرے تیرا پروردگار ہم پر مائدہ آسمان سے اور دوسری قرأۃ جو اکثر قراء کی ہے وہ یستطیع ربک ہے بیا رتحتیہ و رب کو رفع اور معنی آنکہ بھلا استطاعت رکھتا ہے تیرا پیدا کرنیوالا معبود یہ کہ ہم پر آسمان سے مائدہ اُتارے۔ پس یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ حواری تو اہل ایمان و اسلام تھے انھوں نے قدرت میں کیونکر شک کیا۔ تو جواب دیا گیا کہ یہ انکا ابتدائی حال تھا اسوقت تک معرفت آلٰہی و اسکی صفات کمالیہ کا علم اُن میں مستحکم نہیں ہوا تھا اسی واسطے عیسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ ڈرو اللہ تعالیٰ سے اگر تم مومن ہو یعنی قدرت آلٰہی میں شک مت کرو وہ ہر بات پر قادر ہے۔ اور زمخشری نے جو کہا کہ وہ مومن خالص نہ تھے تو یہ لغو ہے اور اجماع مفسرین کے خلاف ہے۔ اور قرأۃ اولیٰ یعنی ہل تستطیع ربک بمضارع مخاطب اس امر پر دلیل ہے اور معاذ بن جبل کو آنحضرت صلعم نے یہی قرأۃ پڑھائی لکما رواہ الحاکم وصححہ والطبرانی وابن مردویہ و یہی قرأۃ ابن عباس و علی رضی اللہ عنہما و سعید بن جبیر و مجاہد رحمہما اللہ تعالیٰ ہے پس قرأۃ دوم متوافق بمعنی اول ہے اور یہ عرب کا عمدہ محاورہ ہے کہ جب اُن کو کسی شخص کی طرف سے شک ہوتا ہے کہ وہ یہ کام کرے گا یا نہ کریگا تو کہتے ہیں کہ ہل یستطیع فلان ذلک۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا ہے بلکہ مراد یہ کہ بھلا ہو سکتا ہے کہ وہ کہنے سننے سے ایسا کرے۔ پس شک اس فعل کے وقوع و عدم وقوع میں ہوتا ہے اور یہ نہیں کہ فلان مذکور کو طاقت ہے یا نہیں ہے پس یہی معنی ہیں قول حواریین کے کہ بھلا پروردگار تعالیٰ تمہارے سوال دعا وغیرہ سے ایسا کر دیگا کہ ہم پر آسمان سے مائدہ نازل فرمائے اور یہ وہی قرأۃ اولیٰ کے معنی ہیں اور اسمیں اوتعالیٰ عزوجل کی بے نیازی و عظمت بہت نکلتی ہے کہ اوتعالیٰ بے نیاز ہے اور غنی و پاک بے پروا ہے پس عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ نبی مقبول ہیں لیکن شاید اُن کی دعا بھی قبول ہو یا نہ ہو۔ اور دوسری قرأۃ میں بھی ایسے معنی ہیں کہ اے عیسیٰ تم ایسا کر سکتے ہو کہ ایسی دعا کرو اگرچہ اُمید ہے کہ تمھاری دعا پر قبولیت کا اثر ہو گا۔ قال ابن کثیر مائدہ وہ خوان جسپر کھانا لگا ہوا ہو۔ وقیل اگر کھانا نہ ہو تو مائدہ نہیں بلکہ خوان ہے جیسے تراشا ہوا بنا ہو تو قلم ورنہ انبوب یعنی کلک ہے اور چمڑا اچکا یا ہوا تو جراب ورنہ اہاب یعنی ادھوڑی کھال ہے اور پانی سے بھرا ہوا ہو تو ذنوب و سجل ورنہ دلو یعنی خالی ڈول ہے قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ تقویٰ کرو اللہ تعالیٰ سے اگر تم سچے ایمان لائے ہو ف یعنی جواب میں عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے یہ کہا اس جواب کی توجیہ میں چار قول ہیں اول جو مفسر نے کہا کہ سچائی کیلئے ایسی نشانیاں مت مانگو کہ ایمان بالغیب رہے جو درحقیقت ایمان ہے بلکہ ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔ دوم جو ابن کثیر نے ذکر کیا کہ بعض علماء تابعین نے کہا۔ یہ لوگ فقیر محتاج تھے تو انھوں نے سوال کیا تھا کہ مائدہ بے محنت مل جایا کرے تاکہ نفس کے مخمصہ سے فارغ ہو کر عبادت پر قوت پاویں پس عیسیٰ علیہ السلام نے اُن کی درخواست کو منظور کیا کہ دعا کرونگا لیکن اُن کو یہ کہا کہ اتقوا اللہ یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل کی جناب میں تقویٰ و ڈر کرو اور بہتر ہوگا کہ اسکو مت مانگو کیونکہ شاید یہ فتنہ و عذاب کا باعث نہ ہو جائے اور نیز رزق حلال پیدا کرنے کے ثواب سے محروم نہ ہو پس رزق کی طلب میں مشقت کرو اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ سوم آنکہ تقویٰ کرو تاکہ تمھاری مراد حاصل ہو کیونکہ متقی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوتا ہے وقد قال تعالیٰ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لایحتسب الآیۃ۔ چہارم آنکہ جو ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ بھلا تم سے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے تیس روزے رکھو پھر جو مانگو وہ پاؤ کیونکہ مزدور کی مزدوری اسپر ہے جس کے لئے کام کیا ہو پھر انھوں نے ایسا ہی کیا پھر روزے پورے ہونیکے بعد کہا کہ اے بھلائی کے سکھلانے والے ہم نے یہ کام کیا اور اگر کسی بندہ کے واسطے کرتے تو فراغت پر ہم کو خوب کھانا کھلاتا ہم مائدہ کی درخواست کی تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اتقوا اللہ ان کنتم مومنین۔ قالوا نرید ان ناکل منہا۔ بولے ہم چاہتے ہیں کہ کھاویں اس میں سے

ل رواہ ابن ابی حاتم عن یونس بن عبد الاعلیٰ عن ابن وہب عن اللیث عن عقیل عن ابن شہاب الزہری عن ابن عباس و قال ابن کثیر ہذا الاسناد لا بأس به اسناد جید ۱۲

ف یعنی سوال مائدہ کا اس جہت سے ارادہ کرتے ہیں کہ ایک تو ہم اسمیں سے کھاویں اور دوسرے وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا اور چین پاویں ہمارے دل ف
یعنی یقین بڑھ جاوے جس سے ہمارے دلوں کو خوب تسکین ہو اور تیسرے یہ کہ وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا جانیں ہم کہ تم دعوی نبوت میں
سچ بولے ہو ف یعنی ہمارا یقین اور علم تمہاری نبوت میں زیادہ بڑھ جاوے۔ وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ اور رہیں ہم اسپر گواہ ف
یعنی جو غائب ہیں ان کو ہم شہادت دیں گے یا اللہ تعالی کی قدرت کو مشاہدہ کریں یا بات کے مشاہدہ کرنے والے ہوں نہ فقط سنی سنائی
کہنے والے حاصل آنکہ ہماری محتاجی دور ہو اور علم استدلالی و علم مشاہدہ ملکر یقین بڑھ جاوے اور تصدیق رسالت میں ترقی ہو اور غائب لوگوں
کیلئے ہم مشاہدہ بیان کرنے والے ہوں۔ واضح ہو کہ اثر ابن عباسؓ مذکورہ وجہ چہارم میں اشارہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے اُن کو مزدور آخرت
بنایا اور اُنھوں نے مزدوری میں دنیا مانگی اور یہ بہت پستی ہے اگرچہ خروج از درجہ ایمان نہیں لیکن اشعار ہے کہ قدم اعلی کا یہ حال تھا تو مابعد والوں کا
کیا حال ہوگا اور آنحضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک جماعت سے مروی ہے کہ اچھی طرح پیٹ بھر کھانا خود بخود ملتا تو یاد کر کے روتے کہ
ہمارے بدلے شاید ہم کو دنیا میں ملے جاتے ہیں پس کتنا بڑا فرق ہے واللہ اعلم۔ اور بلاغت نظم کلام اس بات کے مشعر ہے کہ معرفت الٰہی میں ان کا
قدم اسوقت تک درجہ اوسط پر بھی نہیں پہونچا تھا اسواسطے کہ جبدارج کمال اس امت مرحومہ کے واسطے ہیں ان میں سے اوسط درجہ اگلی امتوں کا اعلی درجہ
تھا جیسا کہ سابق میں اس کا بیان بکلام شیخ الحافظ ابن کثیرؒ گذر چکا ہے فتذکر۔ بالجملہ جب حضرت عیسی علیہ السلام کو ان کی غرض معلوم اس بیان کے
موافق معلوم ہوئی تو قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا۔
بولا عیسی مریم کا بیٹا اے اللہ رب ہمارے اُتار ہم پر خوان بھرا آسمان سے کہ وہ دن عید ہے ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لئے ف یعنی مائدہ
اُترنے کا دن ہمارے واسطے عید ہوا۔ ولاولنا بدل از لنا ہے باعادہ حرف جار اور مراد اولین سے خود یہ لوگ اور مراد آخرین سے وہ لوگ جو بعد کو پیدا
ہونگے اور روز عید ہونے کے یہ معنی کہ ہم اس کی تعظیم و تشریف کریں بعض اکابر سے کذا ملا کہ اللھم سے دعا کرنا جامع اسماء صفات اور محبوب نام سے دعا
ہے اور ربنا بدل ہے تاکہ رحمت پروردگار کی تجلی ہو بعض نے ذکر کیا کہ یکشنبہ یعنی اتوار کو نازل ہوا تھا تو اسکی تعظیم کرتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ روز جمعہ
روز مبارک ہے وہ اگلی امتوں کو نہ ملا بلکہ یہودی سنیچر پر جمے رہے اُن پر مفروض ہوا اور نصاری اتوار پر وہی مفروض ہوا اور مومنین اہل اسلام کو اللہ تعالی
نے روز جمعہ کی ہدایت فرمائی فالحمد للہ رب العالمین۔ اور یہ مضمون احادیث باب جمعہ سے واضح ہے۔ اور عید خوشی کا دن کہلاتا ہے اور نام اسکا خواہ بوجہ
اسکے کہ وہ زمانہ کے معین اوقات میں عود کرتا ہے یا بوجہ آنکہ اسمیں عود الناس یعنی لوگوں کا اجتماع ہے یا فرح و سرور پھیر لاتا ہے یا عادت متعود ہے یا مانند اسکے
اہل لغت کے وجوہ بیان ہیں۔ حاصل دعا آنکہ اے پروردگار مائدہ اتار دے کہ ہمارے زمانہ والوں و پچھلے آنے والوں کی عید ہو جائے وَاٰيَةً مِّنْكَ
تیری قدرت پر اور میری نبوت پر نشانی ہو جاوے وَارْزُقْنَا اور روزی دے ہم کو ف یہ عطف ہے انزل علینا پر یعنی مائدہ اُتار دے اور ہم کو یہ رزق
دے وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ تو ہی ہے بہتر روزی دینے والا ف یہ بندوں کی سمجھ کے موافق نصیحت ہے کہ مجازاً غیر کو بھی رازق سمجھتے ہیں ورنہ درحقیقت
رازق وہی پاک پروردگار ہے اور اسباب درحقیقت محض ایک بہانہ ہے بلکہ نظر کی خطا ہے اور بندے کو اسکی وسعت صرف کرنے اور پھر بھی اللہ تعالی پر توکل
کرنے کا امتحان ہے اور تحقیق اس کی قولہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الآیہ کی تفسیر میں مذکور ہو چکی ہے فتذکر اور اس امتحان میں بہتیرے
حواس کے بندے عقل سے اندھے گمراہ ہوئے کہ تدبیر پر مدار رکھتے ہیں حالانکہ ہر اسعدن دفعہ اُن کی تدبیر پوری نہیں ہوتی اور یہی تقدیر کی علامت ہے مگر نہیں
سمجھتے ہیں اللہ تعالی اپنے فضل سے ہدایت فرما دے۔ اس کلام میں اشارہ ہے کہ امر خیر جو مورث فرحت و سرور ہو وہ اللہ تعالی کی طرف سے عید ہوتا ہے جیسے
روز جمعہ وغیرہ اور کسی کے بنانے سے نہیں بنتا ہے اسی واسطے تجعلها عیدا نہیں کہا یعنی ہم اسکو عید بنا دیں نہیں فرمایا اور مومنین کیلئے رمضان کی عید الفطر

Marfat.com

اس امر کا کمال سرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزے پورے کئے حالانکہ ان روزوں کے کیا فضائل ہیں اور ایسی ہی عید اضحی قربانی کی عید مشروع ہے کہ حیات نفس کو کمالات
حاصل کرنے کیلئے باقی رکھا اور جانور کو اس کا فدیہ مقبول فرمایا جس کے فضائل مروی ہوئے ہیں پس عوام جو اس عید میں دنیا کی تمام ہوس تکلف کو جمع کرنا
عین عید جانتے ہیں یہ ہوا وہوس ہے ہاں پاکیزگی ولطافت وغریب مسلمانوں کیلئے کھانے پینے میں آسانی دینا اچھی بات ہے۔ فافہم۔ بالجملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے
یہ دعا فرمائی اور روایت ہے کہ اس دعا کرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ نے موٹے کپڑے یا بالوں کے کپڑے پہنے اور دو رکعت نماز پڑھی اور سر نیچا کیا اور خوب روئے پھر دعا
مانگی اور پھر رو دیئے۔ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ کہا اللہ نے میں اتارونگا وہ خوان تم پر ف یعنی اللہ تعالیٰ نے قبولیت کا جواب اسطرح فرمایا کہ البتہ
میں اس مائدہ کو تم پر اتارنے والا ہوں۔ عاصم ونافع وابن عامر نے منزلہا بتشدید از تنزیل پڑھا اور باقیوں نے منزل از انزال بتخفیف پڑھا اور اول میں معنی
تکرر وبار بار نازل ہونے کے اظہر ہیں حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے دعا کو قبول کیا کہ اچھا میں اتارونگا لیکن یہ بھی فرمایا کہ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ پھر جو کوئی ناشکری
کرے اس پیچھے ف یعنی بعد مائدہ اترنے کے۔ مِنْكُمْ تم لوگوں میں سے ف یعنی جن پر مائدہ اتریگا۔ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عذاب کرونگا میں اسکو
عَذَابًا ایسا عذاب لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ وہ عذاب کسی اور کو عالمین میں سے نہ کرونگا ف بعض علماء نے کہا کہ عالمین سے ان کے زمانہ
والے عالمین مراد ہیں اور بعض نے کہا کہ تمام عالمین مراد ہیں اور یہی اصح ہے اسواسطے کہ ان پر مسخ ہو کر سور وبندر ہو جانے کا جو عذاب اترا تھا وہ ان سے
پہلے حضرت داؤد علیہ السلام کے وقت میں ایلہ کے بعض یہودیوں پر بھی ہوا تھا لیکن آیت کریمہ میں آئندہ ان کے بعد اس عذاب سے معذب ہونے کی خبر ہے
جیسا کہ قولہ لا اعذبہ صریح دلالت کرتا ہے اور لم اعذبہ نہیں ہے جس کے معنی یہ ہوتے کہ عالمین میں سے کسی کو ایسا عذاب نہیں کیا پس عالمین سے
تمام عالمین مراد لینا صحیح ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر یہ عذاب نہ ہوگا جب تک کہ وہ مسلمان اہل سے ہیں اور یہ جو
حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس امت میں بھی خسف ومسخ ہے تو احتمال ہے کہ ایسے لوگوں پر ہوگا جو دین سے خارج ہو جاویں جیسے فرمایا کہ میری امت
میں سے ایک گروہ مشرکوں سے مل جاویگا اور ایک گروہ بت پرستی کریگا اور میری امت میں سے قریب تیس(۳) کے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کریگا۔ الی آخرہ
فی حدیث مسلم وقد ذکر سابقا اور احتمال ہے کہ شاید مسخ باطنی ہوا لا آنکہ خسف باطنی غیر متصور ہے اور احتمال ہے کہ مسخ ایسا نہ ہو جو اصحاب مائدہ کے حق میں
ہوا اور احتمال اول ارجح ہے بالجملہ اللہ تعالیٰ نے مائدہ نازل کرنے کا وعدہ کیا مگر اس تہدید سخت کے ساتھ کہ جس کا پایان نہیں ہے۔ اور مروی ہے کہ جب حواریین
نے یہ تہدید سخت سنی تو خوف ہوا کہ شاید کوئی کفر کرے اور ظاہر او کفر سے کفران نعمت ہے یعنی شکر گزاری وفرمانبرداری نہ کر سکے کیونکہ مراد اس فارغ البالی کا یہی
کہ طاعت وعبادت میں بے فکر رہیں بہرحال خوف کرکے عفو چاہا اور کہا کہ ہم نہیں مانگتے ہیں پس مائدہ نازل ہوا اور یہی قول مجاہدؒ وحسنؒ سے مروی ہوا لیکن
ثبوت میں تامل ہے اور صحیح یہ ہے کہ مائدہ نازل ہوا جیسا کہ قولہ انی منزلہا علیکم سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ وعدہ ہے اور خلاف وعدہ ہو نہیں سکتا اور یہی جمہور امت
ومشاہیر ائمہ علماء کا قول ہے۔ قال المفسرؒ فنزلت الملائکۃ بہا من السماء علیہا سبعۃ ارغفۃ وسبعۃ احوات فاکلوا منہا حتی شبعوا قال ابن عباس مفسرؒ نے کہا
کہ پھر ملائکہ آسمان سے آنکھوں دیکھتے مائدہ لیکر اترے بس ملائکہ نظر آتے اور خوان نظر آتا یہاں تک کہ سامنے لاکر رکھا۔ اسپر سات گردہ روٹیاں اور سات
مچھلیاں تھیں پس حواریوں نے آپس میں سے کھایا یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے یہ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے وفی حدیث انزلت المائدۃ من السماء خبزا و
لحما فامروا ان لا یخونوا ولا یدخروا لغد فخانوا وادخروا ورفعوا لغد فرفعت فمسخوا قردۃ وخنازیر یعنی اور ایک حدیث مرفوع میں آیا ہے آسمان سے مائدہ اترا روٹیاں وگوشت
تھا پس ان کو حکم دیا گیا کہ کل کے واسطے نہ رکھیں اور نہ ذخیرہ اندوختہ کریں مگر آخر انھوں نے خیانت کی اور کل کے واسطے رکھ چھوڑا پس مائدہ تو
منقطع ہوا اور وہ لوگ جنھوں نے ایسا کیا تھا مسخ کرکے بندر وسور کر دیئے گئے۔ قال فی الکمالین۔ اس کو ترمذیؒ نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ
سے مرفوعا روایت کیا اور کہا کہ عمار سے دیگر اسناد سے موقوف انکا قول روایت ہے اور یہی اصح ہے وقد رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم وابو الشیخ

وابن مردویہ ایضا۔ واضح ہو کہ قولہ عیدا لاولنا و آخرنا۔ کے بعض نے یہ معنی بیان کئے کہ جماعت کثیر میں سے اگلے اس خوان پر بیٹھکر کھانے والے اور پچھلے کھانے والے یکساں پاویں۔ بدلیل روایت ابن عباسؓ کہ ملائکہ آسمان سے خوان لائے جس پر سات روٹیاں و سات مچھلیاں تھیں وہ اُن کے سامنے رکھا پس اس میں سے جیسے اگلوں نے کھایا ویسے ہی پچھلوں نے سیر ہو کر کھایا۔ وعن عمارؓ خوان پر جنت کے میوے بھی تھے۔ کما رواہ ابن جریر۔ وفی روایۃ عن عمار یہ قصہ مائدہ والوں کا اور اُن پر عذاب ہونے کا بیان کر کے کہا کہ اے گروہ عرب تم اپنی حالت یاد کرو کہ اونٹوں و بکریوں کو چراتے پھرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم میں اپنے ایسے بزرگ کرم رسول صلعم کو بھیجا جس کا حسب نسب تم خوب جانتے ہو اُس نے تم کو خبر دی کہ تم خزانہ بادشاہان عجم کو اپنے قبضہ میں لاؤ گے اور تم کو منع کر دیا کہ سونے و چاندی کو خزانہ بنا کر اس طرح نہ رکھنا کہ اسکی زکوۃ نہ دو اور جو حقوق ہیں اُن میں خرچ نہ کرو اور قسم ہے اللہ پاک کی کہ رات دن نہیں گذرینگے کہ تم ان کو خزانہ بنا کر اس طور سے رکھو گے جس سے تم کو ممانعت ہے اور پھر اللہ تعالیٰ تم کو سخت عذاب کریگا۔ رواہ ابن جریر قال المترجم اس اثر کے واسطے حدیث صحیح شاہد ہے کہ اسمیں آیا ہے کہ بنی اسرائیل پر جو فتنہ شروع ہوا تو وہ عورتوں سے شروع ہوا تھا اور میری اُمت کا فتنہ مال سے ہے یعنی مال سے شروع ہوگا۔ پھر عذاب و فتنہ میں پڑ کر وہی بد افعال کرنے لگیں گے جو بنی اسرائیل و اگلی اُمتوں سے سرزد ہوئے تھے۔ اور جو حالت خوان مائدہ کی بیان ہوئی وہ ظاہری مختصر صورت و بعض بیان ہے اور پوری حالت اور کیفیت مذکور نہیں ہے اور سلمان خیر رحمہ اللہ سے اس سے زیادہ طویل قصہ مذکور ہے اور اس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام برابر روتے تھے بوجہ ان شرطوں کے جو نزول مائدہ میں مشروط تھیں اور کہتے تھے کہ اے تعالیٰ میرے اسکو رحمت کر اور عذاب مت کر۔ الٰہی میں نے بہت عجیب باتیں مانگیں اور تو نے دی ہیں الٰہی ہم بندوں کو اس کا شکر گذار کر دے الٰہی میں پناہ مانگتا ہوں کہ اسکو تو نے غضب سے اُتارا ہو۔ الٰہی اسکو سلامت و عافیت کر دے اور اسکو فتنہ مت کر۔ برابر اسی طرح وہ دعا کرتے رہے یہانتک کہ وہ عیسیٰ و حواریوں کے روبرو اُترا۔ اور ساتھیوں نے اس سے ایسی پاکیزہ خوشبو پائی کہ کبھی ہرگز نہیں پائی تھی اور عیسیٰ و حواریین شکر کے سجدے میں گر پڑے کہ ان کو ایسی جگہ سے رزق دیا جہاں سے خیال بھی نہ تھا اور ایک عجیب نشانی اُن کو دکھلائی جس سے عبرت ہوتی ہے اور یہودی متوجہ ہو کر دیکھنے لگے اور اُنھوں نے ایک عجیب بات دیکھی جس سے اُن کو غم و غصہ و حسد و عداوت زیادہ ہوئی۔ اور نیز اس روایت میں ہے کہ اُسپر سے سرپوش اُٹھانے کے وقت پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نیا وضو کیا اور مصلے پر نماز پڑھی اور بہت روئے۔ اور نیز اس میں مچھلیوں کی صفت و پاکیزگی اور سوائے کراث یعنی گندنا کے ہر قسم کے بقول و ترکاریاں و انار وغیرہ میوہ جات مذکور ہیں۔ اور نیز اسمیں ہے کہ شمعون نے جو حواریوں میں سے سردار تھا سوال کیا کہ یہ دنیا کے طعام سے ہے یا جنت سے ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پھر منع کیا کہ سوالات سے باز نہیں آتے ہو خوف کرو کہ یہ آیات عذاب نہ ہو جائیں تو شمعون نے کہا کہ قسم ہے پروردگار اسرائیل کی کہ اے صدیقہ کے بیٹے میں نے اس سے سوال کا قصد نہیں کیا تھا پس عیسیٰؑ نے جواب دیا کہ تم دیکھتے ہو کہ یہ دنیا کا طعام نہیں اور جنت کا بھی نہیں ہے اسکو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت قاہرہ سے ایجاد کر دیا ہے اسکی قدرت ایسی ہے کہ پلک مارنے کی دیر نہیں ہوتی اور جو مراد ہے وہ پیدا ہو جاتا ہے پھر حواریوں نے کہا کہ یا عیسیٰؑ اسمیں کوئی اور نشانی دیکھنے کی ہم کو خوشی ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے لوگو تم اکتفا نہیں کرتے اس سے یہانتک کہ اور آیت مانگتے ہو پھر مچھلی سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو جا وہ زندہ ہو گئی اور اس سے وہی بو آنے لگی جو زندہ مچھلی سے آتی ہے یہ دیکھکر لوگ گھبرائے تو فرمایا کہ لوگو یہ کیا حال ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار جب اپنی قدرت کی نشانیاں دکھلاتا ہے تو تم کو کراہت ہوتی ہے مجھے بڑا خوف ہے کہ تم اس حرکت پر عذاب نہ کئے جاؤ اور مچھلی کی طرف مخاطب ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و ارادت سے ویسی ہی ہو جا پھر وہ بھنی ہوئی پاکیزہ ہو گئی جیسے دسترخوان پر تھی۔ پھر حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہل کرنے کو اصرار کیا اور آپنے پہل نہ کی تو حواریوں نے بھی ہاتھ کھینچا

Marfat.com

پس حضرت عیسیٰ نے محتاجون اور لولے لنگڑون کو بلایا اور کہا کہ بسم اللہ کر کے اپنے پروردگار کا طعام کھاؤ تم پر گوارا ہوا اور دوسرون پر عذاب ہے اُنھون نے فرمان قبول کیا اور مرد و عورت مل کر ایک ہزار تین سو آدمیون نے کھایا پس جنھون نے کھایا تھا وہ تونگر ہوے کہ مرتے دم تک تونگر رہے اور سب بیمار اچھے ہوگئے اور حواریون و لوگون پر ندامت چھا گئی اور کہا کہ اتنے آدمیون کے کھانے کے بعد عیسیٰ و حواریون نے جو اسکو دیکھا تو اپنے حال پر تھا اس مین کوئی کمی نہین آئی تھی پس وہ خوان اُٹھایا گیا یہان تک کہ نظرون سے غائب ہوگیا پھر جب اس کے بعد مائدہ اُترتا تو اس کا اثر فقط آسودہ ہوجانا تھا۔ پس تونگر و فقیر و بیمار و تندرست سب نکلکر ہجوم کرتے۔ اور اسمین مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے عیسیٰ اس طعام کو فقیرون و یتیمون و لولے لنگڑون کے واسطے قرار دے اور تونگرون کو مت دے۔ اور نیز مذکور ہے کہ اسکی باری مقرر کر دی تھی کہ دوسرے روز نوبت آتی تھی۔ پس تونگرون کے دلون مین بیہودہ خیالات و شیطانی وسواس و شک پیدا ہوئے اور بہت لوگون کو شک مین ڈالا آخر عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ قسم ہے مجکو میرے پروردگار کی کہ تم ہلاک ہوئے کہ یہ شرط کے خلاف کرتے ہو پھر اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ مین جھٹلانے والون کو عذاب کرونگا حتی کہ خنزرات مین سو ہوگئے۔ رواہ ابن ابی حاتم وقد جمعہ ابن کثیرؒ وقد اخذت من مواضع من القصۃ وقال ابن کثیر اثر غریب جدا۔ پھر شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے مجاہد و حسن سے روایات نقل کین کہ مائدہ نازل نہین ہوا اور ابن کثیر نے کہا کہ ان روایات کی اسانید صحیح ہین اور تقویت اس قول کی یون بھی ہوتی ہے کہ نصاریٰ نے اپنی کتابون مین ذکر نہین کیا اور قرآن مجید مین کوئی امر منصوص نہین ہے ہان قولہ انی منزلہا علیکم سے ابن جریر وغیرہ نے استدلال کیا کہ وعدہ ہے پس نازل ہوا اور اخبار و آثار سلف بھی اسپر دلالت کرتے ہین اور شاید یہی صواب ہو واللہ اعلم و مترجم کہتا ہے کہ انی منزلہا علیکم مین یہ معنی بھی ہوسکتے ہین کہ مین اُتارونگا لو مگر جب یہ شرط قبول کرو کہ جو منکر ہو تو اس کو ایسا عذاب کرونگا جو کسی کو نہین کیا ہے لیکن چونکہ اُنھون نے اس شرط سے احتراز کیا اور ڈرے تو نازل نہین ہوا۔ بالجملہ قرآن مجید مین یہ امر منصوص نہین کہ نازل ہوا یا نہین نازل ہوا اور نہ اس سے چندان بحث متعلق ہے ہان سلف سے آثار و اخبار مختلف مروی ہین بعض مین ہے کہ نازل ہوا اور بعض مین ہے کہ نہین نازل ہوا و قول اول اصح ہے واللہ اعلم

ف۔ قال فی العرائس قولہ تعالیٰ واذ قال الحواریون یا عیسیٰ ابن مریم الآیۃ۔ اس قوم کو اللہ تعالیٰ نے چشم بصیرت دیدی تھی کہ الہام ایمانی سے دیدار غیب حاصل ہوا تھا اور منازل قرب و خطاب کو قلوب و ارواح سے دیکھ چکے تھے لیکن ظاہری تائید و معجزہ سے تقویت و منزلت دریافت کرنے کا خیال سمایا اسواسطے کہ حالت تمکن پر پہونچے نہ تھے تو ان کو تلوین مین دوران تھا او نفس و دشمن کا معارضہ ابھی اُن پر طاری تھا پس انھون نے دفعہ معارضہ نفس و دشمن کے لیے و قلب کی طمانینت حاصل ہونے کیلئے ظاہری معجزہ مانگا تھا اور یہ لوگ تو آخر بندے عوام مین سے ترقی پر تھے تو تمہین دیکھتا کہ خواص مین سے حضرت ابراہیم علیہ السلام بزرگ نبی تھے اُنھون نے ابتدائی حال مین کہا کہ رب ارنی کیف تحی الموتی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ کی کہ۔ اولم تومن۔ تو عرض کیا کہ بعد دفع وسواس کے کہ۔ بلی ولکن لیطمئن قلبی۔ پس اللہ تعالیٰ نے فعل مین قدرت دکھلادی کہ یون ہی مناسبت تمام ہے چنانچہ قولہ فخذ اربعۃ من الطیر الآیۃ سے واضح ہے اور ان دونون وصفون مین کوئی شک نہین ہوتا نہ جانب نبوت سے اور نہ جانب ولایت سے۔ بالجملہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے حواریون سے یہ کلمہ سنا تو اُن پر یہ سخت شاق گذرا اور اُن کی حالت سے تعجب کیا کہ بعد یقین کے یہ وسواس خاطر دامنگیر ہے اسی واسطے جواب دیا بقولہ اتقوا اللہ ان کنتم مومنین۔ یعنی جو وسواس خاطر تم پر طاری ہوتے ہین اسمین اللہ تعالیٰ سے خوف کرو۔ حاصل آنکہ اپنے اوپر لازم کر لو کہ جو خطرات تم کو تمہارے نفس کی وساطت سے آتے ہین اُن کے دفع کرنے مین مشغول ہوجاؤ تاکہ غیر الٰہی مین تمہارا شغل نہ رہے اور اس سے محجوب ہو جاؤ۔ اور جو شخص کہ عارف و دیدار غیب ہوکر واصل ہوا اس سے بھلا نہین معلوم ہوتا کہ محسوسات سے آیات دیکھکر یقین کا خواستگار ہووے کیونکہ یہ ابتدائی مریدون کا

Marfat.com

حال ہے پس قوم نے اپنی عاجزی بیان کی اس بات سے کہ اہل تمکین کے مرتبہ پر ہماری رسائی نہیں ہے چنانچہ کہا۔ قالوا نرید ان ناکل منہا الی آخرہ حاصل آنکہ ہماری مراد یہ ہے کہ آپ ہمارے بدنوں کو جو ابھی محل وساوس و خواطر ہیں اسی طرح غذاء جنت سے تربیت فرمائیے۔ جیسے آپ ہماری ارواح کو غذائے روحانی و مشاہدۂ غیب سے تربیت فرماتے ہیں اور اس سے ہمارے قلوب کو بھی تسکین و اطمینان بڑھ جائے گا کیونکہ قبول خواطر نفس سے اطمینان ہو جائیگا پس اجتماع زیادہ ہوگا اور آپ کی تصدیق و محبت زیادہ ہوگی یہاں تک کہ ہم میں کوئی معارضہ طبیعت کا باقی نہ رہیگا اور ہم دید معجزہ سے مشاہدہ خاص حاصل کرنے میں شاہد ہوں گے اور مابعد کے مریدین ہمارے آثار قدم کا اقتدار کرینگے اور آپنے ہم کو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے خاص محبوب قرار دیا ہے تو ہم کو فی الجملہ تسکین ہوگی کہ ہم محبوب ہیں اور آپ سچے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں یعنی محبت کی تاکید مزید ہوگی پس عیسیٰؑ نے اُن کی مراد کی درخواست کی بقولہ اللھم انزل علینا مائدۃ من السماء۔ آسمان سے طلب کیا اور زمین سے نہیں مانگا اسواسطے کہ آسمین روحانیت و طمانیت و ملکوتیت ہوتی ہے اور آسمین ان عناصر کا میل نہیں ہوتا جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پیدا ہوتی ہے اور آسمان سے طلب کرنے میں خصوصیت معجزہ کی تو ملحوظ ظاہر ہے۔ قولہ تکون لنا عیدا لاولنا و آخرنا یعنی تو اسکو عید وصال کرنے اور وعید ہجر مت فرما یعنی اسکے آثار سے ویسی برکت ہو کہ لوگوں کے واسطے عید ہو جائے اور ایسے اعمال صالحہ کریں کہ جس سے مستحق قبولیت ہوں اور یہ وبال نہ ہو کہ ناشکری میں گرفتار ہوں جس سے مردود و مہجور ہو جاویں اور نیز عید باین معنی کہ آیات سے صفات کے دیدار کی طرف عود حاصل ہو اور ہمارے اول کے واسطے عید ہو یعنی ابتدائی حال والوں کے واسطے جو مقام ارادت میں ہیں اور آخر والوں کی عید ہو یعنی عارفوں کے واسطے۔ اور قولہ و آیۃ منک یعنی تیری طرف سے تیری ہی دلیل ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کے سوال کو قبول کیا اور کفران نعمت سے اُن کو تہدید کی بقولہ انی منزلہا علیکم فمن یکفر الآیۃ۔ یعنی جس نے میری آیات و افعال سے قدرت کو دیکھا اور صفات کو مشاہدہ کیا پھر وہ فتور اور خواہش نفسانی میں پڑ گیا۔ اور دنیا کی خواہش کو آیات و آخرت پر اختیار کیا تو وہ درگاہ الٰہی سے محجوب ہوا کہ اسکو صفات کے عطر کی خوشبو نہیں پہونچی اور مشاہدہ کی جھلک سے نصیب نہیں اور درگاہ وصل تک رسائی نہیں اور حسن و جمال سے محروم ہوا اور یہ عذاب فراق نہایت سخت و شدید ہے۔ شیخ ابو عبداللہ نے کہا کہ میں ابتدائے حال میں خواب میں تھا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ آپ نے مجھے جگایا اور فرمایا کہ تو کیا سوتا ہے جس نے حق تعالیٰ کو دیکھا اور غیر کو اختیار کیا تو عذاب سخت میں پڑا اور یہی آیت کفران نعمت سے تحذیر کی پڑھی۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ

اور جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تو نے کہا لوگوں کو کہ ٹھہراؤ مجھکو اور میری ماں کو دو معبود سوا اسکے

اللّٰهِ ۭ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ۭ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ

اللہ کے بولا تو پاک ہے مجھکو نہیں بنتا کہ کہوں جو مجھکو نہیں پہونچتا۔ اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو تجھکو معلوم ہوگا

تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ مَا قُلْتُ

تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے برحق تو ہی ہے جاننا چھپی بات میں نے نہیں کہا

لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ

اُن کو مگر جو تو نے حکم کیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا۔ اور میں اُن سے خبردار تھا جبتک اُن میں رہا

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَاَنْتَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

پھر جب تو نے مجھے بھر لیا تو تو ہی تھا خبر رکھتا اُن کی اور تو ہر چیز سے خبردار ہے

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

اگر تو اُن کو عذاب کرے تو وہ بندے تیرے ہیں اور اگر ان کو معاف کرے تو تو ہی ہے زبردست حکمت والا۔

وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ اے واذکر او بقول منذ یعنی بیان کر جبکہ اللہ تعالیٰ فرمائیگا یعنی عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے روز ان کی قوم نصاریٰ کی سرزنش وملامت کرنے کے واسطے حاصل آنکہ یہاں قال یعنی بمعنی مضارع ہے بوجہ قطعی الوقوع ہونے کے اذ ظرف کے تحت میں بلفظ ماضی آیا الغرض شد اس امر کے کہ یہ سوال جمیع اسماء بعدہ کو سوال حقیقی استفہام یا بمعنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو معلوم نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کو خوب ہی معلوم ہے صرف اس طرح سوال کرنا نصاریٰ کی مذمت کرنے کو ہے۔ اور بعض نے کہا کہ مسیح علیہ السلام کو آگاہ فرمانے کو ہے کہ اُن کی قوم نے بعد کو تغیر کیا اور مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا نیز اللہ عزوجل نے چاہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے سامنے جنھوں نے اللہ بنا کر پوجا تھا اپنی عبودیت کا اقرار کریں تاکہ اُن کی قوم مٹنے اور ظاہر ہو جاوے کہ محض انھوں نے اپنی خباثت نفس سے حضرت عیسیٰ کو معبود بنا کر ان کی پرستش کی اور عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بالکل بری ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ آخر زمانہ میں جب مسیح علیہ السلام کا نزول ہوگا تو وہ صلیب توڑینگے اور نصاریٰ کو جہاد وقتل سے توحید پر لا دینگے پس ضرور انکو اس تغیر کا حال معلوم ہوگا لہٰذا صحیح وہی ہے جو مفسرؒ نے بیان کیا اور اس تصریح سے کہ یہ قیامت کے روز واقع ہوگا مفسرؒ کی غرض یہ ہے کہ یہ دنیا کا واقعہ نہیں ہے جیسا کہ بعض نے زعم کیا۔ قال ابن کثیر سدیؒ نے کہا کہ یہ خطاب وجواب دنیا میں واقع ہوا اور ابن جریرؒ نے اسی کو ٹھیک قرار دیا اور کہا کہ یہ سوال وجواب اسوقت واقع ہوا جبکہ اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو آسمان دنیا پر اُٹھا لیا اور استدلال بدو وجہ اول آنکہ قال لفظ ماضی ہے اور دوم قولہ ان تعذبہم وان تغفرلہم اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ ان دونوں دلیلوں میں نظر ہے کیونکہ بہت سے امور آخرت کے بلفظ ماضی بیان ہوئے تاکہ ضرور واقع ہونے پر دلالت کریں اور دوسری دلیل ان تعذبہم وان تغفرلہم کی تو اس سے فقط یہ مراد ہے کہ مسیح علیہ السلام نے اپنے آپ کو بالکل بری کیا اور اللہ تعالیٰ کی مشیت پر حوالہ کیا کہ تو ہی انکا مالک وخالق ہے جو تو چاہے وہ کر اور میں تیرا بندہ ہوں اور یہ معنی نہیں کہ عذاب دیدے اور مغفرت کردے کیونکہ جملہ شرطیہ ہے اور یہ بدون بیان کے ظاہر ہے اور حضرت قتادہ وغیرہ نے ذکر کیا کہ یہ قیامت میں ہونے والا ہے اور قتادہؒ نے اسپر دلیل بیان کی بقولہ تعالیٰ ہذا یوم ینفع الصادقین الآیۃ۔ جو اس سے متصل ہے اور یہی جمہور کا قول ہے اور یہی اظہر ہے اور کہا کہ اس میں ایک حدیث مرفوع بھی آئی ہے اور وہ حافظ ابن عساکرؒ نے عمر بن عبدالعزیزؒ کے آزاد کئے ہوئے غلام شیخ ابو عبداللہ کے ترجمہ میں روایت کی اور کہا کہ ابو عبداللہؒ ثقہ تھے اُنسے ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب قیامت کا روز ہوگا تو انبیاء علیہم السلام و اُن کی اُمتیں بلائی جائیں گی پھر عیسیٰ علیہ السلام بلایا جائیگا پھر اللہ تعالیٰ اُسکو اپنی نعمتیں یاد دلائیگا پس اسکو زدیک فرما کر کہیگا کہ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے۔ اذکر نعمتی علیک وعلیٰ والدتک الآیۃ۔ یہاں تک کہ فرمادیگا۔ یا عیسیٰ ابن مریم أانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ الآیۃ۔ پس عیسیٰؑ انکار کرینگے کہ پروردگار میں نے نہیں کہا ہے۔ پھر نصاریٰ سے سوال ہوگا تو یہ لوگ کہیں گے کہ ہاں اُسنے ہم کو یہی حکم دیا تھا الیٰ آخر الحدیث۔ اور آخر میں ہے کہ نصاریٰ پر حجت قائم ہوگی اور صلیب انکا پیشوا کی جائے گی اور دوزخ کی طرف ہانکے جاوینگے قال ہذا حدیث غریب عزیز۔ بالجملہ صحیح یہ ہے کہ قیامت کے روز ایسا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرمادیگا يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے کہا لوگوں کو کہ ٹھہراؤ مجھکو اور میری ماں کو معبود اللہ کے سوائے

ف۔ یہ نصاریٰ کا جھوٹ وبہتان ظاہر ہونے کیواسطے حشر کے مجمع عام میں پوچھا جائیگا اور تقدیر کلام یہ ہے کہ اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عیسیٰؑ کو اور مریم کو دو الٰہ بنالو۔ کیونکہ نصاریٰ میں ایک گروہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تین خداؤں میں سے تیسرا قرار دیتا ہے اور بعضے فقط مسیح کو معبود اور اللہ کہتے ہیں اور بعضے مسیح کو بیٹا کہتے ہیں اور اس زمانے میں بہت سے ایسے پائے جاتے ہیں جو اللہ کا مصداق مجموعہ باپ

و بتائید روح القدس کو قرار دیتے ہیں بالجملہ یہ ایسے کلمات ہیں کہ اہل ایمان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں لیکن بضرورت زبان قلم سے ظاہر کیا گیا چنانچہ ابو روق نے کہا کہ
جب عیسیٰ علیہ السلام اس خطاب الٰہی عزوجل کو سنیں گے تو تھرتھرا اُٹھیں گے اور ہر بُن موے خون کے چشمے جاری ہو جاوینگے اور عرض کرینگے بقولہ تعالیٰ۔
قَالَ سُبْحَانَكَ کہیگا عیسیٰ اے پاک پروردگار تنزیہ و پاکی ہے تیرے واسطے ہر ایسی چیز سے جو تیری شان کے لائق نہیں ف۔ خواہ شریک ہو یا کوئی
اور چیز ہو۔ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ۔ مجھے کہاں سے سزاوار ہے کہ میں وہ بات کہوں جو حق درست نہیں ہے میرے واسطے ف۔ مفسر نے
کہا کہ بحق بجار زائدہ تاکید یہ خبر ہے لیس کی اور لی زائدہ ہے فقط بات کے ظاہر و کھلے بیان کرنے کو کہا کیونکہ عیسیٰ ہر ایسی بات نہیں کہہ سکتے تھے جو حق درست
نہ ہو اور کچھ خصوصیت یہ نہ تھی کہ اپنے واسطے ہی ہو کیونکہ وہ سچے رسول معصوم تھے۔ حاصل آنکہ حضرت عیسیٰ یہ سوال سنکر کانپ اُٹھیں گے اور انتہا درجہ کا بےدینی
بول ہے کہ سوائے حق تعالیٰ عزوجل کے کسی کو الٰہ بنائے اور ایسے ہی جملہ اقوال مختلف فرقوں کی یہی کیفیت ہے تو حضور الٰہی جل جلالہ میں عیسیٰ علیہ السلام تھرتھراتے
ہوئے پہلے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ بیان کرینگے پھر ادب سے عرض کرینگے کہ مجھے لائق ہی نہ تھا کہ ان لوگوں سے ایسی بات کہوں جس کا میں کسی طرح لائق ہی
نہیں ہوں اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ اگر میں نے کہا ہوتا تو میرے مولیٰ میرے پروردگار تجھکو ضرور معلوم ہوتا ف۔ کیونکہ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ
تو وہ سب جانتا ہے جو میرے اندر چھپا ہوا ہو ف۔ کیونکہ تو علام الغیوب ہے ہاں میں البتہ بندہ مخلوق ہوں وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اور میں نہیں جانتا
کہ جو تیرے علم میں ہے ف۔ کیونکہ تیرے علم میں معلومات بے انتہا ہیں اور انہیں سے مجھکو تو نے اسکا علم نہیں دیا ہے میرا علم تو تیرا ہی دیا ہوا علم ہے اور تیری
شان پاک کہاں اور میں بندہ کہاں۔ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ تحقیق کہ تو علام الغیوب ہے۔ اور نفس بمعنی ذات ہے اور زجاج نے کہا کہ جملۃ الشئی اور
زمخشری وغیرہ نے واتقان میں مفسر نے بیان کیا کہ یہ کلام صنعت ازدواج ہے جو علماء بیان کے نزدیک معروف ہے اور حاصل آنکہ تعلم مافی نفسی کے
مقابلہ میں ولا اعلم مافی نفسک بیان کیا اور نفس کا عام عرفی اطلاق جس معنی پر ہے اس معنی پر اللہ تعالیٰ کی جناب میں نفس کا اطلاق منع ہے اور ابوہریرہ رضی
سے مرفوع روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہ حجت القاء فرما دیگا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے
بری ہے اور نصاریٰ نے یہ اپنی طرف سے بات نکالی ہے اور عیسیٰ نے خود عرض کیا مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ میں نے کہا ان کو مگر جو تو نے
حکم کیا مجھکو ف۔ اور وہ یہ ہے کہ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ یعنی اے لوگو عبادت کرو اللہ عزوجل کی جو میرا پروردگار و تمہارا پروردگار ہے ف
گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ربی وربکم سے اشارہ کر دیا کہ جب یہ کیفیت ہے کہ میرا اور تمہارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہی ہے تو میں اور تم عبودیت میں برابر ہیں
پس کیونکر انہوں نے یہ بات محض اپنی طرف سے نکالی ہے وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا اور میں اُن سے خبردار تھا ف۔ یعنی نگہبان رہا اُن کے
باز رہنے میں اس کلمہ سے جو وہ کہنے لگے۔ مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ جب تک میں انکے درمیان میں موجود تھا فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ پھر جب تو نے مجھکو گم کر دیا ف۔
یعنی ان کے بیچ میں سے معدوم کر دیا یعنی قبض کر لیا آسمان کی طرف اُٹھا لینے سے بقرینہ قولہ تعالیٰ انی متوفیک و رافعک الی كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ
عَلَيْهِمْ تو ہی ان کے اعمال کا نگہبان اُن پر رہا۔ وَاَنْتَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۔ اور تو ہر چیز پر شاہد ہے یعنی مطلع و دانا ہے ف۔ خواہ وہ بات
ہو جو میں نے ان سے کہی اور خواہ میرے بعد انکا افترا و بہتان ہو اور خواہ اور کوئی چیز ہو تجھے سب معلوم ہے۔ واضح ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کی وفات کے بعد بھی گیارہ فرقہ عرب کے مرتد ہو گئے چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان پر جہاد کا قصد کیا اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے انکے
حکم سے ان مرتدوں پر جہاد کیا سو سخت لڑائیاں پیش آئیں اور اس لڑائی میں بہت سے مرتد اپنی اسی حالت ارتداد پر مارے گئے وہ قیامت میں مرتد
ہی محشور ہونگے اور حدیث ابن عباس رضی میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے کہا کہ اور یہ ہوگا کہ قیامت کے روز کچھ لوگ میری اُمت کے دوزخ کی طرف
پکڑے ہوئے جاتے ہوں گے تو میں کہونگا کہ یہ لوگ تو کچھ تھوڑے سا میرے ساتھ رہے ہیں تو مجھکو جواب دیا جائیگا کہ تو نہیں جانتا کہ ان لوگوں نے

Marfat.com

تیرے بعد کیا حرکتیں نکالیں تو میں وہی کہونگا جو بندہ نیک یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے کہا وکنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شیء شہید۔ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم۔ تو کہا جائے گا کہ جب سے تو نے ان کو چھوڑا یہ برابر مرتد ہی رہے کہ اپنے اُلٹے پاؤں پھر گئے۔ رواہ ابو داؤد الطیالسی والبخاری۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو بالکل بری کیا کہ نعوذ اللہ تعالیٰ میں کوئی نہیں ہوں یہ سب تیرے بندے ہیں۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ۔ تیرا جی چاہے اُن کو عذاب کر تو تیرے بندے ہیں ف۔ پس تو ہی انکا مالک ہے جو چاہے جو تصرف کر تجھ پر کوئی اعتراض نہیں۔ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ اگر تو اُن کی مغفرت کرے یعنی ان میں سے ان لوگوں کی جو توحید پر اسلام لائے ہیں تو تو عزیز الحکیم ہے ف۔ گویا تین فرقہ میں سے دو فرقہ مشرک ہوئے تھے اُنکی اور اُن کی شاخوں کو تو معذب کہا کہ ان پر عذاب کریگا تو تو مختار ہے اور ایک فرقہ جو بعد عیسیٰ علیہ السلام کے توحید پر رہا تھا جسکو دونوں مشرک فرقوں نے ہلاک کر ڈالا اس موحد مسلمان فرقہ کے حق میں ادب سے سفارش کی کہ وہ لوگ اگرچہ گنہگار ہوں لیکن مشرک نہیں ہیں یا انھیں کے مانند بعضے شام کے نصرانی وحبش کے نصرانی جو مسلمان ہوئے ہیں ان سب کو بخشدے اور ان کے گناہوں سے درگزر فرما تو غفور الرحیم ہے اور یہ معنی نہیں ہیں کہ مشرکوں کو بخشدے تو غفور الرحیم ہے اسواسطے کہ اللہ عزوجل نے بالکل قطع کر دیا کہ مشرک کسی طرح مغفور نہ ہوگا پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بزرگ رسول تھے ایسی بات نہیں کہہ سکتے ہیں جو قطعاً ممنوع ہے اور یہ تو بندہ مومن نہیں کرے گا اور بعض نے جو کہا کہ شاید ان پر یہ بات پوشیدہ رہی ہو جیسے حضرت صلعم سے مروی ہوا کہ مشرک کے حق میں استغفار کیا تو نازل ہوا قولہ ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین الآیۃ۔ تو یہ وہم اور غلط ہے صحیح یہ ہے کہ یہ بیزاری ہے نصاریٰ کے حال سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ واسکے رسول پر جھوٹ باندھا۔ **قال ابن کثیرؒ** اور اس آیت کیواسطے ایک نشان عجیب ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات بار بار اسی کو پڑھتے رہے یہانتک کہ صبح ہوگئی ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک رات ایک ہی آیت پڑھی کہ اسی سے رکوع کرتے اور سجدہ کرتے اور وہ قولہ تعالیٰ ان تعذبہم فانہم عبادک الآیۃ ہے پھر جب صبح ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ یہی آیت پڑھتے رہے رکوع اسی سے اور سجدہ اسی سے کرتے یہانتک کہ صبح ہوگئی تو فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے اپنے واسطے شفاعت کی درخواست کی تو مجھے عطا فرمائی اور وہ انشاء اللہ تعالیٰ ملنے والی ہے ایسے شخص کیواسطے جس نے اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی چیز کو شریک نہ کیا ہو۔ رواہ احمد۔ اور دوسری روایت طویل میں ابو ذرؓ سے ہے کہ پھر جب صبح ہوگئی تو میں نے عبداللہ بن مسعودؓ کو اشارہ کیا کہ آنحضرت صلعم سے دریافت کر کہ رات یہ کیا بات تھی تو ابن مسعودؓ نے کہا کہ میں آپ سے کوئی سوال نہ کرونگا حتی کہ خود ہی مجھ سے فرمادیں تب میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں رات آپ ایک ہی آیت دوہراتے رہے حالانکہ آپ پر قرآن نازل ہوا اور اگر ہم میں سے کوئی ایسا کرتا تو ہم آپس میں اسپر کچھ مضائقہ جانتے۔ تو فرمایا کہ میں نے اپنی اُمت کیواسطے دعا کی تھی تو عرض کیا کہ آپ کو کیا جواب ملا تب فرمایا کہ ایسا جواب ملا کہ اگر بہتیرے ان میں سے مطلع ہو جاویں تو نماز چھوڑ دیں یعنی جو نا سمجھ لوگ ہیں، میں نے عرض کیا کہ بھلا میں لوگوں کو خوشخبری دیدوں فرمایا کہ ہاں دیدے پھر میں ایک پتھر پھینکنے کے انداز بھر دور گیا ہونگا کہ عمرؓ نے آ کر عرض کیا کہ اگر آپ یہ خوشخبری دیدیں گے تو لوگ عبادت چھوڑ دینگے یعنی انجام کار گمراہ و مشرک ہو کر محروم ہو جاوینگے، تو آواز دیکر مجھے واپس بلا لیا۔ رواہ احمد۔ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے پڑھا قول عیسیٰؑ۔ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم الآیۃ۔ پھر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور کہا کہ اللہم اُمتی یعنی میرے پاک پروردگار میری اُمت کی طرف نظر رحمت فرمایا اور روئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ محمد کے پاس جا اور پروردگار دانا تر ہے تو جا کر اُس سے پوچھ کہ کیوں روتا ہے پس جبرئیلؑ نے حضرت صلعم سے آ کر پوچھا تو حضرت صلعم نے جبرئیلؑ کو اپنے قول سے آگاہ فرمایا تو اللہ عزوجل نے جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ جا کر محمد صلعم سے کہدے کہ ہم عنقریب تیری اُمت کے معاملہ میں تم کو رضامند و خوش کر دینگے اور تجکو ناخوش نہ کرینگے۔ رواہ ابن ابی حاتم

عن یونس بن عبدالاعلی عن ابن وہب عن عمرو بن الحرث عن بکر بن سوادۃ عن عبدالرحمٰن بن جبیر عن عبداللہ بن عمرو تحدیثاً - اور حدیث حذیفہ بن الیمان جو مسند احمدؒ میں ہے اور حدیث عائشہؓ وحدیث دیگر صحابہ جو صحاح وسنن میں ہیں اسکی مؤیدات ہیں واللہ سبحانہ اعلم والحمد للہ رب العالمین - اور یہ اہل اسلام وایمان کو عمدہ بشارت وخوشخبری ہے لیکن افسوس ہے کہ اس زمانہ میں اہل اسلام نے اپنے کو شرک میں مبتلا کر ڈالا اے لوگو شرک سے بچو اے لوگو تمہارے اور گناہ کتنے ہی بڑے ہوں وہ آسان ہیں لیکن شرک سے بچو - ذرا غور کرو کہ حدیث ابوذرؓ وحدیث عبداللہ بن عمروؓ میں کس قدر مسرت وخوشی ہے لیکن یہ شرط مذکور ہے کہ وہ کچھ شرک نہ کرتا ہو پس کیا خوشخبری ہے ان خرم دل لوگوں کے واسطے جو بدون شرک کے اس دنیا سے خوش حال گذر گئے والسلام علی من اتبع الہدیٰ ف - **قال فی العرائس** قولہ تعالیٰ واذ قال اللہ یا عیسی ابن مریم ءانت قلت للناس الآیۃ اسمیں اللہ تعالیٰ سبحانہ نے عار وملامت دلائی ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ شرک کرنے کو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اور کہتے ہیں کہ ان اللہ ثالث ثلٰثۃ - پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے برملا ظاہر کردیا کہ عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بری ہے چنانچہ عیسیٰؑ کا قول ہے - قال سبحانک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق - اور نیز اسمیں لطیف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے کافروں کو ان کے دروغ وبہتان باندھنے میں مخاطب نہیں فرمایا کہ وہ توحید اسلام سے برگشتہ ہو کر شرک وضلالت میں پڑ گئے فقط اتنا نام رہگیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پیرو ہیں تو ان کافروں کے بارے میں اپنے رسول پاک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کیا اور اسکے ضمن میں کافروں کو ایک ایک شرم وملامت دی باوجودیکہ قطعاً معلوم ہو گیا کہ وے لوگ بری طرح شرک وگمراہی میں پڑے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی نعمتیں عطا فرمائیں - اور کافروں کو مردود کرکے فقط عیسیٰؑ سے خطاب کرنے میں ایسی ہی بات ہے جیسے دنیا میں بادشاہوں کو یہ طریقہ الہام ہو گیا کہ جب کسی قوم سے خطاب کرنا منظور ہوتا ہے تو ان میں سے کسی بڑے شخص سے خطاب کرتا ہے اور مراد اس تمام قوم سے خطاب ہوتا ہے اور نیز اسمیں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مقام عظمت وکبریائی کے تحت میں پہنچا کر اس خطاب سے جو آثار حدوث ہیں ان کو قدم میں فنا کر دیے اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا تو اس خطاب عزیز وجلیل سے سرفرازی حاصل نہ ہوتی اور یہ قرب منزلت بجناب رسالتمآب محمد صلعم ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ میں اولیٰ ہوں عیسیٰ بن مریم کیساتھ کہ میرے واس کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے - شیخ عبدالعزیز المکیؒ نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہوتی کہ عیسیٰؑ کو ثابت رکھا تو وہیں شرم وخجالت سے پانی ہو جاتے اور یہ شرم ان کو اس قدر بھاری نظر آتی تھی کہ اگر ان سے کہا جاتا کہ یہ عتاب یا جائے یا آگ تو شاید وہ آگ کو اختیار کر لیتے اور جنھوں نے دنیا میں ان کو شریک بنایا وہ اس دن ایسا ہولناک غضب ہی غضب چھایا ہوا دیکھیں گے کہ اسوقت ان کو سوجھے گا کہ اگر تمام دنیا بھر آگ میں جلتی رہے تو اس سے بہتر تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ربوبیت کی نسبت کریں - ابن عطاءؒ نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام سے جو سوال کیا گیا اور انھوں نے عرض کیا کہ لاعلم لنا - تو یہ دہشت وعظمت ہے کیونکہ اسمیں اظہار عظمت کا سوال تھا پس دہشت سے ادب کی راہ چلے اور عیسیٰ علیہ السلام سے جو سوال ہے وہ خود عیسیٰ کا قصہ حال ہے پس سکوت زیبا نہیں پس عیسیٰؑ کے حق میں جو کافروں نے کہا تھا اس سے اپنی براءت اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی تنزیہ وپاکیزگی بیان کی شیخ نے کہا کہ مجھے یہاں ایک اور بات ظاہر ہوئی اور وہ یہ ہے کہ عموماً خطاب رسولوں میں تو عیسیٰ بھی شامل ہیں اور وہاں مقام ہیبت وعظمت تھا پس مبہوت ہو کر متحیر وساکت رہے پھر جب مقام انبساط میں لا کر عیسیٰ علیہ السلام کو مخصوص خطاب کیا تو مشاہدۂ جمال میں منبسط ہو کر بول اٹھے اور سکوت نہیں کیا **قال المترجم** شاید حاصل معنی یہ ہیں کہ مقام عظمت وہیبت میں سب رسول خاموش رہیں گے اور پھر مقام مشاہدۂ جمال وانبساط میں لائے جائیں گے تو سب کے سب گذارش کرینگے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی منجملہ ان کے مقام پر بولیں گے - **قولہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک** یعنی میرے نفس میں جو تیری توحید ومعرفت وتنزیہ وتقدیس وتعظیم واجلال اس طرح ہے کہ ہر ضد وند وشریک وہر چیز جو تیری شان کے لائق نہیں ہے سب سے

تیری تقدیس ہے جیسا کہ سبحانک کہکر اظہار کیا۔ پھر کہان سے مین ایک شریک بناتا اور کہان یہ کہ کافر و مشرک بہتان باندھتے ہین کہ مین نے دو آکہ بنائے۔ نعوذ باللہ۔ تو پاک علام الغیوب ہی۔ پس جو کچھ میرے نفس مین توحید و اجلال ہے وہ میرے پاک پروردگار تو خوب جانتا ہے۔ اور قولہ ولا اعلم ما فی نفسک یعنی جو عیب اور غیب الغیب بکسر القدم تیرے غیب مین ہے وہ مجھے نہین معلوم ہے اور نیز جو تیری ذات مین کنہ قدیم اولہ وجود ازلی و قدیم ہے مجھے نہین معلوم ہو سکتا قال المترجم اس مین اشعار ہے کہ کوئی بندہ مومن کسی حال مین ذات و صفات باری تعالیٰ مین غور و فکر نہ کرے ورنہ گمراہ ہو جائیگا اور یقین کرے کہ رسول اللہ صلعم نے جو صفات و توحید فرمائی ہین وہ حق ہین بدون اسکے کہ ان کی کیفیت کی فکر مین بھٹکے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے مانند بزرگ رسول اس کیفیت سے لاعلم ہے۔ فافہم۔ شیخ حسین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تعلم ما فی نفسی یعنی تو میرے نفس کے کنہ و ماہیت سب سے خوب واقف و دانا ہے کیونکہ تو نے ہی اسکو ایجاد کر دیا ہے اور مین تیری ذات پاک کے علم سے خبردار نہین ہو سکتا کیونکہ وہ ادراک سے باہر عالی متعالی ہے ہان معرفت و توحید سے آگاہ ہون۔ قال المترجم بعض علماء تصوف نے علم ذات بھی جائز رکھا ہے جیسا کہ شرح مثنوی ومی از بحر العلوم مین مذکور ہے لیکن یہ قول خلاف تحقیق ہے اور ظاہراً زبانی باتین کرنے والون کو وہم ہوا اور مراد ان علماء کی یہ ہوگی کہ بعض متشابہات مانند علم روح وغیرہ کے علم توحید حاصل ہونے پر بطریق معرفت وانکشاف حاصل ہوتے ہین اور کنہ صفات نہین ممکن ہے بھلا ذات پاک کا کیا ذکر ہے اور شیخ روزبہان رحمہ اللہ صاحب عرائس نے اسکو جابجا مصرح بیان کیا ہے۔ فافہم۔ اور شیخ جنیدؒ نے قولہ تعلم ما فی نفسی الخ مین کہا کہ جس حال پر مین ہون اور جو کچھ معرفت مجھ مین ہے سب تو جانتا ہے اور جو علوم و عنایت تیری مجھ پر ہے اس مین سے مین اسی قدر کے سوائے جس سے مطلع ہوا اور مجھ مین ہے اور مین کچھ نہین جانتا ہون۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ جو تو نے میرے نفس مین ودیعت رکھا کہ اس سے مین بھی نہین واقف ہون وہ تو دانا ہے اور جو تیرے غیب مین ہے وہ مین نہین جانتا ہون۔ قال المترجم اچھا قول ہے قال علی بن موسیٰ عن ابیہ عن ابی جعفر الباقر۔ تو میری کیفیت سے واقف و دانا خوب جانتا ہے اور مین تیری کیفیت سے اور جس طرح وہ کیفیت ہے تیرے واسطے اسکو مین کچھ نہین جانتا ہون قولہ ما قلت لہم الا ما امرتنی بہ یعنی مین نے ان سے یہی کہا کہ اللہ تعالیٰ پروردگار قدیم میرا تمہارا پیدا کرنیوالا ہے اسکو فرد واحد جانو اور غیر کو درمیان سے دور کر دو۔ اور یہی فرمایا۔ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم۔ اسمین اپنی قوم کے رب ہونے کے ساتھ یہ بھی بیان کر دیا کہ وہ میرا پروردگار بھی ہے۔ تاکہ کمال کے ساتھ واحد قدیم لاشریک کی توحید کامل بیان ہو اسکا کوئی ضد و ند نہین ہے بلکہ کسی کو اس سے مشابہت بھی نہین ہے قولہ وکنت علیہم شہیدا یعنی دنیا مین ان کی فرمانبرداری و نافرمانی پر اور بعض پوشیدہ اسرار پر جو تو نے مجھے بتلائے تھے کہ فلان منافق ہے اور فلان ایسا و ایسا ہے۔ اور نیز یہ معنی کہ کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم۔ یعنی وحی و رسالت جبتک ان کو پہونچاتا تھا تب تک ان کی طرف میری توجہ تھی کہ ان سے وقوف تھا اور پھر جب تو نے مجھ سے اکوان یعنی حوادث کو فنا کر دیا اس طور کہ بالکل تیرے مشاہدہ مین مستغرق اور اسی طرف ہو گیا تو اکوان و حوادث کی خبرین مجھ سے بند و غائب ہو گئین چنانچہ فرمایا قولہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم۔ حاصل آنکہ جس چیز کا ظاہر و باطن بالکل تو نے پیدا کیا ہے اور تو قدیم ہے کہ تیرا احاطہ ہر ذرہ ذرہ پر ہے تو تجھ پر اپنی مخلوق کیونکر پوشیدہ ہو سکتی ہے اور اس آگاہی سے وہ بندہ البتہ عاجز ہوگا جو مخلوق ہو اور جو تیرے انوار مشاہدہ مین از خود رفتہ ہو جائے جیسے مین بندہ ہون کہ تو نے مجکو میری خودی سے اپنی طرف فانی کر لیا۔ قال بعضہم فی قولہ ما قلت لہم الا ما امرتنی بہ۔ یعنی مجھے زبان بولنے کی کہان سے مل سکتی ہے لیکن اسی قدر بول سکتا ہون جسقدر تیری اجازت ہو وقد قال تعالیٰ من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اشارہ یہ ہے کہ اہل توحید بالکل فانی ہوتے ہین ان کی گویائی و حرکت سب بقوت قدم ہے پس بندہ صالح علیہ السلام عرض کیا کہ اپنے و اپنی مان کے معبود بنانے کو مین کہہ نہین سکتا تھا کیونکہ تو نے تو عبادت پروردگار کا حکم دینے کو فرمایا پھر مین اپنی خودی سے فانی کیونکر اور کچھ کہہ سکتا تھا جو تو نے نہین فرمایا ہے۔ فافہم قال بعضہم فی قولہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم یعنی جب تو نے مجھ سے ابلاغ

Marfat.com

رسالت کا بوجھ اُٹھا لیا تو پھر تو ہی ان پر نگہبان ہوا کہ اپنے احکام قضا و قدر سے جو تو نے جاری کیا وہ تو ہی جانتا ہے۔ شیخ ابوبکر فارسیؒ نے اس آیت میں بیان کیا کہ جو بندہ موحد ہوتا ہو سب چیز اس کی نظر سے ساقط ہو جاتی ہے لہٰذا اسکو سوائے حق کے کچھ نظر نہیں آتا ہے اگر اللہ تعالیٰ اسکو آگ میں ڈالدے تو اسکو وہی وہاں ہے وہ اس سے نکلنے کی خواہش ہی نہ کریگا اسواسطے کہ دیدارِ حق اُسکا وطن ہے اور نجات و ہلاک ایک آنکھ سے ہے جو کچھ حجاب تھا اس نے چشم تفرید سے مٹا دیا اور مخاطب یعنی خطاب کرنیوالا اور مخاطب یعنی جسکو خطاب کیا وہ ایک ہی ہو گیا اور بات یہی رہگئی کہ حق عز و جل نے بذات پاک خود اپنے آپ کو اپنے واسطے خطاب فرمایا۔ قال المترجم مرتبہ توحید و تفرید میں بقا فقط ذات حق حی القیوم کو باقی ہو اور ممکن و مخلوق از خود فانی ہوتا ہے اور جملہ صفات اسکے فانی ہو جاتی ہیں اور بقا اسکو بصفات حق عز و جل ہوتی ہو اور یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ مخلوق جا کر خالق سے متحد ہو جاتا ہے کیونکہ یہ محال ہے اور جو ایسا اعتقاد کرے وہ کافر گمراہ ہے اسکو حقیقت سے خبر نہیں اور نہ کبھی خبر ہوگی ہاں کیفیت اسکی عارف باللہ تعالیٰ جانتا ہے عوام کی سمجھ سے خارج ہے وقد قال الشیخ قد تاہت العقول و درست الرسوم وبطل ما کانوا یعملون عقلیں حیران ہو گئیں اور رسمیں مٹ گئیں اور جو کرتے تھے باطل ہو گیا اور یہ جو مترجم نے ذکر کیا ہو تمام بسط سے مولوی بحر العلوم نے شرح مثنوی روم میں بیان کیا ہے اور خود شیخ اکبرؒ نے فصوص الحکم وغیرہ میں تصریح کر دی ہو کہ انقلاب ماہیت ممکن کا واجب کی طرف نہیں ہوتا بلکہ ممکن بندہ و مخلوق وہی رہتا ہو جو تھا یہ صرف فنا و بقا ہے اور وصول بدرگاہ مولیٰ جل و علا اور یہ صرف زبانی باتوں اور حواس والی عقل کے لنگڑے گھوڑے دوڑانے سے حاصل نہیں ہوتا اور نہ عقل یہاں کام کرتی ہو جیسا کہ شیخؒ نے بیان کیا اور مولوی جامیؒ نے شرح فصوص الحکم کی شرح میں تصریح کر دی کہ جو لوگ راہ شریعت پر ٹھیک قائم ہو کر حقیقت کو طے کر کے وہاں نہ پہونچیں اور اس فضل الٰہی سے ان کو حصہ نہ ملے تو زبانی باتوں سے وہم و قیاس کرنے میں گمراہ ہوں گے اور امید نہیں کہ خاتمہ بخیر ہو پس عوام کو واجب فرض ہو کہ فقط راہ شریعت پر مستقیم قائم ہوں اور جب راہ حقیقت پر اللہ تعالیٰ پہونچا دے تو وہاں سے البتہ کسی قدر تمیز ان کو حاصل ہوگا۔ شاہ ابوالحسنؒ نے خوب کہا ہے ہر ولایت اور صلاحیت تو دور ÷ پہلے تو مومن تو ہو لے بے شعور ÷ اور امر عظیم اسرار و حقائق ہیں ہر ابجد خواں کو کب مذاق شعر و سخن سمجھایا جا سکتا ہو اور ہر نو آموز کب شرح دقائق سے خبردار ہوگا فاستقم واللہ الموفق والمعین قولہ ان تعذبہم فانہم عبادک و ان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم ۵ آیہ کریمہ ایک عجیب اسرار پر مبنی ہو اور اس سے بعید پر اہل دل فریفتہ ہوتے ہیں ولیکن بیان میں اسیقدر ہے کہ آیت سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ نصاریٰ جو حالت شرک میں ہیں اگر تو اُن کو بخشدے تو عزیز حکیم ہے بلکہ اہل تفسیر نے اتفاق کیا کہ مشرکوں کو اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشیگا یعنی جو مشرک کہ حالت شرک پر مر گئے وہ ہرگز مغفور نہیں اور یہ اگلے و پچھلے تمام مسلمانوں سب کا مذہب ہو اور تمام انبیاء و تمام امتیں سابق جو مسلمان گذرے ہیں وہ سب اس امر پر متفق تھے کہ مشرک نہیں بخشا جائیگا۔ اور یہاں مجھے ایک لطیفہ نظر آتا ہو وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر ایسا سر مکتوم جاری کر دیا جو تمام خلائق کے دلوں پر مخفی ہے سوائے ان بندوں کے جو خالص السر ہیں اور یہ محال ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر یہ بات پوشیدہ رہی ہو کہ جو مشرک مرا وہ مغفور نہیں ہے اور یہ تو ظاہر شرع میں صریح وارد ہو بلکہ یہ گفتگو از عالم سر المکتوم فی الغیب و مفہوم اصل خطاب ہے گویا اس سے اشارہ کیا جس طرف ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اشارہ کیا فی قولہ تعالیٰ خالدین فیہا ما دامت السموات والارض پس ان دونوں صحابیوں نے اشارہ کیا کہ دوزخ کو حکم ہوگا کہ ان لوگوں کو کھا کر فنا کر دے پھر نئے سر سے پیدا کئے جائینگے۔ اور ابن مسعودؓ نے کہا کہ جہنم پر ایک ایسا زمانہ آویگا کہ اُسکے دروازہ بند ہوں گے کہ اُسمیں کوئی نہ ہوگا اور یہ بعد اسکے کہ دوزخی اسمیں احقاب یعنی بہت سے حقبہ پڑے رہیں گے اور شعبی رحمہ اللہ نے کہا کہ جہنم ایسی چیز ہے کہ بہت جلد آباد اور بہت جلد خراب ہوگی۔ تو نہیں دیکھتا کہ لفظ کی صورت کیونکر ہے ان تعذبہم یعنی اُن کے کفر پر اگر تو ان کو عذاب کرے۔ فانہم عبادک یعنی بجا و درست ہو کیونکہ وہ سب تیرے ہی ملک میں و ان تغفر لہم۔

Marfat.com

یعنی جیسے امروزہ دنیا مین ہین تو تجھے کون مانع ہے۔ فانک انت العزیز اپنی بادشاہت مین اکیلا خود مختار ہے اُن کے بخشنے مین تو نادان نہین ہے الحکیم۔ اپنے حکم و مشیت و مراد و حکم جاری کرنے مین حکمت والا ہے۔ اور ہم اس سے زیادہ اس مقام پر کچھ لب نہین ہل سکتے کیونکہ یہ مقام اسرار ہے۔
قال المترجم۔ جو آثار ابن عباس و ابن مسعود و شعبی سے نقل کئے انکا بیان اسی آیت کی تفسیر مین مع توضیح آویگا جس کا حوالہ دیا ہے اور مدار اسرار کا مرجع مقام تخلیص و تلبیس ہے و بالجملہ یہ تو معلوم ہوا کہ اہل النار ہمیشہ آگ مین رہین گے اور خلاص نہین اور موت بھی نہین ہے اور دار آخرت سب باقی و پائدار ہر وہان فنا نہین ہے اور شیخ اکبر رح وغیرہ نے تصریح کردی ہو کہ تبدیل جلود اور جلکر نئے عوض نے دوزخ مین اُن کے جسم تیار ہو جانے مین بھی ایک التفات رحمت ہو۔ فافہم۔ اور نیز ان تعذبہم یعنی دعوی معرفت سے عذاب دے بایں طور کہ اپنی عظمت کی حیرت و فنا مین ڈالے تو بندے ہین اور اگر اُن کی مغفرت کرے تو ان کو مقام التباس مین ڈالدے کہ صفت وحدانیت سے تیرا ادراک نہ کرین اور حجاب حظوظ مین پڑے رہین۔ و دراق رح نے کہا کہ اگر اُن کو تقصیر طاعت پر عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہین اقرار کرتے ہین کہ ہم سے قصور ہوا اور اگر اُن کے گناہ بخشدے تو عزیز الحکیم ہے بعض نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اُمت کیواسطے انبساط سوال مین نہین کیا اور حق تعالی سے محاکمہ چھوڑا اور ہمارے نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم برابر شفاعت فرماوینگے اور امتی اُمتی کہے جاوینگے یہان تک کہ تمام اُمت کے حق مین قبول ہوا اور یہی وہ مقام محمود ہے جس کا آنحضرت صلعم مخصوص ہین اور اسی پر اگلے پچھلے غبطہ کرین گے کہ آپ برابر انبساط کئے جاوین گے اور حق جل و علا فرماویگا کہ ہان تو کہہ تیری بات سنی جائیگی اور سفارش کر تیری سفارش مقبول ہوگی۔ والحمد للہ رب العالمین۔

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

فرمایا اللہ نے یہ وہ دن ہے کہ کام آوے گا سچون کو اُن کا سچ اُن کو ہین باغ جنکے نیچے بہتی نہرین

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

رہا کرین اُن مین ہمیشہ اللہ راضی ہوا اُن سے اور وہ راضی ہوئے اُس سے یہی ہے بڑی مراد ملنی

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ع ۱۶

اللہ کو سلطنت ہے آسمان و زمین کی اور جو اُن کے بیچ ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

قال اللہ فرمایا اللہ تعالی نے ف بعض نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے جواب کے طور پر فرمایا اور بعض نے کہا کہ مطلقاً اخبار ہے اور اول اظہر ہے ھذا یوم ینفع الصٰدقین صدقہم یہ وہ دن ہے کہ کام آویگا سچون کو اُن کا سچ ف یعنی روز قیامت دن اُسکا ہے کہ نفع دیوے ان لوگون کو جو دنیا مین سچے تھے مانند عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ کے ان کی سچائی اسلئے کہ یہی بدلے کا دن ہے۔ ابن عباس رض نے کہا کہ صادقین یعنی موحدین اور مصداق اس کے انبیا و مومنین ہین کیونکہ کفار و مشرکین کو سچ بولنا آخرت مین کچھ نافع نہین بلکہ اُن کو دنیا مین اسکا بدلا مل جاتا ہے اگر مشیت الٰہی مین مقدر ہو۔ پھر اللہ عز و جل نے ان کے صدق کے نفع و ثواب کو ذکر فرمایا بقولہ لہم جنٰت تجری من تحتہا الانہٰر خٰلدین فیہا ابداً۔ ان کو ہین باغ جن کے نیچے بہتی نہرین رہا کرین اُسمین ہمیشہ ف یعنی اُن کے صدق اور اطاعت کے بدلے انکو جزا ہے۔ اور یہ کیون بس فرمایا بقولہ رضی اللہ عنہم۔ اللہ اُن سے راضی ہوا ف یعنی اُن کے مطیع ہونے سے او تعالی ان سے راضی ہوا اور صحاح مین احادیث مین مصرح ہو کہ جنت ملنے کے بعد او تعالی فرمائیگا کہ بڑی نعمت زائد یہ ہو کہ مین تم سے راضی ہوا اب کبھی تم پر خشم نہ ہوگا۔ و رضوا عنہ اور وہ راضی ہوئے اس سے ف یعنی او تعالی کے ثواب انعام سے مومنین سب کے سب

خوشدل راضی ہون گے اور یہ بھی احادیث صحاح مین مصرح ہی ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۔ یہی ہی بڑی مراد ملنی ف۔ یعنی یہ فوز عظیم ہے اور خود
ظاہر ہے کہ اس سے بڑھکر کیا فوز ہوگا کہ مالک و خالق جل جلالہ راضی ہے اور مفسرؒ نے فرمایا کہ جو لوگ دنیا مین جھوٹے تھے ان کو قیامت کے روز
سچ بولنا نفع نہ کریگا جیسے کافر لوگ کیونکہ وہ عذاب کو آنکھون دیکھکر ایمان لائے اور سچے بنے ہین اور عمل و طاعت کا مقام دنیا تھی وہ گذر گئی ۔
لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ کو سلطنت ہی آسمان و زمین کی ف۔ مثل بارش اور اگنی روزی وغیرہ کے خزانے سب اللہ تعالیٰ ہی کے ہین
وَمَا فِيهِنَّ اور جو کچھ آسمانون و زمین مین ہے ف۔ خواہ عقل دیا گیا ہو یا نہ ہو اور ما موصولہ جو غیر عاقل کے واسطے مشہور ہے وہ فرمایا اور من نہین فرمایا
اسمین غیر عاقل کی تغلیب ہے ۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۔ اور وہ ہر شی پر قادر ہے ف۔ اور منجملہ ہر شئے کے یہ بھی ہی کہ صادق ومومن کو ثواب دینا
اور کاذب و کافر کو عذاب کرنا ۔ اگر کہا جاوے کہ کل شی تو ذات باری تعالیٰ بھی ہے کیونکہ فرمایا اے شی اکبر شہادۃ یعنی از راہ شہادت کے کون چیز سب سے
بڑی ہی قل اللہ یعنی کہدے کہ اللہ تعالیٰ ہے پس معلوم ہوا کہ شی کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر بھی ہے تو مفسرؒ نے جواب دیا کہ عقل نے اس کلیہ مین سے
ذات الٰہی کو خاص کر لیا پس اپنی ذات پر قادر نہین ہی اور حق یہ ہی کہ ذات باری تعالیٰ مین ایسی بحث کرنا لغو ہے کیونکہ شئے کا لفظ اطلاق کرنا اور ذکر کرنا
صرف لفظی مفہوم ہی اور معنی مین ذات پاک حضرت حق تعالیٰ وہم وقیاس و گمان و عقل سب سے عالی متعالی ہی پس عقل کو تخصیص و عدم تخصیص کی زبان کچھ
بھی مجال نہین ہی اور یہ امر کہ ذات او تعالیٰ اس کی قدرت کے تحت مین داخل ہی یا نہین تو کسی مجنون کے خیال مین بھی نہ ہوگا کہ ذات کیونکر صفت
کے تحت مین ہوگی کیونکہ رتبہ ذات مقدم از رتبہ صفت ہی علاوہ برین یہ ایک نقص ہی جو جناب باری تعالیٰ کی شان مین قطعاً محال ہی بالجملہ ایسی لا طائل
بحث سے رجوع کر کے تفسیر کی طرف متوجہ ہونا چاہیے ۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت خاتمہ مین تحقیق حق فرمائی اور نصاریٰ کے دروغ و بہتان پر تنبیہ کر دی
کہ جس نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا یا عیسیٰ اُن کی مان کو دو خدا جھوٹے منہ سے کہا وہ محض غلط ہی تمام ملک آسمان و زمین و جو ان مین ہی وہ فقط اللہ تعالیٰ
ہی کا ہے عیسیٰ یا کسی مخلوق کا نہین ہے اور ہر شی کہ جو اس کے مقدور مین ہے اور اسکی مملوک ہی وہ خدا کیونکر ہو سکتی ہے بلکہ مملوک ہی کہ اللہ تعالیٰ
جل جلالہ جس طرح اسمین چاہے تصرف کرے خواہ مارے یا جلاوے جو چاہے حکم کرے اس کی مشیت و ارادت مین کسی کو دخل نہین ہی نہ اس کا
کوئی شریک نہ نظیر نہ وزیر نہ عدیل نہ فرزند نہ جورو ۔ پاک ہی وہ ہر عیب و نقص کی بات سے اور وہی معبود برحق ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہین ہی
ف۔ قال فی العرائس ۔ قال اللہ ہذا یوم ینفع الصادقین ۔ ان کی سچائی یہ تھی کہ قدم مین حدوث کو فانی دیکھا کیونکہ اُنھون نے حق تعالیٰ کو نہ
پایا مگر اسی طرح کہ اس کے ادراک سے عاجزی ظاہر کی پھر جب عاجزی سے پہلے یا عاجزی کے بعد اسکو نہ پایا مگر اسی طرح کہ اسی کے فضل سے
حصول ہوا تو اقرار کیا کہ اس کی معرفت سے بندے عاجز ہین اور یہی ان کی معرفت کمال ہی اور یہی صدق ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے واسطے ذکر
فرمایا ہے پس یہی عاجزی اُن کو اسوقت نافع ہوگی جبکہ عظمت و عزت کے آفتاب کا ظہور ہوگا پس ان کی فنا مین ان کی دستگیری ہوگی اور اوتعالیٰ
صفت بقا سے اُن کو ملبوس فرمادیگا حتی کہ ہمیشہ بلا حجاب و عتاب کے حق عز و جل کے ساتھ باقی رہین گے جنیدؒ نے اس آیت مین کہا کہ جو بندہ احکام
قضا و قدر کے تحت مین یقین کیساتھ اپنے آپکو محکوم جانتا ہے اور موافق حکم الٰہی و سنت رسول کے صدق و اخلاص سے چلتا ہے اور اپنے عجز و افلاس
و محتاجی کا یقین رکھتا ہی اسکے صدق کے مقابلہ مین اسکا جہل و تقصیر عبادت فرد ہوگا اور اسکو صدق کا ثواب ملیگا جو فرمایا بقولہ لہم جنات ۔ اے
ذات پاک کے مشاہدہ کے جنتین جس کے زیر سایہ صفات کی نہرین روان ہین اور یہ اس طرح ملین گی کہ لحظہ بلحظہ اسکو تجلی ہوگی ۔ قولہ خالدین
فیہا اس سے متصف باقی رہین گے ۔ ابداً ۔ اے بلا انقطاع اور قولہ رضی اللہ عنہم ۔ یعنی قدم مین فانی ہو جانے کے بعد ادراک و وصول قدم
مین متحیر پاکر یہ رضا ان پر جاری ہوئی ۔ ورضوا عنہ ۔ کیونکہ یہ مشاہدہ و خطاب پایا جس کے مثل و نظیر نہین ہی اور یہ رضا ہے کہ کشف قدم کے

Marfat.com

ابواب اُن پر بند نہ ہوں گے اور جس حال میں ہیں باقی رکھے جائیں گے اور اگر وہ جانتے کہ پہلے یہ شان ہے تو حیرت سے سب کے سب مرجاتے سو جو اس کو پہچانتا وہ کیونکر اس سے سکون کر سکتا ہے اگرچہ جس کو فضل سے عطا مشاہدہ ذات بلا حجاب ہے وہ حالت اولیٰ میں مشاہدہ توحید میں پہونچا ہے کیونکہ وہ مشاہدہ اور یہ مشاہدہ یکسان نہیں ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت نہ ہوتی تو سلطان کبریائی کے تحت میں فنا ہو جاتے اور باقی نہ رہتے پس ان کو باقی رکھنا اور فنا سے نجات دینا اور مشاہدہ کی نعمت سے سرفرازی یہ فوز عظیم ہے قولہ وللہ ملک السموات والارض - اپنے ساتھ خصوص فرمایا اور سب مخلوق سے نفی کی کہ وہی موجد و خالق ہے پس وہی معبود و جامع صفات کمال ہے اور باقی کوئی ہو مخلوق و بندہ ہے اُس کی قدرت کے تحت میں مطیع ہے۔

سورۃ الانعام مکیۃ الا وما قدروا اللہ الآیات الثلث والا قل تعالوا الآیات الثلث وهی مائۃ وخمس وستون آیۃ

سورۂ انعام مکہ میں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی سوائے قولہ وما قدروا اللہ سے تین آیتوں تک اور سوائے قولہ قل تعالوا سے تین آیتوں تک اور اس سورہ کی سب تین ایک سو پینسٹھ ہیں اور بعض شمار سے ایک سو چھیاسٹھ ہیں قال ابن کثیر عوفی و عکرمہ و عطاء نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ سورۃ الانعام مکہ میں نازل ہوئی۔ یوسف بن مہران عن ابن عباس سورۃ الانعام مکہ میں رات میں پوری ایکبارگی نازل ہوئی اس کے گرد ستر ہزار فرشتے تسبیح کرتے تھے۔ رواہ الطبرانی و ابن مسعودؓ سے بھی یہی تعداد فرشتوں کی لیکن ہونا مروی ہے۔ جابرؓ نے کہا کہ جس وقت سورۂ انعام اُتری تو رسول اللہ صلعم نے تسبیح پڑھی اور فرمایا کہ اس سورت کی مشایعت میں اس کثرت سے فرشتے ہیں کہ افق کو ڈھانپ لیا ہے رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم اور یہ آپ نے قبل نزول وحی کے آسمان کی طرف نظر کر کے فرمایا ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورۃ الانعام نازل ہوئی اُس کے ساتھ ایک موکب ملائکہ کا تھا جس نے مشرق و مغرب کا افق بھر لیا تھا ان کی تسبیح کی آواز سے زجل تھا اور زمین گونجتی تھی۔ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ العظیم۔ رواہ ابن مردویہ اور ابو الشیخ و بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا اور ابن عمرؓ سے قریب اس کے ابن مردویہ نے روایت کیا ہے اور اُس کے فضائل میں ایک جماعت سے روایات ہیں قال القرطبی علماء نے فرمایا کہ مشرکین وغیرہ کے ساتھ حجت کرنے اور ان کو قائل کرنے میں اور مبتدعین وغیرہ پر حجت کرنے میں اور جو لبعث و حشر سے منکر ہیں ان کو حجت سے قائل کرنے میں یہ سورہ اصل ہے اور اسی پر متکلمین نے اصول دین کو مبنی کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع ہے اللہ تعالیٰ کے نام پر جو بخشنے والا مہربان ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۬ ثُمَّ

سب تعریف اللہ کو جن نے بنائے آسمان و زمین اور ٹھہرایا اندھیرا اور اجالا پھر

الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى

یہ منکر اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر کرتے ہیں وہی ہے جن نے بنایا تم کو مٹی سے پھر ٹھہرایا ایک وعدہ اور ایک وعدہ ٹھہرا ہوا ہے

عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝ وَ هُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ فِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ وَ یَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝

اسکے پاس پھر تم شک لاتے ہو اور وہی ہے اللہ آسمان زمین میں جانتا ہے تمہارا چھپا اور کھلا اور جانتا ہے جو کماتے ہو۔

Marfat.com

الحمد للہ یعنی جمیع محامد ثابت ہیں اللہ تعالیٰ کیواسطے ف۔ بعض نے الف لام جنس کا تجویز کیا اور بعض نے الف لام عہد کا یعنی حمد ملائکہ و رسل یا وہ حمد جو
اللہ عزوجل نے خود اپنی ذات پاک کے واسطے فرمائی اور قدمر فی تفسیر الفاتحہ ما یغنی عن الاعادۃ ہہنا اور اسمیں دلالت ہے کہ حمد ثابت ہے اللہ تعالیٰ
کیواسطے اگرچہ کوئی مخلوق حمد نہ کرے اور مقام میں متانت و رزانت ہے کہ عارف پرہیزگار متبع سنت کا قلب سلیم اس کو ادراک کرتا ہے بتوفیق اللہ
سبحانہ۔ مفسر رح نے کہا کہ حمد وہ وصف جمیل ہے یعنی بھلائی کیساتھ تعریف کرنا اور یہ حمد لغوی ہے اور بعض نے استہزا نکالنے کیواسطے یہ زیادہ کیا کہ یہ وصف
بقصد تعظیم ہو اور حمد اصطلاحی آنکہ وہ فعل جو مشعر و مخبر ہو تعظیم منعم کا بجہت منعم ہونے کے۔ مفسر رح نے کہا کہ اس جملہ میں تین احتمال ہیں ایک یہ کہ جملہ خبریہ ہے
اور مراد اس سے آگاہ کر دینا یعنی بندے آگاہ ہو جاویں کہ جمیع حمد اللہ تعالیٰ کے واسطے ثابت ہیں یا یہ کہ اس سے تعریف ادا کرنا یا یہ دونوں امر مقصود
ہیں اور کمالین میں کہا کہ درصورت ثنا ہونے کے جملہ انشائیہ منسلخ از معنی حقیقی ہوگا یعنی در اصل حقیقت تو جملہ خبریہ تھا مگر جب اس سے ثنا مقصود ہے
تو وہ حقیقت سے خارج ہو کر جملہ انشائیہ کے معنی میں ہوا جیسے وہ صیغہ جو عقود میں مستعمل ہیں چنانچہ مثلاً خرید و فروخت میں میں نے خریدا یا میں نے بیچا در اصل
اخبار ہیں مگر خارج ہو کر انشا میں مستعمل ہیں اور یہی شیخ ابن الہمام نے اختیار کیا ہے اور درصورتیکہ دونوں امر مقصود ہیں تو اس کی صورت یہ کہ جملہ خبریہ ہے اور اس کے
مضمون سے ثنا بھی مقصود ہے پھر مفسر رح نے کہا کہ ان احتمالات میں سے زیادہ مفید تیسرا احتمال ہے جیسا کہ شیخ جلال الدین محلی رح نے سورۂ کہف کی تفسیر
میں کہا ہے اور بعض نے کہا کہ اعلام و ثنا دونوں مقصود ہونے کے یہ معنی ہیں کہ لفظ تو خبر ہے اور معنی اسکے امر ہیں کہ حمد کرو نقلہ مؤلف فتح البیان و فیہ نظر والاولیٰ ما فی
صاحب الکمالین فتامل۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا وصف فرمایا۔ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وہ کہ جس نے آسمانوں و زمین کو پیدا کیا۔ ف
یعنی سب چیزوں کو پیدا کیا جو دونوں جہان میں موجود ہے لیکن چونکہ وہم و نظر کے بندے بہت ہیں لہذا اُن کی نظر کے موافق خاص کر آسمان و زمین کو ذکر
کر دیا کہ یہی دونوں سب سے بڑی مخلوق نظر میں سماتی ہیں اور اس سے اہل نظر استدلال کریں کہ جو ان بڑی بڑی چیزوں کا خالق ہے وہ بڑی قدرت والا ہے اور
جس نے پیدا کیا اُسی کی عبادت لائق ہے پس بڑی بے انصافی ہے کہ جس نے یہ انعام و فضل کیا اسکے سوائے کسی مخلوق کی بندگی کریں اور اپنے آپکو
مخلوق کا بندہ ٹھہرائیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی جن و انسان کو اللہ تعالیٰ نے اسی واسطے پیدا کیا کہ خالص اسی کی
بندگی کریں اور جس نے پیدا کیا اُسی کے بندہ ہوں۔ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ اور پیدا کر دیا اندھیریوں اور نور کو۔ ف۔ یعنی ہر اندھیرے کو اور نور کو پیدا
کیا۔ اور ظلمات کو جمع فرمایا اور نور کو مفرد تو اسوجہ سے کہ اسباب ظلمت کے مختلف ہیں اور طرح طرح کے اندھیرے ہوتے ہیں حتی کہ کفر و شرک کا اندھیرا
ہے اور نور قسم واحد ہے حتی کہ نور ایمان بھی اسمیں داخل ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل میں سے ہے اور اسمیں بہت سے فرقوں کا رد ہے۔
اول فلاسفہ گمراہ کا جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فقط عقل اول کو پیدا کیا اور اس سے سوائے ایک عقل اول کے اور صادر نہیں ہو سکتا اور یہ صریح
کفر ہے۔ دوم زندیق لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ظلمت و بدصورت چیزوں کو نہیں پیدا کیا بلکہ فقط خوبصورت و عمدہ چیزوں کو پیدا
کیا ہے اور یہی مجوس ایران کا مذہب تھا اور روافض اس ملک کے بھی اپنے باپ دادوں کے خیال پر گئے کہ بُری باتوں کو بندہ پیدا کرتا ہے حالانکہ بندہ
مخلوق ہے وہ اپنی حرکتوں سے اُن کو حاصل کرتا ہے۔ سوم ثنویہ کا بھی رد ہے جو نور و ظلمت کو قدیم کہتے ہیں حالانکہ یہ دونوں پیدا کی ہوئی حضرت خالق
عزوجل کی ہیں۔ وہی سب کا خالق اور وہی معبود برحق ہے پھر بڑا سخت گنہگار وہ ہے جو اپنے خالق کے احسان کو بھول جائے اس طرح کہ اس نے پیدا کیا
اور مخلوق کو اسکا شریک بنائے خواہ زبان سے یا اعتقاد سے یا افعال سے حالانکہ یہ دلائل وحدانیت صریح موجود ہیں اسی واسطے فرمایا۔ ثُمَّ
الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ پھر بھی منکر اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر کرتے ہیں یعنی یہ دلائل صریح موجود ہونے کے باوجود جو مخلوق کافر
ہو گئے ہیں وہ اپنے پیدا کرنے والے کے ساتھ دیگر مخلوق مثل بت وغیرہ کو عبادت میں اپنے پیدا کرنے والے کے برابر کہتے ہیں۔ پھر مخاطب کر کے

اُن کو سمجھایا ہو پھر کار یہ تماشائے قدرت دیکھ کر وہ شرک و کفر سے بچا اور اپنی قبر کو کس خراب خرگوش میں ہے یہ سبق ہے اور آخر اپنے خالق معبود کے
سامنے خوار ہوگے۔ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ وہی خالق معبود تمھارا پروردگار ہے جس نے تم کو یعنی تمھارے جد کو مٹی سے پیدا کیا ف یعنی
تمھارے باپ آدم کو بدون کسی نسل کے بدون ماں و باپ کے اپنے دست قدرت سے مٹی سے پیدا کیا جس سے تم سب پیدا ہوئے ہو۔ ثُمَّ قَضٰٓی اَجَلًا
پھر تمھارے لئے ایک مدت مقرر کر دی ف کہ اس کے بعد ہے یہ تم مر جاتے ہو۔ ظاہر ہے کہ مر گئے تو اسکا معاملہ سب اپنے خالق سے پڑا پھر ناحق
اس سے چند روزہ زندگی میں بت پرستی و شرک بداعمالیوں نافرمانیوں سے اپنے آپ کو خوار کر کے اپنے خالق کا غضب لیا کہ آخر وہاں جا کر
خوار ہوگے اور جو ہندو لوگ سمجھتے ہیں کہ پھر جنم لینا ہے یہ فقط شیطان نے مکر کر دیا تاکہ دلیر ہو کر جو چاہیں وہ کریں اور عجب ہے کہ بلا دلیل لو یہ مجبور
اور یہ من گھڑت ڈھکوسلے ہیں۔ ہرگز نہیں جب مر گیا تو اسکی قیامت گویا آگئی کہ اسی وقت سے جو کچھ اُس نے کیا سب درپیش ہو جاتا ہے اور اسی کے آثار ظاہر
ہو جاتے ہیں پس ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور شیطان کے بہکانے میں نہ پڑو۔ پھر واضح ہو کہ اجل یعنی کسی چیز کے گذرنے کا وقت معین۔ اور یہ بیچ مجموع مدت
اور بھی اخیر کہ جس میں واقع ہو جیسے موت۔ اور مراد یہاں اجل سے معنی ہیں۔ دوسرے معنی بنا بر اشارہ قول مفسر کے وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَہٗ اور مدت باز رہی
ہوئی اسی کے نزدیک ہے ف کہ اس سے تمھارے محشور ہونے کی ایک مدت باز رہی ہوئی ہے اور وہ کوئی جانتا نہیں کہ کب ہوگی اور وہ قیامت ہے
ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ پھر تم لوگ اے منکرو شک کرتے ہو ف کہ ہم قیامت میں کہاں سے اٹھائے جاویں گے ہم تو خاک ہوگئے حالانکہ آنکھوں کی
منکر یہ ایک دارو مدار رکھتے ہو تم کو چاہیے کہ یوں دیکھو کہ جس معبود خالق برحق نے تم کو پہلے بیل پیدا کر دیا کہ جب تم کچھ نہ تھے تو وہ بدرجہ اولیٰ تم کو دوبارہ اٹھانے پر قادر
ہے پھر تمھارے ذرہ ذرہ ریزہ کہیں جاویں اسکی قدرت سے باہر تو جا ہی نہیں سکتے ہیں پھر تمھارا شک کیوں ہے ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور شیطان کی پیروی
چھوڑو اور اپنے خالق معبود برحق کی بندگی کرو ہرگز شرک نہ کرو۔ وَھُوَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ وہی مستحق عبادت ہے آسمانوں میں اور زمین میں
ف کوئی دوسرا ہرگز مستحق عبادت نہیں ہے پس کسی بندہ کسی مخلوق کو خواہ کوئی چیز ہو عبادت نہ کرے۔ واضح ہو کہ اس جملہ کی ترکیب میں یہ تردد پیش
آیا کہ فی السموات جار و مجرور کس سے متعلق ہے پس اسم اللہ سے متعلق نہیں ہو سکتا اور یہ ظاہر ہے اور کائن یا ثابت وغیرہ سے بھی متعلق نہیں ہو سکتا کیونکہ
حصول تو لتعالی آسمان و زمین میں نہیں بلکہ یہ اس کی مخلوق ہیں اور وہ پاک پروردگار ہر کسی زمانہ و مکان سے منزہ و پاک ہے تو مفسر نے کہا کہ قولہ وہو اللہ
اے وہو المستحق للعبادۃ ہے اور اسی معنی وصفی سے ظرف مذکور متعلق ہے اور وہو المعبود نہیں کہا باوجودیکہ استحقاق عبادت تو اللہ تعالیٰ کیواسطے ہر حال میں ہے
کچھ آسمانوں و زمین کی خصوصیت نہیں تھی تو اسواسطے وہو المستحق کو اختیار کیا اور وہو المعبود نہیں کہا کہ مبتدا معرفہ اور خبر صیغہ مشتق معرف لام ہے جس سے
انحصار ثابت ہے پس وہو المستحق کہنے میں یہ حصر ٹھیک ہے کہ یہ خبر انحصاری صحیح ہے اور اگر وہو المعبود کہا جائے تو خبر میں یہ تردد ہوتا ہے کہ کافروں نے
غیر کی بھی عبادت زمین میں نکالی ہے مگر اگر یوں کہا جاوے کہ وہو المعبود کے یہ معنی کہ آسمانوں و زمین میں وہی برحق معبود ہے کیونکہ کافروں نے جسکی
عبادت نکالی وہ باطل و جھوٹ معبود بنایا اور اپنی عاقبت خراب کی اور اپنے خالق کے روبرو خوار ہوں گے مگر اگر توبہ کر لیں اور ابن کثیر نے ذکر کیا
کہ بعض نے کہا کہ وہو اللہ فی السموات پر وقف تام ہے اور فی الارض یعلم سرکم وجہرکم سے ابتدا ہے یعنی یعلم سرکم وجہرکم فی الارض۔ اور اسی کو ابن جریر
نے اختیار کیا ہے اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یوں ہے کہ وہو اللہ علمہ فی السموات والارض اور دلالت کرتا ہے اس پر قولہ یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَجَھْرَکُمْ
جانتا ہے کھلا تمھارا اور چھپا تمھارا ف یعنی وہ اللہ پاک پروردگار علیم خبیر ہے کہ اسکا علم ہر جگہ یکساں ہے آسمان ہوں یا زمین ہو وہ زمین میں
تمھارے سر و جہر کو جانتا ہے یعنی جو کچھ تم آپس میں یا اپنے دلوں میں پوشیدہ کرتے ہو یا جو کچھ کھلے کھلا کرتے ہو سب جانتا ہے اگر کہا جاوے کہ
افعال یا افعال قلوب ہیں اور وہ وہی مسمی با فعال سر ہیں اور یا افعال جوارح اور وہ وہی افعال مسمی بجہر ہیں پس افعال یا تو سر ہوتے ہیں یا جہر پس

Marfat.com

قولہ تعالیٰ ویعلم ما تکسبون عطف شے کا نفس شے پر لازم آتا ہے تو جواب یہ ہے کہ مراد سر وجہر سے احوال نفس ہیں اور کسب سے اعمال جوارح پس عطف الشئ علیٰ نفسہٖ لازم نہیں آتا۔ و یعلم ما تکسبون اور جانتا ہے جو کچھ تم عمل کرتے ہو۔ بھلا یا برا پس اسی پر تم کو ثواب و عقاب ہوگا پس ڈرو اس سے اور تقویٰ اختیار کرو کہ غیر کی بندگی مت کرو اور اس کی نافرمانی مت کرو۔ اور اسمیں دلیل ہے کہ بندہ کا سبب یعنی جو امور خیر یا شر پیدا ہوتے ہیں ان کو کسب کرتا ہے اور یہی اکتساب عمل ہے اور تمام ہونا عمل کا اللہ تعالیٰ کی تاثیر قدرت سے ہے اور جو بدعتی معتزلہ و روافض سمجھتے ہیں کہ بندہ خود اپنے عمل خیر و شر کو پیدا کرتا ہے یہ محض غلط ہے۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ الحمد للہ الذی خلق السموات والارض اللہ تعالیٰ نے جو ازل میں اپنی حمد فرمائی وہ بندوں کے واسطے طریقہ بتلا دیا کہ اس طرح اس کے جلال و جمال پاک کی ثنا و صفت بیان کیا کریں اور او تعالیٰ نے علم قدم میں اپنی ذات پاک کیواسطے حمد واجب کی قبل اسکے کہ مخلوق پیدا فرمائے اور وہ عین ذات و صفات کے مقابلہ میں تھی پھر اس حمد کا متحمل خود ہی نفس ذات پاک تھا جیسے کہ اُس نے اپنی حمد فرمائی وہی درحقیقت حمد ہے پھر مخلوقات سے حمد مرفوع فرمائی کیونکہ جس کی حمد ہے اُس کو جبتک نہ جانے تو کوئی کیا حمد کریگا اور مخلوق کی کیا مجال ہے کہ اُس کی ذات و صفات کی حقیقت جانے یہ نہیں دیکھا کہ سید المرسلین محبوب رب العالمین نے کیسے فرمایا۔ وانت کما اثنیت علیٰ نفسک اور نیز او تعالیٰ نے الحمد للہ فرما کر ظاہر فرمایا کہ سوائے اس کی ذات پاک کے مخلوق سب سے حمد منقطع ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے جمیع حمد ہے اور یہ محققین کے نزدیک صحیح ہے۔ اور نیز حمد قدیم راجع بقدیم ہے اور حادث کو اسمیں سے کچھ بھی نصیب نہیں ہے اسواسطے کہ اُس کی حمد ازلی ہے اور ازلی اُسی کو لائق ہے جو ازلی ہو یعنی قدیم ہو بعض نے کہا کہ او تعالیٰ نے اپنی حمد خود فرمائی کیونکہ مخلوق کا عاجز ہونا اس کی حمد ادا کرنے سے اس کے علم قدیم میں ظاہر ہے جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ الحمد۔ او تعالیٰ کی صفت ہے کیونکہ اُس نے اپنے آپکو بہ تمام الصفۃ محمود فرمایا۔ اور اگر مخلوقات سب کے سب مجتمع ہو کر حمد کریں تو اُس کی صفت سے ایک ذرہ برابر بھی ادا و بیان نہیں کر سکتے یعنی درحقیقت ادا نہ ہوگا اگرچہ مخلوق کی طرف اُسکا ثواب جمیل راجع ہووے۔ قولہ خلق السموات والارض۔ یعنی یہ حمد درحقیقت اُس پاک پروردگار کیواسطے ہے جس کی یہ صنع و قدرت ہے اور جبتک تم درجہ بدرجہ لیکن قدر و مرتبہ نہ پہچانو کہ اُس کی صنعت و افعال سے اُس کی قدیم و عظیم قدرت و صفات کی طرف اور وہاں سے ذات کی طرف معرفت حاصل کرو تب تک خالی نام سے اُس کی حمد و ثنا پر قدرت نہ پاؤگے قولہ وجعل الظلمٰت والنور یعنی جس نے آسمان و زمین جو نظر آتے ہیں وہ پیدا کئے اور باطنی آسمان روح اور زمین قلب پیدا کی ہے اُس نے روح میں نور عقل دیا تا کہ اس سے توحید کے آیات و شواہد کو پہچانے۔ قال المترجم عقل سے مراد عقل روحانی یا عقل کلی ہے جس نام سے چاہو تعبیر کرو اور یہ عقل جسکو عوام جانور عقل کہتے ہیں جس کی خدمت ان حواس خمسہ ظاہری یا خیال و وہم وغیرہ سے ہوتی ہے یہ عقل جزوی اور ہیچ ہے اس سے کوئی کمال حاصل نہیں ہوتا فاحفظہ اور قلب میں نفس امارہ کی تاریکی رکھی ہے تاکہ محل امتحان سے بندگی اور عبودیت ظاہر ہو۔ قال المترجم عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص فی حدیث معروف او تعالیٰ نے ارواح کو تاریکی میں پیدا کیا پھر اُن پر اپنے نور سے چھڑکا تو جس روح کو اُس نور سے اُنکو حصہ ملا اُسنے ہدایت پائی اور جس کو نہیں پہونچا وہ گمراہ ہوا شیخ واسطیؒ سے خلقت پیدا کرنے کی حکمت پوچھی گئی یعنی عین حکمت تو اللہ تعالیٰ کے علم میں منحصر ہے لیکن بشری معرفت کہاں تک ہے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو جہان کی حاجت نہیں بلکہ جہان کا گم ہونا اُسکا ظہور ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ بعضے صوفی لاتے ہیں کہ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔ اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہے حالانکہ محدثین کے نزدیک بالکل موضوع و باطل ہے اور حضرت واسطیؒ کے کلام سے معلوم ہوا کہ اُن کے نزدیک بھی یہ حدیث نہیں بلکہ کسی عارف و صوفی کا کلام بھی نہیں ہے کیونکہ معرفت کے درجہ سے خارج ہے برخلاف اس کے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ کہ یہ کلام معرفت ہے اور صحیح ہوا کہ حضرت ذوالنون مصریؒ کا کلام ہے قال الشیخ بعض مشائخ رحمہ سے پوچھا گیا کہ عالم کے اظہار میں کیا حکمت ہے فرمایا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ شیطان وسوسہ دلا دیگا کہ اس چیز کو کس نے پیدا کیا اور وہ کس نے پیدا کی

Marfat.com

یہان تک کہ آخر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک مین وسوسہ لادیگا پس لاحول پڑھکر اُس کو دفع کرنا چاہیئے اور نیز حدیث صحیح مین ہی کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتون مین فکر کرو اور اُس کی ذات مین فکر مت کرو۔ اور تمام سلف وخلف صالحین اسی پر گزرے ہین کہ کسی بندہ مخلوق نے اپنے خالق جل جلالہ کی ذات و صفات مین غور وفکر نہین کی پس اہل ایمان پر واجب ہی کہ کبھی اس امر مین غور وفکر نہ کرین ہان دنیا مین خصوصاً انسان مین جو اعضاء وغیرہ موجود ہین اُن کے فوائد پر نظر کرین اور بے انتہا فائدے دیکھکر اپنے خالق عزوجل کا شکریہ ادا کرین کہ اس کی صنعت فعل اسقدر پاک ومنزہ ہے تاکہ فعل سے جانب صفت مرجع ہو۔ اور امام غزالی رحمہ اللہ نے اپنی تصانیف مین اُن فوائد کا ایک بڑا ٹکڑا بیان کیا ہے اور وہ قابل قدر ہے۔ فافہم۔ قولہ ہو الذی خلقکم من طین۔ تمام آسمان جسم ہین اور اس جسم کا دل یہ زمین ہی اور اللہ تعالیٰ نے سموات کے دل کو جلال سے منور کرنے مین مخصوص فرمایا۔ بقولہ واشرقت الارض بنور ربہا۔ اور منجملہ اس خاصیت کے یہ ہی کہ آدم کی صورت کو قلب عالم سے بنایا پس آدم قلبی تھے نہ جسدی یعنی عالم کو زمین سے لیکر بنایا پس وہ زمینی تھے اور آسمانی جسم سے نہ تھے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو اپنی حکمتون کا خزانہ ودلیعت رکھا ہے اور آدمی فطری لطائف رکھتے ہین کہ ارواح قدسیہ اور اشباح ملکوتیہ اس سے ہین اور لفظ طین کو نکرہ بیان فرمایا جس مین تعیین نہین ہے پس بھید یہ ہے کہ جنت کی مٹی سے مومنون کے اجسام پیدا کئے اور درگاہ خاص کی مٹی سے موقنین کے اجسام بنائے۔ قولہ یعلم سرکم وجہرکم یعنی جو اشتیاق تمہارے صمیم اسرار مین جمال قدیم کی طرف ہی اور جو خلوص اس راہ مین تمہارے باطن مین مضمر ہے وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ اور تمہاری وہ ظاہر جس حرکات شوق سے عالم قدم کی طرف جاتی ہین اور جوش محبت مین درگاہ جبروت مین سجدہ کرنے مین تمہارے چہرون پر جو آنسو بہتے ہین اور دل لوٹ پوٹ ہوتے ہین وہ سب دیکھتا ہے قال المترجم فی الحدیث اور وہ شخص جس نے تنہائی مین اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور آنسو جاری ہوئے رواہ البخاری وغیرہ یہ افضل وبہتر آدمی کا بیان ہے جس کا آپ سے سوال کیا گیا تھا۔ مولوی روم نے کہا ہے

این تضرع را بر حق قدرہاست ٭ ان بہا کانجاست زاری را کجاست ٭ کے برابر می نہد شاہ مجید ٭ اشک را در وزن با خون شہید ٭

قال الشیخ اور نیز اشارہ ہی کہ ارواح کی جولانی جو نظر سے پوشیدہ ہی اور جسمانی طلب مین کوشش کرنا سب علم آلہی مین ہی۔ آمین لطیف اشارہ ہی کہ فرمایا وہو اللہ فی السموات وفی الارض یعلم سرکم وجہرکم۔ آسمانون مین تمکو مشاہدہ جبروت ہی اور زمین مین مشاہدہ ملکوت ہی بعض نے کہا کہ دلی جوشش وزبانی دعا مین سب جانتا ہے ٭

وَمَا تَأْتِيهِم مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوا

اور نہین پہونچتی اُن کو کوئی نشانی اُن کے رب کی نشانیون مین مگر کرتے ہین اُس سے تغافل سو جو جھٹلا چکے

بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ أَلَمْ يَرَوْا

حق بات کو جب اُن تک پہونچی اب آگے آوے گی اُن پر حقیقت اُس بات جس پر ہنستے تھے کیا دیکھتے نہین

كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّن لَّكُمْ وَأَرْسَلْنَا

کتنی ہلاک کین ہم نے پہلے اُن سے سنگتین اُن کو جمایا تھا ہم نے ملک مین جتنا تم کو نہین جمایا اور چھوڑ دیا ہم نے

السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم

آسمان برساتا اور بنادین نہرین بہتی اُن کے نیچے پھر ہلاک کیا اُن کو

بِذُنُوبِهِمْ وَأَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ۝

اُن کے گناہون پر اور کھڑی کی اُن کے پیچھے اور سنگت

Marfat.com

وَمَا تَأْتِيهِمْ اور نہیں آتی اُن کو ف یعنی اہل مکہ کے پاس مِّنْ آيَةٍ کوئی آیت ف من زائدہ بغرض استغراق و شمول نفی۔ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ
اُن کے پروردگار کی آیتوں سے ف یعنی قرآن سے اِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ۔ مگر آنکہ اس آیت سے منہ موڑتے ہیں ف مراد
آیت سے بنا بر قول مفسرؒ کے آیات قرآن ہیں پس آنا اس کا یہ کہ نازل ہوئی اور ہو سکتا ہے کہ خلقت کی نشانیاں مراد ہوں از انجملہ معجزات
و عجیب مخلوقات ہیں پس آنا یہ کہ اُن پر ظاہر ہوں والاول انسب اور معنی اعراض کے یہ کہ انہیں غور و نظر نہیں کرتے کہ اپنے پروردگار کی توحید و
معرفت حاصل کریں اور اگر اعراض ہی ہوتا تو بھی بڑا جرم تھا سخت جرم تو یہ کہ فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ سو جھٹلا چکے حق بات کو جب
اُن تک پہونچی ف یعنی قرآن جب آیا تو اس کو جھٹلانے لگے۔ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ اب آگے
آویگی اُن پر حقیقت اس بات کی جس پر ہنستے تھے ف انباء جمع نبا و خبر جس کی وقعت عظیم ہو۔ اور یہاں جیسے بولتے ہیں کہ عنقریب
تم خبردار ہوجاؤ گے یعنی کوئی ہولناک تم پر پیش ہوگا لہذا مفسرؒ نے عواقب سے تفسیر کی جمع عاقبۃ بمعنی انجام کار کسی شے کا۔ اور چونکہ کافروں کا کام
بد تھا لہذا عذاب بُرا بدلا ہوگا۔ حاصل آنکہ ایسا ہونے کے وقت اُن کو اپنے ٹھٹھے کا حال معلوم ہوگا پس جو لوگ کفر پر رہے مانند ابوجہل وغیرہ
کے اُن پر عذاب سخت کا دروازہ کھلا اور معلوم ہوا کہ کیسی استہزا و ٹھٹھول کرتے تھے اور بعض نے کہا کہ عذاب اُن پر جہاد میں خوار ہونے کا ہے اور
بعض نے کہا کہ قحط ہے جس سے مارے بھوک کے آنکھوں میں اندھیرا آتا تھا۔ اَلَمْ يَرَوْا کیا نہیں دیکھتے ف یعنی ملک شام وغیرہ کو سفر میں
جانے میں کیا آنکھوں نہیں دیکھتے کہ كَمْ اَهْلَكْنَا بہتیرے ہلاک کر دیئے ہم نے ف کم خبریہ بمعنی کثیر ہے۔ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ اُن سے پہلی
سنگتیں ف قرن یہ کم خبریہ کی تمیز ہے مانند قولہ و کم من ملک فی السموات۔ حاصل آنکہ کم من قرن کائنین من قبلہم اہلکنا اور قرن کے معنی قاموس
میں ہیں کہ دس یا تیس یا چالیس یا پچاس یا ساٹھ یا ستر یا اسی یا سو یا ایک سو بیس سال کی مدت اور سو برس کے معنی صحیح ہیں کیونکہ انس بن
مالک رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ایک قرن زندہ رہ وہ ایک سو برس جیتے رہے اور قرن بمعنی ہر ایسی اُمت جو ہلاک ہوئی اس طرح
کہ انہیں سے کوئی نہیں بچا مفسرؒ نے یہی اخیر معنی لئے ہیں اور یہی مناسب ہیں اور مراد امت سے ایک گروہ آدمیوں کا ہے جیسے قوم لوط
کو ہلاک کر دیا اور قوم عاد کو مٹایا۔ حاصل آنکہ کیا اہل مکہ دیکھکر عبرت نہیں پکڑتے کہ ہلاک کر دیں ہم نے پہلے اُن سے بہت سی اُمتیں جن کا یہ حال
تھا کہ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْاَرْضِ اُن کو جمایا تھا زمین میں ف یعنی ہم نے اُن کو ٹھکانا دیا تھا زمین میں توانائی و مالداری کے ساتھ۔ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَكُمْ وہ
اسقدر کہ جو تم کو نہیں دیا ف لکم کی ضمیر مخاطب ہیں اوپر کے غائب کلام کرنے سے توجہ کر کے خطاب کی طرف رجوع ہے۔ حاصل آنکہ تم سے اگلوں کو
ہلاک کیا حالانکہ وہ تم سے توانائی قوت اور مالداری میں زیادہ تھے۔ وَاَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا اور ہم نے چھوڑ دیا تھا اُن لوگوں
پر آسمان یعنی مینھ پے درپے ف کہ بارش خوب ہوتی تھی۔ وَجَعَلْنَا الْاَنْهَارَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمْ اور پیدا کر دی تھیں ہم نے
نہریں کہ جو جاری تھیں اُن کے نیچے ف یعنی اُن کی بستیوں کے نیچے۔ حاصل آنکہ ایسی نعمتیں ہم نے اُن کو دی تھیں۔ فَاَهْلَكْنَاهُمْ
بِذُنُوبِهِمْ پھر ہلاک کیا اُن کو اُن کے گناہوں پر ف یعنی جب انبیاء علیہم السلام نے اُن کو اُن کے پروردگار کی توحید کی طرف
بلایا اور انھوں نے انبیاء کو جھٹلایا تو ہم نے اُن کو بسبب اُن کے گناہوں کے ہلاک کر دیا۔ وَاَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ
اور کھڑی کیں اُن کے پیچھے اور سنگتیں ف حاصل وہ لوگ بھی اللہ عزوجل کے مخلوق تھے لیکن جب کفر و شرک سے باز نہ آئے تو غضب الٰہی سے
مٹ گئے اور نیست ہو گئے کہ اُن کی بستیاں کھنڈل ویران پڑی ہیں ان کو دیکھکر عبرت کرو کہ آخر باز نہ آؤ گے تو اسی طرح ہلاک ہو گے ف قال
فی العرائس قولہ وما تاتیہم من آیۃ الخ یہ لوگ جو مشرکین مکہ میں سے کافر ہے ازل ہی میں محروم از نور ایمان تھے و فی الحدیث روحیں تاریکی میں اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے پیدا کیں پھر اُن پر نور پاشی کی جس کو پہونچا وہ راہ پر آیا اور جو چوکا وہ گمراہ ہوا پس جو کافر رہے وہ اندھے تھے اور جو اندھا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے آثار و آیات سے کیونکر اس کی وحدانیت کو مشاہدہ کریگا خواہ آیات آسمانی ہوں یا زمینی ہوں خواہ چہرہ ہائے انبیاء علیہم السلام سے ہوں یا چہرہ و آثار اولیاء رحمہم اللہ میں ہوں کیونکہ یہ چہرہ بھی تجلی الٰہی سے چمکتے ہیں لیکن جس نے حواس سے دیکھا وہ اندھا ہے اور اُس کی نابینائی اور بڑھ جائے گی کیونکہ جس کے قلب کی آنکھیں بند ہیں وہ قبول ازلی سے مردود اور دائمی مطرود ہے اور شیخ نصر آبادی نے کہا کہ مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کی عمدہ آیات میں سے اس کے انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ ہیں۔ بالجملہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں آیات سے مراد قرآن مجید و لوسمین ہیں جسکی تجلیات سے چکاچوند ہوتی ہے و عرب اس کے روبرو متحیر و عاجز تھے۔ و لیکن ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ ابو جہل وغیرہ جو کافر رہے اُن کو اس میں بھی شیطان نے دھوکے دیئے۔ قال اللہ تعالیٰ۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

اور اگر اُتاریں ہم اُن پر لکھا ہوا کاغذ میں پھر ٹٹول لیں اُس کو اپنے ہاتھ سے البتہ کہیں گے منکر

اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا

یہ کچھ نہیں مگر جادو ہے صریح اور کہتے ہیں کیوں نہ اُترا اُس پر کوئی فرشتہ اور اگر ہم فرشتہ

مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ

اُتاریں تو فیصل ہو چکے کام پھر اُن کو فرصت نہ ملے اور اگر ہم رسول کرتے کوئی فرشتہ

رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ

تو وہ صورت میں ایک مرد کرتے اور اُن پر شبہہ ڈالتے وہی شبہہ جو لاتے ہیں اور ہنسی کرتے رہے ہیں رسولوں سے تیرے پہلے

ع فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا

پھر اُلٹ پڑے اُن ہی ہنسنے والوں پر جس بات پر ہنسا کرتے تھے۔ تو کہہ پھرو ملک میں تو دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝

آخر کیسا ہوا جھٹلانے والوں کا۔

سراج میں ہے کہ نضر بن حارث و عبد اللہ بن اُمیہ و نوفل بن خویلد نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لادیں گے یہانتک کہ ہمارے پاس کوئی کتاب لکھی ہوئی اللہ تعالیٰ کے پاس سے لاؤ اور اُسکے ساتھ چار فرشتے بھی ہوں جو اس کتاب کی اللہ تعالیٰ کے پاس سے نازل ہونے کی اور آپکے رسالت کی شہادت دیویں پس اللہ عز و جل نے نازل فرمایا۔ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا اور اگر اُتاریں ہم تجھ پر لکھا ہوا ف۔ کتاب مصدر بمعنی مفعول ہی مکتوب ہے۔ فِيْ قِرْطَاسٍ کاغذ میں ف۔ یعنی اگر ہم تجھ پر کتاب لکھی ہوئی قرطاس میں بھی ورق ورق میں اُتارتے جیسے کہ ان لوگوں نے معانداً سوال کیا تھا کہ لکھی ہوئی کتاب پوری کیوں نہیں اُتری فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ۔ پھر اُس کو اپنے ہاتھوں سے چھو لیتے ف۔ یہ معائنہ سے بھی بڑھکر ہے حاصل آنکہ اگر ہم لکھی ہوئی کتاب اُتارتے اُن کی نظر کے سامنے پھر وہ ہاتھوں سے بھی چھو لیتے۔ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا البتہ کہیں یہ منکر ف۔ یعنی تو بھی کافر اپنے جھگڑے سے باز نہ آتے اور کہتے کہ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔ نہیں ہے یہ مگر کھلا ہوا جادو ف۔ یہ کافروں کی حق بات سے عناد و جھگڑے کا بیان ہے اور یہ ایسا ہے

Marfat.com

جیسے فرمایا۔ ولو فتحنا علیہم باباً من السماء فظلوا فیہ یعرجون لقالوا انما سکرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون۔ یعنی اگر ہم اُن پر آسمان کا دروازہ کھولدیتے
اور برابر وہ اسمین چڑھتے چلے جاتے تو بھی کہتے کہ ہماری آنکھین نظربند ہلکہ ہم پر جادو کیا گیا ہے اور فرمایا وان یروا کسفاً من السماء ساقطاً یقولوا
سحاب مرکوم۔ یعنی اگر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرتے دیکھتے کہتے کہ تہ پر تہ جما ہوا بادل ہے۔ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ اور کہتے ہین محمد پر
کیون نہین اُتار اگیا فرشتہ جو اُسکی تصدیق کرتا۔ ف۔ یعنی اُس کے ساتھ ہین فرشتہ ہوتا کہ سب یقین کرتے کہ ہان یہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے اور وہ
سب کو بتلاتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرسنانیوالا بھیجا گیا ہے مانند قولہ لولا انزل الیہ ملک فیکون معہ نذیرا الآیۃ۔ یہ ان کافرون کی سخت جہالت
تھی کہ فرشتہ سے آگاہ نہین کہ کیونکر ہوتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے دو طرح سے رد کر دیا۔ اول آنکہ برملا فرشتہ کا یون نزول قدرت آلٰہی مین کوئی چیز
نہین لیکن فرمایا وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا اور اگر اُتارتے ہم فرشتہ ف۔ یعنی جیسے مانگتے ہین اگر ہم فرشتہ اُتارتے اور یہ عناد کی باتین بناتے لَقُضِيَ
الْاَمْرُ تو پورا کر دیا جاتا حکم ف۔ اُن کے ہلاک ہو جانے کا۔ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ پھر نہین مہلت دیے جاتے ف۔ کسی توبہ یا عذر کیلئے جیسے اللہ تعالیٰ
کی عادت پاک اُن لوگون سے پہلے والون کے حق مین جاری ہو چکی ہے کہ جب اُنھون نے کسی آیت پر ہٹ کی اور اُس کے پورے کیے جانے پر
ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ کے غضب مین فوراً ہلاک ہوئے۔ بالجملہ نزول ملائکہ اس شان سے تو عجیب آیت ہے کہ آنکھون دیکھکر ایمان لانے سے بہت قریب ہے
کہ بعد اسکے ایمان بالغیب یون ہی باقی رہتا ہے پس اس امر عظیم کے بعد ان کو مہلت نہین ہو سکتی وقد قال تعالیٰ ما ننزل الملائکۃ الا بالحق وما کانوا اذا
منظرین نہین اُتارتے ہم ملائکہ کو الا بحق اور ایسے وقت وقوع مین کفار مہلت نہ دیئے جاوینگے اور فرمایا۔ یوم یرون الملائکۃ لا بشریٰ یومئذ للمجرمین
الآیۃ۔ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا اور اگر ہم رسول کرتے فرشتہ ف۔ یعنی اگر وہ شخص جو ان کی طرف اُتارا گیا ہم اُس کو فرشتہ کرتے۔ جیسے کہ فرشتے کو
مانگتے ہین لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا تو ہم اسکو آدمی مرد بناتے ف۔ یعنی آدمی مرد کی صورت پر بناتے تاکہ اُن لوگون کو اُس کے دیکھنے کی تاب ہوتی
اسواسطے کہ بشر کو فرشتہ کے دیکھنے کی تاب نہین ہے۔ وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ اور اُن پر شبہ ڈالتے وہی شبہ جو لاتے ہین ف۔ یعنی اگر
ہم فرشتہ کو اُتارتے اور اسکو ایک آدمی مرد کی صورت بناتے تو البتہ مشابہ کرتے انپر جو لبس رکھتے ہین اپنے نفسون پر باین طور کہ کہنے لگتے کہ یہ تمہارے
مانند ایک آدمی ہے اور بعض نے قولہ ولو انزلنا ملکا لقضی الامر سے دونون آیت کی یون تقریر بیان کی کہ اللہ تعالیٰ اگر فرشتہ اُتارتا کہ اسکو آنکھون
سے مشاہدہ کر لیتے خواہ وہ رسول علیہ السلام کے ساتھ تصدیق کرنے کو ہوتا یا فرشتہ ہی ان منکرون کی طرف بھیجا جاتا تو لقضی الامر ثم لا ینظرون۔ یعنی انکے
قوائے بشری اسکو مشاہدہ کر کے زندہ باقی نہین رہ سکتے تھے بلکہ موت آجاتی اور خوف سے اُن کی جانین نکل جاتین کچھ دیر بھی مہلت نہ ہوتی پس
وہ فرشتہ جس کام کی غرض سے آیا تھا کہ ان لوگون کو معرفت و کمال حاصل ہو اور کتاب الٰہی پر ایمان لاوین اور نیک کام کرین وہ سب جاتا رہتا اور
قولہ ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا الآیۃ۔ یعنی اگر ایسا کیا جاتا کہ یہ لوگ نہ مرین اور فرشتہ بھیجا جاوے تو فرشتہ بھی بصورت مرد آدمی کیا جاتا کیونکہ فرشتہ
جس صورت پر مخلوق ہے اسکو تو برداشت ہی نہین کر سکتے پس وہ آدمی کے کثیف جسم مین متمثل کیا جاتا تاکہ اس سے باتین کرین اور اُس کے
نصائح کو سنین اور جب اس صورت مین ہوتا تو کہتے کہ یہ تو ہمارے مثل آدمی ہے۔ پھر اگر اُن کو فرشتہ کی اصلی صورت دکھلائی جاتی یعنی وہ اپنی اصلی
صورت پر اُن کے روبرو ہو جاتا تو سب فی الفور مر جاتے پھر بھیجنے کا کچھ فائدہ نہ ہوتا حاصل یہ کہ غیر جنس سے اُمور شریعت کی حکمت پوری نہین
ہے کیونکہ شریعت فقط نماز روزہ کا نام نہین بلکہ زندگی دنیاوی کو دنیا مین ایسی خوبی سے بسر کرنا ہے تے دم تک کہ اللہ تعالیٰ کی رضی کے موافق ہو
اور یہ بدون اُس کے معلوم نہین ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر ایمان لاوے جس نے پیدا کیا اور نعمتین دی ہین اور اللہ تعالیٰ کے احکام بدون
اس کے کہ رسول سے معلوم نہین ہو سکتے ہین لہذا رسول پر ایمان لانا ضرور ہے کیونکہ بندے کے افعال دو قسم کے ہین ایک افعال قلب اور دوم افعال جوارح

Marfat.com

پس افعال قلب مین اعتقادات وغیرہ ہین اور بدون رسول علیہ السلام کے بندہ نہین جانتا کہ اللہ تعالی کی صفات کیا ہین اور اس کی شان مین کیا اعتقاد رکھے پس رسول صلعم سے معلوم ہوا کہ وہ پاک پروردگار وحدہ لاشریک ہے اور خالق و رازق ہے اُسی پر توکل ہے اور بغیر اُس کی تاثیر قدرت کے کسی بندہ کا کام پورا نہین ہوتا خواہ کوئی بندہ ہو اور چاہے کوئی کام ہو اچھا ہو یا بُرا ہو پس اچھا کام ہوگا تو اپنی ہمت و ارادہ و قصد پر ثواب پاویگا اور اگر بُرا کام ہوگا تو اپنی بُری نیت و ارادہ و قصد پر عذاب و ملامت پاویگا۔ اور مانند اس کے بہت صفات باری تعالی ہین کہ بندہ بغیر رسول کے بتلائے نہین جان سکتا کہ اللہ تعالی کی جناب مین کیا اعتقاد رکھے اور بعض افعال قلب یہ ہین کہ مثلاً غرور و تکبر و گھمنڈ حرام ہے اور اللہ تعالی پر بھروسہ رکھے اور اپنے آپ کو ہر دم اسکے تحت قدرت مین محتاج جانے اور ہر دم اس کی طرف التجا رکھے کہ میرے پروردگار مین کوشش کرتا ہون اور تیری قوت و قدرت سے بھلائی اور نیکی کا سامان مہیا ہوگا تو اس کوشش کو بھلدار کر دے اور مسلمانون کے ساتھ بہتری کی نیت رکھے اور اُن کی بھلائی چاہے اور جسم تو کچھ چیز نہین ہے اُنکا دل اپنا دل جانے۔ اور اخلاص رکھے کھونٹ نہ رکھے اور محبت رکھے بغض و حسد و عداوت وغیرہ بد باتین جو ہین کبھی نہ رکھے۔ کافرون کو اللہ تعالی کا بندہ اور قہر مین پڑا ہوا جانے اور دل سے چاہے کہ اللہ تعالی ان لوگون کو ہدایت دیکر اس غضب سے نجات دے۔ یہ تو افعال قلب کی مثال بیان ہوئی ہے اور پورا بیان حدیث و قرآن مین ہزارون باتون کا ہے۔ اور دوسری قسم جو افعال جوارح یعنی ہاتھ پاؤن وغیرہ کے کام ہین ان سب مین دل کی نیت شرط ہے۔ پھر ان کامون کی دو قسمین ہین۔ ایک وہ جو خالص اللہ تعالی کیواسطے ہین جیسے نماز۔ روزہ کہ یہ بدون رسول علیہ السلام کے بتائے معلوم نہین ہو سکتے کہ کیونکر ادا کرین چنانچہ عید کے دن روزہ حرام ہے حالانکہ عید کے ایکدن پہلے فرض تھا اور دوسری قسم جو خالص نہین ہین لیکن اُن کو بھی نیک نیت سے کرے تو ثواب بھی ہوگا جیسے بال بچون کی پرورش وغیرہ۔ تو یہ تین قسم پر ہین ایک وہ کہ دوسرے سے اپنا نفع لینا اور دوم دوسرے کو خود نفع پہونچانا اور تیسرے دونون کا اسمین نفع ہو اور نیز تین قسم اور ہین کہ اپنی ذات کی اصلاح کرنا اور دوم اپنے گھر والون کی اصلاح کرنا اور تیسرے محلہ و شہر والون و تمام جہان والون کی اصلاح کرنا پس نوکری یا تجارت یا دستکاری سب مین سچائی شرط ہے۔ پس نوکری مین بُرے کام بجالانے کی نوکری نہ کرے۔ اور بھلے کام کو شرط کے موافق سچائی سے و نیک نیتی سے پورا کرے تجارت مین جس کی خرید و فروخت مین جو طریقہ شرع مین بیان ہوا ہے اُس کو برتے پس خرید و فروخت کے جملہ قانون جو شرع مین بیان ہین اگر رسول سے نہ سیکھے تو کیونکر جانے مثلاً کم تولنا حرام ہے اور عیب دار چیز کو بے بتلائے دھوکا نہ دے اور دام کے حساب مین بھول ہو جائے تو بڑھتی پھیر دے جو چیزین دنیا مین فساد ڈالتی ہین۔ تال طنبورہ ستار۔ باجہ وغیرہ نہ بیچے اور جن باتون مین مانند گیہون کو گیہون سے بدلتے ہین بڑھتی حرام ہے اُن کو بڑھتی سے نہ بیچے۔ اسی طرح صرافی و کفالت و وکالت و مضاربت و اجارہ و صناعت و سلم و شفعہ وغیرہ جتنے معاملات ہین اُن کو پورے پورے شرعی قاعدون سے برتے تا کہ دنیا مین اصلاح رہے اور اپنے مولی کی لوگ عبادت کرین اور علی ہذا کھیتی باڑی و بادشاہی حکم بجالانے اور قاضی کے احکام سب رسول سے معلوم ہوتے ہین پھر جو افعال نیک ہین اس کے مقابلہ مین ہزارون لاکھون افعال بد ہین چوری کرنا جھوٹ و دغابازی و زناکاری وغیرہ وہ سب چھوڑے اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ اچھے اخلاق سے اپنے کو آراستہ کرے اور بُرے اخلاق کو ترک کرے اور بندون کی بھلائی مین کوشش کرے کبھی مال سے کبھی زبان سے کبھی ہاتھ سے کبھی خوش زبانی سے اور کبھی جھڑکی و ملامت سے اور کبھی بضرورت سزا و چوٹ دینے سے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا مین امن و امان ہے مگر ایسا امن و امان کہ سب بندے اپنے معبود خالق کی بندگی کئے جاوین اور امن و عافیت سے زندگی بسر کرلین تاکہ جب مرین تو اللہ تعالی کی درگاہ مین یہان کی تکلیفات و مشقتون کے بدلے جو اُن کی چند روزہ عمر مین اُن کو پہونچتی رہی ہے وہان ہمیشہ ابدالآباد راحت و آرام و عجیب نعمتون مین خوشحال ہین اب ہمنا

Marfat.com

وعقلمند آدمی یقین کریگا کہ ان افعال قلوب و افعال جوارح کے طریقے و معلومات کس اعتقاد سے اللہ عزوجل کی توحید شان کے لائق ہین اور کس برتاؤ سے اس کی مرضی کے موافق ہین قطعاً بدون رسول علیہ السلام کی پیروی کے نہین معلوم ہو سکتا ہے اور ان سب مین بڑا امر یہ کہ بندہ اپنے خالق کی شان مین کوئی بے ادبی نہ کرے نہ اعتقاد مین اور نہ اپنے افعال مین اور ان مین بھی جو اعتقاد مین برخلاف اعتقاد رکھے شرک وغیرہ کا وہ بہت ہی بدبخت و ناہنجار ہے اُسپر فرض ہے کہ جس نے پیدا کیا اُسکا بندہ رہے اور اُسپر خالق کا کمال احسان یہ ہی کہ رسول بھیجکر سب سکھلایا پھر اور بھی بڑا احسان یہ ہے کہ رسول بھی اُنھین کے جنس کا یعنی آدمی بھیجا کیونکہ اوپر کے بیان سے کھلا کہ آدمی دنیا کی زندگی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق بسر کرکے مرے تو اس کی درگاہ مین جنت پاوے پس آدمی ہی رسول ہوگا تو یہ بات نہایت خوبی سے پوری ہوگی اور اگر غیر جنس ہوگا تو اسکے قدم بقدم چلنے مین کتنی نامناسبت ہے اسی واسطے مکہ کے مشرک جو فرشتہ مانگتے تھے اُن کو سمجھایا کہ غیر جنس سے تم فائدہ نہ پاؤگے وحشت کھاؤگے اور فرشتہ ہوگا تو صورت ہی دیکھکر مرجاؤگے اور جب تم اس بات پر غور نہین کرتے کہ یہ رسول ہم کو بُری راہ سے پھیرتا اور بالکل بھلی راہ بتاتا ہے اور ہمارے معبود برحق کی بندگی و پیروی سکھاتا ہے اور خود کچھ مانگتا نہین ہے تو اسکی بات نہین سمجھتے و غور کرین تم یہ تو کرتے نہین بلکہ فرشتے کی شکل مانگتے ہو تو اس سے تم کو فائدہ نہین ہوگا کیونکہ اس کی شکل سے ڈر کر مرجاؤگے پھر نیک راہ کیا سیکھوگے اور اگر وہ آدمی کی صورت بنکر آیا تو ایک تو اسکی عادت و طینت و جبلت نرالی ہوگی تم اُسکے قدم بقدم کیا چلوگے اور دوسرے تم اسکو بھی آدمی کہوگے کہ ہم اسکی کیا پیروی کرین یہ فرشتہ نہین بلکہ آدمی ہی پس تم نہایت احسان مانو کہ تم مین تمھاری جنس کا رسول بھیجا اور معجزے و آیات سے اسکی تصدیق کردی اور سب سے بڑا معجزہ تو قرآن ہی کہ جملہ ایک ثلث یا کچھ زیادہ فنون فصاحت و بلاغت کے اس کلام مین جو بلاغت موجود ہی تم سے اسکا مثل نہین آتا پس تم اپنی جنس کے رسول کو بڑا احسان و انعام یقین کرو اور نیز سمجھا دیا بقولہ ولو کان فی الارض ملائکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیہم من السماء ملکا رسولا یعنی اگر زمین مین ملائکہ بستے ہوتے تو ہم اُن پر البتہ آسمان سے اُن کی جنس کا فرشتہ رسول بھیجتے یعنی اگر فرشتون مین بھی مادہ خیر و شر کا ہوتا کہ ان کو آدمیون کی طرح برائی کے افعال باوجود خواہش کے چھوڑکر بھلائی کے طریقہ پہچاننے و معرفت و توحید الٰہی کے جاننے اور اوہام و خیالات کفر و شرک سے تمیز کرنے کی ضرورت پڑتی تو ان کا رسول اُن کی جنس کا فرشتہ ہوتا پس آدمیون کا رسول اسی جنس کا آدمی ہی علیہ الصلوٰۃ والسلام ۔ اور واضح ہے کہ ان کافرون کو خبط و خیال سوجھا اور اسکی دلیل یہ تھی کہ ازل ہی مین گمراہی انکے حق مین مقدر تھی ورنہ بشر جب تک اپنی قوت ملکیہ کو قوت حیوانیہ سے خالص توحید و عبادت کیساتھ تمیز و جدا نہ کرلے تب تک فرشتہ کو نہین دیکھ سکتا ہان بعد خلوص و کمال کے البتہ دیکھ سکتا ہے اور قولہ تعالیٰ لقد رآہ نزلۃ اخریٰ عند سدرۃ المنتہیٰ کی تفسیر مین صحیح ہوا کہ آنحضرت صلعم نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت پہ دیکھا اور دنیا مین بارہا جبرئیل وغیرہ دیگر ملائکہ علی نبینا و علیہم السلام آپ پر بصورت آدمی ظاہر ہوئے باوجود علم اس امر کے کہ یہ فلان اور وہ فلان فرشتہ ہے اور بصورت آدمی بعض صحابہؓ نے بھی دیکھا چنانچہ صحیحین کی حدیث سوال اسلام و ایمان و احسان و آثار قیامت کے معروف ہی اور حضرت لوط علیہم السلام پر بصورت بے داڑھی مونچھ کے خوبصورت لڑکون کے آنا اور پہلے ابراہیم علیہ السلام پر بصورت مہمان آنا اور کھانا نہ کھانا قرآن مجید مین مذکور ہے جیسا کہ انشاء اللہ مفصل قصہ آویگا ۔ بالجملہ کفار مکہ جب ایسی شیطانی باتین جن کا وقوع از راہ حکمت الٰہی ممنوع تھا مانگتے تھے جیسے کوئی یون مطالبہ کرے کہ آسمان بجائے زمین کے اور زمین بجائے آسمان کے ہوجائے اور یہان کے رہنے والے وہان اور برعکس ہوجاوین تو یہ عارفون کے نزدیک خلاف مشیت و تقدیر و حکمت الٰہی ہی ایسے عناد و جہالت کا جواب بھی اللہ تعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ نے حلم کیساتھ فرمایا اور ان کو سمجھایا لیکن ان مین سے جن کی تقدیر مین کفر و ضلال تھا نہ سمجھے اور ہلاک ہوئے مگر آنحضرت صلعم جو پاک رسول اللہ بندون کے اوپر مہربان ترس کھانے والے تھے ان کی ایسی جہالتون سے بہت غمناک ہوتے تو حضرت رب العزت جل جلالہ نے اپنے

Marfat.com

بندہ رسول سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین کو تسلی وتسکین فرمائی بقولہ ولقد استہزئ برسل من قبلک حاصل آنکہ اے محمد مغمگین نہ ہو کہ تجھ سے پہلے رسولوں سے بھی ٹھٹھا کیا گیا تھا ف اور کافروں کو تنبیہ ہے کہ اے ناپاک ناشکرے بندو تم ٹھٹھا کرتے ہو جیسے اگلوں نے کیا مگر انکا انجام یہ ہوا۔ فحاق بالذین سخروا منہم ما کانوا بہ یستہزءون پس جنھوں نے کافروں میں سے ٹھٹھول کیا تھا اُن کو اسی چیز نے گھیر لیا جس سے ٹھٹھا کرتے تھے ف اس چیز سے کیا مراد ہے بعض نے کہا کہ حق اور بعض نے کہا کہ رسول اور بعض نے کہا کہ عذاب کیونکہ عذاب آخرت کے ساتھ تمسخر کرتے پس مراد اس سے اگر حق بات ہو تو گھیر لینے کے یہ معنی کہ حق غالب بلند ہو گیا لیکن یہ ضعیف ہے بنظر ظاہر سیاق ۔ اور بعض نے کہا کہ رسول مراد ہیں اور اسمیں بھی تامل ہے اور ارجح وہ ہے جو مفسر سیوطی رح نے کہا کہ عذاب مراد ہے کیونکہ جب کافروں کو کفر کرنے پر عذاب نازل ہونے کا خوف دلایا گیا تو ٹھٹھے مارنے لگے کہ یہ شخص مجنون ہے اور آخر انجام کار جب حجت پوری ہو گئی اور ایمان نہ لائے تو عذاب نے گھیر لیا جسکو ٹھٹھا سمجھتے تھے اور یہاں کمال بلاغت سے کفار مکہ کو تہدید ہے کہ ٹھٹھا کرنیوالے ڈریں کہ انکا انجام بھی ایسا نہ ہو چنانچہ مسخرہ پن کرنے والے ابوجہل وغیرہ ہلاک ہوئے اور چونکہ تقدیر الٰہی میں اکثر انہیں کے ایمان سے مشرف ہونے والے تھے لہذا ان کو قطعی وعید نہیں فرمائی ولیکن ایسے پاکیزہ اسلوب سے وعید ہے کہ جو ٹھٹھا کرتے تھے اگرچہ اسوقت تک ایمان نہ لائے تھے اُن کو نکال دیا اور مسخرہ پن کرنیوالوں کی تہدید کو اگلوں کے معذب ہونے پر قیاس کر دیا اور آخر آنحضرت صلعم کو جہاد کا حکم دیدیا تاکہ مفسد اور فتنہ ڈالنے والے ہلاک ہوئے اور باقی راہ پر آگئے بخلاف اگلی امتوں کے کہ ایکبارگی عذاب نازل ہوا کہ سب کے سب ہلاک ہو گئے اور وہ سب اسی قابل تھے نعوذ باللہ من عذاب اللہ وغضب اللہ اللہم اہدنا اللہم ادرکنا بالرحمۃ اللہم نعوذ بک برضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک اللہم اذا اردت بعبادک الفتنۃ فاقبضنا الیک غیر مفتون اللہم نسألک العافیۃ والسلامۃ وتوفیق الخیر برحمتک یا حی یا قیوم وصلی علی رسولک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین والحمد للہ رب العالمین پھر کفار مکہ خصوصاً اور سب انکار وشرک کرنے والوں کو عموماً ارشاد کیا کہ قل یعنی کہدے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان منکروں سے ۔ سیروا فی الارض پھرو زمین میں یعنی زمین کے ملکوں اور وہاں کے باشندوں کے وقائع گذشتہ میں فکر و غور سے نظر دوڑاؤ اور بعض نے کہا کہ حقیقی سفر کرنے کا حکم ہے اور یہ اظہر ہے لیکن مقصود اس سے دریافت حال ہے پس اگر بذریعہ معتبرت کے ہو جائے تو کافی ہے بالجملہ حکم دیا کہ زمین میں پھرو فکر کرتے ہوئے اور عبرت حاصل کرتے ہوئے ثم انظروا پھر نظر عبرت سے دیکھو کہ کیف کان عاقبۃ المکذبین کیونکر ہوا انجام کار ان لوگوں کا جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا ف پس تم کو عبرت حاصل ہو کہ تم اس حرکت کفر وانکار سے باز آؤ تاکہ عذاب وبد انجام سے محفوظ رہو اور یہ بھی نظر رحمت ہے ولیکن عارف اس خطاب ہی سے ان کافروں کے بد انجام پر خوف کریگا کہ ان لوگوں کو ان کے نفس کے حوالہ کیا جبکہ انھوں نے بات نہ مانی پس بندہ ہر بات کو مانے اور اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرے ف قال فی العرائس قولہ تعالیٰ وللبسنا علیہم ما یلبسون ۔ کافروں نے بالمشافہ دیدار ملائکہ کی خواہش کی حالانکہ اس کے لائق نہ تھے اور اگر اہل دل ہوتے تو چہرہ پاک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ نور اشتیاق ازلی مشاہدہ کرتے جو ملائکہ میں کہیں نظر نہ آتا کیونکہ وہ مشکوۃ نور ذات وصفات تھے بقولہ تعالیٰ اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح ولیکن وہ لوگ کیونکر اسکو دیکھ سکتے ہیں کیونکہ قہر الٰہی کے اندھیرے میں پڑے تاپ رہے ہیں وقد قال تعالیٰ ینظرون الیک وہم لا یبصرون یعنی آنکھیں پھاڑے ہوئے تیری طرف نظر دوڑاتے ہیں مگر کچھ دیکھتے نہیں پھر واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا الآیۃ میں اشارہ ہے کہ ماہیت ملکوت دیکھنے سے اُن کی نظر ضعیف ہے اور اگر فرشتہ کو دیکھیں تو آدمی ہی کی صورت میں دیکھ سکتے ہیں جو موقع التباس ہے ۔ اور اصلی بیان اس مقام پر یہ ہے کہ قولہ وللبسنا علیہم اے خلط کریں ہم اُن پر جو وہ اپنے نفوس پر خلط کرتے ہیں تاکہ اپنی خداع و فریب کی راہ نہ جانیں جیسا کہ ان کی مراد ہے اور اُنکا مکر انھیں کی گردن پر لوٹ پڑے اور تردد کی تاریکی میں بھرتے پھریں قولہ ولقد استہزئ برسل من قبلک ۔ اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے اللہ تعالیٰ

Marfat.com

سے جاہلوں کے حال سے خبر دی کہ جب اُنھوں نے خاصان درگاہ کو نہ پہچانا اور اُنہیں آثار جلال آلٰہی کو نہ دیکھا تو ان سے اعراض کیا اور ان کے حالات سے انکار کیا۔ قاسم نے کہا کہ جب اُنھوں نے رسولوں کے حقوق کو نہ پہچانا اور اُن کی تکریم نہ کی اور چشم حق اور عین بصیرت سے اُن کو نہ دیکھا تو انوار و مشاہدات سے اندھے دھندے رہ گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت محیط و رحمت عمیم ہے اور کفار پر حجت ہر طرح پوری ہے۔ بقولہ تعالےٰ

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ

پوچھ کہ کس کا ہے جو کچھ ہے آسمان و زمین میں کہ اللہ کا ہے۔ اُسنے لکھی ہے اپنے ذمہ مہربانی البتہ تم کو جمع کریگا

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَ

دن قیامت تک اس میں شک نہیں جنھوں نے ہاری اپنی جان وہی نہیں مانتے اور

لَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا

اُسی کا ہے جو بستا ہے رات میں اور دن میں۔ اور وہی ہے سب سنتا جانتا تو کہہ کیا اور کوئی پکڑوں اپنا مددگار

فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ

اللہ کے سوائے جو بنانیوالا ہے آسمان اور زمین اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اسکو کوئی نہیں کھلاتا تجھ کو حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے حکم

اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ

مانوں اور تو نہ ہو شریک پکڑنے والا تو کہہ میں ڈرتا ہوں اگر حکم نہ مانوں

رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ۝

اپنے رب کا ایک بڑے دن کے عذاب سے جس پر سے وہ ٹلا اُس دن اُس پر رحم کیا اور یہی ہے بڑی مراد ملنی۔

قُلْ کہدے اے محمد صلعم۔ لِمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کس کی ملک و خلق و بندہ ہے جو کچھ آسمانوں و زمین میں ہے ف پس مشرکوں کے معبود بھی مملوک آلٰہی ہوئے اور یعنی یہ کہ آسمان و زمین مع تمام اشیاء کے جو ان میں ہیں یعنی تمام عالم سوائے ذات باری تعالیٰ کے کس کی ملک ہے قُلْ لِّلّٰهِ کہدے اللہ تعالیٰ کے ہیں ف یعنی اگر مشرکین عداوت و حماقت سے یہ جواب نہ دیں تو خود تو یہ جواب دیدے کیونکہ اسکے سوائے کوئی جواب ہی نہیں ہے۔ اور لطیف اشارہ ہے کہ مشرکین خجالت سے منہ کیا کھولیں گے حاصل آنکہ جواب تو یہی متعین ہے خواہ باقرار صحیح یا بحجت۔ دصوت ہٹ دھرمی کے انکار کے لیکن مشرکین عرب اسکا اقرار کرتے تھے وقد ذکر تعالیٰ و لئن سألتہم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ یعنی تو اگر ان سے سوال کرے کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں و زمین کو تو ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ اور یہ مشرکوں وکافروں پر ایسی حجت قوی ہے کہ جس سے ان کو مجال نہیں کہ کسی شرک و کفر کی طرف جاویں۔ بالجملہ جو خالق ہے مخلوق کو اسی کی عبادت فرض ہے اسواسطے کہ قادر مختار خالق جامع کمالات جو پاک پروردگار ہے وہی مستحق عبادت ہے کیونکہ عبادت اظہار بندگی ہے پس جو الٰہ نہ ہو وہ اسکا مستحق نہیں ہو سکتا کہ اسکی بندگی کی جاوے اور جب بندگی فقط اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی متعین ہوئی تو شرک سے توبہ کرنی چاہیئے۔ اور جو گذرا اسکو وہ پاک معبود حق عفو فرمانیوالا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر رحمت کا برتاؤ کیا ہے ف کتب بمعنی فرض نہیں کیونکہ اُو تعالیٰ جل جلالہ پر کوئی چیز فرض و واجب نہیں ہے وہ قادر مختار ہے جو چاہے کرے بلکہ کتب بمعنی قضی ہے یعنی مقدر کر دیا ہے اپنے اوپر رحمت کو بطور فضل و احسان کے اور اس کلام پاک میں ایک طرح کی مہربانی ٹپکتی ہے کہ لطف سے مشرکوں کو توحید و خلوص عبادت کی طرف بلایا کہ وہ پاک پروردگار غفور رحیم ہے جو تم سے بھٹک جانے میں چوک ہو گئی اُس کو رحمت سے معاف

فرمایا گیا ہے یعنی اپنی رحمت اپنے بندوں پر [illegible] توحید پر دلائل صریحہ قائم کرنے کے بعد [illegible] بعض میں [illegible] موجود ہیں جو
دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ [illegible] روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا کیا تو ایک
کتاب لکھی [illegible] کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی (بخاری و مسلم)۔ [illegible] سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم
نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین پیدا کئے تو سو رحمتیں پیدا کیں [illegible] ان میں سے ایک حصہ دنیا میں لوگوں کو دیا جس سے آپس میں ایک
دوسرے پر رحم کرتے ہیں [illegible] اور ننانوے حصے رحمت کے [illegible] پھر جب قیامت ہوگی [illegible] مومنوں کیلئے یہ حصہ بھی ملا کر سو
پورے کرے گا [illegible] رواہ مسلم و احمد وغیرہ [illegible] ان حدیثوں کی بہت [illegible] ہے کہ بندہ مومن ان باتوں کو
یاد رکھے [illegible] عقل [illegible] اوہام دور کرنے [illegible] بیان
فرمایا [illegible] وعدہ صادق کے بعد [illegible] خوفناک کو بیان فرمایا کہ [illegible] روز قیامت کو اپنے
موت تک [illegible] لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ۔ اللہ تعالیٰ [illegible] قیامت میں
تم سب کو جمع کرے گا جس میں کچھ شک نہیں ف [illegible] لام قسم ہے [illegible] زجاج نے کہا کہ کتب علی نفسه الرحمة کے
یہ معنی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر [illegible] رحمت فرماوے اور رحمت غالب ہے اسی واسطے تمہاری عمر و رزق کو بحال رکھا
اور [illegible] کہ تم شرک کرتے ہو پھر رحمت سے [illegible] فرمایا لیجمعنکم [illegible] وعدۂ صادقہ رحمت کا یہ ہے کہ تم کو قیامت کے روز
جمع کرے گا [illegible] عذاب میں [illegible] کے مقابلہ میں [illegible]
[illegible] روز قیامت ہے پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر مخلوق کو اس کے اعمال کی سزا ملے گی اور [illegible] تقدیر قسم کے
قسم کا [illegible] مشرکین [illegible] قیامت و بعث و حشر کے منکر تھے اسی واسطے لا ریب فیه سے تاکید کی۔ الَّذِينَ خَسِرُوا
أَنْفُسَهُمْ جن لوگوں نے خود خسارہ کیا اپنی جانوں کو ف [illegible] اعتقاد شرک سے عذاب کے روبرو کر دیا۔ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ
تو بسبب خباثت ایمان نہیں لاتے ہیں ف اگرچہ یہ جانتے و مانتے ہیں کہ بیشک ہم کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔ وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ
وَالنَّهَارِ اور اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جو چیز بستی ہے رات میں اور دن میں ف یعنی ہر چیز اسی کی ہے وہی اسکا خالق و مالک ہے اور [illegible] وغیرہ
میں [illegible] قوله ما سکن [illegible] ما تحرک ایضاً۔ یعنی جو چیز ساکن ہو یا متحرک ہو سب اللہ تعالیٰ ہی کی ہے کیونکہ حرکت و سکون باہم متضاد ہیں پس
سکون کو ذکر کیا اور اسی پر اکتفا کر کے دوسری ضد کو ذکر نہیں کیا اور یا یہ کہ سکون کو اس واسطے ذکر کیا کہ وہ بہ نسبت حرکت کے زیادہ ہے اور یہ کلام بھی
مشرکین پر حجت ہے جو اس وہم میں پڑے تھے کہ سب مخلوق اسکے تحت تدبیر میں نہیں ہے اور اسی وہم پر بتوں کے انتظام پر بھروسہ کرتے اور ان کی عبادت
کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے صراحۃً ذکر کیا کہ رات دن میں جو مخلوق بے طلب رزق کے ساکن پڑی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی مخلوق اور اسی
کی پرورش سے رزق پاتی ہے اور حضرت سدیؒ نے کہا ما سکن یعنی جو ثابت و مستقر ہوئی۔ یہی زمخشریؒ نے ذکر کیا اور ابن عطیہ نے اسی کو
صحیح قرار دیا۔ ابن جریرؒ نے کہا کہ جس پر آفتاب طلوع و غروب ہوتا وہ رات و دن کے ساکن میں سے ہے پس مراد اس سے تمام وہ چیزیں ہیں جو
طلوع و غروب آفتاب کے درمیان ہیں خواہ کہیں ہوں اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ ہر چند آسمان و زمین کا سب کچھ سب اسی کی خلق و ملک ہیں۔ بالجملہ
اس میں اتفاق ہے کہ مراد اس سے تمام مخلوق ہے اور معنی یہ کہ تمام مخلوق کا پروردگار و خالق و مالک وہی ایک ہے وہ اللہ تعالیٰ ہے اور مشرکوں و کافروں
و فلاسفہ و مجوس وغیرہ کا گمان محض غلط ہے کہ بعض اسکے مخلوق ہونے یا زیر انتظام ہونے سے خارج ہیں یا وہ قادر و مختار نہیں یا کوئی مخلوق

Marfat.com

[illegible]

وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِن يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ

اور اگر پہنچاوے اللہ تجھ کو سختی پھر اسکو کوئی نہ ہٹاوے سوائے اسکے اور اگر تجھ کو پہنچاوے بھلائی تو وہ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝

ہر چیز پر قادر ہے اور اسی کا زور پہونچتا ہے اپنے بندوں پر اور وہی ہے حکمت والا خبردار

قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۟ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۟ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا

تو کہ کس چیز کی بڑی گواہی کہ اللہ گواہ میرے اور تمہارے بیچ اور اترا ہے مجکو یہ

الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ

قرآن کہ تم کو اس سے خبردار کروں اور جسکو یہ پہونچے کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ معبود اور بھی ہیں

قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ م

تو کہہ میں نہ گواہی دونگا تو کہہ وہی ہے معبود ایک اور میں قبول نہیں رکھتا جو تم شریک کرتے ہو

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ

جن کو ہم نے دی ہے کتاب اس کو پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جنہوں نے ہاری اپنی جان

فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ع وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

وہی نہیں مانتے اور اس سے ظالم کون جو جھوٹ باندھے اللہ پر یا جو جھٹلاوے اسکی آیتیں مقرر بھلا نہیں پاتے گنہگار

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے ضرر پہونچاوے ف۔ یہ خطاب نبی صلعم کو ہے یا ہر مخاطب کو ہے اور ضرر یعنی بلا مانند مرض و محتاجی وغیرہ کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اے بندہ تجھے مرض محتاجی وغیرہ مضرت پہونچے۔ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ تو کوئی اس بلا کا اٹھانے والا نہیں۔ اِلَّا هُوَ۔ مگر وہی پاک پروردگار تعالیٰ۔ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے خیر پہونچاوے ف۔ مانند صحت و تونگری وغیرہ کے، تو وہ قدیر ہے۔ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ تو ہر چیز پر قادر ہے ف یعنی کوئی قدرت نہیں رکھتا کہ اگر بندہ کو وہ مضرت پہونچاوے تو دور کر سکے یا وہ منفعت پہونچاوے تو روک سکے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت صلعم دعا فرماتے تھے۔ اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد اے پروردگار کوئی روکنے والا نہیں جو تو نے دیا اور کوئی دینے والا نہیں جو تو نے روکا اور نہیں نافع ہے صاحب دولت کو ثروت تیری قضا و قدر سے۔ عن ابن عباس۔ میں آنحضرت صلعم کے پیچھے تھا مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے لڑکے میں تجھکو کلمات سکھلاتا ہوں محفوظ رکھ اللہ تعالیٰ تجھے محفوظ رکھے۔ یاد رکھ اللہ تعالیٰ کو اپنے مواجہہ میں پاویگا۔ جب کچھ مانگ تو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگ۔ جب استعانت چاہے تو اسی سے چاہ۔ اور جان رکھ کہ اگر تمام جہان اس بات پر مجتمع ہو کہ تجھے کچھ نفع پہونچاوے تو تجھے کچھ نفع نہیں پہونچا سکتا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے حق میں لکھدیا ہے اور اگر سب امت اس بات پر مجتمع ہو کہ تجھے کچھ ضرر پہونچاوے تو نہیں پہونچا سکتی مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے اوپر لکھدیا ہے قلم اٹھالئے گئے اور نامہائے تقدیر خشک ہو چکے رواہ الترمذی اور رزین نے ایک کلمہ زیادہ کیا کہ آسانی میں تو اللہ تعالیٰ کو یاد رکھ وہ تعالیٰ تجھکو تکلیف و سختی میں محفوظ فرماویگا۔ قدر رواہ احمد۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ۔ وہی قاہر ہے بندوں کے اوپر ف۔ فوقیت یہاں مرتبہ کی فوقیت ہے اور قاہر بمعنی وہ قادر جسکو کوئی چیز عاجز نکر سکے یعنی جو چاہے وہ کرے کسی چیز میں عاجز نہ ہو۔ قاہر میں ایک معنی زائد ہیں بہ نسبت قادر کے کیونکہ قاہر وہ کہ جو چاہے کرے اور جسکو چاہے نہ کرنے دے اور غلبہ اسکو لازم ہے۔ حاصل آنکہ تمام مخلوق اسکے تحت قدرت و غلبہ میں مسخر و مغلوب ہے اور وہی ان پر قاہر مستعلی ہے اور ابن جریر نے کہا کہ قاہر بمعنی متعبد ہے یعنی بندوں سے عبودیت لینے والا۔ اور یہ معنی بھی عمدہ ہیں کیونکہ جو اسکی تقدیر و مشیت میں جاری ہوا ہر بندہ اسپر جاری ہے

Murfat.com

اور چاہے کیسی ہی کوشش کرے مجال نہیں کہ اس سے نکل سکے ۔ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۔ وہی حکیم خبیر ہے ف ۔ یعنی مخلوق
میں جو کچھ جاری ہوتا ہے سب اس کی حکمت ہی کے موافق ہے اور تمام مخلوق کے ظاہر و باطن اُن کی ماہیت سے وہی آگاہ ہے بس ہر ایک
کو اس کے لائق دیا ہے شیخ سیوطی رح نے کہا کہ کافران مکہ نے حضرت صلعم سے کہا کہ کیا چیز آپکی نبوت کی گواہی دیتی ہے کیونکہ اگلی کتابوں والے
انکار کرتے ہیں تب یہ نازل ہوا قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً یعنی ان مشرکوں سے کہدے کہ گواہی میں کون چیز سب سے بڑی ہے ۔
قُلِ اللّٰهُ کہدے کہ اللہ تعالی ہے ف ۔ یعنی یہی جواب ہے اور کوئی جواب نہیں صحیح ہے اگر وہ لوگ چپ ہوں تو تو ہی کہدے اور معنی
یہ اللہ اکبر شہادۃ ۔ یعنی اللہ تعالی سب سے بزرگ ہے از راہ شاہد ہونے کے اور مراد آنکہ سب سے بزرگ گواہی اللہ تعالی کی ہے ۔ شَهِیدٌ بَیْنِی
وَبَیْنَکُمْ وہ میرے و تمھارے درمیان شاہد ہے ف ۔ پس مبتدا محذوف ہے کلام یہاں سے شروع ہے ۔ اور اس تقدیر پر ای شئی کے
جواب میں جب اللہ کہا تو دلالت ہے کہ شئی کا اطلاق ذات پاک پر درست ہے اور توجیہ کی گئی کہ شئی کا اطلاق واجب و ممکن سب پر ہے اور اس سے
متکلمین علماء رح استدلال لاتے ہیں بعض نے کہا کہ جواب یوں ہے کہ قل اللہ شہید بینی و بینکم ۔ تو کہدے کہ اللہ تعالی میرے و تمھارے درمیان شاہد
ہے اس سے ثبوت نہیں ہوتا کہ شئی کا اطلاق حضرت باری تعالی پر روا ہے کیونکہ ترقی کا جواب ہو سکتا ہے یعنی تم نے شہادت میں کون چیز سب سے
بڑی خیال کی ہے ۔ پھر جواب دیا کہ کسی چیز کا کیا ذکر ہے بلکہ تمھارے و میرے درمیان اللہ تعالی شاہد ہے جو ہر چیز کا خالق ہے اور مترجم اسی کو اختیار
کرتا ہے اور کراہت کرتا ہے کہ اللہ عز و جل پر شئی کا اطلاق کیا جائے اور اس تقدیر پر یہ بھی لازم نہیں آتا کہ قولہ واللہ علی کل شئی قدیر میں سے ذات
باری تعالی کا استثنا کیا جائے یعنی منجملہ کل شئی کے ذات باری تعالی عقلاً مستثنی ہے جیسا کہ اول قول والوں پر لازم ہے ۔ اور جو مترجم نے اختیار
کیا اُس پر لازم نہیں ہے کیونکہ شئی میں ذات باری تعالی عز و جل داخل ہی نہیں ہے اور رہا یہ کہ لفظ شئی و موجود و مثل الفاظ مترادفہ ہیں تو یہ تعبیرات
ہیں کہ ذات باری تعالی عز و جل کے بیان میں ان الفاظ سے چارہ نہیں جیسے ما و من موصولات میں سے ذات باری تعالی کو من سے تعبیر کرتے
ہیں جیسے من خلق السموات والارض ۔ اور جواب میں قل اللہ واقع ہوا تو من جو مخصوص بذوی العقول ہے اسکا اطلاق ذات باری تعالی پر ہوا
حالانکہ او تعالی عز و جل عقلوں کا خالق ہے اور عقل والوں کا خالق ہے اور بالاتفاق اسکو ذوی العقول میں سے نہیں کہہ سکتے ہیں ایسا ہی یہاں
ہے فلیتامل ۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالی کو جو اپنے و مشرکوں کے درمیان شاہد ٹھہرایا ۔ تو او تعالی کی شہادت سے یہ مراد کہ اُس نے آنحضرت
صلعم کے ہاتھوں پر معجزات ظاہر کر دئیے پس آنحضرت صلعم جو مدعی نبوت تھے اس معجزہ سے اپنے صدق دعوی پر گواہی لائے اور بالاجماع
خالق اشیاء او تعالی ہے پس اللہ تعالی نے اپنے بندہ رسول کی تصدیق فرمائی اور شہادت جیسے بقول ہوتی ہے ویسی ہی بفعل بھی ہوتی ہے
بلکہ بفعل اقوی ہے کیونکہ قول کے الفاظ میں احتمالات پیدا ہوتے ہیں بخلاف فعل کے اور ہو سکتا ہے کہ شہادت الٰہی سے مراد یہ قرآن مجید
معجز بلیغ ہو اور معنی یہ کہ اللہ تعالی میرے و تمھارے درمیان میں میری سچائی پر اپنے کلام معجز پاک سے شاہد ہے ۔ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ
لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ ۔ اور مجھے یہ قرآن وحی کیا گیا تاکہ اس سے تم کو ڈرسناؤں اور جسکو یہ قرآن پہونچے ف ۔ یہ خطاب اہل مکہ
کو ہے یعنی اللہ تعالی نے وحی کیا مجھ پر یہ قرآن تاکہ اس سے میں ڈر سناؤں تم کو اے اہل مکہ اور ہر ایسے شخص کو جس کو یہ قرآن پہونچا خواہ آدمی ہو
یا جن ہو ۔ اسمیں صریح دلالت ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام ہے فقط عرب پر منحصر نہیں ہے اور مجاہد رح نے کہا کہ قولہ لانذرکم بہ ۔ مراد عرب ہیں ۔ و
من بلغ یعنی سوائے عرب کے عجم کے ملکوں والے ہیں ۔ اور انس رض سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو آنحضرت صلعم نے بادشاہ فارس و بادشاہ
روم و بادشاہ نجاشی و ہر سرکش کو خط لکھا اور اُن کو اللہ عز و جل کی بندگی کی طرف بلایا اور یہ وہ نجاشی نہ تھا جس پر آنحضرت صلعم نے نماز پڑھی ۔

Marfat.com

رواہ ابن مردویہ ۔ اور نجاشی بادشاہ حبشہ کا لقب ہے جیسے کسریٰ قیصر ہے اور نیز آئین صریح دلیل ہے کہ جو اس وقت موجود تھے اور جو آئندہ پیدا ہون سب کے حق مین قرآن مجید کی پابندی یکسان ہے اور علماء رح اس معنی مین متفق ہین ۔ عن ابن عباس آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جس کو قرآن پہونچ گیا گویا مین نے اُس سے بالمشافہ انذار کیا پھر یہ آیت پڑھی ۔ رواہ ابن النجار والخطیب ابو نعیم ۔ محمد بن کعب رح نے کہا کہ جسکو قرآن پہونچا گویا اُس نے نبی صلعم کو دیکھا اور آپ سے باتین کین ۔ اور ایک روایت مین گویا محمد صلعم نے اُسکو ابلاغ کر دیا ۔ رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر ۔ عن قتادہ مرسلا آنحضرت صلعم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کرو ۔ اور جسکو کتاب اللہ تعالیٰ کی ایک آیت بھی پہونچی اُس کو حکم الٰہی پہونچ گیا ۔ رواہ عبد الرزاق اور ربیع بن انس نے کہا کہ جس نے رسول اللہ صلعم کی اتباع کی اُسپر حق واجب ہے کہ جس کی طرف رسول اللہ صلعم نے دعوت فرمائی اُسکی طرف بلاوے اور جس سے حضرت صلعم نے ڈرایا اُس سے ڈراوے ۔ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تبلیغ کرو میری طرف سے اگرچہ ایک ہی آیت لوگون کو پہونچاؤ ۔ رواہ البخاری عن ابن مسعودؓ مین نے نبی صلعم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تروتازہ کرے اس مرد کو جس نے ہم سے کوئی چیز سنی پھر جیسی سنی ویسی پہونچا دی کیونکہ سننے والے کے بہ نسبت کبھی وہ زیادہ ماہر ہوتا ہے جسکو پہونچی ۔ رواہ الترمذی وغیرہ ۔ او معنی یہ کہ سننے والے کو اس کلام سے جو علم حاصل ہوا اس سے زیادہ اُس شخص کو حاصل ہو جس کو پہونچاتا ہے ۔ پھر اہل مکہ و مشرکون کو فہمائش کی ۔ کہ اپنے خیالات واوہام شرک ترک کرین اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی سچی بات مانین ۔ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللّٰهِ آلِهَةً أُخْرَىٰ بھلا کیا تم لوگ اعتقادی گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مین دوسرے اللہ ہین ۔ قُل لَّا أَشْهَدُ کہدے کہ مین اسکی شہادت نہین دیتا ہون قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ تو کہدے کہ مین یہی گواہی دیتا ہون کہ وہ معبود واحد ہے ۔ وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ اور کہدے کہ مین بری ہون اُس چیز سے جسکو تم شریک لاتے ہو ف یعنی بت و بد اعتقادیان وغیرہ جن سے تم شرک کرتے ہو مین سب سے بیزار ہون پھر موافق سبب نزول مذکورہ بالا کے مشرکین مکہ نے جو شہادت مانگی تھی یہ کہکر کہ اگلی کتابون والے آپ سے انکار کرتے ہین اسکا رد فرمایا اور حاصل آنکہ اُن کے فسق و فجور نے اُن کو آمادہ کیا کہ از راہ حسد و عناد کے جان بوجھکر منکر ہوتے ہین اور فرمایا ۔ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وہ لوگ جنکو ہم نے کتاب دی ف یعنی جنکو توریت و انجیل دی بنا بر اینکہ الف لام جنس کا ہے پس ہر کتاب سابق کو شامل ہے حاصل آنکہ علمائے یہود جو توریت جانتے ہین اور علمائے نصاریٰ جو انجیل سے آگاہ ہین ۔ يَعْرِفُونَهُ وہ سب محمد کو ایسی طرح جانتے ہین کہ گویا آنکھون دیکھا یعنی محسوس پہچانتے ہین بوجہ اس تعریف کے جو اُن کی کتاب مین مذکور ہے ایسا قطعی پہچاننا پہچانتے ہین کہ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمُ ۔ جیسے اپنے بیٹون کو پہچانتے ہین ف اُنکے پاس اخبار اور بڑی توجہ و اعتماد کی ایسی آیات موجود تھین کہ اُن سے قطعی علم حاصل تھا اور سب سولون نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے اور آپکی صفت اور جہان پیدا ہون گے اسکی پہچان اور جہان ہجرت کرینگے اُس کی شناخت اور آپکی اُمت مرحومہ کے صفات سب بیان فرمائے تھے اسی واسطے بعد اس کے فرمایا ۔ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ جن لوگون نے ان علماء اہل کتاب مین سے اپنی جانون کو خود خراب کیا ہے فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وے البتہ محمد صلعم پر دنیا کی چاہ اور حسد و عداوت سے ایمان نہین لاتے ہین اور یہ بات نہین کہ پہچانتے نہون بلکہ عمداً اپنی جانون پر ظلم کرتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کے رسول و اُس کے آیات کو جھٹلاتے ہین اور فرمایا ۔ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ یعنی کوئی بڑھکر ظالم نہین ایسے شخص سے جس نے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بایں طور کہ اللہ تعالیٰ کی طرف شرک کی نسبت کی جیسے مشرکین مکہ تھے یا نصاریٰ و یہود کہ بندہ مسیح علیہ السلام کو معبود یا بیٹا یا عزیر علیہ السلام کو بیٹا کہتے ہین ۔ یا جس نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیات کو یعنی قرآن کو ۔ حاصل آنکہ جس نے اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا یا آیات کو جھٹلایا اُس سے

اظلم کوئی نہیں پھر اگر کوئی اِن دونوں کو جمع کرے تو اسکا کیا حال ہوگا اِنَّہٗ ضمیر شان ہے لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ یعنی جن لوگوں نے اس طرح اپنے اوپر ظلم کیا ہو وہ فلاح نہیں پاوینگے ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ وان یمسسک اللّٰہ بضر فلا کاشف لہ الا ہو۔ اشارہ سے نکلا اگر کسی بندۂ مومن کو مضرت پہونچے تو اسکا کھولنے والا کوئی نہیں سوائے اسکے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس گرہ کو کھول دے۔ جنید رحمہ نے کہا کہ کسی خیر یا شر کے پہونچنے پر جو خطرۂ اول تیرے دل میں خطور کرے وہی تیرا معبود ہے پھر اگر تو نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو وہی تیرا معبود ہے اور وہی تجکو اس بلا میں کافی ہے اس مصیبت کے دور کرنے میں کفایت فرما دیگا اور اگر تو نے غیر کی طرف رجوع کیا تو تجکو اور اسکو جسکی طرف تو نے رجوع کیا ہے چھوڑ دیگا یعنی تو جان اور تیرا معتمد علیہ جانے حالانکہ اس معتمد علیہ سے کچھ نہیں ہو سکتا وہ خود مجبور ہے۔ اُستاد رحمہ نے فرمایا کہ تجھے بلا سے وہ نجات دیگا جو تجکو بلا میں ڈالے کیونکہ ایجاد کرنیوالا ایک ہی پاک ذات ہے اور اغیار تو سب افعال ہیں اور افعال میں سے کوئی یہ لیاقت نہیں رکھتا کہ ایجاد کرے۔ قولہ وھو القاھر فوق عبادہ حسین رحمہ نے کہا کہ قاہریت محو کرتی ہے ہر وجود کو اور بعض نے کہا کہ جیسے بندوں کو موت و فنا پر مقہور کیا کہ کسی کو موت سے چارہ نہیں ویسے ہی اُن کو ایجاد و اظہار میں مقہور کیا۔ قال المترجم۔ فی الحدیث وما من نسمۃ کائنۃ الی یوم القیامۃ الا ھو کائن فیھا یعنی جو آدمی اور وہ قیامت تک پیدا ہونیوالا ہے وہ ضرور اسمیں پیدا ہو جائیگا۔ قولہ قل ای شیٔ اکبر شہادۃ۔ اشارہ ہے کہ شہود الٰہی سے بڑھکر کسی چیز میں شہود نہیں کیونکہ اسکی تجلی کا ظہور اعظم ہے کہ ہر ذرہ سے ظہور ہے اور یہ شہادت ازلی ہے کہ اسکی طرف سے اسکی وحدانیت پر سابق ہو چکی جبکہ وجود مخلوق کا معدوم تھا اور تصدیق اسکے جواب سے ہے کہ امر کا جواب امر سے ہے بقولہ قل اللّٰہ شہید بینی وبینکم۔ شیخ رحمہ نے کہا کہ جب شہود الٰہی سے قوم مشرک اندھی تھی تو اشرف موقع شہود یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہوئے کیونکہ باوجود ظہور کے اپنی جہالت و غباوت سے اُن کو کچھ نہیں سوجھا۔ باوجود تنبیہ کے کہ قل ای شیٔ اکبر شہادۃ۔ پھر اسپر بھی نہ سمجھے تو تصریح کر دی بقولہ قل اللّٰہ شہید بینی وبینکم۔ اور یہ ظہور انوار صفات تھا یہ شہادت کبریٰ ہے اور شہادت معجزات اسکی تصدیق میں شہادت صغریٰ تھی۔ بالجملہ جس نے شہادت کبریٰ کو نہیں دیکھا وہ شہادت صغریٰ دیکھے یعنی معجزات آنحضرت صلعم سے مشاہدہ حاصل کرے لیکن جو تقدیر ازل میں اندھا کر دیا گیا ہے وہ ہر شہادت سے اندھا ہے نہ اسکو شہادت کبریٰ نظر آوے اور نہ شہادت صغریٰ۔ حسین رحمہ نے کہا کہ کوئی شہادت اس شہادت سے زیادہ صادق نہیں ہے جو ازل میں حق تعالیٰ نے اپنی ذات پاک سے فرمائی ہے بقولہ قل ای شیٔ اکبر شہادۃ قل اللّٰہ۔ قولہ الذین آتینٰھم الکتٰب یعرفونہ۔ حضرت حق عز وجل نے فرمایا کہ یہودی خوب پہچانتے تھے آنحضرت صلعم کو اُن علامات صحیحہ سے جو اُنھوں نے توریت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و صفت دیکھے معجزات سے مذکور پایا لیکن وہ معرفت روحانی سے نہیں پہچانتے تھے یعنی نور معرفت الٰہی سے محروم اور آپکے چہرۂ مبارک سے نور مشاہدہ کے دیدار سے بے نصیب رہے اسی واسطے اپنی جبلت غضب میں گرفتار ہو کر دنیا کی محبت میں پڑے اور باپ دادوں کی تقلید کرنے لگے اور اگر کاش بنور معرفت الٰہی پہچانتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے مانند آنحضرت صلعم کے قدموں کی خاک بنجاتے۔ قال المترجم۔ مشرکین و یہود و نصاریٰ تعجب کیا کرتے تھے کہ کسی بادشاہ و کسی پیر کے وزیر و مصاحب و ساتھی ایسے نہیں دیکھے گئے اور نہ سنے گئے جیسے محمد صلعم کے صحابی ہیں کہ آنکھوں دیکھی بات ہے کہ آپ میں مبارک اُنکو عطر سے افضل و بہتر ہے

وَیَوْمَ نَحْشُرُھُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَکُوْٓا اَیْنَ شُرَکَآؤُکُمُ الَّذِیْنَ کُنْتُمْ

اور جس دن ہم جمع کرینگے اُن سب کو　پھر کہیں گے　شریک والوں کو　کہاں ہیں　شریک تمہارے　جن کا　تم

تَزْعُمُوْنَ ۝ ثُمَّ لَمْ تَکُنْ فِتْنَتُھُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ ۝

دعوےٰ کرتے تھے　پھر نہ رہے گی اُن کی شرارت مگر یہی کہ کہیں گے قسم اللہ کی رب اپنے کی ہم شریک نہ کرتے تھے۔

Marfat.com

انظر كيف كذبوا على انفسهم وضل عنهم ما كانوا يفترون ○ ومنهم من
دیکھو تو کیا جھوٹ بولے اپنے اوپر اور کھوئی گئیں اُن سے جو باتیں بناتے تھے اور بعضے اُن مین

يستمع اليك ۚ وجعلنا على قلوبهم اكنة ان يفقهوه وفي اذانهم وقرا ۚ وان
کان رکھتے ہین تیری طرف اور ہم نے اُن کے دلون پر غلاف رکھے ہین کہ اُس کو نہ سمجھین اور اُن کے کانون پر بوجھ اور اگر

يروا كل اية لا يؤمنوا بها ۚ حتى اذا جاءوك يجادلونك يقول الذين كفروا ان هذا
دیکھین ساری نشانیان یقین نہ لاوین اُنپر حتے تک آوین تیرے پاس جھگڑنے کو تجھ سے کہتے ہین وہ منکر یہ کچھ نہین

الا اساطير الاولين ○ وهم ينهون عنه وينئون عنه ۚ وان يهلكون الا انفسهم وما يشعرون ○
مگر نقلین ہین اگلون کی اور وہ اس سے منع کرتے ہین اور اس سے بھاگتے ہین اور ہلاک کرتے نہین مگر آپ کو اور نہین سمجھتے۔

ويوم نحشرهم جميعا - ذکر کرے جسدن کہ ہم محشور کرینگے ان مشرکون دکافرون کو سب کو ثم نقول للذين اشركوا پھر ہم مشرکون سے فرماوینگے یعنی جو شرک مرے ہین۔ اين شركاؤكم الذين كنتم تزعمون - تمھارے وہ شرکا کہان ہین جن کو تم زعم کرتے تھے کہ وے شریک ہین اللہ تعالی کے اور یہ سوال واسطے ملامت کے ہے یعنی وہ تمھارے شرکا کہان ہین لاو جن کو تم شریک بتلاتے تھے اور تزعمون کا مفعول محذوف کرنے مین اشارہ ہے کہ جملہ زعم باطل اُس دن نکل جاوینگے۔ ثم لم تكن بتار فوقانیہ قراۃ ابن کثیر و ابن عامر و عاصم و نافع ہے۔ اور لم يكن بیار تحتانیہ باقیون کی قراۃ ہے فتنتهم بنصب و برفع دونون قراۃ ہین پس بیار تحتیہ والون نے بنصب پڑھا بنابر آنکہ یہ خبر ہے اور اسم اسکا ان قالوا الخ ہے اور بتار فوقانیہ پڑھنے والون نے برفع پڑھا بنابر آنکہ یہی اسم ہے اور خبر اسکی قولہ ان قالوا ہے الا ان قالوا والله ربنا ما كنا مشركين - مین اکثر کی قراۃ بالجر ہے بنابر آنکہ نعت ہے اسم ذات پاک سے اور بعض کی قراۃ مین نصب ہے بنابر آنکہ منادی بحذف حرف ندا ہے وان قالوا بقوت مصدر اے قولهم ہے اور تفسیر بنابر قول مفسر ح کے یہ کہ ثم لم تكن معذرتهم الا قولهم والله ربنا ما كنا مشركين یعنی جب اُن سے شرکا مانگے جاوینگے کہ لاؤ کہان ہین تو باطل کو کہان سے لاوینگے پس آگاہ فرمایا کہ پھر اُن کی معذرت کچھ نہوگی سوائے اس قول اور دروغ کے کہ واللہ ہم مشرک نہ تھے یعنی ہم اُن کو شریک نہین بناتے تھے فتنہ بمعنی معذرت قرار دیا اور یہی عطاء خراسانی و قتادہ و ابن جریج نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ضحاک نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ معذرتهم اے حجتهم۔ حاصل آنکہ مشرکون کی طرف معذرت جسکو وہ اپنے چھٹکارے کی بات سمجھین گے وہ یہ دروغ ہوگا۔ شیخ ابن جریر نے کہا کہ صواب یہ ہے کہ ثم لم يكن قيلهم عند فتنتنا اياهم اعتذارا عما سلف منهم من الشرك بالله الا ان قالوا الخ یعنی جبکہ ہم فتنہ مین مبتلا کرین گے اُن کو تو اُن کی گفتگو بطور عذر کے اپنے سابق اعمال شرک سے کچھ نہوگی سوائے اس کے کہ کہین گے کہ واللہ ہم مشرک نہ تھے زجاج رحمہ اللہ نے کہا کہ اسمین ایک لطیف معنی یہ ہین کہ آدمی جب محبوب چیز سے فتنہ مین پڑتا ہے پھر اسکو محنت و مشقت لاحق ہوتی ہے پھر بیزار ہو جاتا ہے تو اسکے حق مین کہا جاتا ہے کہ اسکا کچھ فتنہ نہ تھا سوائے فلان چیز کی محبت کے پس ایسے ہی کفار کا حال ہوا کہ بتون کی محبت سے فتنہ مین پڑے پھر جب عذاب الیم نظر پڑا تو بتون سے بیزار ہوئے پس اُن کے حق مین صادق ہوا کہ ثم لم تكن فتنتهم الا ان قالوا الخ۔ اور بعض نے کہا کہ یہ جواب خود فتنہ تھا بسبب اسکے کہ دروغ تھا ابن عباس رض سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ثم لم تكن فتنتهم الا ان قالوا والله ربنا ما كنا مشركين اور نیز فرمایا کہ لا يكتمون الله حديثا۔ حالانکہ وہ جھوٹ بولکر چھپا گئے تو ابن عباس رض نے فرمایا کہ مشرکین جب دیکھین گے کہ جنت مین کوئی نہین داخل ہوتا سوائے نمازیون کے (یعنی اہل توحید پابند صوم و صلوۃ) کے تو آپس مین کہین گے کہ آؤ ہم بھی

Marfat.com

شرک سے منکر ہوجاوین تاکہ عذاب سے چھوٹین پس قسم کھا کر جھوٹ بولین گے پس اللہ تعالیٰ اُن کے منھون پر مہر کردیگا اور اُن کے ہاتھ پاؤن گواہی دینگے پس اس حالت مین اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نہین چھپا سکین گے۔ اب جہان تو نہ سمجھے تو اپنی سمجھ کا قصور جان اور قرآن مجید سب اپنے اپنے علم مین نازل ہوا ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ۔ چشم بصیرت وغور سے تامل کر کے دیکھ اے محمد کہ کیونکر ان مشرکون نے اپنے نفس پر جھوٹ کہا یعنی شرک کی نفی کی۔ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ اور غائب ہوگیا یعنی گم ہوگیا اُن سے وہ جو اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا کرتے تھے ف۔ کہ غیرون کو اللہ تعالیٰ عزوجل کا شریک بناتے تھے۔ بیضاوی نے کہا کہ شدت عذاب و ہول قیامت سے دہشت وحیرت مین ہو کر مشرک لوگ جھوٹی قسم کھا دینگے حالانکہ کچھ نفع نہ ہوگا اور یہین سے ظاہر ہوا کہ مشرکون کے قلب مین کس قدر کجی سمائی ہے کہ جناب باری تعالیٰ مین بھی جھوٹ سے باز نہ آئین گے باوجودیکہ علم الٰہی ہر خفیہ وظاہر پر محیط ہے اور یہ جہالت ہے اگر توحید واسلام سے او تعالیٰ عزوجل کے صفات کی معرفت رکھتے ہوتے تو ایسا نہ کرتے اور معرفت الٰہی تو باتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسے جہالت وگمراہی شرک وکفر وبدعت سب یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہو۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ یعنی بعض ان مشرکون مین سے وہ ہین جو تیری طرف کان لگا کر قرآن پڑھنے مین سنتے ہین۔ مدارک مین ہے کہ روایت ہے کہ ابوسفیان وولید بن المغیرہ ونضر بن الحارث وغیرہ چند نفر نے آنحضرت صلعم کی تلاوت کو سنا تو نضر نے کہا کہ محمد کیا کہتا ہے دوسرا بولا کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ کیا کہتا ہے وہ زبان ہلاتا ہے اور اگلون کے قصے ویسے بیان کرتا ہے جیسے مین نے تم سے رستم واسفندیار کی داستان بیان کی ہین تو ابوسفیان نے کہا کہ مین تو واللہ اسکو حق سمجھتا ہون تو ابوجہل نے کہا کہ ہرگز نہین یہ غلط ہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً۔ اکنہ جمع کنان۔ وہ چیز جو دوسری چیز کو ڈھانپ لے جیسے ترکش کے اندر تیر بند ہوجاتا ہے یا تھیلی کے اندر کوئی چیز بند ہوتی ہے اسیواسطے بعض مفسرین نے اغطیہ سے تفسیر کی اور وہ جمع غطا ہے بمعنی ڈھانپ لینے والی۔ اَنْ يَّفْقَهُوْهُ۔ یعنی ہم نے اُن کے دلون پر اکنہ اسواسطے کردیئے تاکہ قرآن کو نہ سمجھین اور تیز کر دیا ہم نے۔ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا۔ اُن کے کانون مین وقر کو۔ یعنی کان مین بہرا پن کر دیا پس قرآن کو قبولیت کا سننا نہین سنتے۔ حاصل آنکہ ظاہر مین کانون کے بہرے نہ تھے بلکہ باطنی حجاب دبر دے اُن کے دلون کے مانند کانون پر تھے کہ جو حق بات سنتے تھے وہ قبول نہین کرتے تھے۔ اور اسکا بھید یہ ہے کہ جب اُس نے دنیا اختیار کی تو قلب پر مہر کردی گئی پس حق کو سننے سمجھنے و دیکھنے سے بہرے واندھے ہین۔ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا۔ اور اگر ہر آیت دیکھ لین گے تو بھی اسپر ایمان نہ لاوینگے ف۔ حتیٰ کہ قیامت مین جب کہینگے کہ ہم دنیا مین لوٹائے جاوین تو ہم اب کبھی شرک نہ کرین تو فرماویگا کہ جھوٹے ہو پھر وہان جا کر یہی کروگے اور یہ اسوجہ سے کہ جنھون نے ضلالت اختیار کی وہ معہود بحکم تقدیر ہے۔ اور جو تقدیر پر ایمان نہ لایا وہ کافر ہے اور حکمت اس تقدیر مین اللہ عزوجل کی حکمت غیر متناہی ہے بندہ بے عقل بھلا اس تمام حکمت کو کیونکر محیط ہوسکتا ہے قرآن مین خضر وموسیٰ علیہما السلام کا قصہ اسی تنبیہ کیواسطے ہے کہ موسیٰ علیہ السلام باوجود اس جلالت قدر ورسالت کے سمجھنے کی تاب نہ لائے۔ مولوی روم نے خوب کہا ہے ع کہ موسیٰ باہمہ نور ونظر: شد ازان محجوب تو بے پر مپر: حالانکہ ہر فعل خضر علیہ السلام کا جس سے موسیٰ انکار کرتے تھے درواقع بڑی حکمت پر مبنی تھا جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ بالجملہ ان کافرون مشرکون ابوجہل واسکے مثل کو فرمایا کہ ہر آیت دیکھ لین تو بھی اسپر ایمان نہ لاوین گے۔ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ یہان تک کہ جب تیرے پاس آوین تو تجھ سے جھگڑین ف۔ چنانچہ منجملہ جدال کے یہ ہے۔ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔ جو کافر ہوئے وہ کہتے ہین کہ نہین یہ قرآن مگر اکاذیب اگلون کے ف۔ یعنی اگلے لوگون کی جھوٹی بنائی ہوئی داستانین ہین۔ اور اساطیر بروزن اضاحیک اعاجیب کے جمع اسطورہ کی بضم الف ہے

واضح ہو کہ بعض نے کہا کہ اساطیر جمع ہے جس کا مفرد نہیں ہے مانند اابیل کے ۔ نحاس نے کہا اسطور واحد ہے ۔ اور مفسرؒ نے قول اخفش اختیار کیا
کہ اساطیر جمع اسطورہ ہے اور جوہری نے کہا کہ اساطیر اباطیل و تُرّہات ہیں یعنی جھوٹی اور بے سر پیر کی باتیں ۔ اور ابن عباسؓ نے کہا کہ اساطیر الاولین
اے احادیث الاولین ۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل مکہ سے یہ عناد عجیب تھا کہ قرآن کو بمثل بلیغ دیکھتے تھے ۔ اور عاجز ہو کر الزام دروغ بکتے تھے اور
آیت میں دلیل ہے کہ یعنی اگلوں کے قصے ہیں ۔ بنظر بلاغت کلام کے جسکے مثل لانے سے عاجز تھے ۔ اسکی طرف مائل ہوتے تھے اور تصدیق کرتے
پھر جب کفر تقدیری جوش کرتا تو مجادلہ کرنے لگتے اور انکار کر جاتے تھے ۔ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ ۔ اور یہ مشرک اس سے منع کرتے ہیں ۔ ف
لوگوں کو نبی صلعم کی پیروی کرنے سے روکتے ہیں ۔ قال فی المدارک ۔ یا ضمیر راجع بجانب قرآن ہے یعنی قرآن پر ایمان لانے سے روکتے ہیں ۔
وَيَنْأَوْنَ عَنْهُ ۔ اور اس سے خود دور بھٹکے پھرتے ہیں ۔ ف ۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے ہیں ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ علی بن
ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ وہم ینہون عنہ یعنی لوگوں کو نبی صلعم پر ایمان لانے سے پھیرتے و مانع ہوتے ہیں و قولہ ینأون عنہ
یعنی چھوڑتے نہیں کہ کوئی شخص اس سے نفع لیوے ۔ محمد بن الحنفیہ نے کہا کہ کفار قریش خود نبی صلعم کے پاس نہ آتے اور لوگوں کو اس سے منع کرتے
تھے اور یہی مجاہد و قتادہ و اکثروں کا قول ہے اور یہی اظہر ہے اور یہی شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا ہے قول دوم جو مفسرؒ نے بیان کیا بصیغہ تمریض کہ
کہا گیا کہ ابو طالب کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی کہ لوگوں کو محمد صلعم کے ایذا دینے سے روکتے تھے اور آپ پر ایمان نہیں لاتے تھے ۔ قال
ابن کثیرؒ اور یہی قول قاسم بن مخیمرہ و حبیب بن ابی ثابت و عطاء بن دینار وغیرہ کا ہے ۔ قال فی الکمالین مفسرؒ نے اسکو بصیغہ تمریض اسواسطے
بیان کیا کہ قول مابعد یعنی قولہ وان یہلکون الا انفسہم ۔ سے مناسب نہیں بوجہ اسکے کہ آنحضرت صلعم کے تعرض سے منع کرنا موجب ہلاکت کیوں
ہوگا ۔ اور ضمیر جمع کی کچھ وجہ نہیں اور اگر کہا جاوے کہ تعظیم کے لئے ہے تو وہ فقط ضمیر متکلم میں ہی پایا گیا ہے باوجودیکہ مقام اسکو محتمل نہیں ۔ قال المترجم
جواب یوں ممکن ہے کہ ہلاکت اسوجہ سے نہ تھی کہ آنحضرت صلعم کی ایذا سے روکتا تھا بلکہ عدم ایمان اسکو موجب ہے کیونکہ ینہون عنہ کے یہ معنی کہ لوگوں
کو حضرت صلعم کی ایذا سے منع کرتا اور قولہ ینأون عنہ کے یہ معنی کہ خود ایمان نہ لایا ۔ اور ضمیر جمع کی تعظیماً مقام پر واحد کے واسطے اکثر آئی ہے خواہ باعتبار
اسکے کہ ابو طالب و اسکے شریک ملکر جمع ہو گئے تھے کیونکہ بنو ہاشم مانع تھے اور یا بوجہ اسکے کہ دس شخص تھے جیسا کہ سعید بن جبیر کا قول شیخ ابن کثیرؒ
نے نقل کیا ہے اور رہا یہ کہ ضمیر جمع تعظیم کی تو مخصوص بضمیر متکلم نہیں کیونکہ قصہ حضرت ابراہیمؑ میں حضرت جبرئیل نے فقط سارہ کو مخاطب کیا ۔ کما فی قولہ ۔
اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ و برکاتہ علیکم اہل البیت الآیۃ ۔ اور نظائر اسکے اور بھی ہیں اگرچہ یہاں مقام تعظیم نہیں ہے مگر آنکہ یوں کہا جائے کہ جمع
باعتبار تعدد فعل کے ہے ۔ کما فی قول امرأ القیس سے قفا نبک من ذکری حبیب و منزل ۔ علاوہ بریں حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ اس کا
نزول ابو طالب کے حق میں ہوا جو مشرکوں کو منع کرتے کہ آنحضرت صلعم کو ایذا مت دو اور جو کچھ حضرت صلعم لائے تھے اس سے انکار کرتے تھے رواہ
عبدالرزاق عن الثوری عن حبیب بن ابی ثابت عمن سمع ابن عباس بہ ۔ وقد رواہ الحاکم موصولا و صححہ ۔ اسی واسطے مفسرؒ نے مابعد میں ہلاکت کو فقط
ناپسے یعنی دوری رکھنے سے مخصوص کیا ورنہ بنا بر تفسیر اول کے لوگوں کو روکنا و دوری اختیار کرنا دونوں موجب ہلاکت ہیں ۔ وَإِنْ يُهْلِكُونَ
إِلَّا أَنْفُسَهُمْ ۔ حالانکہ یہ لوگ نہیں ہلاک کرتے مگر اپنے آپ کو ۔ ف ۔ کیونکہ اس کا ضرر انھیں پر پڑتا ہے کیونکہ کافر مشرک مر کر جہنم میں جاوینگے
وَمَا يَشْعُرُونَ ۔ ولیکن اسکا شعور نہیں رکھتے ۔ ف ۔ باوجودیکہ کھلی بات ہے پس یہ لوگ جانوروں سے بدتر ہیں ۔ ف ۔ فی العرائس قولہ و منہم من
یستمع الیک الی قولہ لا یؤمنوا بہا ۔ ان لوگوں کے دل بسبب عوارض بشری و نفس امارہ کے تاریکی کے دیدار انوار غیب سے اندھے تھے اور خطاب حق کو
نہیں سمجھتے تھے اور اُن کے اسرار باطنی کے کانوں میں ٹھینٹھ تھے جس سے خطاب حق سنتے نہ تھے اور اُنکی ظاہری و باطنی آنکھوں پر غشاوت

غرور وجہالت تھی جس سے آیات وبرہان حق کو مشاہدہ نہیں کر سکتے تھے اور ابن عطار رح نے کہا اسوجہ سے کہ ان کے واسطے وہ کان ہی نہ تھے جس سے سنکر سمجھ آتی ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ بعض اُن میں سے اپنے نفس سے تیری طرف کان لگا کر سنتے ہیں پس وہ اپنے نفس کی تاریکیوں میں متردد پھرتا ہے اور جو کوئی اُن میں سے ہمارے نام کی قوت سے تجھ سے سنتا ہو تو اسکو عرفان حاصل ہوتا ہو یعنی ایمان لاتا ہے۔

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ

اور کبھی تو دیکھے جس وقت اُن کو ٹھہرایا ہے آگ پر تو کہتے ہیں اے کاشکے ہم کو پھر بھیجیں اور ہم نہ جھٹلائیں اپنے رب کی آیتیں اور رہیں

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا

ایمان والوں میں　کوئی نہیں بلکہ کھل گیا جو چھپاتے تھے　پہلے　اور اگر پھر بھیجے تو پھر کریں

لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ وَقَالُوْۤا اِنْ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا

وہی جو منع ہوا تھا اُنکو اور وہ جھوٹ بولتے ہیں　اور کہتے ہیں ہم کو زندگی نہیں مگر یہی　دنیا کی اور ہمکو پھر

نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ

نہیں اُٹھنا　اور کبھی تو دیکھے جس وقت اُن کو کھڑا کیا ہے اُن کے رب کے سامنے　فرمایا　اب　یہ سچ　نہیں

قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝

بولے کیوں نہیں قسم ہمارے رب کی　فرمایا تو چکھو　عذاب　بدلا　اپنے　کفر　کا

ولو تریٰ اور اگر تو دیکھے اے محمد صلعم اور شاید ہر عبرت لینے والے مرد صالح کو خطاب ہے۔ اذ وقفوا علی النار کہ جب یہ کفار آگ پر کھڑے کیے جاوینگے ف۔ بعض نے کہا کہ علی بمعنی فی ہے یعنی آگ کے اندر کھڑے کیے جاوینگے اور مفسر رح نے کہا کہ اے عرضوا علی النار آگ کے سامنے پیش کیے جاوینگے۔ فقالوا بسبب خوف عذاب کے کہیں گے یٰلیتنا اے کاش ف۔ ہماری تمنائے محال پوری ہوتی کہ نُرَدُّ ہم دنیا میں پھیرے جاتے ۔ ولا نکذب بایٰت ربنا ونکون من المؤمنین ۔ اور ہم کبھی اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلاتے اور مومنوں میں ہو جاتے ف۔ یعنی جب تو اُن کو آگ پر کھڑے ہو کر یہ حسرت بیان کرتے سنے تو تجھے بہت ہولناک امر نظر آوے۔ واضح ہو کہ لانکذب ونکون میں تین قراۃ ہیں اول دونوں کا رفع اور دوم دونوں کا نصب اور سوم اول کو رفع اور دوم کو نصب ہے، پس کسائی و اہل مدینہ نے دونوں کو منصوب پڑھا بایں طور کہ یہ جواب تمنی کا اور واؤ کے بعد ان مقدر ہو اور اکثر قرا کے نزدیک دونوں کو رفع ہے پس یہ استیناف ہو اور اسی کو سیبویہ رح نے اختیار کیا اور تقدیر یہ کہ ونحن لانکذب الخ پس جھٹلانا چھوڑنے پر ثابت ہیں خواہ پھیرے جاویں یا نہ پھیرے جاویں اور ابو عمرو رحمہ اللہ نے اسکے داخل تمنی نہ ہونے پر یہ استدلال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بعد کو فرمایا وانہم لکاذبون پس تمنی میں داخل نہیں کیونکہ تمنی میں جو جملہ انشائیہ ہو تکذیب نہیں ہوتی ہے اور ابن عامر نے پہلے دونوں فعلون یعنی نرد اور نکذب کو تمنی میں داخل کیا اور نکون کو نصب پڑھا۔ بالجملہ جواب لو کا محذوف ہو مانند لرایت امرا عظیما۔ کے یعنی لو ترٰہم اذ وقفوا علی النار لرایت ما عرضہم عظیما ہائلا فظیعا یعنی تو اگر دیکھتا کہ جب یہ لوگ قیامت میں دوزخ پر پیش کیے جاوینگے قطعاً تو تو دیکھتا اُن کے حال کو ایک امر عظیم و دنیا نہایت کریہ منظر۔ حاصل آنکہ اس حالت میں کہ ہولناک عذاب معائنہ کرینگے تو ایمان لاوینگے اور تمنا کرینگے کہ کاش ہم دنیا میں واپس بھیجے جاتے اور اب کبھی پروردگار کی آیتوں کی تکذیب کرینگے لو مومن ہوں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ بل اضراب ہے ارادہ ایمان سے جو تمنی سے مفہوم ہو یعنی ارادہ ایمان نہیں ہو بلکہ بدا لہم ما کانوا یخفون من قبل ظاہر ہو گیا اُن پر جو پہلے چھپاتے تھے ف۔ کہ واللہ ربنا ما کنا مشرکین ہم تو واللہ مشرک

Marfat.com

نہیں تھے۔ یہاں طور کہ زبان بند ہوگئی اعضاء اُن کے جوارح نے گواہی دیدی کہ یہ مشرک تھے تب اسکی تمنا کرنے لگے۔ قال ابن کثیر رحمہ اللہ اور احتمال ہے کہ دنیا میں جو انبیاء علیہم السلام کی پوشیدہ سچائی جانتے مگر بیباکی سے پسند نہیں کرتے اور وعید عذاب کو ہیچ سمجھتے تھے وہ اب کھل گیا چنانچہ قول موسیٰ بمقابلہ فرعون کے قرآن مجید میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اسکو کہا۔ لقد علمت ما انزل ہؤلاء الا رب السموات والارض بصائر الآیۃ۔ یعنی تو خوب جان چکا کہ ان معجزات کو رب السموات والارض ہی نے بصائر کیلئے بھیجا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرعون و اسکی قوم کی خبر دی کہ جحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا الآیۃ۔ یعنی جان بوجھکر منکر ہوئے اور یہ بھی احتمال ہے کہ مراد اس سے منافق ہیں جو لوگوں پر ایمان ظاہر کرتے اور دل میں کفر چھپاتے تھے اور یہ وارد نہیں ہوتا کہ آیت مکیہ ہے اور منافقین مدینہ میں تھے کیونکہ وقوع حسی واقعہ نفاق کا اسوقت مذکور نہیں بلکہ قیامت میں ہوگا تو اس درمیان میں خود منافق ہو چکے اور خود سورۂ عنکبوت میں جو مکیہ ہے صاف فرمایا۔ ولیعلمن اللہ الذین آمنوا ولیعلمن المنافقین الآیۃ۔ قال المترجم یہ توضیح ہے ولیکن یہاں انفکاک نظم لازم آتا ہے جیسا کہ بیضاوی وغیرہ نے اشارہ کیا ہے ہاں اگر یہ کہا جاوے کہ شمول اسمیں مشرکین قوم فرعون وغیرہ کے ساتھ منافقین کا بھی ہے بلکہ اہل کتاب علماء یہود و نصاریٰ بھی شامل ہیں کما قال فی المدارک کہ آنحضرت صلعم کی صحت نبوت جانکر منکر تھے۔ اور ہر ایک فرقہ کے حق میں اُسی کے موافق صادق ہے کہ ظاہر ہوا انکے واسطے جو پہلے چھپاتا تھا۔ اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ یہ نظم معجز قرآن ہے کہ اس تمام مضمون کو کس حسن اسلوب سے ایک آیت میں ادا فرمایا گیا اور اسکی استطاعت بشر کو نہیں ہے۔ اور چونکہ خطاب مشرکین سے ہے لہذا ان کے حق میں ایک گونہ اظہر ہے کہ پہلے بیان ہوا کہ وہ شرک ہونا چھپاتے و قسم کھاتے تھے اور وہ جوارح کی گواہی سے کھل گیا تو انھوں نے دنیا میں لوٹ جانے وعدم تکذیب کی تمنا کی پس اللہ عزوجل نے رد کردیا کہ یہ تمنا اس غرض سے نہیں کہ واقعی ایمان محبوب ہوا اور شرک سے بیزار ہوئے بلکہ یہ عذاب ہولناک روبرو آیا تو یہ مکر نکالا کیونکہ بندہ اپنے خالق کو محبوب رکھے تو یہ ہر حال میں بندہ کی شان ہے بلکہ اسکی ماہیت کا خاصہ لازم ہے لیکن کفار اس پر مطبوع نہ تھے وہ گویا ماہیت ہی ایسی ہے کہ اسکو یہ خاصہ لازم نہیں ہے اور رد کردیا اللہ تعالیٰ نے بقولہ۔ ولو ردوا۔ اور اگر بالفرض وہ دنیا میں لوٹائے جاتے تو لعادوا لما نہوا عنہ۔ بھی ضرور وہی کرنے لگتے جس سے ممنوع ہوئے تھے یعنی مشرک ہو جاتے۔ وانہم لکاذبون۔ اور ضرور یہ لوگ جھوٹے ہیں

ف اس دعویٰ میں کہ ہم ایمان لائیں گے اور یہ علم الٰہی محیط اور صادق ہے عن قتادہ؂ اگر اللہ تعالیٰ اُن کو ایک دنیا میں پہنچا دیتا جو مثل دنیائے سابق کے ہوتی جسمیں پہلے تھے تو بھی اپنے بداعمال کی طرف عود کرتے جس سے منع کئے گئے تھے۔ قال ابن عباس رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اگر پھیرے جاوینگے تو بھی ہدایت پر قدرت نہ پاوینگے قیل فی قولہ انہم لکاذبون۔ اے صفت دروغ کی ان کو لازم ہے کبھی اس سے جدا نہ ہونگے کیونکہ ازل میں وحدانیت الٰہی و عدم شرک کی گواہی دے آئے تھے مگر دنیا میں پیدا ہو کر منکر ہو گئے تو دوبارہ بھی وہی پیدائش اور وہی امتحان سامنے ہوتا۔ وقالوا یعنی منکرین بعث نے کہا۔ یعنی جو لوگ اس بات سے منکر ہیں کہ قیامت کیواسطے مردے اٹھائے جاوینگے انھوں نے کہا ان ہی۔ ما ہی الحیوۃ۔ نہیں ہے یہ زندہ ہونا۔ الا حیاتنا الدنیا سوائے اس ہماری زندگی دنیاوی کے وما نحن بمبعوثین۔ اور ہم مبعوث ہونے والے نہیں ہیں

ف۔ اور شیخ ابن کثیر نے قالوا کو عادوا پر عطف کیا یعنی لو ردوا الی الدنیا لعادوا الی الشرک لقالوا (عطف) بعدم البعث۔ یعنی اگر دنیا کی طرف پھیرے جاتے تو عود کرتے شرک کی طرف اور پھر کہتے کہ بعث و حشر کچھ نہیں ہے اور یہی مدارک میں نسفی رح نے اختیار کیا ہے۔ ولو تریٰ اذ وقفوا علیٰ ربہم۔ لرایت امرا عظیما۔ اور اگر تو دیکھے جبکہ پیش کئے جائیں گے مشرکین اپنے پروردگار کے روبرو تو البتہ تو ایک امر عظیم دیکھے۔ قال الیس ہذا بالحق۔ فرماویگا اللہ تعالیٰ خاص خطاب سے نہیں بلکہ ملائکہ کی زبان سے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملائکہ مشرکوں سے کہیں گے ان کو ملامت کرنے دھمکانے کو کہ کیا نہیں ہے یہ بعث و حساب

Marfat.com

جو تم نے آنکھوں دیکھ لیا برحق واقعی ہے پس یہ استفہام توبیخی ہے اور مشرکین و کفار جو لوگ کہ روز حشر و مردے اٹھائے جانے سے منکر ہیں وہ اس توبیخ کے جواب میں عرض کرینگے۔ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا یعنی کہیں گے ہاں برحق ہے قسم اپنے پروردگار کی۔ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ۔ حکم فرماویگا کہ پھر چکھو عذاب عوض اپنے انکار کے ف۔ یعنی دنیا میں جو ایمان لانے اور نیک کام کرنے کا گھر تھا اسمیں تم نے کفر و انکار کیا اور جھٹلایا تھا اب اسکا بدلا یہ کہ عذاب چکھو ف فی العرائس قولہ تعالیٰ بل بدا لہم ما کانوا یخفون من قبل ط مشرکون نے دنیا میں کفر و شرک کی قبیح حالت کو نہیں پہچانا اور اگر پہچانتے تو توحید ایمان پر ہو جاتے اور عجیب شان یہ کہ ایمان توحید فقط اتنی بات ہے کہ اے بندو تم مخلوق ہو اپنے خالق کی بندگی کرو۔ اور یہ بہت ظاہر عمدہ بات ہے جسکو ذرا بھی عقل ہوگی وہ خالق کی سوائے اپنے مانند دوسرے کسی مخلوق کی بندگی نہ کریگا لیکن عجب قدرت خالق عزوجل ہے کہ اس راہ پر نہیں آتے اور اپنی حرکت کی برائی نہیں پہچانتے پھر قیامت کے روز اس قوم کو کفر کی حقیقت ظاہر ہوگی مگر اسوقت کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ جو وقت تھا اسمیں تو یہ لوگ معرفت کے مقامات سے بھٹکے ہوئے نکرت میں سرگردان پھرے حالانکہ اگر ان نکرت کے مقامات کو حقیقت میں پہچانتے تو معارف میں پہونچ جاتے کیونکہ نکرت سے بیزاری ہی معرفت ہے اور یہ مقام ان کے سینوں ہی میں تھا اور وہ لوگ کفر کی پیروی اور نافرمانیوں کی شہوت میں بغیر اختیار کے بسبب نادانی کے اسکو چھپاتے تھے اور کوئی دل ایسا نہیں ہے کہ جس کو غیبی کھٹکا نہ والا الہام الٰہی کا کھٹکا نہ دیوے جس سے رضائے الٰہی کے طریقہ کو پہچانا جاتا ہے اور وہ شخص خود اسکو پہچان جاتا ہے اور سن لیتا ہے لیکن اپنے دل میں خفیہ لے لیتا ہے اور جسقدر وہ نفس کے چاہ ضلالت میں زیادہ گرفتار ہونے سے قلب کو پردہ ظلمت میں ڈھانپے ہوتا ہے اسی قدر اسکو اس الہام پر اعتبار کم ہوتا ہے اور وہ اسکے عین دل میں خفیہ رہجاتا ہے کیونکہ وہ بال سے باریک ہے اور چیونٹی سے زیادہ اس کی چال خفیہ ہے مگر باوجود اس کے وہ اپنے دل ہی دل میں اسکو جان ضرور جاتا ہے اور یہ غلبہ شہوت نفسانی ہے کہ پروا نہیں کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے قیامت میں وہ اسرار خفیہ ان کو عار دلانے اور ان پر حجت الٰہی ظاہر و باطن قائم کرنے کے واسطے ظاہر کر دیے۔ بعض نے فرمایا کہ انکے علم کے قلب جو اسرار ان میں خفیہ تھے انکا ظہور ہوگا۔ ابو العباس نوری رح نے کہا کہ مکار صوفی و دغاباز عالم بھی اسکے اشارے میں شامل ہیں کہ لوگوں کو اپنی شان بڑی بڑی ظاہر کرتے اور بڑے متقی و زاہد خدا دکھلاتے اور دل میں خفیہ جیسے تھے وہ معلوم تو انکا یہ فریب و مکر بھی اس دن ظاہر ہوگا پس نیک بندوں سچے مومنوں کے مقابلہ میں اپنے ہیچ ہونے کو ظاہر کرینگے۔ قولہ ولو تری اذ وقفوا علی ربہم ط ابن عطا رح نے فرمایا کہ یہاں سے وقوف قہری مراد ہے اور اگر انکو وقوف کرامت ہوتا اور اشتیاق میں کھڑے ہوتے تو انوار کرامات سے وہ کچھ دیکھتے کہ ان کو نہایت ہی عجیب ہوتا۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا
خراب ہوئے جنھوں نے جھوٹھ جانا ملنا اللہ کا جب تک کہ آپہونچے اُن پر قیامت بیخبر کہنے لگے

يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا
اے افسوس کیا ہم نے قصور کیا اُس میں اور وہ اٹھاتے ہیں اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر سنتا ہے

سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ
بُرے بوجھ ہیں جو اٹھاتے ہیں اور کچھ نہیں دنیا کا جینا مگر کھیل اور جی بہلانا اور پچھلا گھر جو ہے سو بہتر ہے

يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝
ڈر والوں کو کیا تم کو سمجھ نہیں۔

Marfat.com

یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر اوپر ہوا اور اُن کا حال بیان کیا گیا کہ مشرک ہیں اور بعث و حشر سے منکر ہیں اور خسران خسارہ پانا - اور وہ تجارت و صفقہ بیع یعنی خرید فروخت میں ہوتا ہے - وقد قال فی شان المنافقین فما ربحت تجارتہم یعنی ایمان کے بدلے کفر و شرک لیا اور حشر و قیامت سے انکار کیا تو اسمیں خسارہ سخت اُٹھایا اور مراد یہاں خسران سے ثواب عظیم جاتا رہا بلکہ عذاب جحیم خواہ مخواہ حاصل ہونا اور لقاء ملاقات اور اسمیں دلالت ہے کہ قیامت میں دیدار باری تعالیٰ مومنوں کو نصیب ہوگا اور یہ دیگر آیات و احادیث صحیحہ سے منصوص و قطعی ثابت ہے اور مفسر رح نے کہا کہ لقاء الٰہی کی تکذیب اسطرح کہ بعث و حشر سے منکر ہوئے اور یہ اسوجہ سے کہ جو بعث سے منکر ہے وہ دیدار سے منکر ہے - قال تعالیٰ - قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاءِ اللّٰهِ - جن لوگوں نے لقاء الٰہی کو جھٹلایا وہ خسارۂ سخت میں پڑے ف - اور وہ خسارۂ دائمی بے انتہا ہے لیکن اُن کے جھٹلانے کا ایک وقت محدود ہے کہ بعد اسکے ان پر خسارہ طاری ہوگا چنانچہ فرمایا حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً - یہانتک کہ جب اُن پر قیامت اچانک آجاویگی - ف - یا موت آویگی کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جو مرا اسکی قیامت قائم ہوگئی اور مراد آثار موت ہیں جو اچانک طاری ہوجاتے ہیں پس مضاف محذوف ہے اے مقدمات الساعۃ - حاصل آنکہ جھٹلاتے رہے لقاء الٰہی کو بطور انکار بعث کے یہانتک کہ جب موت اچانک آئی جو مقدمہ قیامت ہے یا قیامت آگئی - قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا - تو کہنے لگے اے ہماری حسرت اس بات پر جو ہم نے دنیا میں تقصیر کی ف - حسرت درحقیقت منادی نہیں مگر یہ غایت تحسر ہے اور بقول سیبویہ ایسی ندا میں مجازاً حسرت کو پکارا بایں معنی کہ اے حسرت بس یہ تیرے حاضر ہونے کا وقت ہے تو حاضر ہو - والتفریط کسی چیز میں باوجود قدرت کے تقصیر کرنا - اور فیہا کی ضمیر بجانب حیات دنیا راجع ہے یا بجانب دنیا راجع ہے کیونکہ وہ محل تفریط ہے - اور ابن جریر رح نے کہا کہ فیہا کی ضمیر صفقہ کی طرف راجع ہے کیونکہ کفر کے عوض ایمان کو اور دنیا کے عوض آخرت کو بیچنے کے صفقہ میں جب خسارہ انکو بعد موت کے یا قیامت میں ظاہر ہوا تو اپنی تقصیر و تفریط میں سخت حسرت کھائی کیونکہ خسارہ بدون صفقہ کے نہیں ہوتا پس گویا وہ مذکور ہے - اور ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ حسرت یہ کہ دوزخی اپنے ٹھکانے جنت کے دیکھکر بہت غمگین ہونگے پس یہی حسرت ہے جو حکایۃً فی قولہ تعالیٰ یا حسرتنا - میں مذکور ہے - رواہ ابن جریر رح و ابن ابی حاتم والطبرانی و ابن مردویہ و الخطیب بسند صحیح - بالجملہ یہ حسرت و غم سے اپنی تقصیر پر نالاں ہونگے اور حال یہ ہوگا کہ - وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ - وے لوگ لادے ہونگے اپنے گناہوں کو اپنی پیٹھوں پر ف - بایں طور کہ قبروں سے اُٹھائے جانے کے وقت اُن کے یہ اعمال آوینگے اُن کے پاس نہایت قبیح چیز کے مانند صورت میں اور نہایت بدبودار چیز کے مانند بو میں پس اُن پر سوار ہوجاوینگے - اور یہ معنی جو مفسر رح نے ذکر کئے ہیں بعض تابعین مثل ابو مرزوق و سدی وغیرہ سے ابن ابی حاتم وغیرہ نے روایت کئے ہیں اور چونکہ اسمیں قیاس کو دخل نہیں لہذا مسموع ہونگے اور معنی میں کوئی تردد نہیں ہے کیونکہ اعمال کفار و مشرکین نہایت خبیث و قبیح تھے اور سدی رح کی روایت میں ہے کہ اس بدشکل و بدبو کے ساتھ قبر میں اس مشرک کے ساتھی رہیں گے اور وقت بعث و حشر کے اسپر سوار ہونگے کہ دنیا میں تو ہم پر سوار تھا آج ہم تجھ پر سوار ہیں اور کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان اعمال کو بصورت مناسب متمثل فرماوے اور کوئی شک نہیں کہ ان عوارض کیواسطے دنیا میں ایک ہیأت ہے اور کوئی شک نہیں کہ دنیا و آخرت میں جہان بدلا ہوا ہے پس جسکی یہاں صورت نظر نہیں آتی وہاں اسکی صورت نظر آسکتی ہے اور حکمائے یونان اسمیں کوئی کلام نہیں کر سکتے بلکہ وہ تو جواہر کی صورت کا عرض ہونا قطعی جانتے اور اشراقیان کی حکمت کے قوانین مبنی ہیں اور شیخ اکبر قدس سرہ نے اسی اصل پر یہ حجت پیش کی ہے کہ قیامت و دار آخرت میں نماز و روزہ وغیرہ اعراض کی صورت اور اُن کا وزن ہوگا اور اہل عقل و اہل علم اس امر میں اتفاق رکھتے ہیں ہاں اس زمانہ میں بعضے ملحد و جہال ایسے ہیں کہ عوام کو جن کی سمجھ ان علوم تک بسبب لاعلمی کے نہیں پہونچی ہے

بہکاتے ہیں اور چونکہ خود بے بہرہ جاہل ہے انکار کرتا ہے اور سورۂ بقرہ کے اوائل میں اسکی کچھ بحث گذری ہے فتذکر۔ اور بعض علما نے کہا کہ قولہ وہم یحملون اوزارہم میں اوزار جمع وزر بمعنی گناہ ہے اور عرب بولتے ہیں کہ احمل وزرک یعنی اپنا بوجھ لادے اور اسی سے وزیر ماخوذ ہے کیونکہ وہ بار امور سلطنت اٹھائے ہوتا ہے پس معنی آنکہ وہ بار گناہ اٹھائے ہوں گے اور حاصل آنکہ اُن کے گناہ اُن کو لازم و چپٹے رہیں گے لئسے دور نہ ہوں گے اور تخصیص علی ظہورہم کی کنایہ کثرت و شدت سے ہے کیونکہ آدمی پیٹھ پر بہ نسبت سر و کندھے وغیرہ کے زیادہ بوجھ اٹھا لیتا ہے پس اُن کے شرک و انکار بعث و حشر و استہزاء دیگر گناہ ایسے شدید ہوں گے کہ بندہ موحد کے اگر گناہ ہوں تو ویسے نہیں ہو سکتے ہیں۔ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ ۔ آگاہ ہو کہ نہایت بدتر یہ بوجھ ہے جو اٹھائے ہوں گے یا جو دنیا میں اپنے اوپر لادرہے ہیں۔ قتادہؒ نے کہا کہ بئس ما یعملون اور ابن عباسؓ نے کہا کہ بئس الحمل حملوا۔ یعنی بری لادی کو اُنھوں نے لادا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کو فہمائش کی جو فقط زندگی اسی دنیادی حیات کو جانتے تھے اور کہتے تھے کہ اِنْ ہِیَ اِلَّا حَیٰوتُنَا الدنیا۔ چنانچہ فرمایا۔ وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ۔ یعنی نہیں ہے اشتغال اس حیات دنیا میں اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ۔ مگر لہو و لعب ف۔ یعنی جو شخص کہ اس زندگانی دنیا میں اس حیثیت سے مشغول ہو کہ یہی کچھ خیر ہے تو اسکا شغل فقط لہو و لعب ہے جسکا کچھ اعتبار نہیں ہے بلکہ وہ باطل و بے بنیاد ہے اگر کہا جاوے کہ حیات دنیا کا شغل اگر لہو و لعب ہے تو نماز روزہ بیکار ہوگا تو جواب یہ کہ وہ بحیثیت حیات دنیادی نہیں ہے بلکہ جملہ طاعات و نیک کام سب امور آخرت سے ہیں نہ شغل دنیادی سے ہاں یہ نکلا کہ جو لوگ نماز روزہ اپنی بزرگی و صلاحیت دکھلانے کو دنیا کمانے کیلئے کرتے ہیں وہ البتہ شغل دنیاوی ہو کر بیکار ہوا۔ اور لہو معروف و بیہودہ چیز جو تجکو یاد الٰہی اور اسکے متعلقات آخرت سے جہانتک کہ اسکے متعلقات شرعی ہوں اُن سے مشغول کرے وہ لہو ہے۔ وَ لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ ۔ لام تاکید ہے اور مراد جنت ہے اور ابن عامرؒ نے ولدار الآخرۃ۔ باضافت پڑھا ہے ولدار الحیوۃ الآخرۃ خَیْرٌ ۔ یعنی البتہ دار آخرت بہتر ہے زندگانی دنیا سے ۔ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ۔ ان بندوں کے واسطے جو تقویٰ رکھتے ہیں شرک و کفر سے یعنی موحد و مسلم ہیں۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ ذلک فیؤمنون۔ کیا نہیں سمجھتے نہیں شرک کرنے والے اس بات کو کہ ایمان لے آویں و شرک چھوڑیں اور یہ بنا بر آنکہ یعقلون بصیغۂ غائب موافق اکثر قاریوں کے قراۃ کے ہے اور نافع و ابن عامرؒ نے تعقلون بصیغۂ خطاب پڑھا اور اس صورت میں یہ خطاب نبی ﷺ کیساتھ عضب کو بھی شعر ہے۔ فافہم۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَیَحْزُنُكَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا یُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ

ہم جانتے ہیں کہ تجکو غم دلاتی ہیں اُن کی باتیں سو وہ تجکو نہیں جھٹلاتے لیکن بے انصاف

بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ۝ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰی

اللہ کے حکموں سے منکر ہوئے جاتے ہیں اور جھٹلایا ہے بہت رسولوں کو تجھ سے پہلے پھر صبر کرتے رہے

مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤی اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ

جھٹلانے پر اور ایذا پر جب تک پہونچی اُن کو مدد ہماری اور کوئی بدلنے والا نہیں اللہ کی باتیں

وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَیْكَ اِعْرَاضُهُمْ

اور تجکو پہونچ چکا ہے کچھ احوال رسولوں کا اور اگر تجھ پر بھاری ہے اُن کا تغافل کرنا

Marfat.com

فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ

تو اگر ہو سکے ڈھونڈھ نکالنی کوئی سرنگ زمین میں یا کوئی سیڑھی آسمان میں پھر اُن کو لا دے

بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝

ایک نشانی اور اگر اللہ چاہتا جمع کر لاتا سب کو راہ پر سو تو مت ہو نادانوں میں

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝

مانتے وہ ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو اُٹھا دیگا اللہ پھر اُس کی طرف جاویںگے

قد نعلم ۔ اسمین قد واسطے تحقیق کے ہے بمعنی قد علمنا ۔ اس آیت مین آنحضرت صلعم کو تسلی فرمائی گئی باین طور کہ ہم کو علم قدیم سے معلوم تھا اور اسوقت بھی معلوم ہے کہ انھون نے تیری تکذیب کی اور تجکو اسپر حزن و تاسف ہے ۔ انہ لیحزنک الذی یقولون یعنی ہم کو معلوم ہے یہ بات کہ تجکو حزن و ملال دیتی ہے وہ بات جو مشرکین کہتے ہین ف یعنی تیری رسالت کو جھٹلاتے ہین اور آنحضرت صلعم غایت شفقت سے نہین چاہتے تھے کہ جھٹلاوین اور ہلاک ہون اور حرص کرتے تھے کہ مسلمان ہوجاوین قد قال تعالی لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین ۔ اور فرمایا فلعلک باخع نفسک علی آثارہم ان لم یومنوا بھذا الحدیث اسفا ۔ اور نیز حکم دیا کہ فلا تذہب نفسک حسرات علیھم ۔ حاصل آنکہ ہم جانتے ہین کہ اُنکا جھٹلانا تجکو محزون کرتا ہے لیکن تو غم مت کھا ۔ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۔ کیونکہ وہ تجکو نہین جھٹلاتے بلکہ اپنے اوپر ظلم کرنے والے آیات آلہی سے جان بوجھکر انکار کرتے ہین ف واضح ہو کہ لا یکذبونک بتشدید از تکذیب پڑھا گیا اور بتخفیف بھی پڑھا گیا ہے اور مفسرین رح نے معنی یہ بیان کئے کہ باطن مین تجھے نہین جھٹلاتے یعنی دل سے تجھے جھوٹا نہین کہتے ہین پس آیندہ جو تکذیب کو ہے وہ زبانی تکذیب ہے پس دونون مین منافات نہین حاصل آنکہ زبانی جھٹلاتے اور دل سے نہین جھوٹا جانتے تھے اور شاید مراد یہ کہ کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے ہونے کے بچپن سے قایل تھے اور آپ کو اپنے درمیان مین بہت امانت دار جانتے تھے اور بعض تفاسیر مین ہے کہ قرأۃ بالتشدید کے معنی یہ کہ تجکو جھوٹ کی طرف نسبت نہین کرتے اور جو تو لایا ہے اسکو دل سے رد نہین کرتے کیونکہ اُنکو تیری سچائی معلوم ہے اور قرأۃ بالتخفیف کے معنی یہ کہ تجکو جھوٹا نہین پاتے ہین اور یہ محاورہ عرب ہے کہ بولتے ہین کہ اکذبت فلانا یعنی مین نے اسکو جھوٹا پایا ۔ اور ابخلت فلانا مین نے اسکو بخیل پایا ۔ پس لا یکذبونک بتخفیف بمعنی آنکہ تجکو کاذب نہین پاتے ۔ حاصل معنی آیت کے یہ کہ اُنکا جھٹلانا تیری ذات کی طرف راجع نہین بلکہ جو پیغام آلہی تو لایا ہے اُسکی طرف راجع ہے ۔ قال الشیخ ابن کثیر رح یعنی تجکو جھوٹ سے متہم نہین کرتے نفس الامر مین ولیکن ظالمین آیات آلہی سے انکار کرتے ہین یعنی حق سے عناد کرتے اور اپنے سینون سے اسکو دفع کرتے ہین چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ابوجہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم تجکو نہین جھٹلاتے ولیکن جو تو لایا ہے اسکو جھوٹ بتاتے ہین پس اللہ تعالی نے نازل فرمایا ۔ فانہم لا یکذبونک ولکن الظالمین الآیۃ ۔ اس کو حاکم رح نے بھی روایت کیا اور کہا کہ صحیح ہے بر شرط بخاری و مسلم ۔ اور ابو یزید مدنی رح سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوجہل ملا اور اُس نے آپ سے مصافحہ کیا تو ایک مشرک نے اس سے کہا کہ مین تجھے کیا دیکھتا ہون کہ تو اس صابی سے مصافحہ کرتا ہے تو ابوجہل نے کہا کہ واللہ مین جانتا ہون کہ وہ نبی ہے و لیکن بھلا ہم لوگ کب عبد مناف والون کے تابع ہو سکتے ہین پھر ابو یزید رح نے یہ آیت پڑھی فانہم لا یکذبونک ولکن الظالمین الآیۃ ۔ رواہ ابن ابی حاتم ۔ اور قتادہ و ابوصالح نے کہا کہ وے تجکو رسول اللہ جانتے ہین اور انکار کرتے ہین ۔ اور محمد بن اسحاق نے زہری رحمہ اللہ سے قصہ

ابوجہل مین یون روایت کی کہ رات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قراۃ سننے کو ابوجہل و ابوسفیان و اخنس بن شریق آئے اور یہ لوگ اکیلے
اکیلے آئے تھے اور آپس مین ایک دوسرے سے خبردار نہ تھا پھر جب صبح روشن ہوئی تو وہان سے چلدیئے ولیکن راہ مین آپس مین ملے تو
ہر ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ تو کیون آیا تھا اس نے بیان کر دیا کہ بات یہ تھی یعنی یہ کلام معجز نظام اور حالات سننے کو آئے تھے پس آپس مین
سب نے عہد کیا کہ ایسا نہ کرینگے کیونکہ خوف کرتے تھے کہ جو نادان قریش یہ بات سنین اور جانین تو فتنہ مین پڑجاوینگے پھر جب دوسری رات ہوئی تو بھی
ہر ایک آیا بدین گمان کہ دوسرا تو بسبب عہد کے نہ آیا ہوگا پھر صبح کو راستہ نے پھر ان کو اکٹھا کر دیا تو آپس مین ایک دوسرے کو ملامت کی اور آیندہ
ایسا نہ کرنے پر عہد کر لیا پھر تیسری رات ہوئی تو بھی آئے پھر صبح کو حتمی عہد باندھا اور متفرق ہو گئے پھر اخنس بن شریق نے دن نکلے اپنا عصا
اٹھایا اور ابوسفیان کے گھر آیا اور کہا کہ اے ابوحنظلہ تو نے جو کچھ محمدؐ سے سنا اُس مین تیری کیا رائے ہے اُس نے کہا کہ اے ابوثعلبہ مین نے واللہ
بہت ایسی باتین سنین کہ مین نے ان کو پہچان لیا اور جانتا ہون کہ اُن سے جو کچھ مراد ہے اور بہت ایسی باتین سنین کہ ان کے معنی و مراد نہین پہچانتا
ہون پس اخنس نے کہا کہ واللہ میری بھی یہی کیفیت ہے پھر اُس کے پاس سے نکلکر ابوجہل کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابوالحکم تیری کیا رائے ہے
اُس نے کہا کہ بات اتنی ہے کہ ہم نے اور بنو عبد مناف نے باہم شرف مین مقابلہ کیا پس اُنھون نے مسافرون کو کھانا دیا اور ہم نے بھی کھانا دیا
اور اُنھون نے بار اٹھایا ہم نے بار اٹھایا حتی کہ جب ہم برابر ہوگئے تو اب وہ کہتے ہین کہ ہم مین نبی ہے جس کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے سو ہم
اسکو کہان سے پاوینگے واللہ مین تو اسپر کبھی ایمان نہ لاؤنگا اور نہ ہرگز اسکی تصدیق کرونگا پس اخنس اسکو چھوڑکر چلا آیا۔ اور ابن جریرؒ نے سدیؒ
سے روایت کی کہ جب بدر کی لڑائی کا دن ہوا تو اخنس بن شریق نے بنی زہرہ سے کہا کہ محمدؐ تمھاری بہن کا بیٹا ہے پس تم اس بات مین بادم
احق ہو کہ اس سے برائی کو دفع کرو پس اگر وہ نبی ہے تو آج اُس سے قتال نہ ہوگا اور اگر جھوٹا ہے تو تم نے اپنے بھانجے سے برائی کو دور رکھا تم
ابھی جلدی مت کرو ذرا مین ابوالحکم سے جاکر ملاقات کر دون اور اسی روز اسکا نام اخنس مشہور ہوا ورنہ ابی بن شریق نام تھا۔ بالجملہ وہ ابوجہل
سے ملا اور کہا کہ اسوقت میرے اور تیرے سوائے یہان کوئی نہین ہے بھلا بتلا کہ محمدؐ سچا ہے یا جھوٹا ہے تو ابوجہل نے کہا کہ خرابی ہو تیری اے محمدؐ تو
واللہ سچا آدمی ہے وہ کبھی جھوٹ نہین بولا لیکن جب بنوقصی تمام اچھی باتین لواء و سقایت و خانہ کعبہ کی دربانی لے چکے تو اگر ساتھ ملے نبوت وہی
لیجاوین تو پھر باقی عرب کے واسطے رہ کیا جائے گا۔ قال المترجم ان روایت سے غرض یہ کہ مشرکین حتی کہ ابوجہل تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
جھوٹا نہین جانتے تھے ولیکن آیات الٰہی سے انکار کرتے تھے اور مترجم کہتا ہے کہ پہلے جو آیت گذری یعنی قولہ وبدا لہم ما کانوا یخفون من
قبل کے معنی بھی اس سے ظاہر ہوتے ہین۔ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ۔ اور البتہ تجھ سے پہلے بھی رسول جھٹلائے گئے ہین ف
یہ جملہ مؤکدہ آنحضرت صلعم کی تسلی کے واسطے ہے اور حاصل آنکہ کافرون کی یہ حرکت تیرے ہی ساتھ مخصوص نہین بلکہ اگلے بہت رسولون کو
اُن کی اُمت نے جھٹلایا فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا پس ان رسولون نے بھی ان کے جھٹلانے پر صبر کیا۔ وَأُوذُوا اور ان کے
ایذا دینے پر صابر رہے ف حاصل آنکہ برابر تکذیب ایذا پر صبر کرتے رہے حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا۔ یہان تک کہ اُن کو ہماری نصرت
پہونچے ف کہ قوم موذی ہلاک زیر ہوئی پس تو بھی صبر کر یہان تک کہ تیری قوم کے سرکش ہلاک ہون اور تجکو غلبہ ہو۔ وَلَا مُبَدِّلَ
لِكَلِمَاتِ اللَّهِ۔ اور اللہ تعالیٰ کے کلمات تقدیر کا کوئی بدلنے والا نہین ہے ف یعنی وعدہ فتح و نصرت جو بندگان مومنین کیواسطے
عموماً موعود ہے اسکا بدل کوئی نہین ہے کما قال تعالیٰ۔ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انہم لہم المنصورون وان جندنا لہم الغالبون۔
یعنی ہمارا کلمہ ہمارے مرسلین کیلئے سابق ہو چکا کہ وہی تو منصور ہین اور ہمارے ہی لشکر غالب ہین اور فرمایا کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ قوی

له لو انکر [illegible] جعلنا غدا الا [illegible] بعضہن سے [illegible] الی دعی [illegible] ۱۲ منہ

عزیز۔ اللہ تعالی نے لکھ دیا کہ مین اور میرے رسول ہی غالب ہون گے۔ پس اسمین خبر غیب و وعدہ فتح و نصرت ہی۔ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِۡی
الْمُرْسَلِیْنَ ۔ اور البتہ تیرے پاس رسولون کے اخبار سے آچکا ہے ف۔ یعنی اخبار انبیاء دیگر تجکو پہونچ چکے کہ کیونکر وہ مظفر و منصور ہوئے
پس وہی سنت آلہی جاری ہی تجکو صبر و اطمینان رکھنا چاہیے اور من تبعیضیہ ہی کیونکہ آنحضرت صلعم کو اخبار بعض انبیاء پہونچے تھے لیکن چونکہ وعدہ فتح و
نصرت رسل عموماً معلوم ہوا اور اسکی بعض مثالین پہونچ چکین تو اطمینان کیواسطے کافی ہی کہ عموم نصرت مراد ہی۔ فافہم۔ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ
اِعْرَاضُهُمْ ۔ آنحضرت صلعم اپنی قوم کے اعراض سے غمناک و محزون ہوتے اور خواہشمند ہوتے کہ جو معجزات یہ مانگتے جاوین اُن کو
دکھلائے جاوین کہ آخر یقین ہو کر ایمان لاوینگے اور وہ کبھی کہتے کہ مکہ چوڑا و وسیع ہو جاوے اور کوہ صفا سونے کا ہو جاوے بالجملہ عناد
و ہٹ دھرمی کی سی باتین مانگتے اور جو معجزات دکھلائے جاتے ان پر اکتفا نہین کرتے پھر اور مانگتے تھے تو اللہ عز و جل نے فرمایا وان کان
کبر علیک اعراضھم ۔ اگر تجھ پر اُن کا منہ موڑنا گران گزرتا ہی پس۔ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ ۔ اگر استطاعت ہی تجکو کہ
سرداب زمین مین ڈھونڈھے ف۔ تاکہ تحت الثری کی طرف ہو کر کوئی آیت لاوے جو مانگین اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ یا سیڑھی کہ آسمان مین
لگاوے۔ فَتَاْتِیَهُمْ بِاٰیَةٍ ۔ پھر اُن کے پاس معجزہ و آیت لاوے ف۔ جس کو مانگتے ہین تو ایسا کر۔ اس سے تعلیق بمحال مقصود ہے
اور معلوم ہوا کہ یہ دونون باتین از راہ عادت و وقوع کے محال ہین اور اسی قدر کفایت ہی حاصل یہ کہ قوم قریش سے جو روگردانی و اعراض واقع ہوا
یہ سابقہ علم ازلی ہی کہ ان مین سے بعض کے حق مین کفر مقدر ہی اور وہ ضرور ہونے والا ہی اور آنحضرت صلعم کی استطاعت و قدرت مین اس کی
اصلاح ممکن نہین ہے بدون ارادہ آلہی کے پس ایک محال پر معلق کیا کہ اگر تجھے اس امر محال کی قدرت ہی تو کر۔ اور خلاصہ یہ کہ یہ اصلاح تیرے
امکان مین نہین ہی پس تو غمناک مت ہو اور تقدیر آلہی پر ثابت و صابر ہو کیونکہ حکمت آلہی اس سے برتر ہے کہ بندہ اسکو ادراک کرے۔ اور
اسمین بڑی دلیل صدق نبوت آنحضرت صلعم کی ہے کیونکہ اسوقت تک ہرگز یہ معلوم نہ تھا کہ آیا یہ لوگ قریش کے جو معدود ہین سب
مسلمان ہو جاوینگے یا نہ ہون گے ولیکن خبر دیدی کہ قطعاً سب مسلمان نہ ہونگے اور بدون وحی و غیب کی خبر کے کوئی نہین ایسا کر سکتا کہ
چند معدود کے حق مین کہدے کہ یہ سب کے سب تابع نہ ہون گے پھر کہا گیا کہ خطاب اگرچہ رسول اللہ صلعم کو تھا لیکن اُمت والون کو بھی
اسپر عمل واجب ہی کہ کافرون کے کفر پر اور اُن کے جمے وارہے رہنے پر تعجب سے نہ دیکھین الا آنکہ قدرت آلہی کا مشاہدہ کرین اور غم
نہ کھاوین کیونکہ اسمین حکمت آلہی ہے کہ سب کے سب مسلمان نہ ہون اور اس حکمت کو اور مصلحت کو بندو کی عقل ناچیز ادراک نہین کر سکتی ہے
اور یہ نہ ہوگا جب تک کہ اللہ تعالی کا ارادہ سب سے آخری حالت مین متعلق نہ ہو اسیواسطے فرمایا۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى
اگر اللہ تعالی چاہتا کہ اُن کو ہدایت پر جمع کرے ف۔ تو وہ سب بات پر قادر ہی ولیکن اُسنے نہین چاہا کیونکہ اسمین اسکی حکمت و مصلحت ہی
اور وہی خوب دانا و حکمت والا ہی۔ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ۔ سو تو جاہلون مین سے مت ہو ف۔ کیونکہ کافرون کے انکار و اعراض
پر غم کھانا اور یہی چاہنا کہ سب ایمان پر ہو جاوین یہ جاہلون کی شان ہی اور آنحضرت صلعم کو اللہ تعالی نے اس سے پاک کیا تھا پس فرمایا
کہ تو جان بوجھکر اس حرص مین مت پڑ اور ان باتون کو حضرت حق عز و جل عالم الغیب والشہادۃ کی حکمت پر چھوڑ دے اور چونکہ آنحضرت صلعم
کافرون کے حال پر شفقت کرکے چاہتے تھے کہ دوزخ کی آنچ سے بچ جاوین اور اس جہالت و ظلمت سے نکلین اور اسپر نہایت حریص
تھے لہذا خطاب مین ایک گونہ سختی فرمائی ہی تاکہ آپ اس غم و رنج سے بالکل الگ ہون اور حدیث شریف مین ایسے بہت بیانات آئے
ہین کہ آپنے مثل بیان کی کہ کسی نے آگ روشن کی اندھیری رات مین اور ان کیڑے پتنگون نے اسمین گرنا شروع کیا اور کتنے ہی روکے جاتے ہین

نہین مانتے ہین ویسے ہی لوگون کا حال ہے کہ مین اُنکو پکڑ کر گھسیٹتا ہون اور یہ لوگ مجھ پر زبردستی کرتے اور چھوٹے چھوٹ آگ مین گھسے جاتے ہین
پھر او تعالیٰ عزوجل نے آپ کو ایک حکمت و اشارہ تعلیم فرمایا جس کا علم کامل آپ کو ہوا اور خود ظاہر اسقدر ہے کہ فرمایا۔ اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ
الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ۔ یعنی تیری پکار و دعوت کو وہی لوگ قبول کرینگے جو کلام کو سنتے اور سمجھتے ہین۔ وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ اور
مردون یعنی کافرون کو تو اللہ تعالیٰ قبرون سے اُٹھا دیگا۔ ثُمَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرے جاوینگے ف
وہ اُن کو اُن کی بدکاریون کی سزا دیگا۔ اور شاید کہ الیہ کی ضمیر ہر دو فریق مین سے ہر ایک کی طرف راجع ہو یعنی ہر ایک کو اسکے لائق بدلا
دیگا پس زندون یعنی مومنون کو ثواب دیگا اور مردے کافرون کو عذاب دیگا اور کلام مین حسن بلاغت ہے کہ کافرون کو قبرون سے زندہ کرکے اُٹھا
دیگا حالانکہ وہ مردے ہونگے جیسے اب ہین۔ اسمین دلیل ہے کہ حقیقی زندگی وہ ہے جو ایمان سے زندہ اور دل کا زندہ ہو۔ ابن کثیرؒ نے ذکر فرمایا
کہ علی بن ابی طلحہ نے قولہ ولو شاء اللہ لجمعهم علی الهدیٰ مین ابن عباسؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس امر پر حرص کرتے تھے کہ سب لوگ
ایمان لاوین اور ہدایت پر ہو جاوین پس حق تعالیٰ نے خبر دیدی کہ نہین ایمان لاویگا مگر وہی جسکے واسطے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذکر اول مین
سعادت سابق ہو چکی ہے اور واضح ہو کہ ہدایت مین عبارت کو دخل نہین حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل مستقیم تھے کہ بعثت بجوامع الکلم و
انا افصح العرب والعجم یعنی مین مبعوث ہوا اس حال سے کہ میرے کلام جامع ہین اس سے احکام شرع و اشارات و حقائق اور وجوہ متعدد و امور متنوعہ ظاہر
ہو جاتے ہین۔ قال المترجم اگر کہا جاوے کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وحی خفی ہین کما استدل بقولہ تعالیٰ ماینطق عن الهوی ان هو الا وحی
یوحی۔ اور یہی تحقیق ہے تو جواب یہ ہے کہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو بات اور دینی حقائق معرفت مین آپ فرماتے تھے وہ مضمون بوحی خفی آپ کو
القاء ہوتا تھا اور یہ صحیح ہے مگر کلام بیان اس مضمون کو عبارت مین ادا کرنے مین ہے پس آپ کمال اعلیٰ نبوت مین تھے کہ اسکو اپنے کلام مین ادا
کرسکتے تھے اور علماء اس بات مین متفق ہین کہ وحی خفی کسی خاص عبارات مین نہ تھی پس اسکو ادا کرنے مین آنحضرت صلعم امین آلٰہی تھے بخلاف
وحی جلی یعنی قرآن مجید کے کہ اسکے نظم بدیع معجز بتعلیم آلٰہی عزوجل تھی اسلئے کہ وہ حیطہ بشری سے خارج ہے اور قراآت مختلفہ وہ خود مختلف نزول
ہین اور اسلئے واسطے جن قراآت سے احکام مختلف نکلتے ہین ان کو علماء ربانی نے بمنزلہ دو آیت کے قرار دیا ہے اور یہ صحیح ہوا کہ آپنے فرمایا کہ مین دیا گیا ہون
قرآن و اسکے ساتھ اسکے مثل یعنی احادیث جو وحی خفی ہین اور اسی کو سنت سے تعبیر کرتے ہین۔ اور یہ خود دلیل ہے کہ احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم
وحی خفی ہین تاکہ صادق ہو کہ آپکو وہ عطا ہوئے ہین گو نظم کلام مین اسکو ادا کرنے مین آپ امین آلٰہی تھے واضح ہو کہ قرآن پاک کے حاصل رکھنے والون
کے حالات طرح طرح کے تھے پس حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی شان مین صحیح ہوا کہ کان رجلا بکاء لا یملک عینیہ اذا قرء القرآن۔ یعنی
جب قرآن پڑھتے تو اپنی آنکھون کو نہین تھام سکتے تھے۔ بے اختیار بہت روتے تھے اور آنحضرت صلعم کا کیا پوچھنا ہے کہ آپکا سینہ مبارک
مثل دیگ کے جوش کرتا تھا یعنی ایسی آواز آتی تھی گویا دیگ جوش کھاتی ہے اور صحیح حدیث مین ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوا کہ نماز
مغرب مین آنحضرت صلعم نے سورۂ والطور پڑھی گویا میرا قلب اُڑا جاتا تھا پس یہ قوم تھے کہ ان کی شمار و صفت ام الخطاب تھوڑے سے
بیان مین نہین آسکتی بلکہ بیان اسکو متحمل نہین کیونکہ بیان حال ایک پتا ہے کہ اسکو عارف باکمال ہی سمجھ سکتا ہے پھر بیان سے کیا فائدہ
ہے اور ایسی ہی عثمان بن عفان رضؓ سے ثابت ہوا کہ رات مین قرآن مجید ختم کرتے اور مابعد علماء تابعین اور تبع تابعین سے بھی روایات ہین
اور ابوحنیفہ امام الفقہاءؒ سے بھی رات مین ختم قرآن نقل ہوا اور ضرور نہین ہے کہ تمام و کمال قرآن ختم کرنا مراد ہو لیکن یہ تکلف و تصنع و تقشف و تزہد
نہین تھا بلکہ انکشاف خاص تھا۔ اور وہ آنحضرت صلعم کو ہر آیت پر حاصل تھا اگرچہ اقسام و انواع مختلف آیات پر مختلف ہون تو نہین دیکھتا کہ

ایک آیت پر یعنی قولہ ان تعذبہم فانہم عبادک و ان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم ۔ پر تمام رات گذار دی حتی کہ صبح ہو گئی اور یہ بات اور ون کو حاصل نہ تھی پس ان کو بعض میں بعض سے موافق فہم خطاب کے ایک دوسرے سے مزید انکشاف تھا پس کشیدہ کشیدہ ان کو بڑھا تا لیے جاتا تھا اور چونکہ فہم اصل ہی لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا فہم تیزی کرنیوالوں کو سخت تنبیہ سے منع فرمایا اور اجازت نہ دی کہ زیادہ پڑھیں اور خود مصرح کر دیا کہ جو نہ سمجھا اُسنے کچھ نہ پڑھا اور جو لوگ اپنے آپ میں قوت بیان کرتے تھے اُن کو بھی قطعاً منع کیا اور یہ نہیں فرمایا کہ تحقیق یوں ہی اسواسطے کہ یہ لوگ عامل تھے اور خود عمل نتیجہ معرفت وحقیقت کو پہونچاتا ہے جبکہ عنایت ازلی متعلق ہو اور مترجم اپنے زمانہ میں سوائے چشم حیران و دیدہ گریان کے کچھ نہیں دیکھتا نہ فہم ہے نہ معرفت نہ دل نہ سماع خطاب بس یہی نظر آتا ہے کہ یہود ونصاری مشرک ہو کر بلاغت کلام اللہ ڈھونڈھتے اور ٹٹولتے ہیں اور بہت سے ملحد اُنکے پیچھے ہیں اور بیچارے مسلمان پریشان خاطر خود ہی بے بہرہ ہیں کیونکہ توحید وتقوی و اسرار سنت سے پیچھے پڑے ہیں اللہم ایدنا بالایدالمتین و فقنا و انت ارحم الراحمین ۔ اہل معرفت و علما جو محض ظاہر یہ طریقہ نہیں رکھتے ہیں وہ خوب قرآن مجید کے اعجاز پر یقین رکھتے ہیں کہ یہ عجیب معجزہ ہی کہ ایک ہی خطاب ہے جو عوام بنی آدم اور خواص کو عام ہے اور بلا تردد دونوں کی فہم کے لائق خطاب ہے اور یہ منجملہ وجوہ اعجاز کے ایک ہی وجہ ایسی ہی کہ بندہ کے امکان سے باہر ہے پھر سوائے مومنین کے دیگر مخلوق سے جو سننے کی نفی کی تو یہ معنی نہیں کہ حواس کے کانوں سے نہیں سنتے کیونکہ وہ بہرے نہیں تھے بلکہ یہ معنی ہیں کہ مشاہدہ و معرفت کا سننا اور سمجھ کا سننا نہیں سنتے تھے ۔ ابن عطاء نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالی نے خبر دی کہ سننے والے ہی زندہ ہیں اور یہ اہل خطاب و قبولیت ہیں اور قولہ والموتی یبعثہم اللہ سے خبر دی کہ باقی لوگ مخلوق کے مردے ہیں ۔ قال المترجم آگاہ رہنا چاہیئے کہ حدیث شریف میں صحیح ہوا کہ مردے پر قبر میں جو عذاب ہوتا ہی اسکو سوائے جن وانسان کے تمام مخلوقات اس مردے کی آہ وزاری سنتی ہیں اور ان دونوں جن وانسان پر پردہ امتحان ہے اگر یہ سنتے و دیکھتے تو ایمان بالغیب کے کوئی معنی نہ تھے بس ہوشیار رہنا چاہیئے ۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يُّنَزِّلَ

اور کہتے ہیں کیوں نہیں اُتری اُسپر کچھ نشانی اُسکے رب سے تو کہہ اللہ کو قدرت ہے کہ اُتارے کچھ

اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا طٰۤئِرٍ

نشانی ولیکن اُن بہتوں کو سمجھ نہیں اور کوئی چلتا نہیں زمین میں نہ جانور ہے کہ

يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِى الْكِتٰبِ مِنْ شَىْءٍ ثُمَّ

اُڑتا ہے دو پر سے مگر ایک ایک اُمت ہیں تمہاری طرح چھوڑی نہیں ہم نے لکھنے میں کوئی چیز پھر اپنے رب کی

اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِى الظُّلُمٰتِ ؕ

طرف اکٹھے ہوں گے اور وہ جو جھٹلاتے ہیں ہماری آیتیں بہرے اور گونگے ہیں اندھیروں میں ۔

مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

جس کو چاہے اللہ گمراہ کرے اور جس کو چاہے ڈال دے سیدھی راہ پر

وقالوا اور کہا کفار مکہ بت پرستوں نے کہ لولا نزل علیہ اٰیۃ من ربہ ۔ کیوں نہیں اُتاری گئی محمد پر کوئی آیت یعنی نشانی صدق نبوت کی اسکے پروردگار کی طرف سے ف ۔ یعنی مانند ناقہ صالح علیہ السلام و عصائے موسی و مائدہ عیسی

Marfat.com

کے ان مشرکون نے روحانی آیات پر اکتفا نہین کیا مانند قرآن مجید معجز کے جس کے مثل لانے سے عاجز تھے اور جیسے چاند کے دو ٹکڑے ہوئے اور درخت و جانور و سنگریزون نے آنحضرت صلعم کی صدق نبوت پر گواہی دی - بالجملہ مقصود فقط یہ کہ نمائین اور تعنت سے ایسی باتین مانگین جیسے دوسرے مقام پر نقل فرمایا کہ کہتے تھے کہ - لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا الآیہ - قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَن يُنَزِّلَ آيَةً - یعنی کہدے ان ہٹ دھرمون سے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ اتار دے آیت ف - یعنی جیسے تم مانگتے ہو اسی کو نازل کردے اسکی قدرت بہت بڑی ہے - بعض نے کہا کہ آیہ سے ایسی مراد ہے جو خواہ مخواہ اُن کو ایمان لانے پر مجبور کرے لیکن اسوقت مین امتحان تکلیف ایمان کا فائدہ جاتا رہیگا - اور نیز اگر اسوقت بھی ایمان نہ لائے اور ہرگز نہ لاوین گے جبکہ اُن کے حق مین کفر مقدر ہے تو ضرور عذاب نازل ہوگا اور رحمت آلہی سے اس اُمت سے یہ عذاب دنیا مین مرتفع فرمایا گیا ہے - وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ - لیکن ان مین سے بہتیرے جانتے نہین ہین ف - یعنی نہین جانتے کہ ایسی آیت کا اُترنا بلا ہے کیونکہ پھر ایمان نہ لائے تو ضرور ہلاک ہون گے جیسا کہ طریقہ آلہی جاری ہو چکا اور قوم صالحؑ بعد ناقہ پیدا ہونے اور ایمان نہ لانے کے ہلاک ہوئی اور عیسیٰ علیہ السلام کے مائدہ مین نافرمانی کرنیوالے ہلاک ہوئے اور واضح ہے کہ بعثت انبیاء سابقین کی اکثر خاص خاص قوم کیواسطے تھی پس اُن کی مانگی آیت ملنے کے بعد اسی خاص قوم پر ایمان لانے سے عذاب آیا - آنحضرت صلعم کی بعثت عام ہے پس فقط مکہ والون کی ایسی تعنت و عناد سے عام عذاب ہوگا لہذا اُن کی جہالت پر تفصیل فرمائی اور واضح ہو کہ قولہ ان ینزل آیہ - مین ابن کثیرؒ نے ینزل از انزال پڑھا اور باقیون نے تنزیل سے پڑھا ہے - اور یہ حکمت عدم تنزیل آیہ کے جو مفہوم ہوتی ہے کہ ایک اُمت کے انکار سے عام اُمتین ہلاک نہ ہون اسپر آگے کے کلام مین اشارہ ہے - وَمَا مِن دَابَّةٍ من زائدہ ہے بغرض شمول و استغراق کے - اور دابہ مذکر و مؤنث دونو نپر بولا جاتا ہے اور وہ ہر جاندار جو زمین پر چلتا ہو - فِي الْأَرْضِ متعلق بدابۃ ہے در اصل و بیۃ از دب یدب ہے اور فی الارض بطریق توضیح ہے جیسے قولہ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ جناح بازو پس طائر اُڑتا ہے اپنے بازو سے لیکن بطیر بجناحیہ توضیح ہے اور یہ دفع وہم ہے کہ شاید مجازاً آدمی تصور کرین کیونکہ عرب طیران کو جلدی و سرعت کے معنی مین بولتے ہین کہ طر یا ہذا فی حاجتی - فلانے میرے کام مین اُڑ چل یعنی جلدی کر پس قولہ بطیر بجناحیہ سے دفع کردیا کہ مجاز امراد نہین ہے معنی آنکہ نہین کوئی جانور چلنے والا کہ زمین پر چلتا ہے اور نہ کوئی پرند جو دونون بازو سے اُڑتا ہے إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ - مگر آنکہ وہ بھی تمہارے مثل اُمتین ہین ف - ان کا مثل ہونا اس بات مین کہ اُن کی پیدائش و رزق و حالات بھی مقدر ہین جیسے تمہارے مقدر ہین عن مجاہدؒ ہر صنف و قسم جدا جدا نام سے ہے عن قتادہؒ پرند ایک اُمت ہے اور انسان ایک اُمت اور جن ایک اُمت ہے - عن السدی تمہارے مثل مخلوق ہین عن ابن عیینہ ان ہر ایک مین بھی انسان کی مماثلت موجود ہے جیسے شیر کہ حملہ کرتا اور دوسرون کو مار ڈالتا ہے اور سور حرام و نجس کھاتا ہے اور کتا خود بخود بھونکتا ہے اور مانند اسکے پرندون مین ہین و قیل غیر ذلک - اور حدیث مین ہے کہ اگر کتا منجملہ اُمتون کے ایک اُمت نہ ہوتی تو مین اسکے قتل کا حکم دیتا مگر ان مین سے ایک رنگ کالے کو مار ڈالو - کما فی روایۃ الترمذی وغیرہ مترجم کہتا ہے کہ اس سے اشارہ نکلا کہ ان قریش کافرون کی بدکاری سے تمام اُمتون بیچارون پر عذاب نہین آسکتا - اور اب تو معلوم ہوا کہ اُمت اسلامیہ صد با کروڑ ہو گئی - پھر عام عذاب ان ازلی کافرون کی وجہ سے کیونکر آتا کہ دنیا مین کوئی باقی نہ رہتا - امام رازیؒ نے کبیر مین واحدیؒ سے نقل کیا کہ جسکا حاصل یہ کہ سلف مین سے ایک جماعت کے نزدیک جانور چرند و پرند دریائی و خشکی کے اصناف امم ہین اور ہر ایک کیواسطے جدا جدا تسبیح و ذکر ہے اور بعض سے نقل کیا کہ ان مین انکے پیغمبر بھی ہوتے ہین بدلیل قولہ تعالیٰ ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر - یعنی کوئی اُمت نہین مگر

Marfat.com

انکہ امین ڈرسنانے والا گذرا ہے اور یہان کی آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جانور بھی اُمتین ہین پس ثابت ہوا کہ ان مین بھی پیغمبر ہوئے ہین اور قولہ ان من شئی الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم سے ہر ایک کا تسبیح کرنا ظاہر اور قولہ سبح للہ ما فی السموات وما فی الارض۔ و دیگر آیات سے بھی ثابت ہے اور احادیث بھی کثرت سے ہین۔ اور قولہ سخرنا مع داؤد الجبال یسبحن والطیر۔ اور دیگر آیات و احادیث مین پتھرون وغیرہ کی تسبیح بھی ثابت اور اونٹ کا آنحضرت صلعم کو سجدہ کرنا اور گوشت پختہ کا جسمین زہر تھا آپکو آگاہ کرنا اور دیگر نصوص اس مدعا کی پوری تقویت کرتے ہین ولیکن عوام اور بے معرفت لوگون کی سمجھ سے باہر ہے لہذا تاویل کرنا چاہیے اور حدیث خمس فواسق یقتلن فی الحرم الحدیث حالت احرام مین اور مقام حرم مین پانچ جانور فاسق کا قتل روا ہونا اوپر مذکور ہو چکا۔ بالجملہ تحقیق مقام ایک بسط چاہتا ہے اور تفسیر قولہ تعالی وان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ الآیۃ۔ پارہ الم سورہ بقرہ کی تحت مین ایک جملہ صالحہ مترجم نے ذکر کر دیا ہے رجوع کرنا چاہیے۔ پھر اس مقام پر کہا گیا کہ قولہ امم امثالکم سے جملہ وجوہ جنمین مماثلت ہو عموماً لینا چاہیے۔ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ من زائدہ بغرض تاکید استغراق ہے اے ما ترکنا فی اللوح المحفوظ شیئا۔ ہم نے لوح محفوظ مین کوئی بات چھوڑی نہین ف۔ یعنی سب لکھ دیا ہے اور بعض نے کہا کہ قرآن مجید مین ہر چیز مذکور ہے لیکن علم معرفت سے سب حاصل ہوتا ہے وقد قال تعالی نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی۔ ہم نے تجھ پر کتاب نازل فرمائی ہر چیز کا واضح بیان ہے اور علمائے کہا کہ سب مذکور ہے لیکن معرفت و فہم پر اسکا ظہور ہے چنانچہ آنحضرت صلعم پر خوب وضوح تھا اسی واسطے آپکی نسبت تبیان فرمایا اور وہ واضح بیان کو کہتے۔ اور بعض نے کہا کہ وجہ بیان کو کہتے ہین پس ہر ایک کیواسطے ہو گا کیونکہ اجمالی اسکے علوم بے انتہا ہین۔ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ۔ پھر یہ لوگ اپنے رب کی جانب حشر کئے جائینگے۔ ف۔ بعض نے کہا کہ ضمیر عقلا و بنی آدم کی دلالت کرتی ہے کہ کفار کے ذکر سے متعلق ہے اور بیچ مین جملہ معترضہ ہے اور نیز محشور ہونا دواب بہائم و جمادات کا اسلئے نہین کہ وہ خطاب ثواب عقاب کی فہم نہین رکھتے اور مکلف نہین ہین۔ وقال الجمہور بلکہ یہ سب سے متعلق ہے یعنی جملہ امم مذکورہ از بنی آدم و جن و طیور و دواب سب محشور ہونگے اور ضمیر عقلا اس اعتبار سے امم غیر عاقلہ کو بوجہ مثل ہونیکے امم عاقلہ کے مانند جاری کیا۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ دواب و طیور وغیرہ کا بھی حشر ہوگا مانند جن و انسان کے۔ قال المفسر رح فیقضی بینہم ویقتص للجماء من القرناء ثم یقال لہم کونوا ترابا۔ پھر ان مین فیصلہ انصاف کر دیا جاویگا اور سینگون والے سے بے سینگون والے کا قصاص لیا جاویگا اگر اُس نے زیادتی کی ہے پھر کہا جائیگا کہ تم سب خاک ہو جاؤ۔ لہذا یہی ایک جماعت سلف سے جنمین حضرت ابوہریرہ رض و ابوذر بھی ہین مروی ہے اور ابن عباس رض و ضحاک و مجاہد سے مروی ہوا کہ بہائم کا حشر یہ کہ مر جاوین۔ اور قول اول اصح ہے کیونکہ امام احمد نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے دو بکریون کو لڑتے دیکھکر فرمایا کہ اے ابوذر تو جانتا ہے کہ یہ کس بات مین لڑتی ہین۔ مین نے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ لیکن اللہ تعالی جانتا ہے اور قیامت مین دونون کے درمیان انصاف فرما دیگا اور عبدالرزاق نے اسکو ابوذر رض سے ایک جماعت صحابہ کے خطاب سے روایت کیا یعنی آنحضرت صلعم نے جماعت حاضرین سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ کیون لڑتی ہین الی آخر الحدیث اور ابن جریر کی روایت مین اسقدر زیادہ ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے بعد اسکے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے ہم کو ایسے حال مین چھوڑا کہ کوئی اُڑنیوالی چڑیا بھی ہے اسکا بھی ہم سے علم بیان فرمایا۔ اور عثمان رض سے ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز سینگون والے سے بے سینگون والے کا بھی قصاص لیا جاوے گا۔ رواہ ابن احمد فی سند ابیہ۔ اور حدیث صحیح مسلم مین وہ مضمون موجود ہے جو مفسر سیوطی رح نے بیان کیا اور عبد الرزاق نے ابوہریرہ رض سے اس آیت کی تفسیر مین روایت کیا کہ قیامت کے روز دواب بہائم و پرند و ہر شئے بجملہ مخلوق سب محشور ہونگے پھر اُس دن اللہ تعالی عز و جل

Marfat.com

کا انصاف یہان تک پہونچے گا کہ سینگون والے سے بے سینگون والے کا قصاص لیگا پھر فرما دیگا کہ تم سب خاک ہو جاؤ- اسی سے کافر تمنا کرینگے جیسا کہ فرمایا ویقول الکافر یالیتنی کنت ترابا- یعنی اے کاش مین مٹی ہو جاتا- شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ حدیث الصّورؐ مین یہی بات مرفوع آنحضرت صلعم کی حدیث مروی ہو وفی المدارک- جب اللہ عزوجل نے اپنی مخلوقات وآثار قدرت سے وہ کچھ بیان فرمایا جو اسکی ربوبیت پر شاہد اور اسکی عظمت وجلال پر پکار پکار کر گواہی دیتا ہو تب پھر فرمایا- وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا- اور جن لوگون نے ہماری آیات کو جھٹلایا یعنی قرآن کو- صُمٌّ- وہ بہرے ہین ف- آیات یعنی قرآن کے سننے سے یعنی قبولیت کے کانون سننے سے بہرے ہین- وَبُكْمٌ حق بات بولنے سے گونگے ہین ف یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و ربوبیت پر اقرار شہادت نہین دیتے ہین فِي الظُّلُمٰتِ یعنی کفر کی تاریکیون مین انکا یہ حال ہو کہ باوجود اس ظہور وضوح آثار قدرت وعظمت کے ان کو کچھ نہین سوجھتا ہو اور کیونکر سوجھے کہ خالق حکیم تعالیٰ کی مشیت ہو مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ اضلالہ- وہ مخلوق کہ چاہتا ہو اللہ تعالیٰ اسکو گمراہ کر دینا تو يُضْلِلْهُ اسکو گمراہ کر دیتا ہے یعنی مشیت ازلی مین جسکے حق مین گمراہی مقدر ہوئی وہ یہان گمراہ ہوتا ہو- وَمَنْ يَّشَاْ هدایتہ- اور جس کی ہدایت چاہتا ہے يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ- اسکو راہ مستقیم یعنی توحید واسلام پر کر دیتا ہو ف وہی قادر مختار ہو جو چاہتا ہو وہ کرتا ہو اسپر کوئی اعتراض نہین ہو اور اسمین صریح دلیل ہو کہ ہدایت دینے والا اور گمراہی دینے والا اللہ تعالیٰ ہو اور جس کو اسنے جو کچھ دیا وہ عدل ہو وہی قادر مختار ہو- وقد قال تعالیٰ فی مثال الکفار فی سورۃ النور او الظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضہا فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یراہا ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور- یعنی کافرون کے نفوس مین گمراہی کی یہ مثال ہو کہ جیسے تاریکیان کسی موجدار سمندر کے بھنور مین کہ اسکو موج چھائی ہو پھر اسپر موج ہو اسپر سحاب ہے تاریکیان بعض پر بعض ہین کہ ہاتھ نکالے تو نظر آتا نہین لگتا اور اللہ تعالیٰ نے جسکے لئے نور نہین کیا اسکے لئے کچھ نور نہین ہو- اور تفسیر اسکی لطیف ہو اسمین اشارات ہین کہ انشاء اللہ تعالیٰ اسکی تفسیر مین آوینگے ف- فی العرائس قولہ تعالیٰ وما من دابۃ فی الارض ولا طائر الآیہ- اللہ تعالیٰ نے سوائے جن وآدمی کے ملائکہ و دیگر حیوانات کو چرند پرند کوئی ہون فطرت توحید اور جبلت معرفت پر پیدا کیا ہو اور ان کو معرفت وایمان الیقان کیواسطے حکم وخطاب ہو اور ان جانورون کیواسطے ان کے اسرار باطنہ مین راہین منور بانوار عقل ہین جو اسکی درگاہ وادنی تک پہونچی ہوئی ہین اور اُن سے نور افعال ولطائف صنعت کو دیکھتے ہین اور حالت ان کی مقصور اسی صورت پر نہین جسکو ایک غافل آدمی دیکھتا ہو اور ان کو بے عقل سمجھتا ہے- قال المترجم حدیث صحیح مین فضائل جمعہ مین آیا ہو کہ اسی روز قیامت قائم ہوگی اور آیا ہے کہ سوائے جن وانسان کے ہر جانور اسکے صبح کے انتظار مین خوفناک ہوتا ہو کہ شاید یہی روز قیامت ہو- قال الشیخ اور ان جانورون کی زندگی اور حرکت واڑنا اس خالق پاک کی درگاہ کی طرف سے ایک قوت خاص سے ہے اور ان کی یہ آوازین اور یہ خوش الحانیان اور چیخ دینا یا حرکتین ایک خاص نسیم شوق سے ہے جو ان کو عالم ملکوت سے پہونچتی اور انوار جبروت سے ظاہر ہوتی ہو اور ان کو موافق اپنی قدر معرفت وتوحید کے اللہ تعالیٰ کی طرف ذوق وشوق ہو اور مین نے سنا کہ سمنون محب رحمہ اللہ جب محبت مین وعظ فرماتا تو قندیلین پھٹ جاتی تھین اور ہوا سے پرندگر پڑتے تھے- ایک روز محیط مین کلام کرتے تھے کہ ایک چڑیا ان کے سامنے گری اور زمین مین اپنی چونچ دابی اور قطرہ خون اس سے ٹپکا اور جان دیدی- اقوال ایسی ہی بہت سی حکایات آثار واخبار مین تمام حیوانات از قسم درندے وچرندے وپرندے وحشرات الارض سے مروی ہین وعرب کے اونٹ کا حدی پرست ہو جانا معروف ومشہور ہو اور آنحضرت صلعم کو اونٹ نے سجدہ کیا بدون طلب معجزہ وغیرہ کے اور ہرنی وغیرہ کی روایات مین آنحضرت صلعم کو درخت وحجر وہر کنکر وپتھر کا سلام کرنا متعدد طرق سے مروی ہو اور گریہ ستون حنانہ معروف ومشہور ہو اور اولا

یعنی مرزبانیت کے بیان مین جو عدد چیتانی ۲۴

کیون نہین کہ خود تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا ۔ مامن دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم ۔ یعنی تمھارے مثل ہین اس بات مین کہ وہ مخلوق
ہین اور حق عزوجل کے طلب مین سرگرم ہین اور اسکی توحید کو شرک سے پاک کرتے ہین اور اسکے قدیم ہونے کو یقین مین لاتے اور حدوث کے صفات
سے اسکی پاکی اپنے باطن سے بیان کرتے ہین اور اس کی صنع لطیف مین اعتبار کرتے ہین جس سے انوار صفات کا عالم مین ظہور ہے ۔ قال المترجم
و تحقیق ثابت ہوا کہ ان مین بھی مطیع و عاصی ہین اور مروی ہوا کہ گرگٹ بھی کافرون کے ساتھ اس آگ کو پھونکنے مین شریک تھا جو نمرود مردود نے
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جلانے کو پھونکی تھی پس مثل ہونا آدمی و جن کے ساتھ جملہ وجوہ سے ثابت ہے لیکن یہ واضح رہے کہ ان کی استعداد
معرفت کی ایسی نہین جو جن کو حاصل ہے تو انسان جو استعداد مین نہایت اکمل المعرفہ ہے اسکے برابر کہان سے ہوگی ۔ پھر شیخ نے لکھا کہ ان جانورون
وغیرہ کا مثل ہونا اس بات مین ہے کہ ان کی خلقت عالم ملک شہادت سے ہے جو منور بانوار افعال ہین اور آدمی و ملائکہ کے اجسام بھی عالم افعال
سے مخلوق ہین لیکن ان کی روحین عالم ملکوت سے پیدا ہین اسی واسطے دیگر مخلوقات سے آدمی و ملائکہ کو فضیلت ہے ۔ و قد قال تعالیٰ ولقد کرمنا
بنی آدم الآیۃ ۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض علماء نے مزید توضیح سے انسانی استعداد معرفت کو اعلیٰ و اکمل ثابت کیا ہے پھر شیخ نے لکھا کہ قولہ ولا طائر
یطیر بجناحیہ ۔ مین دونون بازوؤن سے مین یہ اشارہ سمجھتا ہون کہ ان اخلاق جمیلہ کے بازو ہین جو آدمیت کیواسطے لازم ہین اور جن کی نسبت حدیث
مین فرمایا کہ تم مین بہتر وہ ہین کہ جنکے اخلاق اچھے ہون اور انھین کی درستی ابتدائی معرفت سے انتہا معرفت پر پہونچاتی ہے ۔ مانند توکل و رضا
اور آیندہ بعض آیات مین آویگا کہ کاین من دابۃ لا تحمل رزقہا اللہ یرزقہا و ایاکم الآیۃ ۔ یعنی بہتیرے دواب ہین کہ اپنا رزق اُٹھاتے نہین ۔
یعنی لادے نہین پھرتے اور اللہ تعالیٰ ان کو اور تم کو رزق دیتا ہے یعنی وہ توکل و رضا مین ثابت قدم ہین ۔ پھر شیخ نے کہا اور دو بازوے
خوف و اُمید ۔ اور فنا و بقا اور ایمان و تقویٰ اور نعمت و بلا اور محبت و صفا اور عبودیت و ربوبیت ۔ اور معرفت و محبت ۔ ہین ان بازوؤن
سے ان کو ہر بُعد طرب اور شوق و طلب مین پرواز ہے ۔ اور ظاہری اشارہ مثلیت مین یہ ہے کہ جملہ امم کی جبلیت چار عناصر سے ہے اور جبلیت روحانیہ
و حیوانیہ سے اُن کی انتشار ہے اور کھانے پینے و حرکت و جماع مین اور صفات نفسانیہ مین مانند حرص و غضب و شہوت کیساتھ چھوٹ پڑنے کرنے مین مساوی
ہین اور مرجع اسکا اصلی فطرت ہے جس سے پیدا ہوئے ہین یعنی زمین سے پیدا ہوئے اور زمین مین مرکر مل جاوینگے اور اسی سے دوبارہ
قیامت مین اُٹھائے جاوینگے ۔ تفسیر ظاہر کے امامون مین سے حضرت عطاء رح کا قول ہے کہ امثالکم کے معنی یہ کہ توحید و معرفت مین تمھارے مثل ہین
اور بعض نے کہا کہ خلق مین تمھارے مثل ہین کیونکہ تمام مخلوقات ان امتون مین سے جسقدر ہے سب حضرت خالق جل جلالہ کی قدرت کاملہ سے پیدا
ہوئی ہین اور ہر ایک کیواسطے خطاب آلٰہی ازلی سے خاص خاص طریقے واضح ہوئے ہین پس توحید ملائکہ واضح ہے اور آدمیون کی معرفت کیواسطے
انبیاء و رسل علیہم السلام سے طریقہ ہے اور حیوانات دیگر مانند چرند پرند وغیرہ کی طبیعت مجبول بمعرفت ہے کہ ان کو اپنے خالق و صانع کا علم فعلی حاصل
ہے کہ اس سے ظہور انوار صفات تک بذریعہ انوار فعل کے بدون بیان بلا اشکال پیدا ہوتا ہے ۔ قال المترجم قول قوی و جید یہ ہے کہ رسل علیہم السلام
اور ملائکہ آلٰہی ان مخلوقات کے ہادی ہین اور ان رسولون علیہم السلام سے فیض ہر قسم کے کسی فرد خاص کو موافق حالت انسانی کے ہوتا ہے اور وہی
اُنکا رسول و نبی ہوتا ہے اسی مین سے کہا گیا کہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام ہے یہان تک کہ حیوانات و حشرات کو بھی شامل ہے و استدلال
اس قول کا ماسبق سے واضح ہے فافہم ۔ قولہ ما فرطنا فی الکتاب من شیٔ ۔ یعنی مخلوق کو جس چیز کی احتیاج دربارہ عبودیت و معرفت ربوبیت
کے ہے وہ سب ہم نے اپنی کتاب پاک مین بیان کردی ۔ کوئی حال و کوئی مقام و کوئی وجدان اور کوئی ادراک اور کوئی معرفت و کوئی دیدار
و مشاہدہ نہین جس کا طریقہ ہم نے بیان نہ کیا ہو ۔ کلام حضرت باری تعالیٰ اسکی صفت خاصہ ہے جس نے جمیع صفات کا عرفان اور صفات سے

Marfat.com

ذات کا عرفان بوضوح بیان کر دیا۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے اگلون وپچھلون جملہ عالم کے اسرار سے آگاہ کیا۔ بعض نے فرمایا کہ نہین چھوڑا ہم نے کتاب مین کسی مخلوق کا ذکر۔ ولیکن کتاب مین اسکے ذکر کو دیکھتا نہین کوئی شخص سوائے ان بندون کے جن کو انوار معرفت سے ارادت حاصل ہے قولہ والذین کذبوا بآیاتنا صم وبکم فی الظلمات۔ اسمین اللہ تعالیٰ نے ان لوگون کا ذکر کیا جنکو غیب سے ان کے دلون پر الہام حق ہوتا ہے مگر وہ اسکے مقابلہ مین اپنے نفوس سے معارضہ لاتے ہین اور باطل خطرات سے سچے خطرات کو رد کرتے اور جھٹلاتے ہین کیونکہ ان کو حق وباطل مین تمیز نہین ہے اور یہ اسوجہ سے کہ گمراہی کے ٹھینپڑ اُن کے کانون مین بھرے ہین کہ مقام شہود مین انھون نے اپنے کانون کو اللہ تعالیٰ کی طرف نہین لگایا اور ہیبت ومحبت کے ساتھ ان کے اسرار باطنہ کی زبان پر کبھی نام الٰہی نہین آیا اور سبب اسکا یہ ہے کہ انکے نفوس اپنی نفسانی خواہشون کے اندھیرے مین ٹاپ رہے ہین اور حاصل آنکہ جس شخص نے خواطر حق کو جھٹلایا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسوقت آئے تھے کہ توحید وخلوص ایمان کا الہام بوقت دیدار معجزات انبیاء وکرامات اولیاء اسپر ہوا پس اسنے اسرار کے کان اور بینائی باطن کی آنکھون کو پردہ ضلالت سے ڈھک لیا تا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام غیبی نہ سنے اور برق انوار غیب کو نہ دیکھے اور حق تعالیٰ کے ملکوت کو مشاہدہ نہ کرے اور اپنے نفس امارہ کی تاریکیون وشیطان کافر کی گمراہیون مین پھنسا پڑا رہے اسکو یہ قدرت نہین کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اسکی معرفت مین پہونچے بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خالص بندون پر جو معجزات وکرامات فرمائے اسکو سچا نہ جانا اور اندھے بہرے انوار خطاب سے اپنے نفس کی ظلمات واجسام کی صورتون مین پڑے رہے۔ قولہ من یشاء اللہ یضللہ ومن یشاء یجعلہ علی صراط مستقیم۔ مشیت دو طرح پر واقع ہوتی ہے مقبول بندون پر قبول کی اور مردود بندون پر دور کر دینے کی اور اول سے رضامندی کی اور دوم سے نارضامندی وخشم وغضب کی۔ موافق اسکے ازل مین سعادت وشقاوت جاری ہو چکی ہے پس جو شخص کہ اپنے ابتداء ارادہ مین صادق نہ ہوا اس کو حق تعالیٰ ظلمات قہر مین گمراہ کر دیتا ہے اور یہ غیرت وصل ہے تا کہ جو اللہ تعالیٰ کی محبت مین صادق نہین ہے اس کو وصول نہ ہو اور جو بندہ کہ ابتداء ارادت مین صادق تھا اور اس نے دنیا مین اپنا عہد مضبوط بسبب پیروی نفس کے اور فرمانبرداری سے انکار کے نہین توڑا اور تصمیم اسکو نہین ہوئی اگرچہ مقام التباس مین خواب غفلت مین چندے پڑا رہا ہو گا پس الہام وانذار سے بیدار ہونے کے وقت ہوشیار ہو گیا اور ہادی خیر کی متابعت کر لی تو حق تعالیٰ خود ہی اپنی طرف اسکو راہ دیتا ہے اور معرفت وطاعت مین اسکو مستقیم کر دیتا ہے۔ پھر عقول روحانی کیواسطے طریق مستقیم یون حاصل ہوتا ہے کہ فکر سلیم اسکو عطا ہوتی ہے اور قلوب کیواسطے محبت کیساتھ صفات کی راہین ہین اور معرفت کیساتھ روحون کے لئے ذات کی طرف راہین ہین۔ قال المترجم اور بہت سے اکابر نے اور خود شیخ رحمہ اللہ نے جابجا تصریح کر دی ہے کہ معرفت صفات وذات سے مشاہدہ وکشف تحقیقی مراد ہے نہ کشف حقیقی اور فرق یہ ہے کہ کشف تحقیقی وہ معرفت ہے کہ عین حقیقت اسکے مطابق ہے جہان تک کہ کشف ہوا اور کشف حقیقی وہ دیدار عیانی ہے مثلاً جنت کا علم جہان تک حاصل ہوا اور آنحضرت صلعم نے بیان کیا اس سے ایک علم حاصل ہوا اور اگر پردہ سے اسکی فی الجملہ حالت ظاہر ہو تو کشف ہوا اور حقیقت اسوقت حاصل وواضح ہو گی کہ جب جنت مین بندہ داخل ہو گا اسی طرح حقیقت صفت وذات قیامت پر موعود ہے وہ دنیا مین حاصل نہین ہو سکتا ہے مگر جسقدر کشف تحقیقی یہان ہو گا اسقدر قیامت مین فضل الٰہی سے حقیقی دیدار ہونے پر مطابق وموافق ہو گا۔ اور جہانتک کشف ہونیکی قید اسواسطے ہے کہ ادراک بذات وصفات باری تعالیٰ باین طور کہ احاطہ ہو جائے ممکن نہین ہے اور یہ فی الجملہ دیدار ہے وبعض محققین نے اس بحث سے سکوت کیا کیونکہ علم قطعی شرعی مین احاطہ وعدم احاطہ سے سکوت ہے پس ہم اسکو قطعاً یقین کرتے ہین کہ دیدار حاصل ہو گا اور رہا یہ کہ احاطہ ہو گا یا نہ ہو گا اس سے کوئی بحث نہین کرتے اور یہ طریقہ اسلم ہے فافہم۔ قال الشیخ اور بعض مشائخ نے کہا کہ جس شخص کے حق مین اللہ تعالےٰ

Marfat.com

کا ارادہ بھلائی و ہدایت کیساتھ نہین مقدر ہوا وہ اپنی بری تدبیر کے پنجہ مین چھوڑ دیا جاتا ہے تاکہ گمراہی و ضلالت مین پڑا رہے اور جس کے حق
مین ہدایت کا ارادہ متعلق ہوا ہے اسکو اپنے اختیار مین کھینچ لیتا ہے پس وہ صراط مستقیم پر اس طرح ثابت رہتا ہے کہ جو قدرت و تقدیر مین
جاری ہوا ہے اسپر راضی و ہر حال مین شکر گذار رہتا ہے ۔ فافہم ۔

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ
تو کہہ دیکھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا یا آوے تم پر قیامت کیا اللہ کے سوائے کسی کو پکارو گے

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ
بتاؤ اگر تم سچے ہو بلکہ اُسی کو پکارتے ہو پھر کھول دیتا ہے جس پر پکارتے تھے اگر چاہتا ہے اور

تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ ع
بھول جاتے ہو جنکو شریک کرتے تھے اور ہم نے رسول بھیجے تھے بہت اُمتوں پر تجھ سے پہلے پھر اُن کو پکڑا سختی مین اور

الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ
تکلیف مین شاید وہ گڑگڑاوین پھر کیون نہ جب پہنچا اُن پر عذاب ہمارا گڑگڑائے ہوتے اور لیکن سخت ہوگئے

قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا
دل اُن کے اور اُن کو بھلے دکھائے شیطان نے جو کام کر رہے تھے پھر جب بھول گئے جو نصیحت کی تھی اُن کو کھول دیے ہم نے

عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ
اُن پر دروازے ہر چیز کے یہان تک کہ جب خوش ہوئے پائی ہوئی چیز سے پکڑا ہم نے اُن کو بیخبر پھر تب ہی وہ رہ گئے

مُّبْلِسُوْنَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
نا اُمید پھر کٹ گئی جڑ اُن ظالمون کی اور سراہے کام اللہ کا جو رب ہے سارے جہان کا

قُل کہدے اے محمد صلعم اہل مکہ سے ۔ اَرَءَیتَکُم ۔ اخبرونی ۔ مجھے خبر دو ۔ قال فی الکمالین اور بجائے استخبار کے یعنی خبر دیدو کی
جگہ رویت یعنی علم سے استفہام اسواسطے رکھا اور یہ نہین فرمایا کہ اخبرونی کہ کسی بات کی خبر وہی دے سکتا ہے جو اسکو جانتا ہو قال
المترجم اگر اخبرونی نتیجہ قرار دیا جاوے نہ تفسیر تو اولی ہوگا اور معنی یہ کہ بھلا تم جانتے ہو مجھے بتاؤ کہ ۔ اِن اَتٰکُم عَذَابُ اللّٰہِ ۔
دنیا مین اگر عذاب الٰہی تم پر آوے ۔ اَو اَتَتکُمُ السَّاعَۃُ بغتۃ یا اچانک تم پر قیامت ہی آجاوے ف جسمین تمھارے حق مین عذاب
الٰہی ہو تو ایسی حالت مین ۔ اَغَیرَ اللّٰہِ تَدعُونَ کیا غیر خدا کو پکارو گے ف یعنی جن کو شریک بناتے ہو ان مین سے کسی کو
پکارو گے ہرگز نہین پکارو گے ۔ اِن کُنتُم صٰدِقِینَ ۔ اگر تم سچے ہو ف اس بات مین کہ بت تم کو نفع پہونچاوینگے تو کیون اسوقت
نہین پکارو گے ۔ حاصل معنی یہ کہ تم بتون کو اپنے حق مین نفع پہونچانے والا اور ضرر دور کرنیوالا کہتے ہو تو مین تم سے پوچھتا ہون کہ بھلا
بتاؤ اگر تم پر دنیا مین عذاب الٰہی آجاوے یا قیامت ہی قائم ہوجاوے جسمین ایسا عذاب ہے تم مان لو تو ایسی حالت مین بتون کو پکارو گے
اور اس بلا کے دور ہونے کیلئے بتون کی طرف التجا لاؤ گے اگر سچے ہو تو بتلادو گے کہ نہین تو ۔ پھر آگے صرح کردیا ۔ بَل اِیَّاہُ ۔ نہین بلکہ اللہ تعالی
ہی کو تَدعُونَ ۔ پکارو گے سختیون مین فَیَکشِفُ مَا تَدعُونَ اِلَیہِ ۔ پس دور کردیگا تم سے ضرر وغیرہ اِن شَآءَ اگر دور کرنا

کرنا چاہیے ف یعنی وہ ہر حال میں ہر بات پر قادر ہے لیکن بعض صورتوں میں خلاف اس کے مشیت و حکمت کے رو سے ضروری ہے مثلاً ایک شخص موذی ہے کہ لوگوں کو سخت ضرر پہنچاتا ہے یا کوئی ایسا ہے جو ملکوں کو تباہ کرتا ہے لوگوں کے بال بچے و مال تلف کرتا ہے تو جب کوئی عذاب میں اسکا تباہ ہونا بہتر ہے تا کہ بہت لوگ امن میں رہیں اور مشرکوں کا فعل اس سے زیادہ سخت ہے لہذا یہاں شرط لگادی کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ ہی سے دعا مانگو گے اور وہ سب بات پر قادر ہے تمہاری مصیبت کو مٹا دے بشرطیکہ چاہے۔ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ اور اس حال میں تم سب بھول جاؤ گے جن کو شریک لاتے ہو ف کسی کو نہ پکارو گے تم کو خود یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے بیشک تمہید عذاب نزدیک ہے پھر بلا وغیرہ حالت امن میں کیوں شریک بناتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہر حال میں کیوں التجا نہیں کرتے ہو اور اس آیت میں کھلا بیان حق ہوا اور آگے آنحضرت صلعم کو خطاب فرما کر سنت الٰہی کا بیان فرمایا۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ میں مذاکرہ اور مفعول ارسلنا محذوف ہے بسبب ظہور کے یعنی ارسلنا رسلاً۔ البتہ ہم نے بھیجے بہت رسول تجھ سے پہلے زمانہ میں اگلی امتوں کی طرف ف پس تجھ سے پہلے ان لوگوں نے اپنے رسول کو جھٹلایا۔ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ پس ہم نے ان کو نہایت محتاجی و قحط میں گرفتار کیا۔ وَالضَّرَّآءِ اور بیماریوں یا عام مضرت میں ف مانند جانوں تلف ہونے مال جانے اور وبا پھیلنے وغیرہ میں پکڑا اور یہ ان کو تنبیہ تھی۔ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ کہ شاید یہ گڑگڑا دیں ف ایمان لاویں کیونکہ مصیبت کے وقت نفس کی سرکشی فرو ہو جاتی ہے لیکن ان بدبختوں کو اثر نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا کیوں وہ نہیں گڑگڑائے جبکہ ان پر ہمارا باس یعنی چھوٹے عذاب میں پکڑا جانا پہنچا تھا ف یعنی باوجود اس مقتضی موجود ہونے کے کیوں ایسا نہ کیا اگر نیک بخت ہوتے تو ضرور تضرع کرتے۔ وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ولیکن ان کے دل تو قاسی اور سخت ہو گئے ف اور ایمان کے لئے نرم نہ ہوئے۔ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ اور شیطان نے ان گناہوں کو ان کی آنکھوں میں زینت کر دکھایا جو کیا کرتے تھے ف پس انہیں پر اڑے رہے اور نہ سمجھے اور رسول کا کہنا نہ مانا۔ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ لفظ ما ترکوا ما وعظوا وخوفوا به من البأساء والضراء فلم يتعظوا یعنی پھر جب ترک کیا اور بے پروائی سے پیچھے ڈال دیا اسکو جس سے نصیحت و خوف دلائے گئے تھے یعنی باساء و ضراء کو پس اس سے نصیحت حاصل نہ کی۔ حاصل یہ کہ جب یہ گرفت ان کو سودمند نہ ہوئی اور نہ مانے تو عجیب پیچ سے عذاب میں ڈالے لئے دوسروں کو۔ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ۔ اکثر قاریوں کے نزدیک فتحنا از فتح ہے اور ابو عامر کی قراءۃ میں تشدید فتّحنا ہے از باب تفعیل ہے اور معنی میں بھی تخفیف و تکثیر کا فرق ہے کہ اول کے معنی ہم نے کھول دیئے اور دوم قراءۃ پر معنی یہ کہ پھر ہم نے خوب فراخی کیساتھ کھول دیئے ان لوگوں پر دروازے ہر چیز کے ف یعنی ہر طرح کی نعمت ہم نے ان پر خوب فراخ کر دی اور یہ درحقیقت ان کے حق میں استدراج تھا کہ خوار کرنے کو ان کی رسی ڈھیلی کر دی۔ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا۔ یہاں تک کہ جب اترائے اس چیز پر جو دیئے گئے ف ہر چند کہ اللہ تعالیٰ نے درحقیقت یہ چیزیں ان کو دیں ولیکن وہ جہالت سے اپنے بداعمال و بداعتقادات وغیرہ شرک سے سمجھے۔ اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً تب اچانک ہم نے ان کو عذاب میں گرفتار کر لیا۔ فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ۔ بس ناگہان وہ ہر بھلائی سے مایوس ہو گئے۔ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا۔ پس کاٹ دی گئی دابر اس آخر اس قوم کے جس نے ظلم کیا ف یعنی جڑ سے نیست کر دیئے گئے اور رسول و مومنوں کو نجات و فتح ملی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ علی نصر الرسل واہلاک الکافرین۔ یعنی حمد ہے اللہ تعالیٰ کے واسطے ف اس بات پر کہ رسولوں کو فتح دی گئی اور کافر ہلاک کئے گئے اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوا یعنی اسی پاک پروردگار عزوجل نے ایسا کر دیا۔ قال الوالبی عن ابن عباسؓ مبلس بمعنی ناامید۔ یعنی ہر بھلائی سے مایوس۔ قال الحسن البصری رح

جس پر اللہ تعالیٰ نے رزق و اموال وغیرہ مین فراخی دی اور وہ اس بات سے ڈرتا نہ رہا کہ شاید یہ مکر قدیم ہو تو اسکی رائے کا کچھ اعتبار نہین اور جسپر اللہ تعالیٰ نے تنگی ڈالی اور وہ یون نہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہی وہ مجھے دیکھتا ہی کہ یہ بندہ صبر اور ثابت قدمی کرے پس اگر یہ نہین سمجھا تو اسکی رائے کا کچھ اعتبار نہین پھر یہ آیت پڑھی۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیھم الآیۃ۔ پھر حسن رح نے کہا کہ قسم ہے رب الکعبہ کی کہ مکر مین ڈالی گئی یہ قوم کہ جو چاہتے تھے ان کو دیا گیا پھر پکڑ کر مٹا دیئے گئے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ قال المترجم اسمین حکمت عجیب ہی کہ سختی و مصیبت مین خالق و معبود عزوجل کو نہ یاد کیا اور فراخی مین بھی یاد نہ کیا اور چونکہ مخلوق تھے تو آخرت کا عوض دنیا مین ان کو بھر دیا اور شہوات جن سے دوزخ محفوف ہی انھون نے جلد طے کر لین پس استدراج و کفر مین اور شرک و بد اعتقادی مین خوب قدم جما لیا پس معیاد مقدر پر جڑ سے اُکھاڑ پھینکے گئے۔ فافہم۔ قال قتادۃ رح اس قوم نے امر الٰہی سے تجاوز و سرکشی کی اور اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو عذاب مین گرفتار کیا اسکو اسکی مستی و غرور و اترانے مین پکڑا پس اے لوگون کبھی اللہ تعالیٰ پر مغرور مت ہو اور وہی لوگ حضرت باری تعالیٰ جل جلالہ کے خوف و عظمت سے مغرور بے پروا ہوتے ہین جو فاسق و کافر ہین۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اسی واسطے اعتقاد مین قرار پایا کہ ایمان درمیان خوف و اُمید کے ہی جو بخوف ہوا وہ کافر اور جو نا اُمید ہوا وہ کافر اور یہ قطعی دو آیتون سے ثابت اور معروف ہی۔ قال الزہری رح قولہ فتحنا علیھم ابواب کل شیٔ۔ کہا کہ دنیا کی چیزون مین سے ہر چیز جو چاہی وہ آسانی سے دیدی۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے نبی صلعم سے روایت کی کہ جب تو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اسکے گناہون پر دنیا کی نعمتین جو وہ چاہتا ہے دیتا ہے تو یہ استدراج ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیھم ابواب کل شیٔ الآیۃ۔ رواہ احمد و ابن جریر و ابن ابی حاتم۔ اور عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حق مین عذاب کا ارادہ کرتا ہی تو ان کے واسطے بدکاریون کا دروازہ کھول دیتا ہی مع شہوات کے یہان تک کہ جب دیئے ہوئے پر اترائے تو ناگاہ ان کو ماخوذ کر لیتا ہے پس اچانک وہ مایوس ہو جاتے ہین۔ رواہ ابن ابی حاتم والامام احمد وغیرہ ف۔ عرائس مین کہا کہ قولہ تعالیٰ اغیر اللہ تدعون ان کنتم صادقین بل ایاہ تدعون۔ جاہل مخلوق وقت نزول بلاء کے غیر کی طرف رجوع لاتے ہین اور یہ امتحان ہی پس عار دلایا کہ دعوی معرفت مین اگر سچے ہو تو غیر کی طرف کیون رجوع کرتے ہو اور اس ارادہ و نیت پر مشرک ہوتے ہو حالانکہ تمام مخلوق اس کی عظمت و جلال مین فنا ہے پس پکارنا اسی کی طرف راجع ہوتا ہی اگرچہ جہالت سے جاہل یہ سمجھے کہ اُسنے غیر کو پکارا اور اس سے معاونت پائی ہے۔ اور نیز اسمین توبیخ ہے کہ حالت عیش مین درگاہ خالق سے رجوع کرکے مخلوق کی طرف رجوع لاتے ہین اور سختی و مصیبت مین اوتعالیٰ کی طرف دعاؤن کے ہاتھ بڑھاتے ہین مگر عیش مین تو حلاوت یاد الٰہی سے حظوظ نفس کی طرف دوڑے تھے اور مصیبت مین جو پھر آئے تو قرب مشاہدہ کے واسطے نہین بلکہ ضرر دفع ہونے کے واسطے اور یہی اکثر علماء و صوفیہ کا حال ہی بعض نے کہا کہ غیر کے اوپر بھروسا کرتے ہین حالانکہ اوتعالیٰ نے مقام صادقین مین رکھا ہے۔ قال الجریری نیک بخت بندے تو ابتدا سے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہر حال مین رجوع رکھتے ہین اور عوام مصیبت کے وقت رجوع لاتے ہین۔ قال الجنید رح جو حق تعالیٰ کو یاد کرے و پکارے تو اُسی سے اُسی کے واسطے پکارے بدون اسکے کہ اسمین اسکو کوئی مزہ ہو یا نفس کو اس پکار مین دخل ہو۔ قال المترجم یہ قول کمال عرفان سے ہی اور توضیح اسکی سابق مین گذری ہی فتذکر بعض نے کہا کہ غافل از خطاب کا مرجع پس اسی کی درگاہ ہی۔ قولہ فاخذناھم بالبأساء الخ۔ یہ حال مفلس قوم کا ہی کہ حق تعالیٰ نے قہر کے کوڑے سے اپنی محبت سے تونگر کرنے کو پھیر اور نہ محبت والا ایک دم غافل نہین کرتا۔ تعالیٰ جس قوم کو حفظ مین لیتا ہی ان کو بلاء و محنت مین ڈالکر اپنی ہی طرف گڑگڑانا رکھتا ہی کہ غیر کی طرف مشغول نہ ہون۔ اور نیز

جو مرید کہ ذکر کے مزے مین پڑتے ہین اُن کو مضر تون و بلاؤن سے اس مزے سے چھڑا کر پھر خالص تجرید و توحید سے بدون دخل نفس کے اپنی طرف لاتا ہے جبکہ ثابت قدم رہین۔ ابن عطار رح نے کہا کہ سب باہین اُن کی رو گی گئین کہ اس کی طرف رجوع لاوین قولہ۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ۔ اس قوم سے بھی نصیحت نکال لینا چاہیے جو بزرگون کے نصائح سے غفلت کرتے ہین حتیٰ کہ بہتون کو ظہور کرامات سے اپنے نفوس کی طرف میلان ہوتا ہے پس ان پر دروازے مفتوح ہوتے ہین اور مخلوق کے نزدیک انکی جگہ ہوتی ہے لیکن اگر اس طرف جھکے تو خوب سوراخ پیدا کرتے ہین اور آخر مین وہ فضیحت ہوتے اور مکار ظاہر ہوجاتے ہین اور آخر حسرت و ندامت پر مرتے ہین یعنی بعد اسکے درجہ کرامت نہین پاتے ہین کیونکہ انھون نے طریقہ ہدایت و توحید و اسلام مین خیانت کی پھر نیک بندون سے جو انکی سرحد و ایذا اسلام سے دور ہوئے اور انکے عدم و وجود سے کوئی پرواہ نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے نیک بندون کی طرف سے اور اپنی صمدیت کے اظہار مین الحمد للہ رب العالمین سے حمد و ثنا فرمائی ہے

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَ خَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ

تو کہہ دیکھو تو اگر چھین لے اللہ تمھارے کان اور آنکھین اور مہر کردے تمھارے دل پر کون

اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ۝

وہ رب ہے اللہ کے سوائے جو تم کو یہ لا دیوے دیکھ ہم کیسے پھیرتے ہین باتین پھر وہ کنارہ کرتے ہین

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا

تو کہہ دیکھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا بیخبر یا روبرو کوئی ہلاک ہوگا مگر

الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۝

وہی لوگ جو گنہگار ہین اور ہم جو رسول بھیجتے ہین نہین مگر خوشی اور ڈر سنانے کو

فَمَنْ اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

پھر جو کوئی یقین لایا اور سنوار پکڑی تو نہ ڈر ہے اُن پر نہ وہ غم کھاوین

وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝

اور جنھون نے جھٹلائی ہماری آیتین اُن کو ملیگا عذاب اُسپر کہ بے حکمی کرتے تھے۔

قُلْ۔ اہل مکہ سے کہدے۔ اَرَءَيْتُمْ اخبرونی بھلا جانتے ہو تم مجھے بتاؤ۔ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ اگر اللہ تعالیٰ تمھاری شنوائی لے لے ف یعنی بہرا کردے یعنی جو قوت کان مین رکھی ہے اسکو گرفتہ کرلے یا خود کان ناپید کردے وَ اَبْصَارَكُمْ اور تمھاری بینائی لے لے وَ خَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ تمھارے دلون پر مہر کردے ف کہ کچھ تمیز کسی چیز مین نہ رہے۔ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ تو بھلا اللہ تعالیٰ کے سوائے وہ کون آلہ ہے کہ تم کو یہ چیزین لادے ف یعنی جو تم سے اللہ تعالیٰ نے چھین لین یعنی تمھارے زعم کے موافق وہ معبود کون ہے جو اسکو لادے یعنی تم کو پھر دیدے اور یہ شکریہ محسوسات کی نعمت کا مع تنبیہ ہے کہ بہتیرے تم مین سے بہرے اندھے پاگل ہین حالانکہ کسی بت سے نہ ہوا کہ وہ تندرست ہوجاتے اور یہ تقدیر خلقت الٰہی عز و جل ہے پس اگر تم لوگ جو تندرست ہو تم پر یہ بلا طاری ہو تو بھلا کون ہے جو اسکو پھیر لادے پس معبود خالق عز و جل کا شکریہ ادا کرو اور اسی کی توحید کرو۔ پھر آنحضرت صلعم کو خطاب فرما کر ہر ابتلا کو تعجب لایا اور جن کی نظر مین وحدانیت نہایت روشن نظر آتی ہے اُسکو یقین دلایا کہ ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے چنانچہ فرمایا۔

اُنظُرۡ کَیۡفَ نُصَرِّفُ الۡاٰیٰتِ۔ یعنی دیکھ کہ کیونکر ہم بیان کرتے ہین آیات اپنی وحدانیت کی ف۔ بعض نے کہا کہ نصرف یعنی
مکرر طرح طرح سے اپنی وحدانیت کی دلیلین اُن کو دیتے ہین۔ ثُمَّ هُمۡ یَصۡدِفُوۡنَ پھر وے ان دلالات سے اعراض کرتے
ف۔ کہ ایمان نہین لاتے ہین قُلۡ اَرَءَیۡتَکُمۡ اے محمد ان مشرکون سے کہدے کہ بھلا مجھے بتادو کہ اِنۡ اَتٰکُمۡ عَذَابُ اللّٰهِ بَغۡتَةً
اَوۡ جَهۡرَةً۔ لیلاً او نہاراً۔ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آجاوے دن مین یا رات مین تو بھلا اس عذاب مین کون تباہ ہوگا ف۔ بغتۃ یعنی اچانک
سے مراد رات کو سوتے مین اور جہرۃ سے مراد دن کو جاگتے مین۔ بقرینہ قولہ تعالیٰ بیاتاً او نہاراً ماذا یستعجل الآیۃ۔ اور یہی حسن بصری رح نے کہا اور بیضاوی
مین ہے کہ بغتۃ یعنی اچانک بدون پہلے کچھ ایسے آثار ظاہر ہونگے جو عذاب آنے پر دلالت کرین اور جہرۃ بعد ظہور مقدمات عذاب کے یا اگر
اس طرح تم پر عذاب آجاوے تو تباہ کون مرے۔ هَلۡ یُهۡلَكُ اِلَّا الۡقَوۡمُ الظّٰلِمُوۡنَ یعنی اگر اس طرح عذاب آوے تو بھلا کونی ہلاک
ہوگا سوائے ان لوگون کے جو ظالم یعنی کافر و مشرک ہین ف۔ کلام نہایت بلاغت کے اسلوب پر ہے کہ انھین سے اس امر کی خبر مانگی
یعنی مستقر کیا کہ تم جانتے ہو کیونکہ نہایت اظہر و کھلی بات ہے اور حدیث مین آیا کہ جو لوگ باوجود قدرت کے بھلی باتون کی نصیحت اور بری
باتون سے منع نہ کرینگے تو امید رکھین کہ بدکارون کے ساتھ منع نہ کرنیوالون کو بھی عموماً اللہ تعالیٰ عذاب مین پکڑے تو اسمین منع نہ کرنے
والون کی بھی خطا و گناہ ہے لیکن دیگر احادیث مین ثابت ہے کہ بعض عذاب آنے پر نیک و بد سب ہلاک ہوجاتے ہین اور قیامت مین اپنی
اپنی نیت پر اُٹھائے جاوینگے تو مراد اس سے یہ ہے کہ وہ وقت اُن نیکوکارون کے حق مین باعث فتنہ و مصیبت تھا پس اُنکا ہلاک ہونا
اُن کے حق مین رحمت ہوا اور بدکارون پر عذاب ہے اور یہ بعض روایات مین خود مصرح ہے اور آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا پس اگر
ظالمون سے ہر وہ شخص مراد ہو جس نے خلاف حکم الٰہی ایسا کام کیا جس پر عذاب آیا تو ہلاک سے مراد عذاب کے طور کی ہلاکت ہے یعنی عذاب کی
موت وہی مرینگے جو ظالم ہین پھر آنحضرت صلعم کی تسلی اور کافرون کا زعم توڑنے والا کلام فرمایا۔ وَمَا نُرۡسِلُ الۡمُرۡسَلِیۡنَ اِلَّا مُبَشِّرِیۡنَ
وَمُنۡذِرِیۡنَ۔ اور ہم تو بھیجتے نہین رسولون کو مگر خوشی سنانے و ڈر سنانے والے ف۔ یعنی ایمان لانے والے کو جنت و رضائے الٰہی کی
خوشخبری سنانے والے جسکو اہل ایمان بعد لذت حاصل ہونے کے خوب سمجھ جاتے ہین اور کفر کرنے والون کو دوزخ سے انذار کرنے والے
کہ آخر بعد موت کے بلکہ موت کی حالت مین کافر خوب جان لیتے ہین اگرچہ اسوقت کچھ فائدہ نہ ہو۔ پس نیک بخت وہی ہین جو اس بشارت
و ڈراوے پر سمجھ جاوین غرضکہ رسول کا کام تو یہی ہے کہ خوشخبری دیدے مطیع کو اور خوف سناوے کافر کو فَمَنۡ اٰمَنَ پھر جو ایمان لے آیا
وَاَصۡلَحَ اور صلاح کی ف۔ اور اپنے ظاہر و باطن افعال و اخلاق کی اصلاح کی موافق شریعت پاکیزہ کے جو کمال عدل و حکمت ہے۔ فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ
وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ۔ تو پھر اُن کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ کچھ غم ہے ف۔ بعد موت کے دائمی راحت ہے۔ وَالَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا اور جنھون نے ہماری
آیات کو جھٹلایا ف۔ اور یہ نہایت ہی بھاری جرم ہے پس۔ یَمَسُّهُمُ الۡعَذَابُ بِمَا کَانُوۡا یَفۡسُقُوۡنَ۔ اُن کو عذاب جا لگیگا بسبب
ان کے فسق اور حد سے بڑھ چلنے کے۔ قال ابن زید یعنی بسبب جھٹلانے و کفر کرنے کے۔ یا محمد رسول اسواسطے نہین ہوتے ہین کہ حق
بات ظاہر ہوئے پر وہ بات تو نہ مانو اور ان سے جہالت سے آیتین مانگو بلکہ خود تم پر ازلی عہد پر حضرت خالق عز و جل کی بندگی فرض ہے
لیکن بھول گئے تو حضرت پروردگار تعالیٰ کا احسان ہے کہ رسول بھیجدئے اور آداب بندگی و عبادت کے طریقہ سب سکھلائے یہ احسان بہت
بڑا ہے عجب ہے کہ کھلی نصیحتین و تبلیغ ہو اور پھر منہ موڑے جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ عز و جل پاک بے پرواہ ہے مانو ورنہ اپنے آپ کو خوار کرو ف
فی العرائس شیخ ترمذی یعنی حکیم نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمھارے سمع کو فہم خطاب سے گرفتہ کر لیا اور بینائیون کو صنائع قدرت سے عبرت

Marfat.com

حاصل کرنے سے گرفتہ کیا اور دلوں سے معرفت نیست کردی تو بھلا کوئی شخص ہے کہ ان ابواب میں سے کوئی دروازہ کھولدے سوائے
اسی پاک پروردگار ذوالجلال والاکرام کے۔ کلا ہرگز کوئی نہیں ہے بلکہ وہی پاک تعالیٰ فضل سے ابتدا میں نعمت دیتا ہے اور وہی انتہا میں
فضل سے اسکو تمام کردیتا ہے۔ قولہ فمن آمن واصلح الآیہ۔ جس نے اتباع رسول اللہ صلعم سے یقین و طاعت کیساتھ ہر دم اپنے قلب کو
درگاہ الٰہی میں پاکیزہ از خطرات نفسانی وغیرہ رکھکر حاضر رکھا اور اسی کی طرف سے قبول و ہدایت پر نظر رکھی اور اس کی یاد و تعریف
سے دل کو آباد کیا اور نفس و شیطان کے ہواجس و خطرات سے برباد نہ کیا تو اسکو مرتبہ احسان کا فضل الٰہی حاصل ہونے کے بعد پھر
محجوب و منقطع ہونے کا درد و غم بعد نعمت عزیز یعنی موت کے کچھ نہیں ہوگا۔ اور بعض مشائخ نے اسی کو مختصر خلاصہ کر کے بیان کیا کہ
جس نے ظاہر کو امور شرع کی پابندی سے صلاحیت پر رکھا اور باطن کو سنن نبوی صلعم اور باطنی سے احکام سے خالص کیا ان کو کچھ خوف
وملال نہیں ہوگا نہ خوف انقطاع بعد موت کے اور نہ ملال حجاب۔ فافہم۔ قال المترجم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مکابرات و بیہودہ
خواہشوں کا دروازہ بند کردیا کہ اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ یوں کہدے۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ
توکہہ میں نہیں کہتا تم سے کہ مجھ پاس ہیں خزانے اللہ کے نہ میں جانوں غیب کی بات اور نہ میں کہوں تم سے کہ میں
مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۚ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ ع ۵ ۱۱
فرشتہ ہوں اسی پر چلتا ہوں جو مجھکو حکم آتا ہے توکہہ کب برابر ہوسکے اندھا اور دیکھتا کیا تم دھیان نہیں کرتے
وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ
اور خبردار کردے اس قرآن سے جن کو ڈر ہے کہ جمع ہونگے اپنے رب کے پاس ان کا کوئی نہیں اس کے سوائے
وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ
حمایتی نہ سفارش والا شاید وہ بچتے رہیں اور نہ ہانک ان کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو
بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۭ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ
صبح اور شام چاہتے ہیں اس کا منہ تجھ پر نہیں ان کے حساب میں سے کچھ
وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝
اور نہ تیرے حساب میں سے ان پر ہے کچھ کہ تو ان کو ہانک دے پھر ہو تو بے انصافوں میں سے
وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ
اور اسی طرح ہم نے آزمایا ہے ایک کو ایک سے کہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے فضل کیا ہم سب
بَيْنِنَا ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۝ وَاِذَا جَاۗءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
میں کیا اللہ کو معلوم نہیں ہے حق ماننے والے اور جب آویں تیرے پاس ہماری
بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ
آیتیں ماننے والے تو کہہ سلام ہے تم پر لکھی ہے تمہارے رب نے اپنے اوپر مہربانی کہ جو کوئی

Marfat.com

عَمِلَ مِنۡكُمۡ سُوۡٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ وَاَصۡلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ

کرے تم مین برائی نادانی سے پھر اس کے بعد توبہ کی اور سنوار کری تو یون ہر کہ وہ ہر بخشنے والا مہربان

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ وَلِتَسۡتَبِيۡنَ سَبِيۡلُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ۞ ۱۴ع

اور اسی طرح ہم بیان کرتے ہین آیتین اور کھل جاوے راہ گنہگارون کی

اور دی رح وغیرہ نے ذکر کیا کہ جب مشرکین قریش نے ہٹ کرنی شروع کی سرکشی سے کہ ایسی آیتین مانگین جو خواہ مخواہ ان کو ایمان لانے پر مجبور کرین حتی کہ اسکے بعد ایمان بالغیب کے معنی بھی گویا باقی نہ رہین تو اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلعم کو حکم دیا کہ صاف صاف سچی بات ان سے کہدے کہ میرے پاس اللہ تعالی کے خزائن نہیں کہ جو کچھ مین چاہون اسکو لے آؤن چنانچہ فرمایا۔ قُلۡ لَّاۤ اَقُوۡلُ لَكُمۡ عِنۡدِىۡ خَزَآئِنُ اللّٰهِ۔ مین تم سے یہ نہیں کہتا ہون کہ میرے پاس اللہ تعالی کے خزانے ہین ف یعنی اللہ تعالی کے وہ خزائن جن سے رزق دیتا ہی۔ خزائن جمع خزانہ بکسر اول وہ جگہ جسمین کوئی چیز محفوظ ہو کہ غیر کا ہاتھ نہ پہونچے اور یہان استعارہ ہی خزائن قدرت سے جسمین ہر چیز موجود ہے یعنی آنکہ مقدور تحت قدرت ہی اور مفسر رح نے جو خزائن رزق مراد لئے تو مجھے اسکی وجہ ظاہر نہین ہوئی اور جو مین نے ذکر کیا وہ اظہر ہے واللہ اعلم۔ بالجملہ فرمایا کہ مشرکین سے کہدے کہ میرے پاس خزائن الٰہی نہین۔ وَلَاۤ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ۔ اور نہ مین غیب جانتا ہون ف اے ماغاب عنی ولم یوح الی یعنی غیب مصدر سے مراد آنکہ جو مجھ سے غائب ہی اور مجھ پر وحی سے ظاہر نہین کیا گیا اور اجماع ہی کہ عالم الغیب والشہادۃ یعنی لاطلاق سوائے حق تعالی جل جلالہ کے کوئی نہین ورجبکہ آنحضرت صلعم سے تصریح آئی تو پھر اور کون ہی کہ عالم الغیب ہوگا اور بہت حدیثون سے یہ مضمون ثابت ہی اور حدیث صحیحین وغیرہ سوال جبرئیل ع بصورت آدمی از اسلام و ایمان و احسان وغیرہ مین مصرح ہی کہ قیامت کے آنیکے وقت کو جاننے سے آپنے انکار کیا اور عوام مین جو مشہور ہو رہا ہے کہ تیرہ صدی یا چودہ صدی مین ہوگی تو یہ غلط اور محض بہتان ہی اور لعین شرع مین کسی حدیث و آیت مین اسکا ذکر ہی نہین ہی لہذا مسلمان اس سے پرہیز کرین اور یہی یقین کرین کہ اللہ تعالی دانا تر ہے کہ کب دیگی ہان اسکے علامات بہت حدیثون مین آئے ہین چنانچہ اس زمانہ مین ان علامات مین سے بہت سے ظاہر ہو چکے حتی کہ گمان کیا جاتا ہی کہ صرف ایک چوتھائی علامات یا اس سے کم ظاہر ہونے کو باقی ہین اور آثار ایسے موجود ہین کہ جن سے گمان ہوتا ہی کہ وہ بھی جلد ظاہر ہو جاوین در تحقیقی علم فقط اللہ عزوجل کو ہی اور سوائے اسکے اور کوئی علی الاطلاق عالم الغیب نہین ہے اور اللہ تعالی کو جو عالم الغیب کہتے ہین حالانکہ کوئی چیز بھی اللہ تعالی سے غائب نہین تاکہ وہ اسکا عالم کہلاوے تو معنی اسکے یہ ہین کہ مخلوقات سے جو چیزین غائب ہین ان سب کو وہی جانتا ہی اور تفصیل یہ ہی کہ علم مخلوقات کا باہم مختلف ہی کوئی زیادہ جانتا ہی کوئی کم جانتا ہے حتی کہ جبرئیل کو جنت و دوزخ کا آنکھون دیکھا ہوا علم ہے حالانکہ ہم اسپر ایمان بالغیب رکھتے ہین اور آنحضرت صلعم نے بھی دوزخ و بہشت اور جبرئیل سے بھی زیادہ دیکھ لیا تو دوزخ و بہشت وغیرہ جن کو آپنے دیکھ لیا اسپر آپکا ایمان بالغیب نہین رہا بلکہ مشاہدہ ہو چکا لہذا اگر کسی ولی کو مشاہدہ سے کسی ایسی بات کا علم محض فضل الٰہی سے حاصل ہوا جو ہم کو نہین حاصل ہی تو وہ اس سے غیب دان نہین ہو گیا جیسے عوام کا حال ہی کہ اگر کسی ولی نے کرامت سے کوئی ایسی بات بتلادی جو عوام کی نظر سے مخفی ہی تو اسکو غیب دان کہنے لگے حالانکہ ولی مذکور اسی قدر جان سکتا ہے جو اللہ تعالی اسکو اپنے کرم سے کشف فرماوے اسی سے حضرت یعقوب علیہ السلام پیغمبر بزرگ کو یہ معلوم نہین ہوا کہ یوسف علیہ السلام اسی شہر کنعان کے باہر ایک کنوین مین پڑے ہین کیونکہ اللہ تعالی نے یہ علم نہ دیا اور کشف نہ فرمایا اور پھر جب مدت دراز کے بعد وہ مصر کے حاکم ہوئے اور منظور ہوا کہ اب یعقوب علیہ السلام

Marfat.com

کو دیدار نصیب ہوا اور یوسف علیہ السلام نے اپنا لباس دیا کہ اس کو باپ کی آنکھون پر جا کر ڈالو اُن کی آنکھین روشن ہو جاوینگی تو سیکڑون کوس کے
فاصلہ سے اس پیراہن کی خوشبو ناک مین پہونچ گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نسیم رحمت سے خبردار کر دیا اسمین سعدی علیہ الرحمہ نے خوب فرمایا
ہے کسے پرسید زان گم کردہ فرزند ٭ کہ اے روشن گہر پیر خردمند ٭ ز مصرش بوئے پیراہن شنیدی ٭ چرا در چاہ کنعانش ندیدی ٭ بگفت
احوال ما برق جہان ست ٭ دمی پیدا و دیگر دم نہان ست ٭ مترجم کو یہ گفتگو برادران اسلام کے سمجھانے کو لانی پڑی کہ لوگون
نے افراط و تفریط کرنی شروع کردی ہے اور بدتر حالت یہ ہی کہ بعضے جوگی اور گوشائین اور رنڈے فقیرون سے جن کو نماز روزہ کیسا ایمان
سے بھی نصیب نہین ہی اُن سے کوئی ایسی بات سنی یا دیکھی جو ان کو عجیب معلوم ہوئی اور کوئی غائب بات کی خبر دیدی تو اسی کو کامل اور
غیب دان جاننے لگے اور یہ نہایت بُری بات ہی کہ اس سے اپنا ایمان کھویا اور شرک کیا اور جو غضب الٰہی اس رنڈے جوگی مین ہی
وہی اُس کے دل پر بھی پیدا ہوگا بسبب اسکے کہ یہ اسکا معتقد ہی اور یہ یاد رہے کہ ہرگز کچھ بھی نفع نہ ہوگا سوائے اسکے کہ ایمان برباد ہو
اور خاتمہ بخیر نہو لیکن اتنی بات مترجم کو بیان کرنی ضرور ہے کہ اصل مین یہ کیا بات ہی جس سے یہ جاہل لوگ معتقد ہو کر اپنے کو خراب کرتے ہین تو واضح
رہے کہ شیطان کا حال حدیث صحیح سے یون ثابت ہوا کہ وہ ملائکہ کے آپس کی باتون سے بعضی بات چوری سے سن بھاگتا ہے اور وہ
بات درحقیقت سچی ہوتی ہی پس وہ جوگی یا گوشائین یا رنڈے فقیر یا رمال وغیرہ کو وہ بات القا کرتا ہی اور یہ لوگ اپنے معتقد کو بتلا دیتے
ہین کہ ایسا ہوگا پھر جہان وہ بات سچ واقع ہوئی اور عوام جاہل پس اسکو غیب دان اور کامل سمجھنے لگے اور بعضی بات سچی تو وہی ہوتی ہی
جو سن بھاگا اور سیکڑا ہا باتین جھوٹی اٹکل کی ہوتی ہین اسمین کوئی سچی پڑجاتی ہی اور کوئی جھوٹی۔ پھر واضح ہو کہ اسرار بزرگان صوفیہ
سے یہان ایک بھید بضرورت ظاہر کرنا چاہیئے وہ یہ ہی کہ مجاہدہ و ریاضت سے جسم کو جو لوگ صاف کرتے ہین خواہ وہ حق طور پر یعنی
شرع شریف کے طور پر ہو یا باطل طور پر مانند جوگ وغیرہ ہو بہرحال جب جسم کثیف اس ریاضت سے ہلکا و لطیف ہو جاتا ہی تو روح حیوانی
جو اس جسم کے متعلق ہی وہ کھل جاتی ہی اور بسا اوقات اسکی روشنی سے بہت دور دور ملکون کی کیفیت صاف صاف نظر آتی ہی اور یہ
کچھ ایمان و کرامت و کمال نہین ہے بلکہ ایک عمل ہی حتی کہ انگریزون مین مسمریزم کا عمل مشہور ہی پس اسی عمل سے یہ لوگ دور کی باتین اور
لوگون کی نظر سے پوشیدہ باتین بتا دیتے ہین لیکن عوام کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرما دے کہ یہ جانورون کی طرح اسکو کمال و کرامت مانکر
معتقد ہو جاتے ہین حالانکہ فقط استدراج ہی جسکو ایمان و بزرگی اور کمال سے کچھ بھی نصیب نہین ہی بلکہ بزرگان دین اسکو بہت بُرا جانتے
ہین کیونکہ یہ جسم کے متعلق ہی اور روح قدسی کے مخالف ہی اور جلد اس منزل سے جو نہایت ادنیٰ منزل مقام لاہوت کی منزلون مین سے ہی گذر جاتے
ہین تاکہ ناسوت کی طرف توجہ نہو جاوے اور سوائے حق تعالیٰ کے دنیاوی خیال مین نہ پڑ جاوین اور یہ بات شیخ ثنا ء اللہ قدس سرہٗ پانی پتی
نے رسالہ تصوف مین اور دیگر بزرگون نے مصرح بیان کردی ہی اور امام غزالی علیہ الرحمہ نے ہوا مین اُڑنا و پانی پر چلنا وغیرہ بہت سی حکایات ان
گمراہ استدراج والون کی نقل کردی ہین تاکہ عوام جاہل متنبہ ہو کر اپنا ایمان برباد نہ کرین اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے اور اُسی کی
ہدایت کے بغیر کچھ ہدایت نہین اور اسکی توحید نہو تو کچھ ایمان نہین ہے۔ اب تفسیر کی طرف رجوع کرنا چاہیئے پس مفسر رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ
جزائے خیر دے کہ قولہ تعالیٰ لا اعلم الغیب۔ کی اچھی تفسیر بیان کی کہ مراد یہ کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ عز و جل نے اپنے بندہ و رسول محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو حکم دیا کہ سچی بات صاف کہدے کہ مین غیب کو نہین جانتا یعنی جہانتک مجھے مشاہدہ ہی وہ تو معلوم ہی پھر جو مجھ سے غائب ہی اگر
وحی الٰہی سے بتلایا گیا تو مین جانتا ہون اگرچہ آسمانون و زمین کا انکشاف ہو اور اگر وہ وحی سے مجھے بتلایا نہین گیا تو وہ مین نہین جانتا ہون

Marfat.com

اور سنن ابی داؤد و مسند احمد و سنن ترمذی وغیرہ کی اس حدیث مین جس مین آنحضرت صلعم نے حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کو خواب مین دیکھا ہے مذکور ہے کہ فعلمت ما فی السموات ما فی الارض یعنی پھر جو کچھ آسمانون و زمین مین ہے سب مجھے انکشاف ہو کر معلوم ہو گیا اور پڑھی آنحضرت صلعم نے آیت وکذالک نری ابراہیم ملکوت السموات الآیہ۔ اور ابن الجوزی نے اس حدیث کے طرق کو علل مین نقل کیا اور بعد کلام طویل کے مسند احمد رح سے روایت نقل کرکے کہا کہ اسکی اسناد حسن ہے اور ترمذی نے بھی اس حدیث کی تحسین کی اور بعض نسخ مین حسن صحیح لکھا ہے اور پوری حدیث مع بیان معنی کے اوپر مکرر گذر چکی ہے اور بعد اس توضیح کے اہل افراط و تفریط و جہالت و گمراہی اپنی حرکتون سے باز رہین اور راہ راست سے تجاوز نہ کرین۔ واللہ الموفق۔ حاصل تفسیر یہ کہ کہدے اے محمد مشرکون سے کہ مین تم سے یہ نہین کہتا کہ میرے پاس خزائن الٰہی ہین تا کہ جو کچھ تم مانگو وہ مین تمھین دیدون حالانکہ جو کوئی دنیا کے لئے ایمان لایا وہ خود خوار ہے اور مین یہ نہین کہتا کہ جو کچھ میرے علم سے پوشیدہ ہے غائب ہے اور مجھے تلقی بھی اُس کی بابت نہین کی گئی اس کو مین جانتا ہون وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ۔ اور یہ بھی مین تم سے نہین کہتا کہ مین فرشتون مین سے کوئی فرشتہ ہون۔ ف۔ جیسے تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اگر رسول بھیجے تو فرشتہ بھیجے یا فرشتہ کی طرح مین مجبور مطیع ہون اور عالم کی خدمت پر مامور ہون کہ آسمانون کو چڑھتا اُترتا ہون۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ۔ تم کو مین نہین آگاہ کرتا مگر اسی بات سے جو بذریعہ وحی کے مجھ پر نازل کی گئی۔ ف۔ یعنی مین تو فقط تم کو وحی سے آگاہ کرنے والا ہون کذا فی المدارک۔ بالجملہ اگر ان امور مذکورہ کے متعلق باتین مین نہ کرون مثلاً کوہ صفا کو سونے کا نہ کرون یا مکہ کو چوڑا نہ کر دون یا اسمین نہرین و چشمہ نہ جاری کرون یا آسمان کو نہ چڑھ جاؤن اور کتاب لکھی لکھائی نہ لاؤن جیسا کہ تم مانگتے ہو تو اس سے تم میرے رسول ہونے کی سچائی مین کیون فرق سمجھتے ہو کیونکہ ان باتون کو عدم صحت رسالت سے کیا تعلق ہے اسلئے کہ رسالت تو اسی قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک برگزیدہ خالص بندے کو مکرم کرکے اسپر وحی بھیجی اور اس کو اس استعداد سے سرفراز کیا اس نے وحی لیکر بندون کو پہونچادی اور اسی کے موافق عمل کیا۔ واضح ہو کہ یہان سے جو بعض لوگون نے یہ نکالا کہ انبیاء علیہم السلام سے فرشتہ افضل ہین تو یہ محض بے بنیاد بات ہے اس آیت سے یہ کچھ بھی نہین نکلتا ہے بلکہ آنحضرت صلعم کو یہ حکم دیا کہ کہدے کہ مین فرشتہ نہین ہون اس سے یہ مطلب نہین کہ مین ایسا بزرگ نہین ہون جیسے فرشتہ ہوتا ہے بلکہ مطلب تو صرف اسقدر ہے کہ اے مشرکو تم جو مجھ سے آسمان پر چڑھ جانے وغیرہ کے مانند کام کرنے کو کہتے ہو جن کامون کے کرنے کی استعداد فرشتون مین رکھی گئی ہے تو مین فرشتہ نہین جو ایسے کام کرون پس اسمین ملائکہ کے افضل ہونے کی کچھ بھی دلیل نہین ہے ورنہ لازم آوے کہ جن جو طرح طرح کی صورت بنجاتے ہین اور پھر ہوا کے مانند نظر نہین آتے یہ تو آدمی سے افضل ہو جاوین جو ایسا نہین کر سکتا ہے فافہم۔ اور مترجم نے پارہ اول مین فی الجملہ بیان کر دیا ہے اور زیادہ اسکی حاجت نہین کہ یہ تمام بحث بیان کرے کہ در واقع انبیاء افضل ہین ملائکہ سے کیونکہ یہان اسکا کوئی فائدہ متعلق نہین ہے پس اس بحث مین پڑنا بیفائدہ ہے۔ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی اندھا یعنی کافر جو دل کا اندھا ہے۔ وَالْبَصِیْرُ یعنی مومن۔ اور یہ استفہام انکاری ہے یعنی کہدے کہ بھلا کہین اندھا اور بینا برابر ہوتے ہین دونون یکسان نہین۔ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ کیا تم اسمین فکر و غور نہین کرتے تا کہ سمجھکر تم بھی مومن ہو جاؤ۔ پھر آنحضرت صلعم کو حکم دیا کہ وَاَنْذِرْ بِهٖ ڈرسنادے اس قرآن سے۔ ف۔ اور انذار ایسے آگاہ کرنے کو کہتے ہین جسکے ساتھ ڈرانا بھی ہووے۔ اَلَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ یُّحْشَرُوْٓا اِلٰی رَبِّهِمْ۔ ان لوگون کو جو خوف کرتے ہین کہ محشور کیے جاوین اپنے پروردگار کی طرف ایسے حال مین کہ لَیْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ نہین ہے اُن کے لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ۔ کوئی ولی جو اُن کی یاری کرے اور نہ سفارشی کہ اُن کی شفاعت کرے۔ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ۔ تا کہ تقویٰ کرین۔ ف۔ یعنی اس ڈرسنانے سے اُن کے

Marfat.com

حق ہین امید کر کہ وہ اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کرین یعنی اس طور پر جس حال معاصی مین ہین ان گناہون سے الگ ہو جاوین اور فرمانبرداری کرنے لگین مفسرؒ نے کہا کہ الذین مذکور سے مراد ایسے مومن ہین جو گنہگار ہون حاصل آنکہ ابتدائی حالت مین بسبب اسکے کہ خیالات و افعال ماننۂ جاہلیت سے نفوس کو شش ہو گئی تھی تو دل مین ایمان آجانیکے باوجود نفس اپنی جاہلیت کی باتون کی طرف کبھی کبھی پھسل جاتا مثلاً غریب و مفلس مسلمانون سے پرہیز کرنا اور اُن کو حقیر جاننا وغیرہ امور جو خلاف تقویٰ ہین پس ان کو انذار کرنے کا حکم دیا کہ ان باتون سے تقویٰ کرین اور اس صورت مین یخافون کے معنی یہ ہین کہ حشر کا یقین کر کے خوفناک ہین پس انذار کا حکم آنحضرت صلعم کو اگرچہ عموماً ہے لیکن ان لوگون کی تخصیص فقط اسی وجہ سے کہ انذار ان کو نافع ہے بخلاف ان لوگون کے جو حشر کے منکر و کافر ہین کہ اُن کو واقعات حشر سے کچھ خوف نہ ہوگا اور بعض نے کہا کہ علیٰ ہذا انذار مین بعضے وہ مشرک بھی داخل ہون گے جو حشر و قیامت پر ایمان رکھتے ہین اگرچہ اسلام و توحید پر کامل ایمان نہین لائے ہین اور ظاہر یہ ہے کہ اعلام عام ہے یعنی آپکا انذار ان لوگون کے واسطے نافع ہے جو ازلی فہم سے سرفراز ہوئے ہین کہ وہ سمجھ جاوینگے جیسے کہتے ہین کہ تو ان کو نصیحت کر جو نیکبخت اپنا انجام دیکھنے والے ہین۔ قال فی المدارک جب غیر متقین کو انذار کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ وہ متقی ہو جاوین تو پھر متقیون کے نزدیک کرنے کا حکم دیا گیا اور منع فرمایا کہ ان کو طرد یعنی نزدیکی سے دور نہ کیا جائے بقولہ۔ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ۔ دعا بمعنی مطلق عبادت اور بعض نے کہا کہ جماعت کی نماز پر محافظت۔ قال ابن عباسؓ و مجاہدؒ و حسنؒ و قتادہ نماز فریضہ۔ اور نیز مجاہدؒ سے ہے کہ مراد نماز صبح و عصر ہے شاید بقرینہ قولہ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ۔ کیونکہ غداۃ طلوع فجر سے ہے اور عشی تیسرے پہر سے۔ سفیانؒ سے مروی ہے کہ الذین سے مراد اہل فقہ یعنی ایمانی سمجھدار ہین اور قرب آنکہ دوام ذکر۔ یا دائمی کو شامل ہے باوجود ان کے ضعف و محتاجی کے محض اتقاء و اخلاص سے حاصل معنی یہ کہ مت ہنکا ان بندون کو جو اپنے رب عزوجل کی یاد کرتے ہین صبح و شام۔ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَهٗ اُسی کی وجہ پاک کو چاہتے ہین ف۔ یعنی اس عبادت و دعا سے مراد ان کی خالص وجہ اللہ تعالیٰ ہے یعنی خالص اُسی کے واسطے بندگی بجا لاتے ہین اور تمام مراد اُن کی رضائے الٰہی ہے اور دنیا اور اسکے متاع کی پرواہ نہین رکھتے ہین۔ اور حاصل آنکہ جو لوگ ان صفات سے موصوف ہین ان کو اپنے پاس سے دور مت کر بلکہ اپنا خاص ساتھی و ہمنشین بنالے بمانند قولہ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھه ولا تعد عیناک عنھم ترید زینۃ الحیوۃ الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا واتبع ھواہ وکان امرہ فرطا۔ یعنی روک کہ اپنے نفس کو ان بندون کیساتھ مین جو پکارتے ہین اپنے پروردگار کو اول وقت و آخر وقت چاہتے ہین اُسی کی پاک ذات کو اور مت تجاوز کرنے دے اپنی آنکھون کو ان بندون سے درحالیکہ تو زینت دنیا کا ارادہ رکھے اور مت پیروی کر ایسے آدمی کی جسکا قلب ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش نفسانی کے پیچھے لگا ہے اور اسکا کام تفریط ہے۔ قال المفسرؒ۔ یہ لوگ مسلمانون مین سے محتاج فقیر تھے اور مشرکون نے اُن کے حق مین طعن کیا اور حضرت صلعم سے چاہا تھا کہ ان کو اپنی مجلس سے دور کرین تاکہ وہ مشرکین آپکے ساتھ بیٹھین اور حضرت صلعم نے ان مشرکون کے مسلمان ہو جانے کی طمع سے چاہا تھا کہ مشرکون کے آنیکے وقت مین ان کو ہٹا دیا کرین تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ آدمی کو ظاہری تدبیر اعمال کے ساتھ بدون تعب و تکلف کے انجام کر دینا لازم ہے لہٰذا حضرت صلعم نے چاہا کہ مشرکین اگر اسی پر راضی ہین تو ایسا کیا جائے لیکن حضرت حق جل جلالہ نے ان محتاج غریبون کو جو مخلص اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے مرتبہ کے لوگ تھے ان خبیث مشرکون کی خاطر کیواسطے یہ آزار ناپسند فرمایا اور منع کر دیا کہ ان کو مت طرد کر۔ مَا عَلَیْکَ مِنْ حِسَابِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ تجھ پر اُن کے حساب مین سے

کچھ بھی نہیں ہی اگرچہ فرض کیا جاوے کہ ظاہر خوبی کے ساتھ ان کے باطن میں پسندیدگی نہیں ہی۔ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ
شَيْءٍ۔ تیرے حساب میں سے بھی اُن پر کچھ نہیں ہی۔ فَتَطْرُدَهُمْ کہ تو اُن کو مطرود کر سکے۔ فَتَكُونَ مِنَ الظّٰلِمِينَ۔ سو تو ظالمین سے ہو جاوے
ف۔ اگر ایسا کرے و فی تفسیر الحافظ۔ ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ قریش کی ایک جماعت آنحضرت صلعم کی طرف گذری اور آپکے پاس صہیب
و بلالؓ و عمار و خبابؓ وغیرہ رضی اللہ عنہم محتاج و کمزور مسلمان بیٹھے تھے تو جماعت مذکورہ نے ان میں طعن کیا اور کہا کہ اے محمد تم اپنی قوم میں سے
ان لوگون سے راضی ہوئے کیا یہی وہ لوگ ہین کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہمارے بیچ میں سے اور ہم انھین کے پیچھے ہو جائین
تم ان کو دور کر دو تو شاید ہم تمھاری پیروی کرین پس آنحضرت صلعم پر قرآن نازل ہوا۔ وانذر به الذین یخافون ان یحشروا الی ربهم تا قوله بالشاکرین
رواه ابن جریر و احمد۔ در روایت احمد مین اختصار ہی اور روایت ابن جریر میں نزول آیت۔ ولا تطرد الذین یدعون الآیۃ۔ مذکور ہے اور ابن
ابی حاتم کی روایت خبابؓ مین اقرع بن حابس تمیمی و عیینہ بن حصن فزاری کا بعد دونون کے مسلمان ہونیکے انھین صہیب و بلال وغیرہ رضی اللہ
عنہم کے طرد کی درخواست کرنا مذکور ہی اور شیخ حافظ نے اسکی تضعیف کی کہ سورہ مکیہ ہی اور یہ دونون ہجرت کے ایک مدت بعد مسلمان ہوئے
پھر شیخ نے کہا کہ سفیان ثوریؒ نے بواسطہ مقدام بن شریح عن ابیہ روایت کی کہ سعدؓ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آیت چھ اصحاب رسول اللہ
صلعم کے حق میں نازل ہوئے جنمین ابن مسعودؓ بھی ہین کہا کہ ہم لوگ آنحضرت صلعم کی خدمت مین سبقت کرتے اور آپسے قریب ہوکر آپ کا
ارشاد پاک سنتے تھے پس قریش والون نے کہا کہ تم ان لوگون کو نزدیکی دیتے ہو نہ ہم کو پس نازل ہوا ولا تطرد الذین یدعون ربهم الآیۃ۔ رواه
الحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین و رواه ابن حبان فی صحیحه معلوم ہوتا ہی کہ مشرکون نے یہ بات چاہی تھی مگر اللہ تعالیٰ عز و جل نے آنحضرت صلعم
کو انذار کرنے کا حکم دیا کہ ان مشرکون مغرورون کو انذار فرمادین اور ان پاک غریبون کی تعریف اس بلاغت سے ارشاد فرمائی کہ مشرک خود نادم
ہون اور حضرت صلعم کو معذور سمجھین فافهم واللہ اعلم۔ پھر واضح ہے کہ حدیث عائشہؓ مین صحیح ہوا کہ ہم کو حکم ہی کہ ہر آدمی کو اُسکے درجہ پر رکھین
اور معنی یہ ہین کہ شرع مین جو اسکا درجہ اسکے اکرام کا حکم دیتا ہی ویسا ہی اسکا اکرام کرین اور اس زمانہ میں لوگون نے اسکو ترک کیا چنانچہ ساری
تکریم و تعظیم سب دنیا کے لحاظ سے ہی۔ جیسے خادمون کے دلون میں مخدومون کی اور اولیا و نیک بندون کی تعظیم مین بعضے تو افراط کرتے
ہین اور بعضے تفریط کرتے ہین اور یہ سب باتین مشعر ہین کہ نور ایمان سے بے خبر ہین اللہ تعالیٰ ادب و صلاحیت و توفیق عطا فرماوے اور واضح
ہے کہ اسلام جو کمال بزرگی ہے اول مین غریبون کو نصیب ہوا اور حدیث صحیح مین ثابت ہوا کہ آخر زمانہ مین پھر غریبون ہی مین رہ جاویگا لہذا غریب مسلمانون
کو مبارکباد ہی اور غریب وہ ہین جو فساد و بگاڑ کے وقت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر قائم ہون چنانچہ حدیث مین خود تفسیر آئی ہے واضح
ہو کہ قوم نوح علیہ السلام کے مغرور سرکش بھی چاہتے تھے کہ نوح علیہ السلام غریبون کو پاس نہ بٹھلادین جیسے ہمارے زمانہ مین مغرور مالدارون کو یہ
عار ہی کہ غریب قومون و پیشہ ورون کے برابر کھڑے ہوکر مسجد مین نماز نہ پڑھین اور نہ وعظ سنین۔ حالانکہ حدیث صحیح مین ہی کہ جس کے دل مین رائی برابر
غرور و تکبر ہوگا وہ جنت مین نہ جائیگا۔ علماء نے کہا کہ یہ معنی ہین کہ بدون دوزخ مین جزائی عذاب پائے ہوئے جنت مین داخل نہ ہوگا
بشرطیکہ مسلمان نمازی وغیرہ ہو۔ اور تکبر کی مذمت تو کثرت سے ثابت ہی پس یہ فتنہ ہے اس سے بچو اور تمام عظمت و کبریائی فقط جناب
باری تعالیٰ ہی کے واسطے یقین جانو۔ فرمایا۔ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ۔ اور یون ہی ہم نے بعض کو بعض سے فتنہ مین ڈالا ہی ف۔
یعنی جیسے یہان یہ لوگ مبتلا ہوئے ایسے ہم نے امتحان مین ڈالا بعض کو بعض سے یعنی جو شریف کہلائے ان کو رذیل قوم کہلانیوالون
سے اور جن کو تونگر کیا انکو فقیر لوگون سے مقابلہ کرکے امتحان کیا اس طرح ہم نے کرے قوم کہلانے والون اور فقیرون کو ایمان لانے کی

Marfat.com

ہدایت میں مقدم کر دیا۔ لِّيَقُولُوٓا أَهَٰٓؤُلَآءِ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَيْهِم مِّنۢ بَيْنِنَآ ۔ تاکہ کہیں کہ کیا یہی کمینہ ہیں کہ ہمارے بیچ میں سے اللہ تعالیٰ نے انہیں پر احسان
کیا ہے ف یعنی اسکا نتیجہ یہ کہ جو شریف کہلاتے و تونگر ہیں وہ کفر و انکار سے کہنے لگے کہ کیا یہی فقیر و ذلیل وہ ہیں جنپر اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان میں
سے احسان کیا ہاں طور کہ اس ایمان کی جو بڑی بزرگ چیز ہے انکو ہدایت دیدیے اور مطلب اس قول کفار کا یہ کہ یہ بات جسکو یہ فقیر و ذلیل لوگ پا گئے
ہیں اگر عمدہ بات و ہدایت ہوتی تو ہم سے ان لوگوں کو سبقت نہ ہوتی یعنی ہم اسکے مستحق تھے ہمکو ملتی اور ہمارے مقابلہ میں انکی اسکے کچھ نہیں ہے پہلے ہم اسکو
اختیار کرتے حالانکہ یہ نہیں جانتے کہ ایمان و ہدایت کچھ دنیا کے تکبر و غرور نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان جاہلوں بیوقوفوں کو رد کر دیا بقولہ أَلَيْسَ ٱللَّهُ بِأَعْلَمَ
بِٱلشَّٰكِرِينَ یعنی کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اُن بندوں کو جو شکر گذاری کرنیوالے ہیں ف پس انکو ہدایت دیدی اور استفہام کے یہ معنی کہ ہاں
او تعالیٰ جل جلالہ پاک ایسا ہی علیم و خبیر ہے اُسنے ہر شکر گزار بندے کو ہدایت دی اور ہر مغرور متکبر دوزخ کے کندے کو دوزخ کے اندر خوار ہونے کے واسطے
چھوڑ دیا و نعوذ باللہ من الکبر والضلال و نسالہ الہدایۃ و ہو العلی المتعال۔ حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں و رنگ کو نہیں
دیکھتا ہے ولیکن تمہارے دلوں کو اور تمہارے کاموں کو دیکھتا ہے۔ رواہ مسلم۔ اور ابن جریر رحمہ اللہ نے عکرمہؒ سے مرسل روایت کی کہ عتبہ بن
ربیعہ و شیبہ بن ربیعہ و مطعم بن عدی و حارث بن نوفل و قرظہ بن عمرو بن نوفل اور چند اشراف بنی عبد مناف کافروں کے ساتھ ابو طالب کے
پاس آئے اور کہا کہ اگر تیرے بھائی کا بیٹا محمد اپنی صحبت سے ایسے لوگوں کو جو ہمارے آزاد کئے ہوئے اور ہم سے قسم سے عہد و پیمان باندھے
ہوئے ہیں دور کرے کیونکہ یہ لوگ تو ہمارے غلام آزاد کئے ہوئے ہیں تو البتہ ہمارے دلوں میں وقعت ہو اور شاید ہم اسکی تصدیق و اتباع
کریں پس ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو بیان کیا تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ کاش آپ
ایسا کریں دیکھیں تو وہ لوگ ہم سے کیا چاہتے ہیں اور اپنے قول میں کدھر جاتے ہیں تو اللہ عز و جل نے نازل فرمایا قولہ وانذر بہ الذین
یخافون ان یحشروا الی ربہم تا قولہ بالشاکرین اور کہا کہ یہ کمزور محتاج مسلمان بلال و عمار بن یاسر و سالم مولی حذیفہ و صبیح مولائے اسید اور
حلفاء میں سے ابن مسعود و مقداد بن عمرو و مسعود و واقد بن عبد اللہ و عمرو بن عبد عمرو اور ذو الشمالین اور یزید بن ابی یزید وغیرہ حلفاء تھے
پھر قریش کے بڑے کافروں و موالی و حلفاء کے حق میں نازل ہوا قولہ و کذلک فتنا بعضہم ببعض الآیۃ پھر جب یہ آیت اتری تو عمر
بن الخطاب رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے قول سے عذر کیا تب اللہ عز و جل نے نازل فرمایا۔ وَإِذَا
جَآءَكَ ٱلَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِـَٔايَٰتِنَا اور جب آویں تیرے پاس وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ہماری آیات پر۔ فَقُلْ سَلَٰمٌ عَلَيْكُمْ
تو کہدے اُن سے کہ اللہ تعالیٰ کا سلام ہے تم پر ف یعنی سلام سے انکا اکرام کر اور اُن کو یہ خبر دے کہ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ ٱلرَّحْمَةَ
اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر رحمت کو مقرر کر لیا ہے اور وہ یہ ہے کہ أَنَّهُۥ مَنْ عَمِلَ مِنكُمْ سُوٓءًۢا بِجَهَٰلَةٍ ۔ بفتح انہ بدل الرحمۃ ہے اور ایک قراۃ
میں انہ بالکسر ہے یعنی شان یہ ہے کہ البتہ جس نے تم میں سے کوئی بری بات کی بسبب نادانی کے اسوقت اسکو نہ جانتا تھا ثُمَّ تَابَ مِنۢ بَعْدِهِۦ پھر رجوع کیا
اس سے بعد کرنے کے یا بعد جاننے کے۔ وَأَصْلَحَ اور نیک کام کئے۔ فَأَنَّهُۥ غَفُورٌ رَّحِيمٌ تو اللہ تعالیٰ اسکے واسطے غفور رحیم ہے
ف ایک قراۃ میں فانہ بفتح ان ہے یعنی تو اسکے واسطے مغفرت الٰہی ہے یعنی وہ مغفور و معاف ہے۔ الجہالۃ بفتح اول قراۃ مشہور ہے اور بعض سلف
نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں کہا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وہ جاہل ہے اور عکرمہ نے کہا کہ دنیا سب کی سب جہالت ہے۔ اور
ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا کیا اور ایک کتاب لکھی اور اسمیں ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھیگی رواہ
البخاری و مسلم وغیرہما۔ وَكَذَٰلِكَ اے کما بیناہ ما ذکر کذلک نُفَصِّلُ ٱلْأٓيَٰتِ ۔ جیسے ہم نے مذکورہ بالا بیان واضح کر دیا۔ ایسے ہی ہم

Marfat.com

مفصل بیان کرتے ہین آیات کو۔ یعنی قرآن کو تاکہ حق ظاہر ہو جائے کہ اسپر عمل کیا جاوے۔ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ۔ اور تاکہ کھل جاوے راہ مجرمون کی ف۔ جس سے اجتناب کیا جاوے۔ پس تستبین کے اول تار فوقانیہ اور سبیل کو رفع ہے بنابر آنکہ مونث معنوی ہے اور حمزہ و کسائی کی قرأۃ مین لیستبین بیائے تحتانیہ ہے بنابر آنکہ سبیل مذکر ہے اور دونون طرح مستعمل ہے اور نافع کی قرأۃ مین تستبین بالتار الفوقیہ اور سبیل کو نصب ہے پس خطاب آنحضرت صلعم کو ہے یعنی تاکہ کھلا جان لے تو مجرمون کی راہ کو ف۔ فی العرائس قولہ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ۔ تنزیہ نبوت ہے کہ علم غیب کھلنے مین تکلف نہین کیا۔ قولہ۔ ولا اعلم الغیب۔ اسمین اظہار تواضع ہے کہ مین انسان ہون اگرچہ تمام مخلوق الٰہی سے خواہ فرشتہ ہون یا کوئی اور ہو سب سے اشرف و افضل محمد صلعم ہین لیکن بارگاہ الٰہی کی عظمت و جبروت کے سامنے یون ہی خضوع و خشوع مین ہین قولہ ولا اقول لکم انی ملک۔ اور مجکو اپنے ثبوت مین اختیار نہین ہے۔ قولہ ان اتبع الا ما یوحی الی۔ جو حکم ہے اسی کا عامل ہون۔ قولہ قل ہل یستوی الاعمی والبصیر الخ جو میری طرف نظر سے اندھا ہے اور مجھ مین فانی ہو کر میری ہی آنکھون سے بینا ہے دونون برابر نہین ہو سکتے تم کو کچھ غور و فکر نہین ہے اور اسمین مصطفے علیہ السلام کا وصف کمال ہے کہ عین تجرید و تفرید مین انانیت سے کچھ بھی نہ تھی سوائے توحید کے پس کتنا بڑا وصف ہے کہ عرش سے انتہاء مخلوق تک ہر ذرہ کے بینا تھے اور کیا اشارہ ہے کہ فرمایا قل لا اقول لکم عندی الخ۔ بالجملہ جو نور قدم سے بینا پیدا ہوا وہ دائی اندھے کے مانند نہین مگر لقار قدم سے انانیت کا وجود نہین ہے۔ بعض نے کہا کہ اندھا وہ ہے جسکو راہ ہدایت نہ سوجھے اور بینا وہ ہے جو خالق عز و جل کی صنعت دیکھے اور عبادت مین قائم ہو پھر ملامت کی کہ اندھے ان دونون باتون کے فرق کو نہین دیکھتے۔ اُستاد رحمہ اللہ نے کہا کہ نور و تاریکی یکسان نہین اور کفر و توحید ہرگز یکسان نہین ہین قولہ۔ وانذر بہ الذین یخافون الخ اس کی معرفت کی راہ نہایت واضح و مستقیم ہونے کے باوجود بہت باریک ہے اور راہ شرع کمال لطف و رحمت سے بہت آسان و وسیع کر دی کہ معرفت تک پہونچانی ہے اور باریکی راہ معرفت کی اسوجہ سے کہ چہرہ جلال قدم پر نقاب عظمت ہے اور ساحت کبریا پر خیمہ عزت سے حجاب ہے پس یہ تو ممکن نہین کہ حدوث کو اسکے کنہ قدیم اور دوام کی طرف وصول ہو لیکن حدوث کو اس سے وصول ہی نہین جب تک کہ راہ قدیم مین حدوث کو فنا نہ ہو اور یہ اپنے کلام قدیم مین بیان کر دیا اور اشارہ ہے کہ مین نے اپنی ذات پاک کو جس وصف سے موصوف کیا کہ مخلوق کوئی مطالعہ کی مجال نہین رکھتی اور یہ فضل ہے کہ فنا ہونے کی راہ کو میری کتاب خطاب سے حاصل کرین اگرچہ وجود کی حقیقت و بھید کو نہین پہونچ سکتے ہین مگر انہین کو کارآمد ہے جو اس امر سے خوف کرین کہ قطع کر کے مطرود نہ کیے جاوین اور میری تنزیہ جلال کو یقین کرتے ہین کہ کوئی اپنی طاعت سے وصل نہین ہو سکتا جبکہ علل نسانیت اور صفات نفوس سے محشور ہو وہ جانتے ہین کہ امر نہایت عظیم ہے خیالات و فکر سے مبرا و منزہ ہے کیونکہ تنزیہ کی انتہا نہین اگر تمام مخلصون کو بعد اقرب ہونیکے مردود کر دے تو پاک بے پرواہ ہے اور اگر وہ روئے زمین بلکہ آسمان بھر اخلاص لاوین تو بھی محاسبہ سے پاک نہون گے کہ حساب مین دقائق ہین اور نظرہائے اسرار کہان تک غیر پر پڑتی ہین۔ اور قولہ لیس لہم من دونہ من ولی ولا شفیع۔ اگر مین انکو اپنی درگاہ سے رد کرون تو واپس لانے کا کوئی متولی نہین ہو سکتا۔ قولہ لعلہم یتقون۔ اپنے نفس سے پاک ہون باینطور کہ میری یاد و ذکر سے ان کو پاکیزگی حاصل ہو اور شدت محبت سے خوف کرین۔ شیخ ابو عثمان رح نے کہا کہ اس بارہ مین ارباب معاملات و اصحاب صدق سب کو خوف ہوتا ہے اس چیز سے جو ان کو ایمان و توکل و یقین وغیرہ انواع عبارات سے ظاہر ہوتی ہے اور یہ خوف ان کو مشغول کر لیتا ہے جس سے وہ اپنے افعال کو نہین دیکھتے اور نہ ان سے لذت اٹھاتے اور نہ انپر اعتماد کرتے ہین اور اسکا اشارہ ظاہر ہے قولہ وانذر بہ الذین یخافون ان یحشروا الی ربہم الآیہ سے۔ ابو سعید خراز رح نے فرمایا کہ ان کو خوف ہے کہ سوائے میرے اور کسی کو میری طرف وسیلہ و شفیع لاوین قال المترجم

Marfat.com

توجیہ اشارہ یہ ہے کہ آیت میں فرمایا کہ اس بات سے خوف کرتے ہیں کہ محشور ہوں اپنے پروردگار کی طرف اس حال سے کہ انکا کوئی ولی و شفیع نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ من ذا الذی یشفع عندہ الآیہ سے کوئی شفاعت نہیں کرسکتا بدون اسکی اجازت کے اور خالص اکابر بندگان حق عزوجل کا یہ حال کہ لایتکلمون الا من اذن لہ الرحمن وقال صوابا یعنی جسکے ساتھ مرضی متعلق ہوگی اسی کے حق میں سفارش کرینگے پس ناچار رضائے حق عزوجل کے سوائے کوئی وسیلہ نہیں ہے اسی واسطے دعائے اذان میں آخر میں کہتے ہیں کہ وارزقنا شفاعتہ یوم القیامۃ یعنی محمد صلعم کی شفاعت بروز قیامت ہم کو روزی کر دے۔ شیخ ابو عبدالرحمن رح نے فرمایا کہ میں نے استاد ابو سہل محمد بن سلیمان رح سے سنا کہ کہتے تھے کہ ہم لوگ مخاطب بحقائق قرآن نہیں ہیں اور اس سے مخاطب وہی لوگ تھے جن کے وصف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وانذر بہ الذین یخافون الآیہ۔ اور فرمایا۔ ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب الآیہ۔ واسطی رح نے قولہ لیس لہم من دونہ من ولی الآیہ کے اشارہ میں کہا کہ جسکو بادشاہت نے قطع کردیا وہ بادشاہی کی خدمت کے لائق نہیں ہے اور کہا کہ تو کسی کو ملاحظہ مت کر درحالیکہ تو ملاحظہ حق عزوجل کی طرف راہ پاتا ہے اور قولہ لعلہم یتقون۔ کے اشارہ میں کہا کہ اس سے تقوی و پرہیز کریں کہ میری طرف کسی غیر کو وسیلہ بنادیں۔ اور کہا گیا کہ خوف بہاں علم ہے اور قولہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ وہی خوف کرتا ہے جو علم جانتا ہے اور جو قلوب کہ جہل میں لپٹے ہوئے غافل ہیں وہ خوف نہیں کرتے ہیں قولہ ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداوۃ والعشی۔ نبوت و رسالت کی تخصیص کے بعد آیہ میں ولایت کی تخصیص ہے اور تصریح فرمائی کہ جیسے نبوت و رسالت محض اللہ تعالیٰ کی قبولیت ہے ایسی ہی ولایت بھی محض قبولیت ہے کہ بندہ کو برگزیدہ کر لیا کسی سبب سے اسکا تعلق نہیں ہے اور جیسے اللہ تعالیٰ کے محبوب انبیاء و رسل علیہم السلام ہیں ایسے ہی اولیاء رحمہم اللہ بھی محبوب ہیں اور برگزیدہ کرنا محبت بلا علت ہے۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اکرم و افضل مصطفے رسول کر لیا بدون اسکے کہ آپکے اصحاب یا جن و انس وغیرہ کسی مخلوق کو کچھ دخل ہو اسی طرح آپکے اصحاب کو بھی شرف ولایت سے خاص کیا بدون اسکے کہ آنحضرت صلعم کی طرف سے اس اصطفائیت میں کوئی علت ہو کما یدل علیہ قولہ ما علیک من حسابہم من شئ وما من حسابک علیہم من شئ۔ جیسے ازل میں آنحضرت صلعم کے حق میں سبقت اختصاص بنبوت و رسالت ہوا اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں سبقت عنایت بولایت ہوئی اور اسی اتفاق سے کہ ان کو یہ اہلیت و صلاحیت حاصل تھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلعم کی اتباع کی اور حکم قبول کیا اور اپنی گردنیں آنحضرت صلعم کے قدموں کے نیچے رکھیں اور اگر یہ عنایت ازلی نہ ہوتی تو ان لوگوں کا حال بھی دیگر کفار مشرکین اعداء کے مانند ہوتا لیکن فضل فقط اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے جسکو چاہتا ہے دیدیتا ہے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی تائید اور اصحاب کی یاری سے فضل کیا۔ کما قال تعالیٰ ہو الذی ایدک بنصرہ وبالمؤمنین۔ اور جب مومنوں کا شرف اس مرتبہ کو پہونچا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کی مراعات رکھیں اور ان کے حال و تربیت کی رعایت کریں اور انہیں کے واسطے ایک گونہ تغلیظ سے خطاب فرمایا بقولہ ولا تطرد الذین یدعون ربہم الآیہ اے محمد منع کیا ان لوگوں کو اپنی صحبت سے ایک لحظہ بھی بسبب اپنی حرص کے بیہودہ ناکاروں کے مسلمان ہوجانے کی طرف کیونکہ ہدایت تو میری نسبت پر ہے اور تو نہیں یہ کرسکتا کہ جسکو چاہے اپنے رشتہ داروں میں سے ہدایت کر دے انک لا تہدی من احببت ولکن اللہ یہدی من یشاء۔ ہدایت جسکو چاہتا ہے دیتا ہے ہر انجملہ یہ مسلمان فقیر اللہ بلال و صہیب و سلمان و عمار و حذیفہ و مقداد وغیرہ تھے کہ ہیں جو ہر صبح و شام کو اللہ تعالیٰ کے شوق جمال و شوق لقاء میں اسکو پکارتے اور یاد کرتے ہیں اور یہی معنی قولہ یریدون وجہہ کے ہیں۔ اور صبح و شام کی تخصیص اس وجہ سے کہ صبح کو تاریکی کے دامن مرتفع ہو کر ظہور نور روز ہوتا ہے اور شام کو تجلی روز سے ظہور تاریکی ہوتا

اور وہاں ظہور تجلی قدرت وجلال عظمت ہے اور اسمین ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے جسمین دعا قبول ہوتی ہے اور نیز صبح صفات کی تجلی انکے قلب پر ہونے کے وقت شوق جمال مین فنا ہونے کی حالت سے دعا کرتے ہین اور یہ تجلی ہر سانس کے وقت عارف کو ہوتی ہے کہ ہر سانس پر صبح مشاہدہ وظہور برکت ہے اور دعا رسے زیادت محبت وشوق وقرب مشاہدہ چاہتے ہین اور قلب پر ہر شام احوال بسبب عظمت کے حیرت طاری ہونے سے ہوتا ہے تو دعا کرتے ہین کیونکہ ظہور عظمت وکبریا مین فنا ہے اور ہر نفس عارف مین ایک حال ایسا اور شب وصال ہے ۔ گویا ہر دم مین وہ لوگ بقا و دیدار کے سائل تھے کیونکہ مراد اُن کی یہ تھی کہ وجہ ذو الجلال والاکرام مین فنا ہو جاوین ۔ اور نیز ان دونون وقتون مین دعا کی طرف مشغول ہونے کی تخصیص اسوجہ سے کہ واردات وحالات سے ان کو ان دونون وقتون مین سکون ہوتا ہے پس اس سے ان کے سینہ تنگ ہوتے ہین اور اس بیداری سے جو غیبت ہے چاہتے ہین اور دعا کرتے ہین کہ اسی استغراق کی طرف جو حضوری ہے پھیرے جاوین ۔ تو نہین دیکھتا کہ یریدون وجہہ ۔ فرمایا حالانکہ کمال معرفت حاصل ہے کیونکہ وہ متقین کے وصف سے موصوف ہین اسواسطے کہ کامل تو ہر نفس مین مقام انتہا سے مقام ابتدا کی طرف چلا آتا ہے کیونکہ وہان ظہور انوار آفاق قدم اور برق لطون ازل سے اور کشف غیوب ابد سے ایک مقام نکرت کا ہے جس کے تحمل سے وہ عاجز ہین پس درحقیقت وہ نکرت سے معرفت کی طرف فرار کرتے ہین اور سطوات وسبحات ذات پاک سے صفات کی طرف آتے ہین کیونکہ دیدار انوار ذات مقام حیرت ہے تو نہین دیکھتا کہ صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی معرفت کی طرف کوئی راہ نہین دی سوائے اسکے کہ اُس کی معرفت سے عاجزی بیان کی جائے اور بعضے عارفین سے پوچھا گیا کہ نہایت کیا ہے اس نے کہا یہی کہ ہدایت کی طرف رجوع کیا جاوے پھر اللہ تعالی سبحانہ نے مخصوص کر دیا کہ ان لوگون کا ارادہ اسکی وجہ پاک کا ہے اور واضح رہے کہ وجہ اسکی صفت ازلی منجملہ اسکے خواص صفات کے ہے جن مین تشابہ ہے اور وہ اسکے جلال وجمال کا معدن ہے اور نور وجہ کریم سے عاشقون ومشتاقون پر مجبون کیواسطے تجلی فرماتا ہے اور وجہ کا ذکر ایک خاصہ ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ نفس ذات سے تعبیر ہوتا ہے جو ان کے طے مراتب صفات سے طلب ذات تک وصول ظاہر ہے اور یہ اعلی مرتبہ ہے اور جو اولیا رکہ مرتبہ عشق مین ہین وہ عارفین وموحدین کے مقابلہ مین ایسے ہین جیسے سمندر مین چند قطرات ہوتے ہین ۔ قال المترجم آداب اذکار بجہ حصول معرفت کے حقیقی بحیثیت ربوبیت ہین کیونکہ بندہ جسکی عبادت کرتا ہے اسکا عارف نہین پس درحقیقت رب پاک کی عبادت نہین واقع ہوتی مگر اسیوقت کہ توحید ربوبیت بلقب نوافل حاصل ہونیکے بعد عبادت کرے نہ صفات کے مناسب فی الجملہ عبادت ہے اگرچہ معرفت توحید حاصل ہو کیونکہ نکرت سے خلاص بیان گویا محال ہے اور اللہ تعالی سبحانہ نے دوسرے مقام پر بھی یریدون وجہہ فرمایا یعنی یریدون اللہ کیونکہ اسم اللہ عین الکل عین الجمع ہے اور نیز اُن کو ارادہ وجہ پاک سے موصوف کیا اور وجہ اللہ تعالی پاک ہے اشارہ تشبیہ وتعطیل سے یعنی کسی مخلوق کے مشابہ نہین اور نہ معنی اس کے خلاف زبان ہین بلکہ صفت خاصہ ہے اور اسم پاک کے تحت مین سمع وبصر وکلام وجملہ صفات مندرج ہین اور جمیع صفات کا اس سے تعلق ہے پس مراد وجہ سے عین الکل ہے یعنی اس کی ذات پاک وصفات پاکیزہ سب مراد ہین کیا تو نہین دیکھتا کہ قولہ کل شیٔ ہالک الا وجہہ کے معنی یہ کہ سوائے اس کے نفس پاک کے یعنی اُسکے عین کے اور نیز فرمایا ۔ ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام یعنی عین پاک یعنی اسکی ذات وصفات باقی ہین جیسی ہین ویسی ہی رہین گی اور یہی قول ظاہری تفسیر والون کا ہے پس جب یہ بات ہے تو یہ لوگ جن کا آیت مین ذکر ہے یریدون وجہہ سے وہ جمیع ذات صفات کو بوصف محبت وشوق چاہتے وارادہ کرتے تھے پس یہ لوگ چاہتے تھے کہ اللہ تعالی ان کو اپنی ذات پاک کی معرفت اسطرح عطا کرے کہ اُن کے دلون کو تجلی حاصل ہو اور یہ مشاہدہ ہے کہ اللہ تعالی نے فقط اپنے خالص ہی بندون کو عطا کیا ہے ۔ بیان مرید کا ارادت

Marfat.com

کیونکہ ہے پس ابو یعقوب نہرجوری سے پوچھا گیا کہ مرید کون ہے فرمایا کہ اسکی صفت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمائی۔ بقولہ۔ ولا تطرد الذین یدعون ربہم۔ یعنی ہمیشہ یاد میں رہیں اور خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے عبادت کریں ایسے مریدوں کے حق میں مشائخ کو چاہیے کہ ان پر مہربانی رکھیں اور جو لغزش ان سے سرزد ہوا اسکو عفو کریں۔ بعض نے کہا کہ قولہ یدعون ربہم۔ اللہ تعالیٰ ہی کے اوپر اعتماد کرنے اور شوق سے اسی کو پکارنے اور کوئی چیز اُن کو مشغول نہیں کرتی ہے کوئی روکنے والا نہیں روکتا۔ ہر حال میں اُس کی خدمت کے دروازہ پر بندگی سے قائم ہیں اور ہر دم زیادہ برکت کے منتظر ہیں۔ ثم قال الشیخ اور مجھے یہاں ایک اشارہ معلوم ہوا کہ صبح وشام سے یہ اشارہ کہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک خدمت کرتے ہیں یعنی ہر وقت یاد میں بدون فتور ہیں اور اشارہ یہ کہ جب ہر وقت ان کو حضور ہے تو دلالۃ الخطاب سے مفہوم ہوا کہ دنیا میں کبھی مشغول نہیں۔ کما قال رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوۃ الآیۃ۔ مترجم کہتا ہے یعنی تجارت وغیرہ امور معاش وکسب حلال بجا لاتے ہیں مگر سب آخرت کی نیت سے نہ دنیا کے واسطے۔ قال الشیخ اور اسمیں ایک اور لطیفہ ہے کہ ان کو دوامی حضور سے وصف کیا مگر صبح وشام کا ذکر کیا تاکہ جواز وکفایت انھیں احکام شرعی ظاہری پر ہے کہ فی الجملہ راحت نفس حاصل کریں اور یہ کمال شفقت ہے تاکہ ارادہ محبت میں جل نہ جاویں اور ارادت کی تیزی سے فانی نہ ہو جاویں۔ بعض نے کہا کہ ایسی حالت ہو گئی کہ نہ دنیا کی خواہش اور نہ عقبیٰ کی طلب بلکہ فقط مولیٰ کی یاد رہ گئی تو جب وہ لوگ اس طرح اللہ تعالیٰ کیواسطے تجرید وتفرید میں ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی پرداخت میں خود کلام فرمایا یعنی مت مطرود کرالی آخرہ۔ قولہ وکذلک فتنا بعضہم ببعض فقیر خالص جب اللہ تعالیٰ کے احسان سے منور بنور جلال ومعرفت وہیبت ہوا تو سب مخلوق کے نزدیک بزرگ قدر ہو جاتا ہے کیونکہ اسکے چہرہ سے ظہور نور جلال ہے اور ایک عالم اس پیار سے اُس کے پاس آتا ہے اور آیات الٰہی اُسپر جاری ہوتے ہیں پس کرامات وآیات کا اس سے ظہور ہوتا ہے لیکن دنیا کے مغرور ومتکبر ومکار اُن سے جلتے ہیں کچھ نظر حقارت سے دیکھتے اور کچھ ان کی بدی وبرائی کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو ان کی طرف سے اپنی طرف پھیر لاویں چنانچہ ان پاک بندوں سے مغروروں نے ٹھٹھول وطماق کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ کہتے ہیں۔ اہؤلاء من اللہ علیہم من بیننا۔ یعنی ہم سے اور ایسے ہیں اور یہ کیا چیز ہیں پس اللہ تعالیٰ نے ان کو خوار کرنے کو جواب فرمایا۔ بقولہ۔ الیس اللہ باعلم بالشاکرین۔ یعنی حق سبحانہ تعالیٰ نے جو انعام معرفت ودرجات کا اُن پر کیا اسکے شکر میں وہ اپنی جان ومال کو اخلاص سے فدا کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے اور جو لوگ ان کے دشمن اور اللہ تعالیٰ کے ناشکرے مشرک کافر فاسق فاجر ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ واضح ہو کہ آیت کریمہ میں چند نکات ہیں از انجملہ آنکہ فقیر کا فتنہ یہ ہے کہ غنی سے اسکو طمع ہو اور فتنہ تونگر کا یہ ہے کہ فقیر سے بغض رکھتا ہو۔ اور از انجملہ غیرت حق تعالیٰ ہے کہ بعض کو بعض سے مشغول کیا تاکہ کوئی غیر اسپر مطلع نہ ہو اور قولہ تعالیٰ الیس اللہ باعلم بالشاکرین۔ یعنی ایسے شاکر بندوں کو جو راہ حق میں اپنے نفس کی طرف اور غیر حق کی طرف ایک دم نہیں دیکھتے ہیں۔ محمد بن حامد رح نے کہا کہ فتنہ فقیر یہ کہ دینا ونہ دینا غنی کی طرف سے تصور کر کے اس سے رنجیدہ ہو اور فتنہ غنی یہ کہ اسکی تحقیر کرے اور جو واجب ہو اسکو ادا نہ کرے یا دلوے اور احسان رکھے اور بعض نے کہا کہ شاکرین وہ لوگ جو ہر حال میں اللہ کی طرف راجع ہوں۔ قولہ تعالیٰ واذا جاءک الذین تا قولہ سلام علیکم مقام وسیلہ میں آنحضرت صلعم کے حوالہ کیا اور اگر مقام مشاہدہ ہوتا تو قولہ سلام قولا من رب رحیم۔ پس غور سے دیکھو کہ کیونکر گنہگاروں کو اپنی طرف رجوع لانے کو فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہونچا دیں کیونکہ انھوں نے میدان قہر میں امتحان کی مشقت اُٹھائی تھی پھر جب اسکے بعد انکو اپنی درگاہ میں

Marfat.com

رجوع لانے والا دیکھا تو اپنے پیغمبر کی زبان سے اُن کو سلام پہونچایا اور خود ان کی مواسات کی ۔ قال کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ ۔ ازل مین ان کو اپنی رحمت سے برگزیدہ کیا تھا اگرچہ اُن سے کچھ معصیت ظاہر ہو لیکن اسکی رحمت ازلی تو اصل ثابت ہے اور معصیت اس کی طوفان قہر سے اسکے اقبال کی راہ مین عارض ہے جب وہ اپنے معدن کی طرف پہونچ گئے تو عوارض جاتے رہے اور اصل باقی رہی جبکہ اُن کو محبت ازلی سے برگزیدہ کیا تھا تو محبت اس کو واجب کرتی ہے کہ ان بندون کو ان کے خالق پاک کے مشاہدہ کی طرف جو حرمت کبری ہے پہونچاوے اور غبار طبیعت اور نفس کے میل کچیل سے اپنی کافی رحمت کے ساتھ پاک کرے اور بھی فرمایا ۔ انہ من عمل منکم سوء بجہالۃ بسبب نادانی کے عرفان جلال وجمال قدم سے قولہ ثم تاب من بعدہ ۔ اپنے نفس سے اوتعالی عز وجل کی طرف رجوع کرلایا ۔ واصلح ۔ قلب کو میل کچیل شہوات طبیعت ونفس سے پاک کیا ۔ فانہ غفور رحیم ۔ یعنی تقصیرات سابقہ کو عفو کرنے والا اور قوت ازلیہ سے توبہ کرنے والا ہے کہ اسکی قوت سے بار مشاہدہ کو برداشت کرلین اور اگر یہ مدد نہ ہو تو اول ہی نور عظمت وجلال کبریائی مین فنا ہو جاوین ۔ بعض نے قولہ سلام علیکم کے معنی مین کہا کہ آنحضرت صلعم کو خطاب ہے تو سلام فرما اور حق تعالی بلا واسطہ مومنون پر سلام فرماتا تھا ابراہیم بن المولد نے کہا کہ واللہ اللہ تعالی خود ہی مومنون پر سلام فرماتا ہے اور نبی صلعم اسمین واسطہ ہین ۔ واسطی رح نے قولہ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ ۔ کے معنی مین کہا کہ اللہ تعالی ہی کی رحمت ہے کہ بندے اسکی عبادت کو پہونچے اور یہ نہین کہ اپنی عبادت سے اس کی رحمت کو پہونچے ہون اور اُسی کی رحمت ہی سے جو فضل وانعام از انجملہ جنت ہے ۔ بندون نے پایا ہے اور کچھ اپنے افعال سے نہین پایا ہے اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین بھی نہین اپنے اعمال کی وجہ سے جنت مین جاسکتا مگر اسی طور سے جنت مین جاؤن گا کہ اللہ تعالی مجکو اپنی رحمت مین ڈھانپ لیگا ۔ اور ابن عطاء رح نے کہا کہ جس نے اللہ تعالی کی نافرمانی کی اس کی جہالت سے ہے اور جس نے فرمانبرداری کی وہ اللہ تعالی کی رحمت کیساتھ علم ومعرفت سے ہے اور بعض نے قولہ فقل سلام علیکم ۔ مین کہا کہ تو پہلے انکی قدر ومنزلت ظاہر کرنے کو ان پر سلام کر دے قبل اس کے کہ تجکو سلام کرین ۔ قال المترجم ۔ یہ حکم نفس آیت سے نکلتا ہے اور مروی ہے کہ آنحضرت صلعم یہی کرتے تھے کہ مومنون کو سلام کرنے مین پیشقدمی کرتے ۔ مگر آنکہ مومن ہی پیشقدمی کرجاوین ۔ بعض نے فرمایا کہ جس پر ازل مین رحمت ہو چکی اب بنا ہین اور آیندہ اُسپر رحمت رہیگی ۔ ابو عثمان نے کہا کہ اوتعالی نے خالص بندون کے حق مین ان کے گناہ عفو کرنا اپنی ذات پاک پر رحمت ہی سے لازم کیا ہے ۔ بعض نے کہا کہ اہل ایمان پر سلام کی صفت ہر حال مین تجلی کیے ہوئے ہے پس ابتدائے رحمت وانتہائے رحمت سے سزاوار سلام ہین ۔ یعنی جو لغزش وگناہ درمیان مین ہوئے وہ رحمت سے عفو ہون یا گونہ عذاب سے بہرحال آخر ان پر رحمت وسلام ہے ۔

قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ قُلْ لَا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ
تو کہہ مجکو منع ہوا ہے کہ پوجون جنکو پکارتے ہو اللہ کے سوائے ۔ تو کہہ مین نہین چلتا تمھاری خوشی پر

قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ۝ قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَ
تو مین بہک چکا اور نہ ہوا راہ پانے والا ۔ تو کہہ مجکو شہادت پہونچی میرے رب کی اور

كَذَّبْتُمْ بِهِ ۚ مَا عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ ۚ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۖ يَقُصُّ الْحَقَّ
تم نے اُس کو جھٹلایا ہے میرے پاس نہین جسکی شتابی کرتے ہو ۔ حکم کسی کا نہین سوائے اللہ کے کھولتا ہے حق بات

وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ ۝ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِىْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ

اور وہ ہے بہتر چکانے والا تو کہ اگر میرے پاس ہو جس کی شتابی کرتے ہو تو فیصل ہو چکے

الْاَمْرُ بَيْنِىْ وَ بَيْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ

کام میرے اور تمھارے بیچ اور اللہ کو خوب معلوم ہیں بے انصاف اور اسی کے پاس کنجیاں ہیں غیب کی

لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ يَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا

اُن کو نہیں جانتا اسکے سوائے اور وہ جانتا ہے جو جنگل اور دریا میں اور نہیں جھڑتا کوئی پات جو وہ

يَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

نہیں جانتا اور نہ کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ ہرا اور نہ سوکھا جو نہیں کھلی کتاب میں

قُلْ اِنِّىْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ - لے تعبدون مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کہدے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے جن کو تم نے معبود جانا ہے میں ان سب کی عبادت سے منع کیا گیا ہوں ف۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ اسمیں دلالت ہے کہ دعا عبادت ہے پس سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی کی دہائی نہیں اور نہ بندگی کی راہ سے پکار اور یہ بھی ایسی چیز ہے جو کفر ہے چنانچہ فرمایا۔ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ - کہدے میں نہیں پیروی کروں گا تمھارے کفریہ خواہشوں کی ف۔ ان چیزوں کی عبادت کرنے میں قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا - میں ایسی صورت میں گمراہ ہوا ف۔ یعنی اگر تمھاری خواہشوں کی پیروی کروں یا ان چیزوں کی عبادت کروں وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ اور میں راہ یافتہ لوگوں میں نہ رہا ف۔ حاصل آنکہ تم اس سے مایوس ہو کر میں تمھارے گڑھے ہوئے معبودوں کی پرستش کروں پس اس جملہ اسمیہ سے اشارہ ہے کہ مجکو اسپر ثبات و استمرار ہے اور اہل تحقیق نحوی بیانی علماء کے نزدیک جملہ فعلیہ پر اسمیہ کا عطف بغرض پسندیدہ جائز ہے بلکہ مستحسن ہے۔ قُلْ اِنِّىْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ - کہدے میں اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہوں ف۔ تفسیر بینہ میں بعض نے کہا کہ بینہ بمعنی ثقہ ہے یعنی وثوق پر ہوں قولہ ابو عمران الجونی رح اور بعض نے کہا کہ بمعنی برہان ہے جو مفید یقین ہے یعنی ایسے برہان واضح پر ہوں جس سے یقین توحید حاصل ہے اور معنی میں دونوں قول متحد ہیں اور مفسر سیوطی رح نے کہا کہ بینہ اسے بیان اور وہ بمعنی وضوح وظہور ہے پس شاید کہ وجہ یہ ہے کہ برہان و دلیل کے مقابلہ میں تکذیب نہیں آتی اور شاید بہ معنی بصیرت ہو یعنی میں اپنے پروردگار کی طرف سے بصیرت و یقین پر ہوں تم لوگوں کی طرح ہوائے نفسانی و شک میں نہیں ہوں وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ - حالانکہ تم نے رب عزوجل کو جھٹلایا ہے ف۔ معنی یہ ہیں کہ تو کہدے کہ میں یقین پر ہوں اپنے پروردگار کی جانب سے توحید پر اور حال یہ ہے کہ تم نے میرے پروردگار کو جھٹلایا اس حیثیت سے کہ تم نے اسی سے شرک کیا۔ اور بعض نے کہا کہ یعنی حال یہ کہ تم نے اس بیان کو جھٹلایا چنانچہ آخرت کا عذاب و ثواب نہیں مانتے ہو۔ مَا عِنْدِىْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ - جس عذاب کے واسطے تم جلدی کرتے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے ف۔ یعنی میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈر سنانیوالا ہوں اور عذاب وغیرہ لانے کا مختار نہیں ہوں۔ یہ بھی مشرکوں کی جہالت تھی اور قولہ تعالیٰ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ - سے ثابت ہے کہ عذاب اکبر تو آخر میں بحسب مشیت و تقدیر ہے اور پہلے تو چھوٹا عذاب دیا جاتا ہے چنانچہ قحط وغیرہ و قتل بدر سے معذب ہوئے۔ ظاہر یہ کہ عذاب مطلقاً یہاں مراد ہے خواہ دنیاوی ہو یا قیامت کا ہو اور آیت میں حضرت باری تعالیٰ عزوجل کی تفرید ہے کہ کسی مخلوق حادث کو اسکی درگاہ کبریائی میں دم مارنے کی مجال نہیں جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔

Marfat.com

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ - نہین حکم کسی کا سوائے اللہ تعالیٰ کے ف خواہ یہ معاملہ ہو یا کوئی اور ہو مگر فقط اللہ عزوجل وحدہ لاشریک کا حکم ہے يَقُصُّ الْحَقَّ - وہی فیصلہ کرتا ہے حق فیصلہ - ف یعنی حق و باطل مین جدائی کرتا خواہ ہدایت و بیان ہو یا بعذاب و ہلاک گذر ہو۔ اور کسی طرح ہو اسکو وہی پاک پروردگار کرتا ہے - وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِيْنَ - اور وہی بہتر حاکمین ہے ف اور مفسرین وغیرہ نے کہا کہ عاصم و نافع و ابن کثیر رحمہم اللہ کی قراءۃ مین یقص بتشدید صاد مہملہ ہے اور معنی یقص الحق اے یقول الحق - حق بات کو فرماتا ہے یعنی سچا حکم دیتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ حکم جبکہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے تو قرآن و حدیث و اجماع و قیاس سے جو حکم شرع مین ہی وہ کیونکر ہے تو جواب یہ کہ یہ اتباع حکم الٰہی ہے پس اجماع تو حکم الٰہی سے حجت ہی کہ امت کا اجماع گمراہی پر نہین بلکہ اللہ تعالیٰ انکو اپنے حکم پر متفق کر دیتا ہی اور قیاس سے حکم پوشیدہ ظاہر کیا جاتا ہے اور یہ نہین کہ اس سے کوئی حکم جدید ثابت کیا جاوے اور تمام بحث اسکی تفسیر قولہ ان الحکم الا للہ امر ان لا تعبدوا الا ایاہ الآیہ کے تحت مین انشاء اللہ بیان ہوگی - پھر حکم دیا کہ - قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ کہدے کہ جس چیز کی تم جلدی چاہتے ہو یعنی عذاب اگر وہ میرے پاس ہوتا تو میرے تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا ف باین طور فیصلہ پورا ہو جاتا کہ مین تمہاری درخواست پر وہ عذاب جلد تجھ پر نازل کر دیتا اور آرام مین ہو جاتا ولیکن چونکہ میرے پاس و میرے اختیار مین نہین بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار مین تو وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ - اور اللہ تعالیٰ ظالمون سے آگاہ ہی ف یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے یہ بات کہ کب ظالمون کو عذاب کریگا اگر کہا جاوے کہ اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مشرکون و منکرون کا عذاب دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار مین ہوتا تو عذاب جلدی سے آجاتا حالانکہ حدیث صحیح سے معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت صلعم نے اختیار پاکر عذاب مین تعجیل نہین فرمائی چنانچہ عائشہ رضہ سے روایت ہی کہ انھون نے حضرت صلعم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ پر کوئی اور ایسا روز بھی گذرا جو روز احد سے سخت ہو آپنے فرمایا کہ مجھے تیری قوم سے سختی پہونچی اور سب سے زیادہ سختی یوم العقبہ کی مجکو پہونچی جبکہ مین نے عبد یالیل بن عبد کلال پر اپنا رسول ہونا ظاہر کیا اور اس نے میری مراد کے موافق جواب نہ دیا پس مین غمناک چلا اور راہ مین مشرکون کے اشارہ سے غلامون و لڑکون نے پتھر مارے اور مسخرہ پن کیا یہانتک کہ آپ بہت زخمی ہو گئے - پھر مجھے افاقہ حاصل نہ ہوا یہان تک کہ مین قرن الثعالب مین پہونچا پھر مین نے سر اٹھایا تو ناگاہ دیکھا کہ ایک پارہ ابر مجھ پر سایہ کئے ہی مین نے دیکھا تو اسمین جبرئیل نظر آئے اور مجھے آواز دی کہ اللہ تعالیٰ نے سنا جو آپ کی قوم نے آپکو جواب دیا اور پہاڑون کے موکل فرشتہ کو آپ پاس حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے کہ جو کچھ اپنی قوم کے حق مین چاہیے اسکو حکم دیجیے پھر پہاڑون کے فرشتہ نے مجھے آواز دی اور مجھ پر سلام کیا اور کہا کہ اے محمد آپ کی قوم نے جو آپکو جواب دیا وہ اللہ تعالیٰ نے سنا اور پروردگار تعالیٰ نے مجھے آپکے پاس بھیجا ہی کہ آپ جو کچھ ان کے حق مین چاہین مجھے حکم کرین پس اگر آپ چاہین تو اخشبین یعنی مکہ کے دونون جانب کے دونون پہاڑ مین ان پر گرا دون تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ نہین بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگون کی پشت سے ایسے لوگ پیدا کرے جو فقط اللہ تعالیٰ کو پوجین اور اس کے ساتھ کچھ شریک نہ کرین رواہ مسلم والبخاری - پس باوجودیکہ آپ پر پیش کیا گیا کہ آپ چاہین تو یہ لوگ جڑ سے نیست کر دیے جائین مگر آپنے درنگی فرمائی مترجم کہتا ہی کہ شیخ ابن کثیرؒ نے یہ سوال ذکر کر کے جواب دیا کہ آیت دلالت کرتی ہے کہ جو عذاب کہ مشرکین نے مانگا تھا اگر وہ مانگنے کی حالت مین آپ کے اختیار مین ہوتا تو آپ اُن پر واقع کر دیتے اور حدیث مین یہ نہین ہی بلکہ پہاڑون کے فرشتہ نے کہا کہ اگر آپ چاہین تو اس طرح اُن کو نیست کر دون پس آپنے اُن کے حق مین درنگی چاہی - واللہ اعلم - وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہین مفاتح الغیب -

Marfat.com

ف یعنی خزائن غیب یا وہ راہیں جنسے غیب تک پہونچ ہو۔ پس اگر مفاتح جمع مفتح بفتح میم ہے تو وہ مخزن ہے پس تفسیر اول ہوگی اور امور غیب کو مخزن بنانا بطریق استعارہ ہے۔ اور یہی ابن جریر رح نے سدی رح سے روایت کیا ہے۔ اور اگر جمع مفتح بکسر میم ہے تو وہ کنجی ہے یعنی غیب کی کنجیاں پس استعارہ کے طور پر جن راہوں سے وصول باموعر غیب ہو ان کو کنجیاں اور امور غیب کو مخازن قرار دیا۔ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ۔ ان کو سوائے اللہ تعالے کے کوئی نہیں جانتا ہے ف وہ پانچ باتیں ہیں جو قولہ تعالی ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ میں مذکور ہیں کما رواہ البخاری۔ یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ پانچ باتیں ہیں جن کو سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہیں جانتا اللہ تعالی کے پاس ہے قیامت کا علم اور مینہ وہی نازل کرتا ہے اور مؤنث جانداروں کے پیٹ میں جو کچھ ہو وہی جانتا ہے اور کسی کو یہ نہیں معلوم کہ وہ کل کے روز کیا کریگا اور کوئی نہیں جانتا کہ کس زمین پر مریگا کما فی قولہ تعالی ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر۔ اور حدیث عمر رض جسمیں جبریل نے بصورت آدمی آکر بغرض تعلیم لوگوں کے اسلام و ایمان و احسان کا سوال کیا ہے یہ مذکور ہے کہ پانچ باتیں ہیں جنکو سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہیں جانتا ہے پھر یہی آیت مصدرہ پڑھی۔ پس ہر دو حدیث صحیح میں بیں واضح ہو کہ علم کہتے ہیں ایک بات کی قطعی و تحقیقی طور پر جاننے کو جیسے وہ در واقع ہے رہا قرائن و اٹکل و علامات سے جاننے کو علم نہیں کہتے ہیں بلکہ وہ قیاس و گمان ہے پس پانچ امور مذکور در واقع سوائے حق عزوجل کے کوئی نہیں جانتا ہے ان اٹکل و قیاس و علامات تو اور لوگ بھی کیا کرتے ہیں چنانچہ احادیث صحاح میں قیامت کے آثار و علامات بہت کثرت سے مذکور ہیں بلکہ یہاں تک معلوم کہ جمعہ کا روز ہوگا جسدن قیامت آوے گی پس ان امور مذکورہ کے مانند امور میں اگر کوئی شخص یہ دعوی کرے کہ میں جانتا ہوں یعنی در واقع یوں ہی ہوگا یا یوں ہی ہے جیسے میں کہتا ہوں وہ جھوٹا و کاذب و مردود ہے اور عقلمند کبھی اسکو سچا نہیں کہیگا اور اگر وہ یوں کہے کہ مجکو اٹکل و قیاس و علامات سے ایسا معلوم ہوتا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں جبکہ وہ یقین جانتا ہو کہ واقعی بات کو اللہ تعالی ہی جانتا ہے پھر واضح ہو کہ کا نزول پر علاوہ آنا بھی اسی قسم سے ہے کہ اللہ تعالی ہی دانا تر ہے کہ آویگا یا نہیں یا کب آویگا۔ پس کاہن و نجومی و رمال سے جو لوگ دریافت کرتے ہیں وہ حرام کار ہیں اور اگر واقعی ان کے جاننے کا اعتقاد کرتے ہیں تو مشرک و کافر ہیں اور حدیث صحیح میں ہے کہ جو کوئی آدمی کسی کاہن یا نجومی کے پاس گیا تو اس نے اس کلام سے جو محمد صلعم پر اتارا گیا ہے کفر کیا اور اسی قسم سے قضا و قدر کی باتیں و رزق کا حال ہے یا آدمی کب مریگا یا کون جنتی اور کون دوزخی ہے اور علی ہذا اعمال ثواب و عقاب بھی جو شرع میں وارد نہیں ہوئے ہیں اسی قسم کے ہیں کیونکہ عقل و قیاس کو وہاں مجال نہیں ہے لہذا اگر کسی کام کو یہ سمجھے کہ اسمیں ثواب ہے حالانکہ وہ شرع میں وارد نہیں ہوا ہے تو وہ جھوٹا اور مفسد ہے۔ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ اور اللہ تعالی ہی جانتا ہے جو کچھ خشکی و تری میں ہے ف بر بفتح اول وہ زمین جسمیں نہ پانی ہے نہ گھاس اور بحر وہ آبادیاں جو کسی نہر و دریا و سمندر پر واقع ہوں کذا قال المفسر اور قاموس میں ہے کہ بحر وہ آبادی جسکے لئے نہر جاری ہو اور مجاہد رح نے کہا کہ بر خشکی کے جنگل اور چٹیل میدان ہیں اور بحر شہر و گاؤں ہیں اور جمہور مفسرین کے نزدیک بحر سے معروف معنی مراد ہیں یعنی جو کچھ خشکی میں ہے خواہ وہ چٹیل میدان ہو یا سر سبز جنگل ہو یا گاؤں و شہر کی آبادی ہو اور جو کچھ تری میں ہے خواہ سمندر ہو یا بحیرہ یا جھیل و کھاڑی ہو سب اللہ تعالی کو معلوم ہے اور مخصوص ان دونوں کو ظاہری نظر کے واسطے ذکر کیا اور مراد آنکہ علم اسکا تمام کائنات کو محیط ہے خواہ زمین میں ہو یا آسمان میں اور خواہ چھوٹی چیز ہو یا بڑی چیز ہو حتی کہ فرمایا۔ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا۔ نہیں گرتا کوئی پتا مگر آنکہ اللہ تعالی اس کو جانتا ہے ف یعنی حرکات تک حتی کہ جمادات تک کی حرکتیں و جنبش کو جانتا ہے اور من ورقۃ میں من زائدہ برائے استغراق ہے وَلَا حَبَّةٍ عطف ہے

ہوتا ہے - فِي ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ - اور نہین کوئی دانہ زیر زمین تاریکی مین - وَّلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اور نہ رطب نہ یابس - اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ - مگر آنکہ وہ کتاب مبین مین ہے ف مراد کتاب سے لوح محفوظ ہے اور استثنائے سابق یعنی لا یعلمہا سے یہ استثنار بطریق بدل اشتمال ہر علم آلہی سے پس یہ جملہ بدل الکل از جملہ سابق ہوگا اور اسی پر مدار قول زمخشری ہے ہے کہ یہ جملہ استثنائے اول کی تکرار کے مانند ہر کیونکہ دونون کے معنی واحد ہین ولا یخفی فی بعدہذا التاویل - فافہم - حاصل یہ کہ علم آلہی ہر ذرہ کہ جو آسمانون و زمینون و تہ زمین وغیرہ مین ہر حتی کہ کوہ صفا پر اندھیری رات مین چیونٹی کی چال اور بیشمار چیونٹیون کی حرکات و ہر ایک کی کیفیت و رزق سب اللہ تعالی کے حضور مین ہے ولا یعزب عن ربک من مثقال ذرة - اور تیرے رب سے بقدر ذرہ بھی کہین کچھ پوشیدہ نہین ہر سبحان اللہ العلی الاعلی - ف قال فی العرائس - قولہ تعالی قل انی علی بینة من ربی - یعنی وتعالی کی طرف سے مجھے یقین و مشاہدہ ہر اور روشن لائل بظہور نور ازل ہر اور یہ عالم مین سب سے بڑی دلیل ہر بقولہ علیہ السلام من رانی فقد رای الحق جس نے مجھے دیکھا اس نے حق مشاہدہ کیا - قال المترجم صوفیہ اس حدیث مین اشارہ بیان کرتے ہین اور علمائے محدثین کے نزدیک یہ حدیث آنحضرت صلعم کو خواب مین دیکھنے کے بارہ مین ہر پس آپ نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا خواب مین تو اس نے حق یعنی سچ دیکھا اور پوری حدیث یہ ہر فان الشیطان لا یتمثل بی - کیونکہ شیطان میری صورت نہین بن سکتا کذا فی روایات الصحاح - اور جس نے حضرت صلعم کو اسی حلیہ شریف کے ساتھ جو آپکا حلیہ ہر خواب مین دیکھا اور اگرچہ صحابی کے حکم مین نہین ہوتا مگر جنتی اور بڑے مرتبہ کا آدمی ہے - اور مترجم کا گمان یہ ہر کہ صوفیہ کرام نے اس حدیث کے معنی وہ نہین لئے بلکہ اس کے اشارہ سے یہ بات نکالی ہر اور یہی ان اکابر کے حق مین گمان نیک ہر - فافہم - ابو عثمان مغربی نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام تو بینات پر ہین اور اولیاء بھی ان کے طفیل مین بینات پر ہین لیکن بینات انبیاء تو وحی و یقین ہر اور بینات اولیاء سچی فراست ہر - قال المترجم حدیث مین ہر کہ مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ نور الہی سے دیکھتا ہر اور سنن مین صحیح ہوا کہ ایک شخص نے راستہ مین نامحرم عورت پر بری نظر ڈالی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے اُن کی خدمت مین آیا تو دیکھکر فرمایا کہ یہ کیا ہے کہ میرے سامنے زناکار آنکھین آتی ہین واللہ تم لوگ پرہیز کرو ورنہ مین دُرّے مارونگا مترجم کہتا ہر کہ پردہ چھپانے کیواسطے اس اچھے ڈھنگ سے نصیحت فرمائی اور حضرت عمرؓ نے عین خطبہ جمعہ پڑھنے مین مجاہد غازیون کے سردار لشکر ساریہ نام کو جو نہاوند مین تھا آواز دی کہ ارے پہاڑ کی طرف دیکھ اور اس نے یہ آواز وہان سنی چنانچہ پیچھے یہ بھید کھل گیا حالانکہ اسوقت اُن کی آواز درمیان خطبہ سے لوگون کو تعجب ہوا تھا اور حدیث مین یہ قصہ بروایت صحیح ثابت ہر فتفکر - قولہ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو - علم غیب فقط او تعالی ہی کیواسطے ہر فرمایا اللہ تعالی نے ان اللہ عندہ علم الساعة آیة اور حضرت صلعم نے فرمایا کہ مفاتح الغیب پانچ چیزین ہین کہ سوائے اللہ تعالی کے انکو کوئی نہین جانتا پھر قولہ ان اللہ عندہ علم الساعة تا قولہ علیم خبیر پڑھ دی - اور سدی رحمہ اللہ نے جو کبار مفسرین مین سے ہین فرمایا کہ مفاتح الغیب کے معنی غیب کے خزانے - پھر شیخ نے کہا اور نیز مفاتح الغیب مین سے اسکی عنایات ازلی ہر جو بحال انبیاء و اولیاء و ملائکہ بحکمت قدیم مبذول ہوئی قبل انکے وجود کے اور یہ عنایات وہ خزانہ قدیم باقی ہین پھر عنایات ازلی کے نور سے ان بندون کیلئے مفتاح دی کہ خزائن صفات کا کشف ہوتا ہر تاکہ نور قدیم ہی سے خزانہ قدیم کو پہچانین پس اہل کے لئے اسرار مکنون ظاہر فرماتا ہے جس سے یہ لوگ علوم غیب لاتے ہین تاکہ بندون کے واسطے راہ عبودیت کو واضح کر دین اور معاملات و حالات کا اور پیچ بتادین اور قولہ تعالی لا یعلمہا الا ہو غیب کے خزائن عام ہین اور پانچ ہی مین منحصر نہین بلکہ پانچ تو ایسے ہین کہ وہ کسی کو معلوم ہی نہین ہوئے اور سوائے اُنکے سب غیوب مخزون ہین ابن مسعودؓ نے نبی صلعم کی شان مین فرمایا کہ آپ سب جانتے تھے سوائے پانچ چیزون کے پھر سوائے ان پانچ کے باقی غیوب کو بھی اللہ تعالی ہی جانتا ہر لیکن ان مین جس قدر بندے خالص کو بتلا دیا وہ جان لیتا ہر پس اولین و آخرین مین سے کوئی نہین جانتا ہان اللہ تعالی

جب انکو ظاہر کردیتا ہے تو جان لیتے ہیں لیکن ان چیزوں کی حقیقت قدر کو وہی پاک سبحانہ تعالیٰ جانتا ہے اور کوئی نہیں جان سکتا۔ اور نیز یہ معنی ہیں کہ ان غیوب کے جاننے کی راہیں کوئی نہیں جانتا سوائے اوتعالیٰ کے پس جن بندوں پر فضل ازل رکھا ہے ان کو اور ان کے بتانے کی راہوں کو وہی پاک سبحانہ تعالیٰ پہچانتا ہے کوئی اور نہیں جانتا اور وہ طریقہ یہی ہے کہ قدم بقدم اسکے رسول صلعم کی پیروی کریں نیز مفاتیح الغیب میں سے تجلیات لطف و قہر ہیں پس لطف تو اولیاء پر ہوتا ہے کہ از خود فانی ہوتے ہیں اور قہر کی تجلی سے اعدا یعنی کافر و مشرک وغیرہ اپنی طبیعت و رائے کے اندھیرے میں جنہوں نے سنت چھوڑتے ہیں اور راہ پر نہیں آتے اور نفس و طبیعت کے شر و فساد میں واللہ اعلم کیا تجلی دیکھتے ہیں جو اسی طرف گھسے چلے جاتے ہیں آخر جہنم میں جا پڑتے ہیں نیز مفاتیح الغیب وہ درجات ہیں کہ قلوب کیلئے خزائن مشاہدات و ارواح کیلئے مکاشفات اور عقول روحانی کے لئے معارف اور اسرار کیلئے خزائن علوم ذات و صفات ہیں کشادہ ہوتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے لئے معجزات کے خزانے اور اولیاء کیلئے کرامات کے خزانے اور مریدوں کے لئے فراست کے خزانے کھلتے ہیں۔ جریری رح نے قولہ لا یعلمہا الا ہو۔ میں کہا کہ اور جسکو وہ اپنے کرم سے مطلع فرماوے۔ رسول و خلیل وغیرہ سے وہ بھی اوتعالیٰ کے آگاہ کرنے سے جان لیتا ہے۔ شیخ ابن عطاء رح نے کہا کہ اس آیت سے اہل خیر پر محبت و رحمت کھلتی ہے اور شریر بے ایمانوں پر فتنہ و خواری کھلتی ہے پھر نیکوں میں سے اولیاء پر کرامات اور اہل اسرار پر سر الغیب اور اہل تمکین پر جذبہ کھل جاتا ہے اور نیز انبیاء کے واسطے مکاشفات اور اولیاء کو معائنات اور صالحین کو طاعات اور عوام کو ہدایت ملتی ہیں۔ ابو سعید خراز رح نے کہا کہ اوتعالیٰ نے اپنے حبیب صلعم پر پہلے تو امر و نہی سے ادب کھولا پھر مشیت و قدرت سے تہذیب سکھلائی پھر قولہ لیس لک من الامر شئ سے تہذیب کے اسباب کھولے۔ پھر قولہ و تبتل الیہ تبتیلا سے تغییب کو کھولا پس یہ مفاتیح الغیب میں سے ہیں جو آنحضرت صلعم کے لئے ظاہر میں کشادہ ہوئے قولہ و یعلم ما فی البر والبحر یعنی غیب لطف نے نیک بندوں کو پار اُتار دیا اور دشمنوں کو دریائے قہر میں غرق کر دیا پس اسمیں جو حکمت و اسرار غیب ہیں وہی جانتا ہے اور نیز دریائے غیب و میدان قلوب کے حقائق اسی کو معلوم ہیں اور ایسے ہی نفوس کے پرپٹ میدان میں جو شہوات کے بھیڑیئے ہیں وہی خوب جانتا ہے قولہ و ما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا ولا حبۃ فی ظلمات الارض الخ حق سبحانہ تعالیٰ نے اسمیں آگاہ فرمایا کہ اسکا علم قدیم ہر ذرہ ذرہ کو محیط ہے اور ظاہر و باطن اسکی کبریائی ہر حادث و مخلوق و عالم پر غالب ہے کما قال لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض۔ مترجم کہتا ہے کہ ہر ایماندار جو اللہ تعالیٰ و رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لایا قطعاً یقین کرتا ہے کہ اوتعالیٰ عز و جل ہر ذرہ ذرہ سے عالم و آگاہ و خبردار و سمیع و بصیر ہے اور سخت عجب ہے کہ بعضے فلسفی بندہ اوہام ما نند گمراہان یونان کے باطل اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جزئیات کو بروجہ جزئی نہیں جانتا اور یہ درحقیقت اس طرح علم الٰہی کی نفی ہے پس اگر اسکو یقین نہیں تو گمراہ ہے اور محققین علماء نے ایسوں کو کافر کہا اور یہی صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ رح نے لکھا کہ اس آیت میں تنبیہ ہے کہ ہر خطرۂ نفسانی کے وقت اللہ تعالیٰ سے شرم کریں کہ وہ ہر پوشیدہ و ظاہر اور ہر ذرہ ذرہ کا عالم و خبیر ہے۔ اور نیز بیان فرمایا کہ تمام مقدورات عدم سے وجود کی طرف اور وجود سے عدم کی طرف سب اسی کی مشیت ازلی و ارادہ قدیم کے موافق جاری ہیں اور یہ سب لوح محفوظ پر قلم قدرت سے لکھے ہیں جو ہر طرح کے تغیر زمانی و مکانی سے محفوظ ہیں وہ تو اس عالم سے جو تحت زمانہ ہے باہر ہے و قد قال تعالیٰ ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ جو رطب ہے اس کے لطف مشاہدہ سے ہے اور جو تر و تازہ ہے اسکی پاکیزہ قدرت کا ظہور ہے اور جو زرد و برگیا اور خشک ہوا وہ ہوائے قہر سے ہے جو گیاہ تازہ اُبھرے وہ اسکی ربوبیت کے زیر فرمان ہے اور جو خشک ہو کر مرجھائی وہ اُس کی پاکیزگی کا بیان ہے کہ ہر وجود و عدم و حدوث سے وہ پاک ہے۔ واسطی رح نے فرمایا کہ علم الٰہی ہر چیز کو اس وقت محیط تھا

کہ جب وقت کا نام نہ تھا اور چیز کا نشان نہ تھا اور پتہ کرنے کا قضیہ بدون موضوع و محمول تھا۔

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَى أَجَلٌ

اور وہ ہے کہ تم کو بھر لیتا رات کو اور جانتا ہے جو کما چکے ہو دن کو پھر تم کو اٹھاتا اُس میں کہ پورا ہو وعدہ جو تھا

مُسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ ع ۱۳

ٹھہرا دیا پھر اُسکی طرف پھیرے جاؤ گے پھر جتا دیگا تم کو جو کرتے ہو اور اُسی کا حکم غالب اپنے

عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّى إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا

بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان یہانتک کہ جب پہونچے تم میں کسی کو موت اُسکو بھر لیویں ہمارے بھیجے لوگ

وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ۝ ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ

اور وہ قصور نہیں کرتے پھر پہونچائے جاویں گے اللہ کی طرف جو مالک اُن کا ہے تحقیق سُن رکھو حکم اُسی کا اور وہ

أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ۝

شتاب لیتا ہے حساب

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ۔ توفی کسی چیز کو بھرپور لے لینا۔ تَوَفَّيْتُ الشَّيْءَ واستوفیتہ۔ بھرپور اس شئے کو لے لیا اور مراد یہاں یہ کہ وہی اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے جو قبض کرتا ہے تمہاری ارواح کو سوتے میں "پس لیل جو غالب اور اصلی وقت سونے کا ہے مراد اس سے خواب ہے اور یہ وفات بمعنی موت حقیقی نہیں پس یہ کلام ایسا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا۔ اور یہ موت اصغر ہے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا۔ انی متوفیک ورافعک الی الآیۃ۔ اور اسی پر صریح دلالت کرتا ہے ذکر موت اکبر کا اسی آیت میں اور نیز لفظ باللیل۔ کیونکہ ہر شخص رات ہی میں نہیں مرا کرتا ہے۔ بالجملہ مفسرین و علما متفق ہیں کہ قولہ یتوفاکم باللیل سے نوم مراد ہے جو موت کی بہن ہے اور یہ موت اصغر ہے اور بعضے لوگوں نے جو کہا کہ جسم میں دو روحیں ہوتی ہیں ایک روح حیات جو موت حقیقی کے وقت نکل جاتی ہے اور دوسری روح تمیز جو سوتے میں نکل جاتی ہے اور عالم میں پھرتی اور خواب دیکھتی ہے پھر بیداری کے وقت لوٹ آتی ہے تو صحیح یہ ہے کہ تحقیق اسکی علم الٰہی میں ہے اور لوگوں نے اٹکل سے باتیں بنائی ہیں ہاں بعض آثار اس بارہ میں مروی ہیں کہ وضو کیساتھ سونا چاہیئے کیونکہ روح بعد سو جانے کے ملائکہ کے ساتھ سجدہ کرتی ہے اور اسمیں شک نہیں کہ خواب میں جو آدمی دیکھا کرتے ہیں سب یکساں نہیں ہیں بعضے تو پریشان خیالات و شیطانی باتیں دیکھتے ہیں اور انہیں کے حق میں حدیث صحیح میں آیا کہ ہوشیار رہو کہ شیطان تم سے مسخرہ پن نکرے اور بعض کے خواب درست ہوتے ہیں اور وہ دو طرح کے ہیں بعض تو تاویل رکھتے ہیں جیسے یوسف صدیق علیہ السلام کا خواب سورج و چاند و ستاروں کے سجدہ کرنے کا تھا اور بعضے ویسے ہی واقع ہوتے ہیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پسر کو ذبح کرنا دیکھا پس جن لوگوں کی مصاحبت محض شیطان ہی سے ہے وہ اس سے منکر ہیں۔ بالجملہ یہاں قبض ارواح بخواب مراد ہے اور ابن عباس رض نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ ہے جب وہ سوتا ہے تو فرشتہ اسکی روح لے لیتا ہے پھر اگر اللہ تعالیٰ نے اُسکی روح قبض کرنے کا حکم دیا تو موت معین ہوتی ہے ورنہ روح اسکو پھیر دیتا ہے یہی ہے قولہ یتوفاکم باللیل۔ رواہ ابو الشیخ و ابن مردویہ واسنادہ منقطع۔ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ۔ ای ماکسبتم فیہ "اور جانتا ہے جو تم نے کمایا دن میں" اور یہ بھی باعتبار غلب

حالت کے ہو کہ دن ہی میں کام کاج کرتے ہیں اور رات میں سوتے ہیں وقال ابن کثیر یہ جملہ معترضہ ہے واسطے دلالت اس امر کے کہ اللہ تعالیٰ کا علم
اپنی مخلوق کے حال پر ان کے دن کے حرکات و رات کے سکون سب کو محیط ہے ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ۔ اے فی النہار یرد اردا حکم۔ پھر اُٹھاتا
ہے تم کو نہار میں ف۔ بایں طور کہ تمہاری روحیں بعد نیند کے پھیر دیتا ہے۔ کذا قال مجاہد وقتادہ والسدی۔ بیضاوی رح نے کہا کہ بعث
دراصل بمعنی موت کے بعد زندہ کر کے اُٹھانا پس یہاں توفی کے ترشیح کے طور پر آیا ہے اور نیز نوم جو موت اصغر ہے بمقابلہ اسکے یہ بعث اصغر
ہوا پھر وارد ہوتا ہے کہ یعلم ما جرحتم بالنہار سے تو رد ارواح معلوم ہو چکا پھر لفظ ثم کے کیا معنی ہیں تو جواب یہ کہ وہ جملہ معترضہ ہے۔ کما قال ابن کثیر
اور بعض نے کہا کہ فیہ کی ضمیر اس شان مذکور کی طرف ہے یعنی پھر اُٹھا دیگا تم کو قبروں سے اسی شان وحال کے ساتھ جو تم نے راتوں کو سوتے
میں اور دن کو اپنے بھلے برے اعمال میں صرف کیا ہے اور بعض نے کہا کہ کلام میں تقدیم وتاخیر ہے یعنی وہو الذی یتوفاکم باللیل ثم یبعثکم بالنہار
ویعلم ما جرحتم فیہ۔ اور اولیٰ وہ ہے جو شیخ ابن کثیر رح نے کہا ہے اور معنی آیت کے یہ کہ علم الٰہی محیط ہے اور مکرر ان کا فردن کو دن میں اُٹھانا انکے
اعمال سے غفلت نہیں بلکہ امہال ہے لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى۔ تاکہ میعاد مقررہ پوری کی جاوے ف۔ اس اجل سے مراد زندگانی کی مدت تمام
ہے جو ہر انسان کیواسطے مقدر ہے۔ ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ۔ پھر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمہارا مرجع ہے ف۔ اس طرح کہ قیامت کے واسطے
اُٹھائے جاؤ اور محشور ہو گے۔ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ۔ پھر جو تم کرتے تھے اس سے تم کو خبردار کر یگا ف۔ اسمیں تہدید ہے اور اس سے
بشارت بھی مفہوم ہے اور معنی یہ کہ نیکوں کو ان کی نیکی کا ثواب دیگا اور بدوں کو انکی بدکاریوں کا عذاب دیگا۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ مُسْتَعْلِيًا فَوْقَ عِبَادِهِ
وہی قاہر ہے اپنے بندوں کے اوپر ف۔ فوقیت سے ظرف مراد نہیں بلکہ علو رتبہ مراد ہے اور قہر بمعنی غلبہ پس معنی یہ کہ وہی اللہ پاک
قاہر ہے از راہ استعلا اور غلبہ کے یا در حالیکہ عالی مرتبہ ہے اپنے بندوں سے اوپر یعنی بندوں پر عجز و بے اختیاری مقصود ہے اور
اللہ تعالیٰ کے زیر حکم سب مسخر ہیں کسی کو اسکے حکم تقدیر سے جو غالب ہے سرتابی کی مجال نہیں ہے۔ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً۔ اور ارسال
فرماتا ہے تم پر حفظہ ف۔ یعنی وہ ملائکہ جو تمہارے اعمال کو محفوظ رکھتے ہیں اور بعض نے کہا کہ قولہ وہو القاہر الخ یعنی بندوں کے امور میں وہی
متصرف ہے کوئی اور نہیں جس طرح چاہتا ہے مارنے جلانے ثواب دینے وعذاب کرنے وغیرہ کا تصرف کرتا ہے اور بھیجتا ہے تم پر حفظہ
پس علیکم متعلق یرسل ہے بایں طور کہ اس ارسال میں استعلا کے معنی ہیں یعنی بھیجنا بطور غلبہ ہے اور بعض نے کہا کہ فوق عبادہ۔ میں فوقیت
لائق جلال الٰہی بدون کیفیت بیان کرنے کے مراد ہے اور علیکم متعلق حفظہ ہے اور تقدیم اس اظہار کیلئے کہ ارسال حفظہ کی خبر مقصود نہیں
بلکہ تم پر انکا ارسال بیان کرنا مقصود ہے تاکہ ہوشیار رہو لیکن پوشیدہ نہیں کہ فوقیت کے معنی استعلا کی بنظر لغت وفصاحت کلام
کی بہت مناسب ہیں پس خواہ مخواہ اسکو متشابہ میں داخل کرنا بے وجہ ہے۔ پھر سدی رح نے کہا کہ حفظہ سے معقبات اللیل والنہار مراد ہیں
یعنی جو حدیث میں آیا کہ صبح کو ستر ہزار فرشتے اُترتے اور نماز عصر کے بعد جاتے ہیں اسی وقت اور ستر ہزار اُترتے اور نماز فجر کے
بعد جاتے ہیں اور ہر وقت نئے اُترتے ہیں جو کبھی نہیں آئے تھے اور حدیث میں زیادہ مضمون بھی آیا ہے اور جمہور اہل تفسیر نے حفظہ سے
حافظ اعمال فرشتے بیان کئے۔ کما فی قولہ وان علیکم لحافظین۔ اور ارسال سے ایک وقت خاص پر بھیجنا مراد ہے پھر وہ تا دم مرگ حاضر رہتے
ہیں اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ تیسرے طبقہ زمین سے نیچے اور چوتھے طبقہ کے اوپر کچھ جن ہیں کہ اگر وہ تم پر ظاہر ہوں تو
ان کے ہوتے ہوئے تم کوئی نور نہ دیکھو زمین کے کونوں میں سے ہر کونہ پر اللہ تعالیٰ کی مہروں میں سے ایک مہر ہے اور ہر مہر کے ساتھ ایک
فرشتہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہر روز اپنے یہاں سے ایک فرشتہ اسکے پاس بھیجتا ہے کہ جو تیرے پاس ہے اسکو محفوظ رکھ۔ رواہ ابن ابی حاتم کما فیہم

من تفسیر الحافظ رح وقال فی قولہ حفظۃ۔ اے ملائکہ جو بدن انسان کے حافظ رہتے ہین کقولہ تعالیٰ لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ
اور ملائکہ حفظہ وہ فرشتے ہین جو اعمال انسان کو حفظ و شمار رکھتے ہین اور اللہ تعالیٰ خود خوب جانتا ہے کہ کس بندے نے کب اور کس وقت
کیا عمل کیا ہو۔ اور یہان حافظ بدن انسان کے معنی زیادہ مناسب ہین لقولہ تعالیٰ حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا
یہان تک کہ جب تم مین سے کسی آدمی کی موت آئی تو اُس کو ہمارے رسول وفات دیتے ہین ف۔ رسل جمع رسول سے مراد بعض نے کہا کہ
فقط ملک الموت یعنی عزرائیل علیہ السلام ہو جو شرف ظاہر کرنے کو بلفظ جمع مذکور ہوا۔ اور مفسر رح نے موافق ابن کثیر رح کے کہا کہ وہ ملائکہ
مراد ہین جو جاندار کو وفات دینے اور روح قبض کرنے پر موکل ہین۔ قال ابن کثیر رح حضرت ابن عباس رض وغیرہ سے مروی ہوا کہ ملک الموت
کے مددگار بہت سے ملائکہ ہین جو بدن سے روح نکالتے ہین۔ پھر جب حلقوم پر پہونچی تو ملک الموت اسکو قبض کر لیتا ہے اور اس قول کے شاہد
احادیث ہین جو قولہ یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیۃ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہون گی اور جو لوگ ملحد و زندیق فقط
وہم کے بندے اور عقل سے خارج ہین اُن کو یہ وہم ہوتا ہے کہ لاکھون آدمی مرتے ہین تو ملک الموت کہان کہان پہونچتے ہین یہ نہین
جانتے کہ یہ مسافت و دوری تو جسم والی چیز کے حق مین ہوتی ہے اور قوت روحانی کو کون قیاس کر سکتا ہے یہان تو متعلق مادی جسم
کی قوتین عجائب ہین حتی کہ آنکھ کی بینائی مثلاً یا خیال و وہم خود دیکھو کہ پلک مارتے کہان سے کہان پہونچتا ہے اور عقل نے جو بات ضبط
کر لی اُسکے یہ معنی نہین کہ ہاتھون سے پکڑ لے پس ٹھیک طور پر بات سمجھنی چاہیے۔ واللہ الموفق بالجملہ فرشتے اسی وقت روح قبض کرتے ہین
جب ذی روح کی موت کا وقت ہو۔ وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ۔ اور جو ان کو حکم دیا گیا اسمین کوتاہی نہین کرتے ہین ف۔ اور بعض نے کہا کہ
حفظ حیات مین کمی نہین کرتے مثلاً قبل از وقت نہین مارتے ہین اور بعض نے کہا کہ حفظ اعمال مین تجاوز نہین کرتے مثلاً کسی کی نیکی
ضائع یا بدی زائد کرین اور یہ یفرطون بقراۃ تخفیف سے مناسب ہو اور اول اولیٰ ہو اور ابن کثیر رح نے کہا کہ روح متوفی کی حفاظت
مین کوتاہی نہین کرتے بلکہ حفاظت سے جہان مشیت الٰہی عز و جل ہو وہین پہونچاتے ہین چنانچہ نیک ہو تو علیین مین اور اگر بدکار رہے
تو سجین مین پہونچاتے ہین۔ سعید بن یسار رض سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میت کی موت کے وقت ملائکہ آتے ہین اگر وہ نیکوکار
آدمی ہوا تو اس سے کہتے ہین کہ اے نفس مطمئنہ جو پاک جسم مین تھی اب باہر آ جا اور نکل آ تیری تعریف ہو رہی ہے اور روح و ریحان سے
اور پروردگار غیر غضبان سے خوشی و بشارت لے پس برابر اس روح سے یہی کہا جاتا ہے یہان تک کہ وہ نکل آتی ہو پھر اسکو آسمان پر
چڑھا لیجاتے ہین پھر دروازہ کھلواتے ہین پوچھا جاتا ہے کہ کون ہے پس کہا جاتا ہے کہ یہ فلان شخص ہے تو کھولا اور کہا جاتا ہے کہ مرحبا
کیا پاکیزہ روح جسم پاک مین تھی تو اندر چلی آ کہ تعریف کی گئی ہے اور تجھے روح و ریحان کی اور تیرے پروردگار کی جو تجھ پر غضب مین نہین
ہے بشارت ہو اور برابر اسے یہی کہا جاتا ہے یہانتک کہ ساتوین آسمان تک پہونچتی ہے اور اگر میت کوئی آدمی بدکار ہوا تو فرشتہ
اُس سے کہتے ہین کہ نکل اے نفس خبیث جو جسم خبیث مین تھی نکل درحالیکہ تجھ پر مذمت ہو رہی ہے اور لے یہ بشارت سن کہ تجکو حمیم و غساق
ہے اور اس قسم سے دوچند ہو اور برابر اس سے یہی کہا جاتا ہے یہانتک کہ نکالی جاتی ہے پھر اُسکو آسمان تک پہونچاتے ہین اور دروازہ
کھلواتے ہین تو پوچھا جاتا ہے کہ کون ہے کہا جاتا ہے کہ یہ فلان شخص ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ اس نفس خبیث کو کچھ مرحبا نہین
جو خبیث جسم مین تھی تو لوٹ یہان سے درحالیکہ تو مذمت کی گئی ہے پس آسمان سے پھیری جاتی ہے۔ پھر وہ قبر مین داخل کیا جاتا ہو تو اول
کو بمانند کلام اول کے بشارت دیجاتی ہے اور دوم کو بمعنی دوم عتاب کے مذمت کیجاتی ہے رواہ احمد۔ اور صحیحین کی احادیث مین روح خبیثہ

لی ہے او ملائکہ کے گروہ کا اسکی بو سے ایذا پانا اور لعنت کرنا اور آسمان تک پہونچکر سجین میں پھینکا جانا اور عذاب قبر نہایت ہولناک مفصل مروی ہوا ہے نعوذ باللہ من ذلک اللھم اعوذبک من ان اکون من الذین یذمون ویخبثون واسالک یا اللہ الذی لا الہ ہو الحی القیوم ان تغفرلی خطیئتی کلہا وتوفنی مسلما والحقنی بالصالحین برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ وعلی جمیع عباد اللہ الصالحین آمین۔ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ۔ بعض نے کہا کہ ثم ردوا یعنی پھر واپس ہوجاتے ہیں ملائکہ اور بعض نے کہا کہ مرنیوالے لائے جاتے ہیں یا تو بعد موت کے روح آسمان کی طرف چڑھائی جاتی ہے جیسا کہ بیان ہوا اور یا مراد آنکہ روز قیامت میں ہوگا جو یقینی ہے لہذا بلفظ ماضی بیان فرمایا اور یہی مفسر نے لیا یعنی پھر لوٹائے جاوینگے سب مخلوق اپنے مالک کی طرف جو حق یعنی حقیقی عادل ہے پس وہ اُن میں ہر ایک کو اسکا بدلا دیگا۔ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ آگاہ رہو کہ اُسی کا ہے حکم یعنی مخلوق میں قضا نافذ اسی کی ہے۔ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ۔ اور وہ سریع الحساب ہے کہ دنیا کے دن کے آدھے کے برابر مقدار میں حساب فرما دیگا۔ کیونکہ ایک حدیث میں یہ ثابت ہوا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ پچاس ہزار برس کا دن قیامت کا ہونا اور پانچ سو برس تک انتظار وغیرہ کی احادیث میں حساب کا بیان نہیں ہے بس اصل حساب جو علم الٰہی محیط میں موجود ہے بہت جلد ہو جائیگا۔ اور ایسی ہی جن احادیث میں کافروں پر حجت قائم ہونے کیلئے طول مدت مروی ہے وہ اصل حساب میں نہیں ہے۔ فافہم واللہ اعلم بالصواب ف۔ فی العرائس۔ قولہ تعالی وہو الذی یتوفاکم باللیل۔ رات میں وفات دنیا اس معاد کیواسطے کہ ان کی روحیں فضائے ملکوت میں پرواز کریں اور انوار جبروت میں سیر کریں تاکہ اُنکا شوق اپنے اصلی وطن کے جانب بڑھجاوے اور دن میں اپنے جوارح و اجسام سے اعمال خیر کے بدلے جو مقام راحت و آرام پاوینگے اُس کو پہچان لیں اور مارڈالنے اور جلانے میں قدرت الٰہی عزوجل کو اپنے اوپر بیتی ہوئی اور آنکھوں دیکھی ہوئی معلوم کریں تاکہ اُن پر یہ وقت آجاوے کہ حادث مخلوقات سے منقطع ہوکر مشاہدۂ الٰہی کیطرف منقطع ہوجاویں اور اسی مضمون کیطرف تتمہ آیت یعنی قولہ ثم یبعثکم فیہ لیقضی اجل مسمی الآیۃ۔ سے اشارہ ہے۔ ثم ردوا الی اللہ مولاہم الحق۔ اور تعالی کے شرف دینے و کرامت فرمانے میں سے یہ بات بھی ہے کہ بندہ کو قید خانہ دنیا و اسکے بلاؤں میں نہ چھوڑا اور ملائکہ حفاظ اعمال کے ہاتھ میں عمل کی حفاظت اپنے بندۂ مومن پر غیرت ہے تاکہ کوئی غیر اسپر مطلع نہ ہو اور آیت میں گنہگاروں کے حق میں اُمید ہے اور یہ بندوں پر لطف سے ظاہر ہوا کیونکہ مولاہم الحق فرمایا اور اگر فقط ردوا الی اللہ۔ ہوتا تو عظمت قہر کبریائی میں نیست ہوجاتے لیکن لطف سے بندوں کا مولا ہونا فرمایا۔ پہلے ردوا الی اللہ سے مقام ہیبت میں لاکر قولہ مولاہم الحق۔ سے مقام قرب و منزلت کی طرف نکال لیا۔ بعض نے کہا کہ قرآن پاک میں یہ آیت کریمہ سب سے زیادہ اُمید کی آیت ہے کیونکہ بندہ و غلام کے واسطے اس سے زیادہ کوئی اُمید نہیں کہ اس کے جزا و سزا کا مدار اسکے مولی کی طرف ہو جاوے۔

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا

تم کو کون بچالاتا ہے جنگل کے اندھیروں سے اور دریا کے جس کو پکارتے ہو گڑگڑاتے اور چھپکے اگر ہم کو بچالیوے

مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ

اس بلا سے تو البتہ ہم احسان مانیں تو کہو اللہ تم کو بچاتا ہے اُن سے اور ہر

كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ

گھبراہٹ سے پھر تم شریک ٹھہراتے ہو تو کہو اُسی کو قدرت ہے کہ بھیجے تم پر

Marfat.com

عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ

عذاب اوپر سے یا تمھارے پاؤں کے نیچے سے یا ٹھہرا دے تمکو کئی فرقے کرکر اور چکھا دے ایک کو

بَأْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝ وَكَذَّبَ

لڑائی ایک کی دیکھ کس پھیر سے ہم کہتے ہیں باتیں شاید وہ سمجھیں اور اس کو جھوٹ بتایا

بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝

تیری قوم نے اور یہ تحقیق ہے تو کہہ میں نہیں تم پر داروغہ ہر خبر کا ایک وقت ٹھہر رہا ہے اور آگے جان لوگے

قُل یا محمد لاہل مکہ - کہدے اے محمد مکہ والوں سے مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تم کو خشکی و تری کی تاریکیوں سے کون بچاتا ہے یعنی تمھارے سفروں میں خشکی و تری کے ہول سے کون بچاتا ہے - سراج میں کہا کہ ظلمت کا لفظ شدت سختی کے واسطے استعارہ ہے کیونکہ دونوں میں یہ مشارکت ہے کہ جب ہول و خوف شدید طاری ہوتا ہے تو آنکھوں سے نہیں سوجھتا ہے پس یوم شدید کو عرب اے یوم مظلم بولتے ہیں جیسے اسکے خلاف کو یوم مکوکب کہتے ہیں اور بعض نے کہا کہ استعارہ پر محمول کرنے سے حقیقت پر محمول کرنا اولیٰ ہے اور ظلمات البر وہ کہ رات کی تاریکی اور ابر کی تاریکی وغیرہ جمع ہو جاتے جس سے سفر میں خوف سخت پیدا ہوتا ہے کیونکہ راہ صواب ملتی نہیں اور ظلمات البحر رات کی تاریکی و ابر کی تاریکی اور ہولناک موجیں و تند مخالف ہوائیں وغیرہ جن سے خوف شدید ہوتا ہے اور پوشیدہ نہیں کہ ہولناک موجیں و تند ہوائیں حقیقی معنی ظلمت کے نہیں ہیں اور اظہر یہ کہ خشکی و تری کے اندر ظلمات وہ اسباب ہولناک ہیں جنسے خوف شدید پیدا ہو جاوے اور معنی یہ کہ خشکی یا تری میں اسباب ہولناک حادث ہونے کی حالت میں کون تم کو نجات دیتا ہے جبکہ تمھاری یہ حالت ہوتی ہے کہ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا علانیہ وَّخُفْيَةً سرا - دعائیں مانگتے ہو اس سے تضرع سے یعنی علانیہ اور خفیہ یعنی پوشیدہ اور کہتے ہو کہ - لَئِنْ اَنْجٰنَا واللہ اگر تو نے ہم کو نجات دی اور ایک قراۃ میں لئن انجانا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے ہم کو نجات دی مِنْ هٰذِهٖ الظلمات و الشدائد ان تاریکیوں یعنی ان سختیوں سے - لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ - تو ضرور ہم ایمان لانے والوں میں سے ہو جاوینگے - ثابت ہوا کہ ان شدائد کے وقت کوئی بت وغیرہ کام نہیں آتا جن سے شریک لاتے ہو پھر کوئی ان میں سے معبود نہیں ہے قُلِ - اُن سے کہدے کہ اَللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا - اللہ تعالیٰ تم کو ان ظلمات سے نجات دیتا ہے اکثروں کی قرات ینجیکم از انجا ہے اور قراء کوفہ و ہشام کی قراۃ تنجیہ سے بتشدید ہے - وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ - اور ان ظلمات کے سوائے ہر غم سے بھی نجات دیتا ہے - کوئی بت وغیرہ ایسا کرنے والا نہیں ہے - ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ - پھر اسکے بعد جب مطمئن ہو جاتے ہو تو اللہ تعالیٰ سے شرک کرنے لگتے ہو پس اس حالت میں شرک کس حماقت پر ہے - قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ - تو کہدے اے محمد صلعم ان مشرکوں بدعہدی کرنے والوں سے کہ وہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ بھیجے تم پر عذاب کو تمھارے فوق سے - یعنی سروں کی ی بالا کی جانب سے مثلاً عذاب کے پتھر برسا دے یا آواز سخت ایسی سنا دے کہ دل و جگر پھٹ جاویں یا ہوا وغیرہ بھیجے جیسے عذاب کہ عاد و ثمود و قوم لوط وغیرہ پر آئے تھے - اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ یا پیروں کے تحت سے مانند آنکہ خسف کرے یا غرق کرے قال مجاہد و سعید بن جبیر و ابو مالک والسدی و ابن زید وغیر واحد فی قولہ عذابا من فوقکم - یعنی پتھر برسا دے - او من تحت ارجلکم یعنی زمین میں دھنسا دے اور یہی شیخ ابن جریر نے اختیار کیا اور یہی شیخ سیوطیؒ نے لیا ہے اور ابن عباسؓ وغیرہ سے روایت ہے کہ من فوقکم یعنی تم میں سے اونچے جن

اور وہ گمراہ حاکم و سردار ہین او من تحت ارجلکم یعنی نیچون سے اور وہ غلام و رذیل ہین۔ اور ارجح قول مجاہد رح ہے و دیگر معانی اسکے اقسام دلالت سے شامل و داخل ہین واللہ اعلم۔ اَوْ یَلْبِسَکُمْ شِیَعًا۔ او یخلطکم فرقا مختلفۃ الاہواء۔ یا خلط کر دے تم کو فرقہائے مختلفۃ الاہواء۔ یعنی آپس مین تم کو ایسے مختلف فرقہ کر دے کہ ہر ایک کی خواہش نفسانی مختلف ہو جاوے پس آپس مین مخالف ہو کر ایک دوسرے کے دشمن ہو جاؤ اور یہ تفسیر ابن عباس و مجاہد و دیگر علماء سے مروی ہوئی اور حدیثین جو متعدد طرق سے آنحضرت صلعم سے مروی ہوئی یون موجود ہے کہ یہ امت تہتر فرقون پر مختلف ہو جائے گی جسمین سے سب دوزخ مین جاوین گے سوائے ایک فرقہ کے۔ کذا فی تفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ اور دوسرے مقام پر شیخ ابن کثیر رح نے لکھا ہے کہ مین نے اس حدیث کے طرق و اسانید کو جمع کیا ہے۔ الحاصل اللہ تعالیٰ قادر قاہر ہے تم خوف کرو کہ تمہارے اوپر سے عذاب اُتارے یا پیرون کے نیچے سے یا تم کو مختلف نفسانی خواہشون مین باہم مختلط و متخالف کر دے۔ وَیُذِیْقَ بَعْضَکُمْ بَأْسَ بَعْضٍ۔ یا تم مین سے بعض کو بعض پر مسلط کر کے عذاب تکلیف دہی و قتل سے سطوت چکھاوین۔ کذا قال ابن عباس و غیر واحد۔ واضح ہو کہ آیت کریمہ مین علوم و معرفت مین اور راسخین فی العلم اُن کو خوب جانتے ہین۔ پھر یہ تہدید تو ظاہراً مشرکین کو ہے اور اہل اسلام جب دین قویم و سنت مستقیم سے فسق و فجور کی طرف مائل ہون تو وہ بھی اسکے اشارہ مین شامل ہین اسیواسطے حسن بصری رحمہ اللہ سے قولہ قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم۔ مین روایت ہو کہ حسن رح نے کہا کہ یہ مشرکون کیواسطے ہے۔ مترجم کہتا ہے احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ اس امت مین سے بھی کچھ لوگ خارج ہو کر مشرکون سے مل جاوینگے اور مجاہد رح نے فرمایا یہ امت محمد صلعم کے واسطے ہو ان دونون اثر کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا اور یہ دونون قول متعارض نہین بلکہ صحیح ہین پھر ابن کثیر رح نے ذکر فرمایا کہ بخاری رح نے اس آیت کی تفسیر مین روایت کی کہ جابر بن عبد اللہ رض نے کہا کہ جب یہ آیت اُتری قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم رسول اللہ صلعم نے کہا کہ اعوذ بوجہک یعنی اے میرے پروردگار مین تیری وجہ پاک سے پناہ مانگتا ہون۔ او من تحت ارجلکم کہا کہ اعوذ بوجہک یعنی اس عذاب سے بھی پناہ مانگی۔ او یلبسکم شیعا و یذیق بعضکم باس بعض۔ کہا کہ یہ نرم و آسان ہے۔ و قد رواہ النسائی و الحمیدی و ابن حبان و ابن مردویہ و سعید بن منصور۔ اور بعض روایت مین ہو کہ جابر رض نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے نرم و آسان فرمایا اور اگر اس سے بھی پناہ مانگتے ہو تو اللہ تعالیٰ پناہ دیتا مترجم کہتا ہے کہ اشارہ ہو کہ یہ امر مقدر ہو ضرور واقع ہوگا اسواسطے یہان پناہ نہ مانگی کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے واقع ہوتا ہے چنانچہ امت اسلامیہ مین یہ سب امور یکے بعد دیگرے واقع ہوئے اول تو باہم قتال ہوا اگرچہ دین مین سب حق پر تھے پھر مختلف الاہواء فرقے پیدا ہوئے مانند خوارج و روافض و معتزلہ و جہمیہ وغیرہ۔ پھر عذاب کا مرتبہ ہو سعد بن ابی وقاص سے روایت ہو کہ قولہ تعالیٰ قل ہو القادر علی ان الآیۃ کو آنحضرت صلعم سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ ہونے والا ہے اور اسکی تاویل ابھی نہین آئی ہے۔ رواہ احمد و الترمذی۔ و قال حدیث غریب سعد بن ابی وقاص رض سے روایت ہو کہ ہم مسجد مین داخل ہو کر آنحضرت صلعم نے دو رکعت نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر دیر تک حضرت نے پروردگار عز و جل سے مناجات کی پھر فرمایا کہ مین نے اوتعالیٰ سے تین باتین مانگین ایک یہ کہ طوفان غرق سے میری امت کو ہلاک نہ کرے اسکو اوتعالیٰ نے منظور فرمایا اور دوم یہ کہ قحط سے میری امت کو ہلاک نہ کرے یہ بھی عطا فرمائی۔ اور سوم یہ کہ آپس مین قتل و تعذیب نہ کرین تو اس کو منع فرمایا رواہ احمد و مسلم مترجم کہتا ہو کہ مسجد بنی معاویہ مین یہ نماز پڑھی تھی اور یہ سوال

Marfat.com

کئی بار واقع ہوا اور بعض دفعہ چار باتین مانگنا مذکور ہے اور طوفان غرق سے یہ مراد کہ مانند طوفان نوح کے عموم غرق سے پناہ ہو اور
قحط سے ہلاک ہونے سے یہ مراد کہ عموماً قحط کا عذاب مانند طوفان کے ایسا نہ ہو کہ سب قحط سے ہلاک ہو جاوین اور اُمت سے مراد
دیان اسلام والے ہین اور مسجد بنی معاویہ ایک مسجد قریب حرہ کے عوالی مدینہ منورہ مین ہی اور اس مسجد مین اس دعا کی خصوصیت
شاید ظہور آثار قضاء و قدر تھا کہ بعد زمانہ آنحضرت صلعم و خلفاء راشدین کے یزید پلید کے لشکر سے اسی مقام پر اکابر مدینہ و
صلحاء اُمت کیساتھ بے ادبیان و خونریزیان واقع ہوئین جو کتب سیر مین مذکور ہین بلکہ صحاح احادیث مین وارد ہے کہ آنحضرت
صلعم لوگون کو آطام مدینہ سے بلاء و فتنہ کی خبر دیتے تھے۔ قال الامام احمد قرأة علی عبد الرحمن بن مهدی عن مالک عن عبد اللہ بن عبد اللہ
بن جابر بن عتیک۔ کہا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حرہ بنی معاویہ مین جو انصار کے محلات مین سے ہے ہمارے پاس آئے اور مجھ سے
فرمایا کہ تو جانتا ہی کہ تمہارے اس مسجد مین رسول اللہ صلعم نے کس مقام پر نماز پڑھی تھی مین نے کہا کہ ہان اور مین نے ایک جانب کو اشارہ
کرکے بتلایا پھر پوچھا کہ تجھے معلوم ہی کہ اسمین جو تین باتون کی دعا فرمائی تھی وہ کیا ہین تو مین نے کہا کہ ہان۔ فرمایا کہ مجھے خبر دیجیے
تو مین نے کہا کہ یہ دعا فرمائی کہ اُمتیون پر ان لوگون کے سوائے دوسری قوم سے کوئی غالب نہ فرمایا جاوے اور قحط سے وہ ہلاک
نہ کیے جاوین اور یہ دونون باتین منظور ہوئین اور یہ دعا کی کہ آپس مین ایک دوسرے سے ان کو ضرر قتل و تعذیب ہو تو اس
دعا سے منع کیے گئے۔ عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا اور فرمایا کہ قیامت تک برابر آپس مین خونریزی و تعذیب جاری
رہیگی۔ قال الحافظ ابن کثیر اسنادہ جید قوی ولیس فی شئی من الکتب الستة اور مترجم کہتا ہے اور غیر قوم سے کوئی دشمن اُن پر
غالب ہو اس سے یہ مراد کہ اس طرح غالب ہو کہ اُن کو نیست کردے جیسا کہ دوسری روایات مین مصرح ہے۔ اور ابن مردویہ
کی روایت بطریق محمد بن اسحاق مین آٹھ رکعات پڑھنا مذکور ہے اور امام احمد کی روایت معاذ بن جبل مین اس نماز کو نماز رغبت و
رہبت فرمایا وقد رواہ ابن ماجہ وابن مردویہ اور امام احمد کی روایت انسؓ مین ایک سفر مین آٹھ رکعت نماز چاشت مذکور ہی
اور اسکو نماز رغبت و رہبت فرمایا اور تیسری دعا باین الفاظ ہے کہ مین نے اللہ تعالی سے دعا کی کہ لا یلبسہم شیعا یعنی فرقہائے
مختلف الاہواء مخلوط نہ فرماوے تو یہ قبول نہ ہوئی۔ وقد رواہ النسائی۔ مترجم کہتا ہے یہ سفر مین نماز چاشت مین واقع ہوا اور
ظاہراً اسمین تیسری دعا سے یہ مقصود نہ تھا کہ آپس مین لڑین نہین بلکہ یہ مقصود تھا کہ دین مین ان کے قلوب مختلف و متفرق ہو کر
خواہش نفسانی و رائے کے پابند نہ ہون واللہ اعلم۔ اور امام احمد نے خباب بن الارتؓ سے نماز شب کے قصہ مین ہی کہ مین نے عرض
کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے اس رات ایسی نماز پڑھی کہ مین نے آپ کو ایسی نماز پڑھتے نہین دیکھا تھا فرمایا کہ ہان یہ نماز رغبت و رہبت
تھی مین نے اسمین اپنے پروردگار سے تین باتین مانگین تو دو مجھے عطا فرمائین اور ایک سے منع فرمایا مین نے پروردگار عز وجل سے
مانگا کہ ہم کو ایسی چیزون سے ہلاک نہ فرمادے جن سے اگلی اُمتین ہلاک ہوئین تو مجھے عطا فرمایا۔ الحدیث بنحو ما سبق عن انسؓ وقد
رواہ النسائی وابن حبان والترمذی وقال حسن صحیح۔ ابن جریر نے خالد الخزاعیؓ سے روایت کی کہ نبی صلعم نے نماز خفیف یعنی کم قرأة
پڑھی جس کے رکوع و سجود پورے تھے۔ الحدیث اسمین ہی کہ اور مین نے دعا کی کہ تم پر ایسا دشمن غالب کرے جو تمہاری جڑ اکھاڑ ڈالے
یہ قبول ہوئی۔ قال الامام احمد حدثنا عبد الرزاق قال قال معمر اخبرنی ایوب عن ابی قلابہ عن الاشعث الصنعانی عن ابی اسماء الرحبی عن
شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے میرے لئے زمین لپیٹ دی مین نے اُس کے مشارق و

ومغارب کو دیکھا اور میری اُمت کا ملک عنقریب ہانتک پہونچے گا جسقدر میرے واسطے لپیٹی گئی اور مجھے سپید و سرخ دو خزانہ عطا ہوئے اور میں نے دعا مانگی کہ ہلاک نہ فرماوے میری اُمت کو قحط سے عموماً یعنی عذاب قحط ایسا نازل نہ ہو کہ سب کے سب عموماً ہلاک ہوجاوین اور یہ دعا مانگی کہ اُن پر ایسا دشمن مسلط نہ فرماوے کہ اُن کو عموماً ہلاک کرڈالے اور یہ دعا مانگی کہ ان لایلبسہم شیعا و ان لا یذیق بعضہم باس بعض - یعنی نہ مخلوط فرماوے فرقہائے مختلف الاہوا اور نہ چکھاوے بعض کو بعض سے سفرت قتل و تعذیب کو تو اللہ عز و جل نے فرمایا کہ اے محمد جب مین نے کوئی حکم مقدر کیا تو وہ رد نہین ہوسکتا پس مین نے تیری اُمت کو پناہ دی کہ اُن کو قحط سے عموماً ہلاک نہ کرونگا اور نہ اُن پر ایسے دشمن کو اُن کے غیر مین سے مسلط کرونگا کہ ان کو عموماً ہلاک کرے یہان تک کہ یہ ہوگا کہ بعض ان مین سے بعض کو ہلاک کرے اور بعض ان مین سے بعض کو قید کرے - شداد رضہ نے کہا کہ پھر حضرت صلعم نے فرمایا کہ مین اپنی اُمت پر خوف نہین کرتا مگر ایسے سرداروں سے جو گمراہ کرنے والے ہون پھر جب میری اُمت مین تلوار رکھی جائے گی تو قیامت تک پھر اُن پر سے نہین اٹھائی جائے گی - قال الحافظ رح اسنادہ جید قوی ولیس فی شئی من الکتب الستۃ - و مترجم کہتا ہو کہ اسمین قولہ اور نہ اُن پر ایسے دشمن کو ان کے غیر مین سے مسلط کرونگا جو کہ اُن کو عموماً ہلاک کر دے یہانتک کہ الی آخرہ - اس سے دو احتمال ہین ایک یہ کہ اُمت اسلام پر غیر مین سے کسی قوم کا مسلط نہ ہونا اُسوقت تک ہو کہ آپس مین بعضے بعض دیگر کو ہلاک کرین اور جب ایسا کرینگے تو غیر مین سے مسلط ہو سکتے ہین اور صحیح ہوا کہ مسلمانون مین جبتک آپس مین خونریزی نہین ہوئی تب تک کوئی غیر قوم اُن پر مسلط نہین ہوئی اور دوسرا احتمال یہ کہ غیر قوم ان پر اس طرح مسلط نہ ہو کہ نیست کر دے اور یہ عموماً وعدہ ہو جب تک کہ وہ اسلام و توحید پر ہین اور قولہ یہان تک کہ یہ ہوگا الخ - اسکے معنی یہ کہ غیر مسلط نہ ہوگا ہان یہ ہوگا کہ آپس مین ہلاک کرنے والے ہون گے اور مترجم کہتا ہو کہ ظاہر لفظ اس روایت سے احتمال اول اقرب ہو اور دیگر روایات سے احتمال دوم اقرب ہو اور بر تقدیر احتمال دوم کے دو باتین محفوظ ہین یعنی غیر قوم اس اُمت اسلام پر مسلط نہ ہوگی بشرطیکہ یہ دین توحید اسلام پر ثابت ہون اور ایسی حالت مین یون مسلط نہ ہوگی کہ عموماً اُن کو ہلاک کر کے بخلاف ان لوگون کے جو حضرت عیسی علیہ السلام کی اُمت سے موحد رہے تھے یعنی ایمان توحید پر ثابت رہے تھے کیونکہ ان کو مشرک ہوجانے والون نے بالکل قتل کر ڈالا تھا - امام احمد نے ابو بصرہ غفاری رضہ سے مرفوعاً روایت کی جسمین تین اُمور مذکور کے ساتھ چوتھا امر یہ بھی مذکور ہے کہ مین نے دعا کی کہ میری اُمت کسی گمراہی پر اتفاق نہ کرے یعنی اجماع نہ کرے تو اللہ تعالی نے یہ دعا قبول فرمائی اور اس حدیث مین مذکور ہو کہ ان لوگون کی جماعت مقتدی تھی اور آپ نے التحیات کے جلسہ مین یہ دعا مانگی تھی - قال ابن کثیر رح صحاح ستہ مین سے کسی کتاب مین یہ روایت نہین ہو پس اسکو یاد رکھنا چاہیئے - طبرانی رح نے حضرت علی رضہ سے تین اُمور مذکورہ کی دعا مرفوعاً روایت کی اسمین ہے قلت یارب لاتسلط علیہم عدوا من غیرہم یعنی اہل الشرک فیجتاحہم قال ذلک لک یعنی دوسری دعا یون مذکور ہو کہ مین نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار نہ مسلط فرمائیو ان لوگون پر یعنی میری اُمت والون پر کوئی دشمن ایسا جو اُن کے غیر مین سے ہو یعنی مشرکون مین سے ہو کہ وہ ان سب کو جڑ سے نیست کر دے تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ تیرے واسطے ہو یعنی یہ تیری دعا قبول ہے - اور معنی حدیث کو ابن مردویہ فی ابن عباس رضہ سے بھی روایت کیا ہو اور ابن مردویہ نے ابو ہریرہ رضہ سے چار باتون کی دعا روایت کی اور چوتھی بات یہ ہو کہ میری اُمت سب کی سب کافر نہ ہوجائے - تو اسکو قبول فرمایا پھر حافظ ابن کثیر رح نے آثار نقل کئے چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضہ نے قولہ قل ہو القادر علی الآیۃ - مین عذاب من الفوق کی تفسیر پتھر برسائے جانا اور من تحت الارجل کی تفسیر خسف ہونا بیان کر کے کہا کہ اسمین چار باتین ہین جنمین سے دو ہو گئین اور دو باقی ہین - کذا ذکرہ من طریق سفیان الثوری رح اور ابو جعفر رازی کے طریق سے ابی بن کعب رضہ کی

روایت مین ہو کہ یہ چار باتین ہین جنمین سے دو باتین تو آنحضرت صلعم کی وفات سے پچیس برس پر گذرین کہ مختلف الاہوا ہو کر مخلوط ہوئے اور بعض کو بعضون سے قتل وغیرہ کی اذیت پہونچی اور دو باقی رہین یعنی آسمان سے پتھر برسنا اور زمین مین دہنس جانا اور یہ بھی ضرور واقع ہونگی رواہ احمد وابن ابی حاتم۔ مترجم کہتا ہو کہ خلفائے عباسیہ مین سے بعض کے وقت مین متعدد طور پر خسف واقع ہونا تاریخ کی کتابون مین مذکور ہے واللہ اعلم ولیکن علماء نے کہا کہ یہ آخر زمانہ مین واقع ہوگا اور حدیث صحیح مین ہو ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کریگا اور وہ بیدار کے مقام پر پہونچکر سب کے سب زمین مین دھنس جاوینگے۔ پھر ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن جریر و ابن ابی حاتم کی روایت سے ابن عباس رض سے قولہ عذابا من فوقکم کی تفسیر گمراہ اور گمراہ کنندہ سردارون کے ساتھ اور قولہ من تحت ارجلکم کی تفسیر بدکار خادمون کے ساتھ ذکر کی پھر کہا کہ اس قول کی اگرچہ توجیہ صحیح ہو لیکن قول اول یعنی جو ابی بن کعب و مجاہد وغیرہم سے پتھرون کی بارش و خسف کا مذکور ہوا وہ اقوی و اظہر ہے اور ابن جریر نے کہا کہ اس کی صحت پر شاہد ہو قولہ تعالیٰ ءامنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا ہی تمور ام امنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصبا فستعلمون کیف نذیر۔ اور حدیث مین ہو کہ ضرور اس اُمت مین قذف و خسف و مسخ واقع ہوگا اور یہ سب علامات قیامت مین مفصل مذکور ہین اور انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر آوینگے۔ فانظر۔ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ۔ اے انظر متعجبا کیف نبین لہم الدلالات علی قدرتنا یعنی تعجب سے دیکھ کہ کیسے ہم ان لوگون کے واسطے اپنی ہر طرح اور ہر بات پر قدرت والا ہونے کی دلالت کثیرہ بیان کرتے ہین۔ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۔ یعلمون ان ما ہم علیہ باطل۔ تاکہ جان جاوین یہ بات کہ جس پر وہ اڑے ہین وہ سب غلط و باطل ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ اوپر معلوم ہو چکا کہ اولاً و [illegible] بالذات تو یہ کافرون و مشرکون کو فہمائش و تہدید ہے اور حاصل آنکہ مجھدار جو اللہ تعالیٰ کے آیات و دلائل پاکیزہ مین نور ایمان سے یا ادنیٰ تامل سے سمجھ رکھتا اور علم حاصل کرتا ہو وہ ان صریح آیات سے ضرور اُمید کریگا کہ جن کی فہمایش کے لئے ایسے ایسے پاکیزہ دلائل بیان ہوئے وہ سمجھ جاوین گے اور اسکو بہت تعجب ہوگا کہ یہ بیوقوف مشرک کیونکر نہین سمجھتے ہین مگر آنکہ وہ یقین کے ساتھ یہی کہیگا کہ پاک ہے تو اے پروردگار ہدایت تیرے ہی قبضہ قدرت مین ہو تو ہمارے دلون کو بعد ہدایت کے اپنے فضل و کمال کے صدقے مین کج نہ فرمانا اور ایمان پر سلامتی و عافیت سے مغفرت فرماکر خاتمہ بخیر کرنا جیسے مترجم اپنے پروردگار ارحم الراحمین کی درگاہ مین یہی دعا کرتا ہو آمین۔ پھر اسمین اہل اسلام کو بھی بطریق اشارت و دلالت کی فہمائش ہو کہ راہ توحید پر مستقیم ہین۔ قال الحافظ۔ اور ابن ابی حاتم و ابن جریر نے روایت کیا کہ زید بن اسلم رح نے کہا کہ جب نازل ہوا قولہ قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم الآیۃ۔ (یعنی مشرکون کے شرک و کفر و فسق و فجور پہ تہدید ہوئی ان اُمور سے اور اہل توحید و اسلام کے کان کھول دیئے کہ تم ہرگز ایسے افعال مت اختیار کرنا کہ اس تہدید کے مصداق ہو جاؤ) تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد تم لوگ مت لوٹیو الٹے پاؤن کافر ہو کر کہ بعضے تمھارے تلوار سے بعضون کی گردنین مارین تو لوگون نے کہا کہ ہم تو گواہی دیتے ہین کہ کوئی معبود نہین سوائے اللہ تعالیٰ کے اور آپ رسول اللہ ہو۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہان یہ بات تو ٹھیک ہے پس بعض نے کہا کہ ایسا تو کبھی نہ ہوگا کہ بعض ہم مین سے بعض کو قتل کرین حالانکہ ہم مسلمان ہین تب نازل ہوا انظر کیف نصرف الآیات لعلہم یفقہون وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ ۔ بعض مفسرین نے کہا کہ بہ اے بالقرآن یعنی قرآن کو تیری قوم نے جھٹلایا اور بعض نے اس وعید مذکورہ کی طرف ضمیر راجع کی اور مترجم کہتا ہو کہ عموماً قرآن کی طرف راجع ہونے مین یہ بھی آگیا کیونکہ یہ وعید بھی منجملہ قرآن ہے پس حاصل یہ ہوا کہ جھٹلایا قرآن کو از انجملہ وعید مذکورہ بالا کو بھی تیری قوم نے یعنی قریش کے مشرکون نے اور جھٹلانے کے یہ معنی کہ اسکو سچ نہین جانا۔ اور زید بن اسلم کی روایت مین جو مذکور ہوا کہ بعض لوگون نے آپس کی قتل و خونریزی کو کہا کہ ایسا کبھی نہین ہوگا تو قرآن یا وعید مذکور کی کچھ بھی تکذیب

لہ یعنی آسمان سے پتھرون کی بارش
عہ زمین مین دہنس جانا اور مسخ
صورت بگڑ جانا ۱۲

نہیں ہے کیونکہ وہ لوگ اس بات کو قطعاً سچ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے جو چاہے حکم کرے بلکہ اُن کے کلام کے یہی معنی ہیں کہ
آپ نے جو ہم کو آپس کی خونریزی سے منع فرمایا تو ہم ایمان لائے اور ہم کبھی آپس میں خونریزی نہیں کر سکیں گے پس یہ تو عین تصدیق ہے اور
مشرکین کہ البتہ جھٹلاتے اور سچ نہیں مانتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن کو تیری قوم قریش نے جو مشرک ہیں جھٹلایا وَهُوَ
الْحَقُّ حالانکہ یہ قرآن حق یعنی سچ ہے حاصل آنکہ قرآن میں جو اخبار ہیں اور جس طرح وعدہ و وعید و دلائل قدرت و توحید مذکور ہیں سب
سچ ہیں۔ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ۔ تو ان مشرک کافروں سے کہدے کہ میں تم پر وکیل نہیں ہوں تاکہ تمہارے اعمال کی جزا و سزا
دیدوں میں تو فقط ڈر سنانے والا ہوں مشرکوں کافروں کا اور باقی رہا تمہارے اعمال کا بدلا وغیرہ وہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت و
اختیار میں ہے اور یہ بمانند قولہ فقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ پھر واضح ہو کہ مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ جہاد کا حکم ہونے سے پہلے
یہ حکم ہوا تھا لہٰذا منسوخ ہوگا اور معنی یہ کہ تم نے یہ فعل کیا کہ قرآن کی تکذیب کی تو میں اس امر کا وکیل نہیں ہوں کہ تم کو اس فعل پر
سزا دوں پھر جب جہاد کا حکم ہوا تو ان سے قتال کرنے لگے اور صحیح یہ کہ منسوخ نہیں ہے اور معنی یہ کہ تم نے کفر کیا اور میں وکیل نہیں ہوں
کہ تمہارے اعمال کی حفاظت میرے اوپر واجب ہو حتیٰ کہ تم کفر کرو تو مجھ پر الزام آوے پس تم جیسا کروگے ویسا پاؤگے چنانچہ آخر دنیا میں بھی
ان پر جہاد کرنے کا حکم ہو گیا اور مترجم کے نزدیک یہی اولیٰ ہے کیونکہ منسوخ کہنا بضرورت ہے اور یہاں کوئی ضرورت نہیں ہے اور کلام مفسر رحمہ اللہ
بھی اسی طرف راجع ہو سکتا ہے کیونکہ نسخ کو مفسر رحمہ اللہ نے نہیں کہا بلکہ صرف یہ کہا کہ حکم قتال سے پہلے یہ حکم ہوا تھا پھر قتال کا حکم اسکے بعد ہوا ہے
اور جہاد کا حکم ہونے کے وقت بھی یہ صادق ہے کہ لست علیکم بوکیل۔ کیونکہ جو کوئی جیسا کرے ویسا پاوے رسول علیہ السلام کو وحی الٰہی
پہونچانا اور اسکی پابندی کرنا فرض ہے اور موجودہ تفاسیر میں کسی مفسر نے اسکے نسخ کو نہیں لکھا۔ اور مترجم نے جو کہا اسی کی صحت پر دلالت
کرتا ہے جو فرمایا۔ لِكُلِّ نَبَإٍ مُّسْتَقَرٌّ خبر مستقر وقت یقع فیہ ویستقر ومنہ عذابکم۔ نبا بمعنی خبر ہے اور مستقر صیغہ ظرف زمان ہے یعنی اور ہر چیز
کے واسطے ایک وقت ایسا مقرر ہے جسمیں اسکا وقوع و استقرار ہوتا ہے خواہ گذشتہ امر کی خبر ہو یا آئندہ ہونے والی چیز کی خبر ہو پس حکم
دیا کہ کافروں مشرکوں سے یہ سمجھا دے اور حاصل آنکہ اے منکرو تمہارے عذاب پانے کی خبر کا بھی یہی حال ہے تم مت انکار کرو بلکہ
وقت مقرر پر عذاب پاؤگے بلکہ فرمایا۔ وَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ اور عنقریب جان جاؤگے اور یہ ان کافروں کو تہدید ہے
ف — فی العرائس قولہ قل اللہ ینجیکم منہا ومن کل کرب الآیۃ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں جملہ ہم و غم سے نجات دینے والا
ہوں جس نے ہم و غم میں میرا قصد کیا اس کا ہم و غم باایمان دور ہوا اور جس نے کسی اور کا قصد کیا اسکی حاجت میں ساقط کر دیتا ہوں
پھر جب بیان فرما دیا کہ ہر غم و محنت کا حل ہونا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے ولیکن بے عقل لوگ شرک کرتے اور غیر کی طرف
سکون کرتے ہیں تو ان کو اپنی قدرت ازلی سے تہدید فرمائی کہ دوبارہ ان کو عذاب کرب میں مبتلا کرے بقولہ قل ہو القادر علی
ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم یعنی تمہارے دلوں سے تجلی ملکوتی و مشاہدہ غیب کو منقطع فرما دے۔ قولہ او من تحت ارجلکم۔ یعنی عبادت
و نماز وغیرہ سے تمہارے قدم پھسلا دے کہ ربوبیت کی درگاہ میں خصوصیت کیساتھ قیام نہ کر سکو۔ اور قولہ او یلبسکم شیعا۔ یعنی تمہارے درمیان
جو الفت رکھی ہے وہ دور کر دے۔ اور قولہ ویذیق بعضکم باس بعض۔ یعنی ہوا و ہوس والے ایک دوسرے کی تکفیر کریں۔

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ
اور جب تو دیکھے وہ لوگ کہ بکتے ہیں ہماری آیتوں میں تو اُن سے کنارہ کر جبتک کہ بکنے لگیں اور کسی بات میں

Marfat.com

غَيْرِهٖ ؕ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور کبھی بھلا دے تجکو شیطان تو مت بیٹھ بعد نصیحت کے بے انصاف قوم کے ساتھ

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝

اور پرہیزگاروں پر نہین کچھ اُن کا حساب لیکن نصیحت کرنی ہے شاید وہ ڈرین

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۔ اور جب تو دیکھے ایسے لوگون کو جو خوض کرتے ہین ہماری آیات مین یعنی قرآن مین جھٹلانے اور مسخرہ پن کے طور پر خوض کرتے ہین ۔ خوض دراصل پانی مین گھسنا اور عبور کرنا اور یہان مضمون مین خوض کرنا عقلی چیز کیلئے محسوس سے استعارہ ہے یا خوض بمعنی خلط ہے کما یقال ۔ خاض الماء بالعسل یعنی شہد مین پانی ملا دیا پس مراد آنکہ جب تو ایسے لوگون کو دیکھے جو ہماری آیات مین خلط کرتے اور معنی مین تاویل بیجا کرتے اور بے پڑھون پر شبہہ ڈالتے ہین تاکہ کلام الٰہی کی تحریف وتکذیب کرین ۔ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ تو ایسے مفسد لوگون سے اعراض کر اور ان کے ساتھ مت بیٹھ تاکہ انکے مکروفریب کا ضرر تجکو نہ پہونچے اور یہ گناہ عظیم تو کانون سے نہ سُنے پھر اس اعراض کی حد فرمائی لقولہ ۔ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۔ یعنی اسوقت تک اعراض کر کہ وہ اور کسی بات مین خوض کرین سوائے آیات آلہی کے اندر جھٹلانے یا فریب ہی کیواسطے خوض کرنے کے ۔ غیرہ کی ضمیر مذکر بمعنی آنکہ فی حدیث غیر ہذا الحدیث ۔ اور ضمیر مذکور کو آیات کی طرف سمجھنا وہم ہے کیونکہ مراد خوض در آیات کی باتین ہین اور لفظاً صفت حدیث ہے ۔ پھر خطاب یا تو ہر شخص لائق خطاب کو ہے یا آنحضرت صلعم کو لفظاً خطاب ہے اور مراد ہر فرد آپکی اُمت کا ہے حتیٰ کہ اہل اسلام کو روا نہین کہ اپنے لڑکون کو ایسی صحبت مین بیٹھنے کی اجازت دین جنہین ایسے مفسدہ کی باتین ہون اور جائز نہین کہ جاہل یا عامی آدمی یہود ونصاریٰ وغیرہ کے وعظ مین سننے کو شریک ہو جبکہ وہ ان کے دھوکا دینے والی باتین جن سے قرآن وحدیث کی تکذیب ہوتی ہے رد نہ کرسکتا ہو ۔ اسی طرح رافضی وخارجی ودیگر بدعتی وگمراہ فرقہ مثل نیچری وغیرہ کی باتین سننے کا بھی یہی حکم ہے ۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنون کو اتفاق رکھنے کا حکم دیا اور اختلاف وپھوٹ سے منع کیا اور آگاہ فرمایا کہ اگلے لوگ اسی سے ہلاک ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے دین مین جھگڑے اور بحثین ڈالین ۔ کہتا ہے مترجم کہتا ہے کہ وہابی وبدعتی اور مقلد اور غیر مقلد کا جھگڑا بھی اسی قسم کا ہے اور خود حنفی مذہب وشافعی مذہب والے بھی اسی جھگڑے مین مبتلا ہین اگرچہ حقیقت مین یہ لازم تھا کہ کتاب وسنت کو بدون جھگڑے وتعصب کے ان مجتہدون سے لیتے اور باہم اختلاف نہ رکھتے ۔ محمد بن علی سے روایت ہے کہ اصحاب الاہواء انھین لوگون مین سے ہین جو آیات آلہی مین خوض کرتے ہین ۔ مقاتل رح نے کہا کہ مشرکین مکہ مین جب قرآن سنتے تو اسمین خوض کرتے بدین غرض کہ فریب سے جھٹلادین اور شک ڈالین تو اصحاب رسول اللہ صلعم نے کہا کہ ہم کو ان کی باتین سننے اور ساتھ بیٹھنے مین نقصان ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری ۔ مترجم کہتا ہے کہ مقاتل کی روایت اہل تفسیر کے نزدیک قوی نہین اگرچہ اس روایت کے معنی ٹھیک ہون ۔ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ اصل مین ان ما تھا ادغام کردیا اور ان شرطیہ اور ما زائدہ ہے اور ینسینک مین دو قرأۃ ہین ایک قرأۃ ۔ بسکون نون بدون تشدید کے یہی قرا معروفین مین سے اکثر کی قرأت ہے اور دوم بفتح وتشدید نون اور یہ ابن عامر کی قرأۃ ہے اور نسی وانسی کے ایک ہی معنی ہین یعنی دو نون متعدی آتے ہین معنی آنکہ اور اگر شیطان بھول مین ڈالدے تجکو یعنی اگر بھولے سے بیٹھ گیا ۔ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۔ تو مت بیٹھ بعد یاد آجانے کے قوم ظالم کے ساتھ ۔

Marfat.com

قولہ بعد الذکری۔ بعد تذکرہ۔ اس کے یاد آجانے کے بعد پس ذکری مصدر ہے اور الف لام عوض مضاف الیہ ہے ای بعد ذکراہ۔ اگر کہا جائے خوض کرنے والوں کے ساتھ بھول کر بیٹھا تھا اور یاد آجانے کے بعد ظالمین کے ساتھ بیٹھنے سے منع کیا تو جواب یہ ہے کہ معنی یہ ہیں کہ فلا تقعد بعد الذکری معہم۔ لیکن بجائے ضمیر کے جس کا مرجع خائضین ہے ایک اسم ظاہر یعنی قوم ظالمین لاکر اشارہ کر دیا کہ یہ خائضین قوم ظالم ہیں اور ظلم ہر ایسی چیز کو کہتے ہیں جو بے محل رکھی گئی پس جن خائضین کا حال مذکور ہوا وہ بھی چونکہ آیات الٰہی کے نصائح و وعظ و پند و معانی حق و دلالت توحید کو بے محل رکھتے اور بجائے تاویل واقعی کے بیجا و فریب آمیز تاویلیں کرتے اسلئے ظالم فرمایا پھر ظالم لفظ عام ہے کافر و فاسق سب پر صادق ہے پس اگر ایسا بیجا خوض کیا کہ کفر تک پہونچا جیسے مشرکین جھٹلاتے اور فریب دیتے تو یہ ظالمین بمعنی کافرین ہوں گے ورنہ فاسقین ہوں گے اور جو لوگ ایمان و یقین کیساتھ آیات الٰہی میں علوم اخلاق و حکمت لینے کو خوض کرتے ہیں ان کے ساتھ بیٹھنا منع نہیں بلکہ مستحب ہے لہٰذا مفسرؒ نے یخوضون بالاستہزاء کی قید لگا دی پھر سہو سے بیٹھنا عفو ہے اور حدیث میں آیا کہ میری امت سے خطا و نسیان و جبر و زبردستی سے استکراہ کئے گئے ہوں دور کیا گیا ہے اور قولہ اما ینسینک۔ یعنی اگر بھول کر بیٹھ جاوے پھر یاد آجاوے تو ان کے ساتھ نہ بیٹھے۔ کذا قال السدی عن ابی مالک و سعید بن جبیر و کذا قال مقاتل بن حیان اور واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم آیات اللہ یکفر بہا ویستہزأ بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلہم الآیۃ۔ آمین قد نزل سے اشارہ یہاں کی آیت کی طرف ہے پھر مفسر سیوطیؒ نے لکھا کہ جب یہ حکم اترا تو مسلمانوں نے کہا کہ اگر یہی ہوا کہ ہر بار جب کافروں نے خوض کرنا شروع کیا اور ہم وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے تو ہم مسجد میں بیٹھ نہیں سکتے اور طواف نہیں کر سکتے تب نازل ہوا۔ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اللہ مِنْ حِسَابِهِمْ الخائضین مِّنْ زائدۃ شَيْءٍ اذا جالسوہم وَّلٰكِنْ علیہم ذِكْرٰى تذکرۃ لہم وموعظۃ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ الخوض یعنی اور نہیں ہے ان لوگوں پر جنہوں نے تقویٰ کیا اللہ تعالیٰ سے خوض کرنے والوں کے حساب میں سے کچھ بھی ولیکن متقین پر واجب ہے کہ خوض کرنے والوں کو یاد دہانی اور نصیحت کریں شاید وہ خوض سے پرہیز کریں۔ مترجم کہتا ہے کہ حاصل معنی یہ کہ جو لوگ خوض کرنے والوں کے ساتھ بیٹھیں تو خوض کرنیوالوں کے حساب یعنی مواخذہ و عذاب میں سے ان کے نامۂ اعمال میں کچھ بھی نہ ہوگا جبکہ خود متقی رہیں ولیکن متقیوں پر ان کو وعظ و نصیحت کرنا واجب ہے پس ذکری مرفوع مبتدا المحذوف الخبر ہے اور سبیل الرفع ہوا الوجوب یعنی واجب علیہم ذکری۔ اسی واسطے مفسرؒ نے علیہم خبر کی طرف مقدر کیا۔ پھر واضح ہو کہ بنا بر اس تفسیر کے حکم سابق اعراض و تجنب کا اس سے منسوخ ہوگا کیونکہ پہلی آیت سے اعراض اور ان کے ساتھ نہ بیٹھنا واجب تھا اور اس سے بیٹھنے کی اجازت نکلتی ہے ولیکن یہ شرط کہ ان کو خوض مذکور سے وعظ و نصیحت کریں اور شیخ ابن کثیرؒ نے بروایت ابن ابی حاتم من طریق السدی عن ابی مالک عن سعید بن جبیرؓ ذکر کیا کہ قولہ وما علی الذین یتقون من حسابہم من شیٔ۔ کہا کہ یہ معنی کہ جب تو نے ان سے اعراض و پرہیز و کنارہ کر لیا تو تجھ پر خوض کرنے والوں کے عذاب سے کچھ حساب نہیں ہے وہ خوض کیا کریں۔ قال الحافظ اور مجاہد و ابن جریج و سدی وغیرہم نے کہا کہ یہ معنی نہیں بلکہ معنی آنکہ اگر متقی ان خوض کرنیوالوں کے ساتھ بیٹھیں تو متقیوں پر ان کے حساب سے کچھ لازم نہیں قال الحافظ اور ان علماء نے زعم کیا کہ یہ حکم سورۂ نساء مدنیہ سے منسوخ ہے اور وہ قولہ تعالیٰ انکم اذا مثلہم الآیۃ ہے اور ان علماء کے قول پر قولہ ولکن ذکری لعلہم یتقون کے یہ معنی کہ ولیکن ہم نے تم کو ان سے اعراض کا حکم اسواسطے دیا کہ جس حال خراب میں وہ پڑے ہیں اس سے ہوشیار ہو کر تقویٰ اختیار کریں اور پھر ایسا نہ کریں اور بعض نے لکھا کہ یہ رخصت ابتدائے اسلام میں تھی کہ جب مسلمانوں پر تقیہ اور اپنے بچانے کی ضرورت طاری تھی پھر سورۂ نساء کی آیت مدنیہ یعنی قولہ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم الآیۃ سے خوض کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت

Marfat.com

منسوخ ہوگئی۔ قال المترجم یہ عجب ہے اسواسطے کہ سورۂ نساء مدنیہ کی آیت مصدرہ مین خوض کرنے والون کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت یاد دلائی جاتی ہے کہ پہلے تم پر نازل ہو چکا کہ خائضین کیساتھ مت بیٹھو اگر بیٹھو گے تو تم بھی انھیں کے مثل ہو۔ پس آیت سابقہ مکیہ یعنی جو یہان اعراض واجب ہونے کے واسطے بیان ہوئی ہے اگر منسوخ ہوتی یا رخصت کے معنی مین ہوتی تو اس کے حوالہ پر زجر و ملامت کے معنی نہین ہو سکتے پس حق یہ ہے کہ آیت کے معنی وہی ہین جو سعید بن جبیرؒ سے مروی ہوئے ہین اور سراج مین کہا کہ جمہور کے نزدیک محکم ہے کیونکہ خبر پر نسخ نہین داخل ہوتا اور نیز ساتھ بیٹھنے کی اباحت بشرط وعظ و نصیحت ہے۔ پھر غیر منسوخ ہونے کی تفسیر پر قولہ ولکن ذکری کے یہ معنی ہون گے کہ محض ان خوض کرنے والون کے جلسہ سے اعراض کرنے سے امر بالمعروف ساقط نہین بلکہ اعراض کرو اور کافرون و خوض کرنے والون کو نصیحت کرو۔ قال المترجم اسمین خلجان یہ ہے کہ مکہ مین قبل ہجرت کے مسلمانون کا یہ حال تھا کہ اپنے کو چھپائے اور بچائے رکھتے تھے پس امر بمعروف و نہی از منکر اسوقت علانیہ ان پر واجب ہونا بعید اور خلاف تصریح ہے اور ظاہر معنی قولہ وما علی الذین الآیۃ کے یہ ہین کہ جن ایمان والون نے خوض و استہزاء و تکذیب کرنے والون کی مجلس سے اعراض و تجنب کیا ان پر ان مسخرون کے عذاب سے کچھ بھی نہ ہوگا ولیکن ان پر خود اپنے نفس کیواسطے وعظ و تذکیر واجب ہے یا یہ اعراض ان کو نصیحت کے طور پر ہے جس سے ان کو خود تقوی کا مرتبہ کمال پہونچے۔ قال المترجم پس لعلہم کی ضمیر بجانب الذین یتقون یعنی موصول کی طرف راجع ہے اور پہلا تقوی از مجالس خائضین ہے اور بعض نے جو کہا کہ متقین کی طرف لعلہم کی ضمیر راجع کرنا بعید ہے تو یہ وہم و غفلت ہے فافہم واللہ اعلم۔ وَذَرِ الَّذِيْنَ ترک کر دے ایسے لوگون کو جنھون نے اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمُ الذی کلفوا بہ۔ بنا لیا اپنے اس دین کو جس سے مکلف کئے گئے تھے یعنی قرآن و حدیث رسول کے طریقہ کو لَعِبًا وَّلَهْوًا باستہزائہم بہ۔ لعب لہو یعنی لہو و لعب بنا لیا کیونکہ اس سے ٹھٹھول کرتے اور جھٹلاتے اور ظلم و بے انصافی کے ساتھ اسمین خوض کرتے ہین وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا۔ اور مغرور کیا اور فریب مین ڈالا ہے ان کو دنیا کی زندگانی نے یعنی اپنی پیدائش اسی زندگانی دنیاوی مین مقصود سمجھتے ہین اور بعث و حشر کے اور جزا و قیامت کے قائل نہین ہین حاصل آنکہ ایسے لوگون سے کچھ تعرض مت کر اور یہ حکم پہلے تھا پھر جہاد کا حکم ہوا۔ کذا قال المفسرؒ اور ظاہر امفسرؒ کی یہ مراد ہے کہ یہ آیت پیچھے کو منسوخ ہو گئی ہے کیونکہ بنا بر تفسیر مذکور کے اس وقت مین مارنے پیٹنے وغیرہ کے ساتھ تعرض کرنے سے ممانعت تھی پھر جہاد کا حکم آیا ولیکن صیغۂ امر جو یہان مذکور ہے یعنی تعرض مت کر یہ بعد حکم جہاد آنے کے معلوم ہو گیا کہ ایک مدت خاص تک کے واسطے تھا۔ بعض نے کہا کہ دینہم سے مراد وہ دین ہے جو مشرکون نے خود نکالا تھا کہ بتون کے واسطے بحیرہ و سائبہ وغیرہ بناتے اور بعضے جانور مرد ہی کھاتے اور بعضے فقط عورتین اور بعض مین دونون شریک ہوتے اور مانند اسکے دیگر امور جو ایک کھیل و تماشا ہین۔ اور قتادہ نے لہو و لعب کی تفسیر کھانے پینے سے بیان کی یعنی انھون نے اپنا دین بھی کھانا پینا و ناچ تماشا وغیرہ بنا لیا اور زندگانی دنیاوی نے ان کو اپنا فریفتہ کر لیا اور بیضاویؒ نے لکھا کہ مراد آنکہ انھون نے اپنے دین کو خواہش نفسانی پر مبنی کیا اور ایسے امور سے بدین رکھا جسکا کچھ نفع بھی ان کی طرف فی الحال یا انجام کار مین عائد نہین جیسے بتون کی پرستش اور بحیرہ و سائبہ کو اپنے اوپر حرام کر لینا وغیرہ اور حاصل آنکہ ان کے اقوال و افعال کی کچھ پروا نہ کر اور ان سے اعراض کر۔ مترجم کہتا ہے کہ اعراض سے یہان یہ مراد نہین ہو سکتی کہ ان کو فہمایش مت کر کیونکہ تبلیغ رسالت آپ پر واجب تھا بلکہ اعراض یعنی بے پروائی ان کے ناکارہ افعال سے ہے قال ابن کثیرؒ یعنی انکو چھوڑ اور ان سے اعراض کر تھوڑی مدت کیونکہ وہ لوگ عذاب عظیم کی طرف جانیوالے ہین اسی واسطے فرمایا۔ وَذَكِّرْ بِهٖ [illegible]

Marfat.com

بالقرآن۔ اور ان لوگوں اور دوسروں کو نصیحت کر قرآن کے ساتھ اور ان کو قیامت کے عذاب الیم سے تحذیر دلا۔ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ
اے لان لاتسلم الی الہلاک بما عملت تاکہ سپرد نہ ہو جاوے کوئی نفس طرف ہلاکت کے بسبب اپنے اعمال کے۔ اور بعض نے مفعول لہ قرار
دیا اے کراہتہ ان تبسل یعنی بوجہ مکروہ ہونے اس بات کے کہ کوئی نفس اپنی جہالت کے اعمال سے ہلاکت کے سپرد ہو جاوے بسل
لغت میں بمعنی حرام و ممنوع ہے۔ بولتے ہیں کہ ہذا البسل علیک۔ یہ تجھ پر حرام و ممنوع ہے۔ باسل مرد شجاع کہ اسکی برابری نہ ہو سکے اور
اسد باسل کیونکہ شیر محفوظ و ممنوع از دیگر جانور ہے یا شکار اسکے پنجے سے چھٹنا ممنوع ہے اور الابسال یہ کہ آدمی اپنے آپ کو ہلاکت میں
سونپ دے یقال ابسلت ولدی یعنی خون کے عوض میں نے اسکو رہن کر دیا کیونکہ انجام کار ہلاک ہوگا پس تبسل بمعنی تسلم الی الہلاک
ہے یعنی کوئی جان اپنے آپ خود اپنے کو ہلاکت و عذاب الٰہی کے سپرد کرے کذا فسرہ ابن عباس و مجاہد و عکرمۃ والحسن
والسدی۔ قال الوالبی عن ابن عباس اے فضیحت ہو۔ قال قتادہ۔ یعنی محبوس و مرہون ہو۔ وقال ابن زید یعنی ماخوذ ہو۔ قال الحافظ
ان سب عبارات کے معنی قریب ہی قریب ہیں اور یہ بمانند قولہ تعالیٰ کل نفس بما کسبت رہینۃ الا اصحاب الیمین الآیۃ۔ حاصل آنکہ
مشرکوں کے افعال ناکارہ کی پروا مت کر اور ان کو بھی دوسروں کے ساتھ قرآن سے نصیحت کر کیونکہ مکروہ ہے یہ بات کہ جہالت میں
کوئی نفس اپنے اعمال بد کے سبب سے اپنے آپ کو ہلاکت کے سپرد کرے۔ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ۔ درحالیکہ اس نفس
کے واسطے اللہ تعالیٰ کے غیر سے یعنی تمام عالم میں سے جو سوائے اللہ تعالیٰ کے ہے کوئی اسکا مددگار و سفارشی ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ
عذاب کرنا چاہے تو وہ اس نفس کی مدد کرے یا عذاب نہ ہونے دے۔ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا۔ اے وان
تفد کل فداء لا یوخذ منہا ما تفتدی بہ۔ اور اگر وہ نفس پورا فدیہ دے تو اس نفس سے نہ لیا جاوے یعنی اگر فدیہ دیوے بھی تو نہ
چھوٹے۔ پس ضمیر لا یوخذ کی ما تفتدی بہ کی طرف راجع ہے یعنی نہ لیا جاوے اس سے وہ جو کچھ فدیہ میں دیوے۔ عدل بمعنی برابری
و فدیہ کیونکہ فدیہ بھی جان کے برابر مال دینے کو کہتے ہیں پس عدل بمعنی العدل بہ ہے۔ اُولٰٓئِكَ یعنی یہی جنہوں نے دین کو لہو و لعب بنایا
الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا۔ یہی ہیں وہ لوگ کہ ہلاکت کے سپرد کیے گئے ہیں بسبب اپنے کمائے ہوئے کاموں کے۔ پھر دوسری خبر یا
جملہ مستانفہ بیان حال ان بدکاروں کا یہ ہے۔ لَهُمْ شَرَابٌ مالشرب ان کے واسطے پینے کی چیز مِّنْ حَمِيْمٍ نہایت درجہ گرم
پانی سے۔ حدیث میں اور دوسری آیات میں ہے کہ اس سے آنتیں کٹ گریں گی۔ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ۔
ما مصدریہ ہے اے بسبب کفرہم اور عذاب مولم ہے بسبب ان کے کفر کرنے کے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ خالق عز و جل کو اپنا پروردگار
جاننا اور اسکو وحدہ لاشریک لہ پہچاننا مخلوق پر فرض عین ہے اور نہ پہچاننا بڑی خطا ہے پھر اوتعالیٰ جل جلالہ نے کتاب و رسول کو
بھیجا تو بڑا احسان جان کر فوراً مان لینا اور پہچان لینا چاہیے تھا نہ پہچاننا خطائے سخت عظیم ہے پھر نہ ماننا کفر پھر معجزے دکھلا دیے
پھر نہ ماننا سخت کفر پھر اسپر خالق پاک کا شریک بنانا کفر پر کفر اور نہایت ہی بدتر جو قیاس میں نہ آوے پھر رسول و کتاب الٰہی سے ٹھٹھول
کرنا نہیں معلوم کس درجہ بدتر ہوا پھر رسول کو ایذا دینا اب کہاں اسکی انتہا رہے۔ لیکن کافر لوگ و ملحد و زندیق جب عذاب سنتے ہیں تو
کہتے ہیں کہ کسی گناہ پر اتنا عذاب خلاف عدل و قیاس ہے حالانکہ اپنی خطا و گناہ کو مشرک کچھ نہ سمجھا اور اس نے عذاب الٰہی بھی ایسا ہی
سمجھ لیا جیسے بندے اپنے پائے ہوئے بدلے ہر کسی دوسرے کو دے سکتے ہیں اگر غور کرتا تو یہ بھی اسنے شان باری تعالیٰ میں اسکی
عظمت و شان کبریائی میں سخت بے ادبی کی پس وہ کفر و شرک سے سخت ڈرے اور عذاب الٰہی سے پناہ مانگے اور اسکے حکم کو مانے

ورنہ چند روز بعد مرجائیگا اور خواہ مخواہ عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اے بندہ چو بندگی نہ کردی ؛ از بندگیت کہ کار دارد ؛ چون او تو دگر خدا نہ داری ادب زتصد ہزار دارد ؛ ف فی العرائس۔ قولہ وما علی الذین یتقون من حسابہم من شیٔ۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ اولیاء مومنین سے یہی عہد کر لیا کہ بندوں کو نصیحت و وعظ کریں جیسے انبیاء علیہم السلام پر تبلیغ واجب ہے پس اولیاء بھی نصیحت و وعظ کریں اور اگر ایسا نہ کرینگے تو قصور کرنے والے ہوں گے قولہ وذر الذین اتخذوا دینہم الآیۃ یعنی بیہودوں کو چھوڑ دے جو جہان کے حظوظ میں مشغول ہو گئے ہیں تاکہ اہل صدق کے مجالس میں مزاحمت نہ کریں کیونکہ وہ ہمارے خطاب کے فہم سے اپنی شہوات کے مشغولی کی وجہ سے محجوب ہیں۔ حسین رح نے کہا کہ جو شخص ہماری مخلوق میں مشغول ہو کر ہم سے محجوب ہوا اور اپنی حیات دنیاوی سے مانوس اور اسپر مغرور ہوا اور درحقیقت یہ موت ہے اور زندگی وہی جو حق تعالیٰ حی القیوم سے زندہ ہو تو ایسے بیہودہ لوگوں کو چھوڑ دے کہ وہ فہم و حقائق سے معزول و محروم ہیں۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا
تو کہہ کیا ہم پکاریں اللہ کے سوائے جو نہ بھلا کرے ہمارا نہ برا اور ہم جاویں اُلٹے پاؤں

بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ
جب اللہ ہم کو راہ دے چکا جیسے ایک شخص کو بھلا دیا جنوں نے جنگل میں

حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا قُلْ اِنَّ هُدَى
بھٹکتا اسکے رفیق پکارتے ہیں راہ کی طرف کہ آ ہمارے پاس تو کہہ اللہ نے راہ بتائی

اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
سو وہی راہ ہے اور ہم کو حکم ہوا ہے کہ تابع رہیں جہان کے صاحب کے اور یہ کہ کھڑی رکھو نماز

وَاتَّقُوْهُ وَهُوَ الَّذِىْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
اور اس سے ڈرتے رہو اور وہی ہے جسکے پاس اکٹھے ہو گے اور وہی ہے جس نے ٹھیک بنائے آسمان

وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ
اور زمین اور جس دن کہے گا ہو تو ہو جاوے گا اسکی بات سچ ہے اور اسی کی

الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ ثلث
سلطنت ہو جس دن پھونکا جاوے صور چھپا اور کھلا جاننے والا اور وہی ہے تدبیر والا خبردار

قال المترجم قال السدی رحمہ اللہ مشرکوں نے مسلمانوں سے کہا کہ تم ہمارے دین کی پیروی کرو اور دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دو پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ قُلْ اَنَدْعُوْا۔ دعاء یعنی عبادت۔ اے محمد کہدے جملہ مومنین کی طرف سے کہ کیا ہم عبادت کریں۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ غیر خدا سے مَا لَا يَنْفَعُنَا بعبادتہ۔ وہ چیز جو ہم کو نہ نفع دیوے اپنی عبادت سے وَلَا يَضُرُّنَا اور نہ ہم کو ضرر دیوے اسکی عبادت چھوڑنے سے ف اور یہ چیز بت ہیں حاصل آنکہ جو چیز ایسی ہے کہ نہ ہم کو اسکی عبادت سے نفع پہونچے اور نہ اسکی ترک عبادت سے ضرر پہونچے کیا ہم اسکو پکاریں و عبادت کریں۔ وَنُرَدُّ عَلٰٓى

أَعْقَابِنَا - اور اپنے پچھلے پاؤن لوٹین یعنی مشرک ہوجاوین۔ بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ بعد ازانکہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ہدایت
فرمائی ہو حاصل آنکہ ہم ایسا نہ کرینگے جس کی مثال یہ ہو۔ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ اضلتہ۔ مانند ایسے شخص کے جس کو بھٹکا دیا۔
الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ شیطانون نے زمین مین یعنی سفر کے درمیان جنگل مین درحالیکہ وہ حَيْرَانَ ہو یعنی متحیر ہے نہین جانتا
کہ کدھر جاوے یہ لفظ استہوتہ کی ضمیر ہ سے حال واقع ہو یعنی کیا ہم ایسے ہوجاوین جیسے کسی کو سفر مین شیطانون نے آوارہ کردیا۔ اور
حال یہ کہ لَهٗ اَصْحٰبٌ اسکے ساتھی لوگ ہین کہ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى اسکو ہدایت کی طرف بلاتے ہین یعنی تاکہ اسکو سیدھی
راہ پر کردین اور اس سے کہتے ہین کہ ائْتِنَا ہمارے پاس آجا مگر وہ نہین مانتا بلکہ شیطانون کی راہ بھٹکائی ہوئی پر جاتا ہو پس ہلاک
ہوجاتا ہے۔ واضح ہو کہ اندعوا مین استفہام انکاری ہے اور جملہ کالذی حال از ضمیر نرد ہے اے نرد حال کوننا کالذی الخ۔ اور
بعض نے کہا کہ استہوتہ۔ از ہوی ہوی بمعنی نزول از اعلی باسفل ہو یعنی شریر جن اسکو اٹھا لیگئے اور زمین پستہ مین ڈالدیا ولیکن قولہ
لہ اصحاب الخ۔ اس معنی سے چندان مناسب نہین ہو۔ حاصل آنکہ مشرکون کو مومنون نے جواب دیا کہ ہم تمھارے بہکائے مین مشرک ہوکر
ایسے شخص کے مانند نہ ہوجاوین گے جس کو شیطانون نے جنگل مین راہ بھٹکادی حالانکہ اسکے رفیق بلاتے رہے کہ ارے سیدھی راہ
یہ ہو ادھر آ مگر نہ مانا اور اندھا بیوقوف بنکر شیطانون کی راہ جاکر ہلاک ہوگیا۔ قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس یہ ایک
مثل ہو بتون وبت پرستون کی جو آدمی کو بت پوجنے کی راہ پر بلاتے ہین اور ان لوگون کی جو راہ حق عزوجل کی طرف بلاتے
ہین مثال یہ ہو کہ ایک آدمی راہ مین حیران ہو اسکو آدمی کی صورت غول بیابانی نے جنگل مین پکارا کہ ارے ادھر راہ پر آ اور اسکے
ساتھیون نے پکارا کہ ادھر راہ پر آ پس اگر اول کی بات پر چلا تو مرا اور اگر دوسرے کی راہ پر چلا تو راہ پائی پس جس نے بتون کی
عبادت کرنے کی راہ بتانے والے کا کہنا مانا وہ سمجھا کہ راہ پر ہون یہان تک کہ موت آئی اور ہلاک ندامت پیش آئی۔ قال ابن
کثیر۔ قولہ کالذی استہوتہ الشیاطین۔ یہ شیاطین غول بیابانی ہین کہ آدمی کو اسکے نام و اسکے باپ دادا کے نام سے پکارتے اور بے راہ
لیجاتے ہین اور وہ راہ پر سمجھتا ہے حتی کہ انجام کار اسکو مقام ہلاکت مین ڈالدیتے یا پیاس سے مرجاتا ہے اور بسا اوقات خود کھا جاتے
ہین قد، رواہ ابن جریر عن ابن عباس رضی وقولہ لہ اصحاب یدعونہ الی الہدی سو تقدیر کلام آنکہ اور وہ ان کو بلانے کو نہین سنتا اور ماننے سے انکار کرتا
ہے آخر کو غول بیابانی کی راہ مین ہلاک ہوتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ پھر کر راہ پر آجاتا لہذا فرمایا۔ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ
الْهُدٰى۔ ای الاسلام ہو الہدی وما عداہ ضلال۔ کہدے کہ اسلام ہی ہدایت ہو اور جو اس سے متجاوز ہے وہ گمراہی ہے۔ وَاُمِرْنَا
لِنُسْلِمَ اے امرنا بان نسلم۔ ہم حکم کئے گئے ہین کہ ہم سب اسلام لاوین و توحید و انقیاد کرین۔ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین کیلئے
وَاَنْ اَقِيْمُوا عطف بر لنسلم بتاویل مذکور ہے اے وامرنا بان اقیموا الصَّلٰوةَ اور ہم کو حکم دیا گیا کہ نماز کو ٹھیک درست قائم رکھو
وَاتَّقُوْهُ واتقوا اللہ تعالیٰ۔ اور تقوی رکھو اللہ تعالیٰ کا اسکے ساتھ مشرک ہونے سے اور وہی حکم دینے والا ہو خبردار رہو کہ سب
اسی کا حکم ہے۔ وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ یجمعون لیوم القیامۃ للحساب وہی ہو کہ جس کی طرف محشور ہوگے یعنی حساب
کے لئے قیامت کے روز جمع کئے جاؤگے پس اسکی شان مین عصیان وبے ادبی کرنے سے خوف کرو کہ سب اسی کے پیدا کئے ہوئے
ہو۔ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ۔ اور اسی نے آسمانون و زمین کو پیدا کردیا درحالیکہ حق ہو یعنی انکی پیدایش
بیہودہ وباطل نہین۔ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ اور بیان کردے نصیحت کے طور پر وہ دن کہ شی کے واسطے فرمادیگا۔

Marfat.com

کہ ہو جا پس وہ چیز اسی طرح شخص ہو جائیگی جیسے اسکی مراد ہو اور یہ قیامت کا دن مراد ہو کہ اس روز مخلوق مردہ آدمی وغیرہ سے کہے گا کہ کھڑے ہو جاؤ پس سب اُٹھ کھڑے ہوں گے اور دو قول ہیں ایک یہ کہ کن سے حقیقی یہی قول مراد ہے اور دوم آنکہ یہ سمجھانے کے واسطے ہو ورنہ ازل میں پیدایش اشیاء سے پہلے کلام نفسی کے ساتھ مخلوق کیا پس یہ اسکے ارادہ و قدرت کی مثال ہے کہ بدون دیر و درنگ کے وجود ہو جاتا ہے۔ قَوْلُهُ الْحَقُّ یعنی قولہ حق و صدق و واقع لامحالہ۔ اسکا قول حق ہو خواہ مخواہ واقع ہونیوالا ہو پس قیامت میں حشر و بعث و نشر ضرور ہے تم مت انکار کرو اور کیونکر ایسے مالک خالق ذو الجلال و الاکرام کے حکم سے انکار کرتے ہو جس نے تم کو پیدا کیا اور نعمتیں دیں ملک و سلطنت دی اور سب اسی کا ہو اور تم سب اسی کے زیر فرمان ہو و لیکن وہ حلم و حکمت والا ہو اپنی قدرت میں مسخر کیا ہوا تم کو امتحان میں چھوڑ رکھا ہو کہ اپنی ملک و بادشاہت گمان کرتے ہو اور گمراہ ہو پھر یہ کتنے دن آخر نیست و نابود ہو گے اور یہ ظاہری پردہ بھی اُٹھ جائے گا۔ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ اور اسی کا ملک و بادشاہت آنکھوں سے نظر آویگی جس دن پھونکا جائیگا صور میں اور صور بمعنی قرن ہے جسکو سنکھ کہتے ہیں اور مراد اس نفخہ سے تین نفخوں میں سے دوسرا نفخہ ہو اور اسرافیل یہ صور پھونکیں گے پس اُس دن ظہور ہوگا لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار۔ آج کس کا ملک و بادشاہت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی واحد القہار کا ہو اور کسی کا نظر بھی نہیں آتا کیونکہ نظر تو امتحان کی جگہ یعنی دنیا میں خطا کرتی تھی آج کھلا معلوم ہوگا کہ ملک ثابت ہو واسطے اللہ تعالیٰ ہی کے۔ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ ایسا اللہ تعالیٰ جو عالم ہے اس چیز کا جو نظروں سے غائب ہو اور اس چیز کی حقیقت کا جو آنکھوں میں مشاہدہ ہو۔ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ یعنی پیدا کرنے میں حکمت والا ہے اور ہر چیز کے باطن سے بھی مانند اسکے ظاہر کے آگاہ ہو۔ کذا قال المفسر رحمہ اللہ۔ ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابن ابی حبان والحاکم و بیہقی و عبد بن حمید و ابن المبارک کی حدیث عبد اللہ بن عمرو رضہ میں آنحضرت صلعم کے صور کے حال بیان کرنے میں ہی کہ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صور کیا چیز ہے فرمایا کہ قرن ہو جسمیں نفخ کیا جائے گا۔ قال المترجم احادیث اس باب میں بہت ہیں اور اہل سنت نے اسپر اجماع کیا ہو کہ قیامت میں صور پھونکا جائے گا۔ طبرانی کی روایت حدیث صور میں ہو کہ پھر ابو ہریرہ رضہ نے کہا کہ یا رسول اللہ وہ کس کیفیت کا ہو فرمایا کہ قسم اُس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہو کہ اسمیں کے ایک دورہ کی بڑائی اسقدر ہو کہ آسمانوں و زمین کی چوڑائی اسمیں سما جاوے۔ اسمیں اسرافیل یعنی جو اسپر منہ رکھے ہوئے منتظر حکم الٰہی ہیں تین نفخہ پھونکیں گے پہلا نفخہ فزع ہو اور دوم نفخہ صعق ہو اور سوم نفخہ پروردگار کے حضور میں کھڑے ہونے کا ہے اللہ تعالیٰ اسرافیل کو حکم فرمادیگا کہ پھونک پس وہ پھونکیگا اور یہ اول مرتبہ ہو پس آسمانوں و زمین والے فزع میں ہو جاوینگے سوائے اُس شخص کے جسکو اللہ تعالیٰ چاہے اور حکم دیگا پس اسرافیل برابر پھونکے جاویگا اور طول دیگا اور درمیان میں فتور نہیں کریگا۔ یہ مانند قول اللہ عز و جل وما ینظر ہولاء الا صیحۃ واحدۃ ما لہا من فواق) پس اللہ تعالیٰ پہاڑوں کو چلا دیگا اور وہ بادل کی رفتار چلیں گے پس سراب ہو جاوینگے پھر زمین اپنے لوگوں کو لیکر ایک ہی جنبش کریگی پس ایسی ہو جاویگی جیسے کوئی کشتی سمندر میں پھینکی گئی کہ اسکو ہر طرف سے سمندر کی تھپیڑیں پہونچیں کہ وہ ادھر اُدھر اپنی سواریوں کے بوجھ سے اوندھی ہوئی جاتی ہے جیسے عرش سے لٹکی ہوئی قندیل کہ ہوا کے جھونکوں سے گھومتی ہو۔ اور یہ وہی ہے جسکی نسبت قرآن میں فرمایا۔ یوم ترجف الراجفۃ تتبعہا الرادفۃ قلوب یومئذ واجفۃ الآیات۔ پس لوگ اپنی پیٹھ کے بل جھکینگے اور مراضع کو ذہول ہو جائے گا یعنی دودھ پلانے والی عورت پلانا بھول جائے گی یا دودھ پینے والا بچہ بھول جائیگا دالاول اولے۔

Marfat.com

اور پیٹ والیان پیٹ ڈال جائینگی اور لڑکے بوڑھے ہوجاوینگے اور فزع سے شیاطین بھاگ کر اقطار میں پہونچین گے پس ملائکہ اگر ان کے منھ پر مار کر پھر لوٹا دینگے اور لوگ بنی آدم کے اُلٹے بھاگین گے لیکن حکم الٰہی سے ان کو محفوظ رکھنے والا کوئی نہین اور آپس مین لوگ ایک دوسرے کو پکارینگے اسی سے اللہ تعالیٰ نے اس روز کو یوم التناد فرمایا پھر اسی حال مین ہونگے کہ ناگہان زمین ایک قطر سے دوسرے قطر تک چاک ہو جائیگی پس ایسا سخت واقعہ دیکھین گے کہ کبھی ایسا نہین دیکھا اور اسکی وجہ سے ان کو ایسا کرب و ہول سما دیگا کہ اسکو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے پھر آسمان کو دیکھین گے تو وہ مانند مہل کے ہوگا پھر پھٹ جائیگا اور تارے بکھر جاوینگے اور سورج و چاند مین گہن لگ جاویگا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مردون مین سے کسی کو ان باتون سے آگاہی نہ ہوگی۔ ابوہریرہؓ نے کہا کہ یارسول اللہ قولہ تعالیٰ یوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللہ آمین اللہ تعالیٰ نے کن لوگون کو مستثنیٰ کر لیا ہے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہین جو اللہ تعالیٰ کی راہ مین شہید ہوئے اور فزع ان ہی لوگون کو پہونچیگا جو زندہ موجود ہین اور شہید لوگ تو اللہ عزوجل کے یہان زندہ ہین اور رزق پاتے ہین اُن کو اللہ تعالیٰ نے اس فزع سے بچایا اور مامون فرمادیا ہے اور یہ فزع تو عذاب الٰہی ہے جو اسکی نہایت شریر مخلوق پر وارد ہوگا اور یہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا ایہا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ شیء عظیم یوم ترونہا تذہل کل مرضعۃ عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملہا وتری الناس سکاری وما ہم بسکاری ولکن عذاب اللہ شدید۔ پھر یہ لوگ اس بلا مین پڑے رہین گے جب تک اللہ تعالیٰ چاہے لیکن اسکو زمانہ دراز ہوگا پھر اللہ تعالیٰ اسرافیل کو نفخۂ صعق کا حکم دیگا پس وہ صعق کو پھونکے گا پس آسمانون و زمین والے مصعوق ہوجاوینگے سوائے اسکے جسکو اللہ تعالیٰ چاہے (یعنی مرجاوینگے سوائے ان کے جو مرکر زندہ ہوئے اور حدیث مین آنحضرت صلعم نے حضرت موسیٰ کو استثنا کیا) اور اموات صعق کا بھی بیان ہے ظاہر فرمایا واللہ اعلم۔ پھر جب ٹھنڈے ہوجاوینگے تو ملک الموت اگر حضرت باری تعالیٰ سے عرض کریگا کہ آسمانون و زمینون کے سب لوگ و چیزین سب گئین سوائے انکے جنکو تو نے چاہا ہے اور تعالیٰ جو خوب جانتا ہے فرمادیگا کہ کون باقی رہا وہ عرض کریگا کہ تو پاک زندہ جو نہین مریگا اور عرش کے اٹھانیوالے اور جبرئیل و میکائیل باقی رہے ہین پس عرش بتقدیر الٰہی گویا ہوگا کہ اے پروردگار کیا جبرئیل و میکائیل بھی مرجاوینگے حکم ہوگا کہ چپ ہو۔ کہ مین نے ہر اس چیز پر جو میرے عرش کے تحت مین ہے موت لکھدی ہے پھر جبرئیل و میکائیل مرجاوینگے پھر ملک الموت عرض کریگا کہ اے پروردگار وہ دونون مرگئے پھر اللہ تعالیٰ جو خوب جانتا ہے ارشاد کریگا کہ کون باقی رہا وہ عرض کریگا کہ تو پاک الحی الذی لایموت باقی رہا اور تیرے عرش اٹھانے والے رہے پس حکم ہوگا کہ حاملان عرش مرجاوین اور عرش کو حکم کریگا وہ اسرافیل سے صور لے لیگا پھر فرمادیگا کہ کون باقی رہا اور وہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون رہا پس ملک الموت عرض کریگا کہ تو پاک باقی رہا تیری ذات وصفات کو زوال نہین پھر اور مین رہا ہون پس وہ فرمادیگا کہ تو میری مخلوق مین سے ایک بندہ ہے مین نے اپنے علم حکمت سے تجھے پیدا کیا اب تو مرجا پس وہ مرجائیگا پھر اللہ عزوجل باقی رہیگا جو واحد قہار ہے نہ اسکا بیٹا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہے جیسا پہلے تھا ویسا ہی آخر مین ہے تو آسمانون و زمینون کو مانند سجل کتاب کے لپیٹ کر پھر ان کو بچھا دیگا پھر تین مرتبہ اُن کو ملفوف کریگا پھر فرمادیگا کہ لمن الملک الیوم تین مرتبہ فرمائیگا۔ کوئی جواب نہ دیگا خود فرمادیگا للہ الواحد القہار۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات مطویات الخ۔ پھر دونون کو بچھا دیگا اور سطح کریگا پھر اُن کو تان دیگا جیسے ادیم عکاظی ہوتا ہے کہ ان مین نیچا اونچا کچھ نہ ہوگا پھر مخلوق کو ایک زجر فرمادیگا تو وہ اس آسمان و زمین تبدیل شدہ مین ویسی ہی ہوجائے گی جیسے پہلے تھی جو زیر زمین تھے وہ نیچے اور

جو اوپر تھے وہ اوپر ہو جائے گی پھر او تعالیٰ زیر عرش سے ایک پانی برسائے گا پھر آسمان کو حکم کریگا وہ چالیس روز تک ان پر پانی برساویگا یہان تک کہ بارہ گز ان پر اونچا ہو جائے گا پھر جسمون کو حکم کریگا پھر وہ بقل وطراثیث کی طرح اوگین گے جیسے تھے ویسے ہی ہو جاوینگے پھر حکم ہوگا کہ حاملان عرش زندہ ہون وہ زندہ ہو جاوین گے اور حکم الٰہی سے اسرافیل پھر صور کو لیکر اپنے منہ کو لگا دیگا۔ پھر او تعالیٰ کے حکم سے جبرئیل و میکائیل زندہ ہونگے پھر او تعالیٰ ارواح کو بلا دیگا پس وہ لائی جاوینگی ان مین سے مومنون کی روحین نور سے چھائی ہونگی اور کافرون کی روحین سیاہی مین لتھڑی ہون گی ان سب کو لیکر صور مین ڈالدیگا پھر اسرافیل کو نفخہ صور کا حکم دیگا اسمین سے روحین مانند شہد کی مکھیون کے نکلین گی اور آسمان و زمین کے درمیان بھر جائینگی پھر فرمادیگا میری عزت وجلال کی قسم ہر روح اپنے جسم مین جاوے پس روحین زمین مین داخل ہوکر نتھنون مین گھسین گی اور اجسام مین دوان ہونگی جیسے زہریلے کیڑے کے کاٹے ہوئے مین زہر پھیلتا ہے پھر تم سب لوگون کے اوپر سے زمین شق ہوگی اور مین سب سے اول ہون جسکے واسطے زمین شق ہوگی پس سب لوگ جلد اپنے پروردگار کی طرف روان ہونگے اور کافر کہین گے کہ یہ بڑا سخت دن ہے ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ۔ پس سب ایک مقام مین کھڑے ہون گے اور مدت تک جس کی مقدار ستر برس ہے کھڑے رہین گے نہ تمھاری طرف توجہ ہوگی اور نہ فیصلہ ہوگا لوگ روئین گے یہانتک کہ آنسو منقطع ہو جائین گے۔ پھر خون روئین گے اور پسینے مین تر ہون گے یہان تک کہ گردن یا ٹھوڑی تک پہونچیگا اور کہین گے کہ ہمارے پروردگار کے پاس کون ہماری سفارش کریگا کہ ہم مین فیصلہ فرمادے۔ کہین گے کہ سوائے تمھارے باپ آدمؑ کے کون اس لائق ہے اسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح اسمین پھونکی اور سامنے کلام کیا پس آدم پاس آوینگے مگر وہ انکار کرینگے کہ مین کچھ بول نہین سکتا پس نبی نبی کرکے ہر نبی کے پاس آوینگے اور ہر نبی ان پر انکار کریگا۔ یہان تک کہ میرے پاس آوینگے پس مین فحص کی طرف جاؤنگا اور سجدہ مین گر پڑونگا ابوہریرہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ فحص کیا ہے آپنے فرمایا کہ عرش کے آگے ہی پڑا رہونگا یہانتک کہ او تعالیٰ اپنا فرشتہ میری طرف بھیجے گا وہ میرے بازو پکڑ کر اٹھا دیگا اور او تعالیٰ فرمادیگا کہ محمدؐ ہے عرض کرونگا کہ ہان اے پروردگار فرمادیگا کہ تیرا کیا حال ہے حالانکہ او تعالیٰ سب کچھ دانا تر ہے۔ مین عرض کرونگا کہ اے پروردگار تونے وعدہ فرمایا تھا مجھے شفاعت دینے کا تو اپنی مخلوق کے حق مین میری سفارش قبول فرماکر انمین فیصلہ کردے۔ حکم ہوگا تیری سفارش قبول ہے مین آکر تم مین فیصلہ کرونگا۔ مین لوٹ کر لوگون کے ساتھ کھڑا ہونگا پھر ہم کھڑے ہون گے کہ ناگاہ آسمان سے آواز شدید ہولناک سنین گے۔ پھر آسمان اول سے اسقدر اُترینگے جس قدر جن و انس زمین مین ہین جب زمین سے قریب ہونگے تو زمین انکے نور سے چمکنے لگیگی اور وہ قرینہ سے اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو جاوینگے ہم انسے کہین گے کہ کیا تم مین ہمارا پروردگار ہے وہ کہین گے کہ نہین پھر اتنے گونہ اور اترینگے یہانتک کہ رب العزت بارہ ابر مین مع ملائکہ کے نزول فرمادیگا اور اسدن عرش کو آٹھ اٹھانے والے لئے ہون گے اور آج کے روز وہ چار ہین ان کے قدم زمین زیرین کے حد پر ہین اور زمین و آسمان انکی کمر تک ہین اور عرش انکے کاندھون پر ہے ان کی تسبیح سے ایک گونج ہوگی کہین گے سبحان ذی العرش والجبروت سبحان ذی الملک والملکوت سبحان الحی الذی لایموت سبحان الذی یمیت الخلائق ولایموت سبوح قدوس قدوس قدوس سبحان ربنا رب الملائکۃ والروح سبحان ربنا الذی یمیت الخلائق ولایموت۔ پھر او تعالیٰ اپنی زمین مین اپنی کرسی جہان چاہے گا رکھے گا۔ قال المترجم۔ یعنی کرسی الٰہی ایسی وضع پر ہوگی کہ زمین اسکے زیر مین فیصلہ والون کیلئے مستقیم ہو اور یہ مطلب

نہین کہ زمین کے اندر کرسی سما جاویگی۔ فافہم۔ پھر آواز دی جاویگی کہ اے گروہ جن وانس تم لوگ آج کے دن تک جب سے اوتعالیٰ نے
تم کو پیدا کیا خاموش چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ تمہارے اقوال سنتا اور اعمال دیکھتا رہا۔ تم اپنے نامۂ اعمال دیکھو جو بہتری پاوے وہ اللہ تعالیٰ
کی تعریف کرے اور جو بداعمال پاوے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے پھر اوتعالیٰ جہنم کو حکم کریگا اس سے ایک گردن دراز نکلیگی
پھر فرماویگا کہ الم اعہد الیکم یا بنی آدم ان لاتعبدوا الشیطان انہ لکم عدو مبین وان اعبدونی ہذا صراط مستقیم ولقد اضل منکم جبلا کثیرا افلم تکونوا
تعقلون ہذہ جہنم التی کنتم توعدون۔ یعنی اسی کو جھٹلاتے تھے۔ وامتازوا الیوم ایہا المجرمون۔ پس اللہ تعالیٰ لوگون کو الگ فرماویگا نیکوکار
و بدکار جدا ہو جاوینگے اور امتین گھٹنون کے بل بیٹھین گی۔ اوتعالیٰ فرماتا ہے وتری کل امۃ جاثیۃ۔ ہر امت اپنی کتاب کی طرف
بلائی جائیگی۔ پھر اوتعالیٰ اپنی تمام مخلوقات کے درمیان سوائے جن وانسان کے فیصلہ فرماویگا حتی کہ وحوش کے درمیان وبہائم مین
فیصلہ فرماویگا حتی کہ سینگدار چوپائے سے بے سینگ والے کا بدلا لیگا جب کسی کا حق حقوق نہ رہیگا تو اللہ تعالیٰ فرماویگا تم سب خاک ہو جاؤ
پس یہ دیکھکر کافر کہین گے کہ یالیتنی کنت ترابا۔ پھر اوتعالیٰ بندون کے درمیان فیصلہ کریگا پس سب سے پہلے جسکا فیصلہ ہوگا وہ
خون ہین اور راہ خدا مین جو مقتول ہوئے ان کے چہرے چمکین گے اور جو راہ شیطان کفر وضلال مین قاتل یا مقتول ہوئے وہ خوار
ہون گے پھر کوئی نفس نہ چھوٹے گا جسنے دوسرے کو ناحق قتل کیا مگر آنکہ اس سے مظلمہ لیا جائیگا اور کوئی مظلمہ نہ رہیگا جو کسی ظالم نے
مظلوم پر کیا ہے مگر آنکہ عوض لیا جائیگا حتی کہ اگر دودھ بیچنے والے نے پانی ملایا تو اس سے الگ کرایا جائیگا اور کہان الگ کر سکتا ہے
اسکو عذاب کیا جائے گا جب یہ امور فیصلہ ہو جاوینگے تو آواز دینے والا اس طرح آواز دیگا جسکو سب مخلوق سنینگے کہ خبردار ہر گروہ اپنے
معبود کو لیکر دوزخ مین جاوے۔ یہی فرمایا۔ لوکان ہؤلاء آلہۃ ما وردوہا وکل فیہا خالدون۔ پھر جب باقی رہین گے سوائے مومنون کے جنہین
منافق شامل ہونگے۔ تب آ دیگا اللہ تعالیٰ جس شان سے چاہیگا اور فرماویگا کہ اے لوگو مخلوق اپنے معبودون کے ساتھ گئی تم بھی اپنے
معبود سے جاملو تو کہین گے کہ واللہ ہم تو سوائے اللہ وحدہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہین پوجتے ہین ہم نہین جاوینگے پس اوتعالیٰ ان پر کشف
ساق سے اپنی عظمت کی تجلی فرماویگا جس سے پہچان جاوینگے کہ اوتعالیٰ ان کا پروردگار عزوجل ہے۔ پس سجدہ مین اس کے سامنے
گر پڑینگے لیکن منافق لوگ اوندھے گدی کے بل گرینگے اور اوتعالیٰ ان کے پیٹھون کو صیاصی بقر کے مانند کر دیگا پھر اوتعالیٰ ان کو
سر اٹھانے کا حکم دیگا پس سر اٹھاوینگے۔ اور جہنم کی پشت پر پل صراط رکھا جائیگا جیسے بال یا تلوار کی دھار اور اس پر کلالیب خطاطیف
او سعدان کے سے کانٹے ہون گے حکم ہوگا تو پلک مارتے یا بجلی چمکتے یا ہوا چلتے یا گھوڑے دوڑتے یا سوار یا پیدل دوڑتے گذر جاوینگے
کسی نجات پا جاوے پر سلامتی رہیگی۔ و کسی کو خدشہ ہوگا یعنی جیسے چھل گیا اور کوئی اوندھا جہنم مین گریگا پھر جب جنت والے جنت تک
پہونچے تو کہین گے کہ کون ہمارے لئے پروردگار سے سفارش کریگا پس تمام حال ہر ہر نبی کے پاس آنے اور انکے انکار کرنے کا ذکر
کرکے کہا کہ پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ پھر وہ لوگ میرے پاس آوینگے اور میرے لئے پروردگار کے پاس تین شفاعتین ہین مین جاکر
جنت پر آونگا اور دروازہ کھلواونگا تو حیاک اللہ ومرحبا کہکر کھولا جائیگا جب مین جنت مین داخل ہوا تو میری نظر میرے پروردگار
پر پڑیگی پس سجدہ مین گر پڑونگا پس اوتعالیٰ مجھے اپنی حمد وتمجید سے ایسی چیز تعلیم فرماویگا جسکی کسی کو مخلوق مین سے اجازت نہین ہوئی
ہے پھر کہا جائے گا کہ اے محمد سر اٹھا سفارش کر مقبول ہوگی اور مانگ تجھے ملیگا پھر جب مین نے سر اٹھایا تو اوتعالیٰ فرماویگا کہ تیرا
کیا حال ہے۔ حالانکہ اوتعالیٰ جانتا ہے عرض کرونگا کہ اے پروردگار تو نے مجھ سے اہل جنت کے بارے مین شفاعت کا وعدہ کیا تھا۔

Marfat.com

حکم ہوگا کہ مین نے سفارش قبول کی اور ان کو جنت مین داخل ہونے کی اجازت دی اور حضرت صلعم فرماتے تھے کہ قسم اُس ذات کی
جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ تم دنیا مین اپنی ازواج و مساکن کو اسقدر نہین پہچانتے جتنا جنت والے اپنی ازواج و مساکن
کو پہچانینگے پس ہر مرد ان مین سے بہتر ایسی جورو ؤن کے ساتھ داخل ہوگا جنکو اللہ تعالیٰ ایجاد کر دیگا اور دو عورتین اولاد آدم
علیہ السلام سے ہونگی جن کو ان بہتر پر فضیلت ہوگی کیونکہ ان دونون نے دنیا مین اللہ تعالیٰ کی عبادت ادا کی تھی پھر بعد ذکر
انعامات اہل جنت کے بیان کیا کہ جب دوزخی دوزخ مین جائینگے تو ان مین بہت سی وہ مخلوق بھی پڑ جائیگی جو پروردگار کے اوپر
اسلام لائی تھی ان کو ان کے اعمال نے ہلاکت مین ڈالا بعض کو ان کے قدمون تک اور بعض کو نصف ساقین تک اور بعض کو
گھٹنون تک اور بعض کو کمر تک حتی کہ بعض کو تمام بدن سے سوائے چہرہ کے آگ نے کھایا ہوگا اور چہرہ اُس کا اللہ تعالیٰ نے آگ پر
حرام کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ دعا کرونگا کہ پروردگار میری اُمت سے لوگ دوزخ مین ہین حکم ہوگا کہ نکال لو تو جسکو
تم پہچانو پس نکالے جائینگے یہان تک کہ ایسا کوئی نہین رہیگا پھر اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت دیگا سو کوئی نبی و شہید نہ رہیگا
مگر اُنکی شفاعت کریگا۔ الی آخر الحدیث فی تتمۃ الشفاعۃ وغیرہ بما ہو مشہور۔ پھر طبرانی نے بعد روایت اس حدیث کے کہا کہ یہ حدیث
غریب ہے اور اسکے بعض مضامین کے شاہد متفرق احادیث مین مذکور ہین اور اسکے بعض الفاظ مین نکارت ہے اسکو اسمٰعیل بن رافع قاضی اہل مدینہ
نے منفرداً روایت کیا اور اس راوی کے بارہ مین اختلاف ہے چنانچہ بعض محدثین نے اس کی توثیق کی اور بعض نے اسکی تضعیف کی اور اکثر
محدثین ائمہ نے اس کی حدیث منکر ہونے پر تنصیص کر دی ہے مانند امام احمد بن حنبل و ابو حاتم الرازی و عمرو بن علی الفلاس وغیرہ کے اور
بعض نے کہا کہ متروک الحدیث ہے اور ابن عدی نے کہا کہ اسکی جملہ احادیث مین تامل ہے و لیکن منجملہ ضعفاء مین اسکی حدیث لکھی جاوے قال
ابن کثیر اس سے اس حدیث کی اسناد مین جو کثیرہ مختلفہ ہین مین نے ان کو ایک علیحدہ جزء مین جمع کیا ہے لیکن اسکا سیاق غریب ہے
اور بعضے کہتے ہین کہ اس نے اس حدیث کو چند احادیث متفرقہ سے جمع کیا اور ایک سیاق مین بیان کیا اس سبب سے اسپر انکار کیا
گیا اور مین نے اپنے استاد شیخ حافظ ابو الحجاج مزی رحمہ اللہ سے سُنا کہ مین نے ایک کتاب ولید بن مسلم کی دیکھی جسمین اُسنے اس حدیث
کے بعض باتون کے جملہ شواہد مفردات کو جمع کیا ہے۔ قال المترجم ایسا ہی شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے بدور سافرہ مین بعد ایراد
اس حدیث کے کلام کیا ہے اور واضح رہے کہ مضامین اس حدیث مین بعض باتین تو صحاح کی روایت مین خود ظاہر ہین اور بعض
باتون سے انکار کیا گیا اور ایک خاص وجہ انکار کی یہ بھی ہے کہ ترتیب وار اس بیان کا ثبوت کسی حدیث ثابت سے نہین اور متفرق احادیث
مین جو مضامین ثابت ہین ان مین سے بعض کی بعض سے ترتیب صرف راوی مذکور کی رائے ہے اگر غلطی کی تو اللہ تعالیٰ اسکو عفو کرے۔
والکلام فی المنفردات یاتی فی تفسیر الآیات انشاء اللہ تعالیٰ ف۔ فی العرائس قولہ قل ان ہدی اللہ ہو الہدی۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت
امر غیبی ہے اور راہ ہدایت یہی طریقہ ہے جو انبیاء علیہم السلام نے شرائع و احکام راہ مستقیم کے بیان کئے ہین اور یہی اسکے عرفان و مشاہدہ
حاصل ہونے کا طریقہ ہے اور یہ طریقہ اسکے انھین بندون کو ملتا ہے جو معرفت والے ہین اور معرفت والا وہ ہے جو قضا پر راضی ہو اور
بلا پر صبر کرے اور جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہے اسکو تسلیم کرے اس حیثیت سے کہ اسکے نفس سے معارضہ نہ رہے۔ قولہ اُمرنا لنسلم لرب
العالمین۔ شیخ ابو عثمان نے کہا کہ بندہ کو تعلیم کا حکم ہوا اور یہ کہ تدبیر چھوڑ کر تسلیم اختیار کرو اور مجاری قضا پر راضی ہو پھر اسکی نماز کا
حکم دیا اور اسمین سستی کرنے سے ڈرایا بقولہ و ان اقیموا الصلوٰۃ و اتقوہ۔ نماز کی اقامت یہ ہے کہ عبودیت مین ربوبیت کا ظہور ہوا و حالت

خدمت مین مشاہدہ کا چاند نظر آوے لقولہ علیہ السلام نعبد اللہ کانک تراہ ۔ تقوی۔ یہ مقام پر یہ ہی کہ نماز مین اوتعالی سے متقی ہو کیونکہ وہ مقام
ہیبت واجلال ومناجات ہے اس سے پرہیز کرو کہ تمھارے دل پر سوائے اوتعالی کے اور کچھ خطرہ کرے پس اوتعالی کے مشاہدہ سے محروم
رہوگے ۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ اقامت نماز یہ کہ اسکے حدود کو حکم الٰہی کے ساتھ محفوظ رکھے اور اسکے اسرار کو اللہ تعالی کیساتھ حد ادب پر
نگاہ رکھے از انجملہ یہ کہ اول توسوائے اوتعالی کے کچھ خطرہ نہ آوے ۔ قولہ قولہ الحق ولہ الملک الآیہ ۔ ہر گاہ اوتعالی نے عدم سے وجود
مین اس تمام خلقت کو جو ہو یا ہو گی لانا چاہا تو ذات سے اپنی صفات کیواسطے تجلی فرمائی اور صفات سے امر یعنی فعل کے واسطے اور امر
سے کاف ونون کے واسطے پس ہر دو حرف مین سے ایک دوسرے سے قدح کرتا اور اُن کے درمیانی نور سے تمام حوادث
کا ظہور ہوتا ہی بسبب اسکے کہ نور ذات کا اتصال صفات سے اور نور صفات کا افعال سے اور نور امر کا کاف ونون سے ہوا ہے
پس مراد ازلی الٰہی سے متحقق ہوئی پس معنی قولہ قولہ الحق یعنی جو اس کے علم ازلی مین ہر ذرہ عدم سے وجود کی طرف خارج ہونے سے
متحقق ہوتا ہے اس خوبی کیساتھ کہ ایک ذرہ بھی اسمین سے خلل پذیر نہین ہوتا ۔ اسکا فعل موافق امر ہے اور امر اسکا ارادہ ہی کیونکہ
اسکی قدرت ازلیہ قائم اسکی ذات سے باقی از ازل تا ابد ہی کبھی اسکی انتہا نہین ہی اور نہ کبھی تغیر وفنا ہی حسین رح نے کہا کہ وہ حق ہی اور جو کچھ حق سے ظاہر
ہوئے وہ خواہ مخواہ حق ہوگا یعنی صحیح وصادق واقعی ہوگا باطل ودروغ نہین ہوسکتا پس قولہ الحق اسی معنی کر کہ وہ حق عز وجل سے صادر ہے

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ج اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ
اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آزر کو تو کیا پکڑتا ہے مورتون کو خدا مین دیکھتا ہون تو اور تیری قوم
فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۵ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ
صریح بھکی ہوئی اور اسی طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان
وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۵ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ
اور زمین کی اور تا اسکو یقین آوے پھر جب اندھیری آئی اُس پر رات کو
رَاٰ كَوْكَبًا ج قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ج فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۵
دیکھا ایک تارا بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا بولا مجکو خوش نہین آتے چھپنے والے
فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ج فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ
پھر جب دیکھا چاند چمکتا بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا بولا اگر
لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ۵ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ
نہ راہ دے مجکو رب میرا تو بیشک مین رہون گا لوگون مین بہکے پھر جب دیکھا سورج
بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ج فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا
چمکتا بولا یہ ہے رب میرا یہ ہے بڑا پھر جب وہ غائب ہو ا بولا اے قوم مین بیزار ہون اُن سے جنکو تم
تُشْرِكُوْنَ ۵ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۵
شریک کرتے ہو مین نے اپنا منہ کیا اُسکی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین ایک طرف کا ہو کر اور مین نہین شریک کرنیوالا

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ ـ یاد کر اذ قال ابراہیم لابیہ الذی لقبہ آزر واسمہ تارح ـ یعنی بیان کر بطور نصیحت
کے جبکہ کہا ابراہیم نے اپنے باپ سے جسکا لقب آزر تھا اور اصلی نام اسکا تارح تھا آخر میں حائے مہملہ ہی جیسا قاموس میں
بھی باب الحاء المہملہ میں مذکور ہے اور بعض نے بخاء معجمہ ضبط کیا ـ و ضحاک نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ ابراہیم علیہ السلام
کے باپ کا نام آزر نہ تھا بلکہ تارح تھا رواہ ابن ابی حاتم و کذا فیما اسندہ عن عکرمہ عن ابن عباس کہا کہ آزر بت کا نام ہی اور ابراہیم
کے باپ کا نام تارح تھا اور ماں کا نام مثلی اور جورو کا نام سارہ اور ملکہ کہ باندی کا نام ہاجرہ تھا ـ قال ابن کثیر و ہکذا قال غیر واحد
من علماء النسب ـ مجاہد و سدی نے کہا کہ آزر بت کا نام ہے قال ابن کثیر شاید اس بت کی خدمت کرنے کی وجہ سے اسپر یہ نام
غالب ہو گیا ہو و قال ابن جریر ـ شاید اس کے دو نام ہوں آزر و تارح اور شاید ایک لقب ہو اور صواب یہ ہی کہ اسکے باپ کا
نام آزر تھا قال ابن کثیر ـ یہ قول جید قوی ہی قال المترجم مفسر رحؒ نے شاید تاریخ و نسب بیان کرنے والوں کی جماعت
پر نظر کر کے یہ اختیار کر لیا کہ آزر لقب ہی اور تارح نام ہی اور حق وہی ہی جو ابن جریر رحؒ نے کہا جیسا کہ ابن کثیر رحؒ نے اسکی تجوید کی ہے
اور تارح نام بنی اسرائیل یعنی یہود و نصاریٰ سے سنا ہوا مروی ہوا ہی اور اسی پر دلالت کرتا ہے جو سراج میں لایا کہ امام بخاری
رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر میں کہا کہ ابراہیم بیٹے ہیں آزر کے جسکا نام توریت میں تارح ہے پس ابراہیم کے باپ کے دو نام ہوئے جیسے
یعقوب و اسرائیل دونوں حضرت یوسف کے باپ کے نام تھے اور بخاری رحؒ نے افراد میں روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ
قیامت کے روز ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر سے ملینگے اور آزر کے چہرہ پر قترت و غبرت ہوگی الی آخر الحدیث پس اسمین
مصرح کر دیا کہ آزر ان کا باپ تھا ـ قال ابن کثیر رحؒ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مصرح فرمایا کہ واذکر فی الکتاب ابراہیم انہ کان
صدیقا نبیا اذ قال لابیہ یا ابت لم تعبد ما لا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئا الآیات ـ اور اسمیں ہی کہ باپ کو کہا کہ سلام علیک سأستغفر
لک ربی الآیۃ ـ اور فرمایا وما کان استغفار ابراہیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدہا ایاہ الآیۃ ـ اور صحیح حدیث میں ثابت ہوا کہ قیامت کے
روز ابراہیم اپنے باپ آزر سے ملینگے پس آزر ان سے کہیگا کہ میرے بیٹے آج کے روز میں کچھ تیری نافرمانی نہ کرونگا پس ابراہیم علیہ السلام
عرض کرینگے کہ اے پروردگار تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ بروز بعث تجھکو خفیف نہ کرونگا اور اس سے بڑھکے کیا خواری ہی کہ میرا باپ
دور پڑے پس کہا جائیگا کہ اے ابراہیم پیچھے دیکھ پس دیکھینگے تو نظر آویگا کہ ایک بدبخ ملتطخ ہی پس اسکے چاروں پاؤں پکڑ کر
آگ میں پھینکدیا جائیگا ـ قال المترجم پس صحیح و صواب یہ ہی کہ ابراہیم کے باپ کا نام آزر تھا اور تارح اسکا دوسرا نام ہوگا جیسا کہ
اہل تاریخ و نسب اگلے اہل کتاب نے کہا ہی کیونکہ توریت میں تارح اسکا نام لیا گیا جیسے اسرائیل حضرت یعقوب کا نام لیا گیا ہی اور بعد آیات
و احادیث صحیحہ کے کسی کو مجال نہیں ہی کہ آزر نام ہونے میں کلام کرے فی السراج آزر نام ہونا اصح ہی اور یہی ثابت ہی اور اصلی نام تارح نہیں
اور کہا کہ وہ کوئی نام گالزن کا رہنے والا تھا جو سواد کوفہ میں ہی پھر کشرانی لوگ جہاں یہ موجود تھا وہاں والے یہ اعتقاد کرتے کہ آسمان
میں ستارے معبود اکبر ہیں اور زمین میں بت ہیں پس ہر ستارہ کے واسطے ایک بت قرار دیتے پس جب اُس ستارے سے تقرب چاہتے تو
اُس کے نام کے بت کو پوجتے تھے تاکہ اس ستارے کی یہاں سفارش کرے تو ابراہیم علیہ السلام نے اُن پر انکار کیا اور اُن کے
فساد پر تنبیہ کر کے کہا ـ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ـ تعبدہا یعنی الٰہنا مانا ہی باین معنی کہ ان کی عبادت کرتا ہی اور یہ استفہام توبیخی ہی بطور
ملامت کے اور اسمیں حق قرابت ادا کیا کہ پہلے اپنے باپ کو حق راہ بتائی اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ـ یعنی بسبب

صہ سماعی ہم جماعت آزردہ ۱۲

بتون کے معبود بنانے کے تجکو اور تیری قوم کو مین حق سے کھلا در بھٹکا دیکھتا ہون اور یعنی آنکہ یقین جانتا ہون اور یہ نور نبوت سے مشاہدہ تھا
جسکو دکھلا فرمایا۔ وَكَذٰلِكَ اے کما ارینٰاہ اضلال ابیہ وقومہ کذلک نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لیستدل بہا علی
وحدانیتنا۔ جیسے ہم نے ابراہیم کو اسکے باپ و باپ کی قوم کی گمراہی دکھلادی ایسی ہی ہم دکھلاتے ابراہیم کو ملک سمواتُ الارض
تاکہ اس سے ہماری وحدانیت پر دلیل پاوے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مخلوقات مین شرعی طریقہ سے فکر کرنا اور اس سے دلی معرفت
سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت جاننا خوب ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ہذا باطلا ۔
سبحانک فقنا عذاب النار۔ اور یہ جبھی میسر ہوگا کہ آدمی علم شرع سے کسی طور پر واقف ہوا اور شرع پر سنت کے ساتھ قائم ہو۔ اور
جو لوگ فلسفی طریقہ سے اسمین خوض کرتے ہین وہ بڑے کام مین پڑے ہین بلکہ طریقہ تفکر درحقیقت ہدایت الٰہی ہے۔ وَلِيَكُوْنَ
مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۔ یعنی ان اشیاء پر ان کے مخلوق ہونے کے ساتھ یا ہماری وحدانیت کے ساتھ یقین کرنے والا ہو۔ واضح ہو کہ قول
وکذلک نُری سے یہانتک جملہ معترضہ تھا جس سے قطعاً معلوم رہے کہ ابراہیم علیہ السلام خود مرتبہ یقین وتصدیق مین حد کمال کو پہونچے ہوئے
تھے اور باپ و قوم کو ہدایت ایک اچھے طریقہ سے بتلاتے تھے بس پہلے تو ان کو زبانی صاف صاف کہا کہ تم گمراہ ہو رہے ہو جب زمانے تو دو
ہوا تو آگے فرمایا۔ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ ۔ یعنی رات کی اندھیری چھائی تو۔ رَاٰ كَوْكَبًا ایک روشن ستارہ دیکھا۔ قال فی المدارک
جسکو وہ لوگ پوجتے تھے۔ قال المفسر بعض نے کہا کہ وہ زہرہ تھا اور مدارک مین کہا کہ یا مشتری تھا او مترجم کہتا ہے کہ یہ قول بے دلیل
ہین اور بہت بعید ہین کیونکہ ظہور زہرہ و مشتری کا بہت خفی ہوتا ہے اور اس تعیین سے کوئی غرض متعلق نہین صرف اتنا بیان چاہیے کہ
ایک ستارہ دیکھا۔ قَالَ لقومہ و کانوا منجمین ۔ تو اپنی قوم سے کہا اور یہ لوگ نجوم کے دین پر تھے اگر کہا جاوے کہ یہ کہان سے تفسیر
فرمائی کہ خود اپنے آپ نہین کہا بلکہ قوم سے کہا تو جواب یہ کہ آگے خود فرمایا کہ قال یا قوم انی بری مما تشرکون ۔ بالجملہ خود یقین پر تھا بنی
قوم کو الزام دینے اور قائل کر کے توحید کی راہ سوجھانے کو قوم سے کہا کہ هٰذَا رَبِّيْ یعنی تم لوگون کے اعتقاد کے موافق میرا پروردگار
یہ ستارہ ہے۔ فَلَمَّآ اَفَلَ جب غروب ہو گیا و غائب ہو گیا قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۔ تو فرمایا کہ مین غروب ہوجانے والون کو نہین
دوست رکھتا ہون کہ ان کو معبود بنالون کیونکہ پروردگار پر تغیر اور ایک حال سے دوسرے حال پر منتقل ہوجانا نہین روا ہے کیونکہ تغیر و
انتقال تو حادث کی شان سے ہے۔ اسمین اشارہ ہے کہ تم لوگون نے اپنی پسند و خواہش نفسانی سے بدون راہ نور عقل کے معبود
بنائے ہین کیونکہ عقل نہین روا رکھتی کہ متغیر و منتقل ہونیوالا معبود و آلہ ہووے لیکن اس دلیل نے ان لوگون مین کچھ کام نہ کیا اور آزر
و قوم کے لوگ نہ سمجھے تو پھر ان کو تنبیہ فرمائی ۔ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا پھر جب قمر کو طلوع ہوتا دیکھا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ قوم سے کہا کہ یہ
میرا رب ہے یعنی تمہارے اعتقاد کے موافق ۔ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ اگر پروردگار تعالیٰ ہدایت نہ دے تو ہدایت
نہین خواہ اول مین یا حالت ثبات مین چنانچہ مجکو ہدایت فرمائی ہے اگر اسپر مجکو ثابت نہ رکھے لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ۔ تو
مین بھی گمراہ قوم مین سے ہوجاؤن ۔ اسمین قوم پر تعریض فرمائی کہ تم لوگ گمراہی پر ہو ہوش مین آؤ اور پروردگار عزوجل کو پہچانو
مانگو مگر قوم گمراہ کو کچھ اثر نہ ہوا۔ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا ۔ اس لفظ ہذا سے اشارہ ہے شمس کی طرف اور وہ اگرچہ
مؤنث سماعی ہے لیکن یہان خبر کی رعایت بھی ہے کہ خبر اسکی مذکر ہے اے ہذا المرئی رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ من الکوکب والقمر یہ میرا رب
ہے یہ سب سے بڑا ہے یعنی انتہا کردی کہ کوکب کا وہ حال ہوا اور قمر کا یہ حال تھا اب نجوم و ستارون مین سے ایک یہی آفتاب ہے

بڑا رہا ہے۔ فَلَمَّآ اَفَلَتْ جب وہ بھی ڈوبا تو معبود کہاں ہو سکتا ہے اور قوم پر حجت پوری ہو گئی مگر وہ لوگ باز نہ آئے تو قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو کچھ تم شرک لاتے ہو خواہ بت ہوں یا تارے یا اور کوئی چیز ہو میں سب سے بری ہوں بالکل اس سے لگاؤ نہیں رکھتا مشرک بہے کہ تو پھر کیا پوچھتا ہے تو کہا۔ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ قصدت بعبادتی۔ میں نے اپنی عبادت کرنے سے مقصود رکھا۔ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ اس ذات پاک کو جس نے آسمانوں و زمین کو پیدا کیا یعنی اللہ تعالیٰ حَنِيْفًا۔ مائلا الی الدین القیم۔ درحالیکہ میں تمام دینوں سے منہ موڑ کر دین قویم و راہ مستقیم کی طرف مائل ہوا ہوں۔ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ اور میں نہیں ہوں اس خالق پاک کے ساتھ شرک کرنیوالوں میں سے قال المترجم شیخ امام الحافظ العماد رح نے لکھا کہ مفسرین نے اس مقام پر اختلاف کیا اس باب میں کہ آیا خود حضرت ابراہیمؑ کی نظر تھی یا قوم سے مناظرہ تھا۔ شیخ ابن جریر نے علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباس سے ایسا کلام روایت کیا جو مقتضی ہے کہ یہ قوم سے مناظرہ نہ تھا بلکہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت دی کہ انھوں نے مخلوقات میں نظر کر کے خالق عزوجل کی معرفت حاصل کی اور شرک و بیوقوفی سب چھوڑ کر توحید الٰہی کو اختیار کیا اور اسی کو ابن جریر رح نے خود اختیار کیا ہے بدیں دلیل کہ کہا۔ لئن لم یہدنی ربی لاکونن الآیۃ۔ اور محمد بن اسحاق نے کہا یہ نظر کرنا و توحید پر دلیل لینا حضرت ابراہیمؑ سے اسوقت ہوا کہ جب اس کھوہ میں سے نکلے تھے جسمیں ان کی والدہ بخوف نمرود بن کنعان کے ان کو وضع کر آئی تھیں کیونکہ نمرود ہر بچہ کو قتل کر ڈالتا تھا اسکو نجومیوں نے خبر دی تھی کہ اس سال ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری سلطنت جاتی رہنے کا سبب ہوگا پس اس خوف سے ان کی والدہ بروقت وضع حمل کے قریب شہر کے پہاڑ کے کھوہ میں جا کر وہیں وضع کر کے چھوڑ آئی تھیں کہ میرے سامنے ذبح ہونے سے یہ بہتر ہے کہ درندے کھا جاویں اور حضرت ابراہیم کی غذا ان کی انگلیوں سے دودھ وغیرہ خود نکلتا تھا۔ قال الحافظ۔ اور محمد بن اسحاق نے یہاں چند باتیں خوارق عادات و کرامات الٰہی کی نقل کیں جیسے اور مفسرین سلف و خلف نے بیان کی ہیں۔ قال المترجم مانند آنکہ ہر ساعت مثل دن کے اور دن مانند مہینہ کے اور مہینہ مانند سال کے بڑھتے اور نشو و نما پاتے تھے اور بچہ تھے جب ماں سے کہا کہ تیرا رب کون ہے وہ بولی کہ تیرا باپ تو فرمایا کہ باپ کا رب کون ہے وہ بولی کہ نمرود تو فرمایا کہ نمرود کا رب کون ہے وہ بولی کہ خاموش ہو اور یہیں سے بعض نے کہا کہ حضرت ابراہیم نے ستارے و قمر وغیرہ سے بچپن میں استدلال کیا اور جمہور مفسرین کے نزدیک بعد بلوغ کے واقع ہوا۔ وفی السراج وغیرہ۔ تاویل دوم آنکہ یہ بطریق استفہام ہے یعنی قولہ ہذا ربی یعنی اہذا ربی۔ کیا میرا رب یہ تارہ بتلاتے ہو۔ جیسے قولہ تعالیٰ فائن مت فہم الخالدون یعنی افہم الخالدون۔ تاویل سوم آنکہ قوم کو سمجھانے کیلئے یہ طریقہ سکھلایا کہ مخلوق سے خالق کی طرف استدلال اس طرح کیا جاتا ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے جا کر دیکھا کہ ایک قوم ایک بت کے گرد ہو رہی ہیں اس نے بھی اس بت کی تکریم ظاہر کی تو وہ اس شخص کی طرف گرویدہ ہوئے۔ یہانتک کہ اکثر باتوں میں اسی کی رائے پر چلنے لگے پھر کوئی مصیبت آئی اور اس نے مشورہ دیا کہ اس بت سے عاجزی کرو انھوں نے سب کچھ عاجزی کی مگر کیا ہوتا ہے تب اس نے رائے دی کہ اللہ عزوجل کی طرف گڑگڑاؤ پس اللہ تعالیٰ نے یہ مصیبت دور کر دی پھر وہ سب بتوں کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے۔ قالوا اصح یہ کہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات اپنی قوم پر حجت لانے کے طور پر ذکر کی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی مفسر جلال رح نے اختیار کیا۔ وقال الحافظ حق یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر اپنی قوم کے ساتھ مناظرہ کرتے تھے تاکہ ان پر کھل جاوے کہ وہ لوگ جس حال میں پڑے ہیں وہ بالکل باطل ہے پس باپ کے ساتھ کلام میں ظاہر کیا کہ تم لوگ

بتون کی پرستش مین جنکو ہیاکل سماویہ کی صورت سمجھا ہو خطا و غلطی پر ہو اور اس مقام پر ظاہر کیا کہ ستارون کی پرستش مین تم خطا کار غلطی پر ہو
قال المترجم سورۂ قصص مین انشاء اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم کا قصہ بتون کے توڑنے اور کافرون کے پہلے جھگڑنے پھر نادم ہونے کا بیان
ہوگا پس شاید بتون سے فی الجملہ مشرکون کو ندامت ہو چکی ہو تب اُن پرستارون کی پرستش مین غلطی ظاہر فرمائی بالجملہ مقصود یہ کہ
ستارون کی پرستش اور اُن مین اُلوہیت کا گمان کرنا محض غلط ہو بالجملہ پہلے کوکب کے حق مین ظاہر کیا کہ یہ اُلوہیت کے لائق
نہین یہ تو حکم الٰہی عزوجل کے تحت مین مسخر ہے کہ جس طرح حکم ہے برابر چلتا ہے ذرہ برابر بھی عدول حکمی نہین کر سکتا جیسے اور اجرام
سماویہ روشنی والے ہین پھر اُس سے زیادہ روشن قمر مین یہی دلیل ظاہر کی پھر اس سے بلکہ سب سے زیادہ روشن یعنی سورج مین یہی
ظاہر کیا پھر شرک سے اپنی برائت ظاہر کی اور ان لوگون کو راہ بتائی کہ تم بھی اس گمراہی سے بچو اور خالق السموات والارض
والنجوم وکل شئی کی طرف عبادت کے لئے سر جھکاؤ۔ قال الحافظ۔ اور یہ کیونکر ہو سکتا ہو کہ ابراہیمؑ اس مقام پر اپنے واسطے نظر
کرنیوالے ہو دین حالانکہ ابراہیمؑ کے حق مین اللہ عزوجل نے فرمایا۔ ولقد اتینا ابراہیم رشدہ من قبل وکنا بہ عالمین۔ اذ قال لابیہ وقومہ
ماہذہ التماثیل التی انتم لہا عاکفون الآیات۔ اور فطرت اسلامیہ پر سب پیدا ہوتے ہین چنانچہ آیات واحادیث سے مصرح ہو چکا ہے
پس سب خلق کے حق مین ایسا ہو تو ابراہیمؑ تو اسمین اولی ہونگے بہ نسبت تمام لوگون کے بعد محمد رسول اللہ صلعم کے بلاشک ہمارے
اور منجملہ ان امور کے جو ان کے مناظر قوم ہونے کے مؤید ہین ایک یہ کلام الٰہی بھی ہے جو آگے فرمایا یعنی وحاجہ قومہ قال اتحاجونی
فی اللہ الخ۔ مترجم کہتا ہو کہ عنقریب اسکی تفسیر آئندہ مذکور ہوگی مجھے درمیان مین تفسیر عرائس لاما مزید ہو اور اگر بالفرض ابراہیمؑ اس مقام
پر ناظر ہون تو یہ ایک طریقہ ہدایت الٰہی کا خاص ہو کہ ارادہ ایک تو بطور بیان کے بدون نمائش ہو اور وہ انبیاء علیہم السلام
سے ہدایت کہلاتی ہو اور دوم ہدایت الٰہی ہو بمعنی راہ دکھلانا یعنی حقیقی پس اوتعالیٰ نے انکو حقائق اشیاء کو دکھلا دیا کما قال تعالیٰ
وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض الآیۃ۔ قال ابن کثیرؒ ابن جریر وغیرہ نے عطاء وسعید بن جبیر وسدی ومجاہد وغیرہم رحمہم اللہ سے
حکایت کیا کہ آسمان اُن کی نظر کے سامنے کشادہ ہوا حتی کہ جو کچھ اسمین ہو سب دیکھا یہان تک کہ عرش تک نظر پہونچی اور ساتون زمینین
بھی اسی طرح کشادہ ہوئین۔ کذا قال مجاہد اور بعض نے زیادہ کیا کہ پھر ابراہیمؑ نے بندون کو گناہون مین آلودہ اور گناہ کرتے دیکھکر
ان پر بددعا کرنی شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیمؑ مین تجھ سے زیادہ اپنے بندون کا دیکھنے والا ہون اور عوفی نے ابن
عباسؓ سے اسکے مانند روایت کیا۔ قال ابن کثیرؒ محتمل ہو کہ یہ انکی آنکھ کے سامنے کشف ہوا ہو کہ بالمشاہدہ ومعائنہ اسکو دیکھا اور احتمال
ہو کہ بطریق بصیرت وعلم ہو جیسا کہ امام احمد والترمذی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور حدیث کو صحیح کہا کہ رسول اللہ صلعم
نے حضرت رب تبارک وتعالیٰ کو خواب مین دیکھا یعنی فرمایا اتانی ربی فی احسن صورۃ فقال یا محمد فیم یختصم الملاء الاعلیٰ فقلت لا ادری
فوضع کفہ بین کتفی حتی وجدت بردہا بین ثدیی فتجلی لی کل شئی الحدیث۔ میرا رب میرے خواب مین آیا با حسن صورت پس فرمایا کہ اے محمد
ملاء اعلیٰ کس چیز مین جھگڑتے ہین مین نے عرض کیا مجھے دریافت نہین ہو پس اپنی ہتھیلی میرے دونون مونڈھون کے درمیان رکھی پس
مین نے اسکی خنکی اپنی چھاتیون کے درمیان پائی پھر میرے لئے ہر چیز کھل گئی الخ۔ مترجم کہتا ہے کہ ہکذا ذکر الحافظ اور یہ تجلی صوری
کے اقسام مین سے ہو۔ یہان سے معلوم ہوا کہ حدیث رویت منام مذکور کو ترمذی نے صحیح کہا ہو پس نسخہ صحیحہ ترمذی یون ہو کہ ہذا حدیث
حسن صحیح۔ اگرچہ موجودہ نسخون مین حسن پر اکتفا ہوا ہو ف۔ فی العرائس قولہ۔ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض الآیۃ جیسے

Marfat.com

ہم نے خلیل علیہ السلام کو ازل میں خلت کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ ایسے ہی ہم نے اسکو ملکوت آسمان و زمین دکھلائے یعنی ملکوت سماوات و ارض سے جو انوار ذات وصفات ظاہر ہیں وہ ہم نے بطریق التباس کے ابراہیم کو دکھلائے تاکہ خلت ثابت ہو اور وہ محبت میں راسخ و مستقیم تھا پس شوق جمال قدم بڑھ جاوے اور تاکہ بواسطہ ملک و ملکوت کے مقام یقین میں ہمارے لقاء کے مشاہدہ کرنے والوں میں سے ہو جاوے قال المترجم یہ تصریح ہے کہ یہ دیدار بطور کشف التباسی تھا واللہ اعلم۔ ابوسعید خراز رح نے کہا کہ ابراہیم کو یہ دکھلادیا کہ ہجوم عظمت کی طاقت رکھیں اور واصلین میں ہوں۔ فارس رح نے کہا کہ یہ ابتدا اعلام غیوب ہے کہ نفس میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کچھ باقی نہیں رہتا اور مشائخ کے نزدیک یہ اہل توحید کے دلائل سے ہے۔ قال المترجم اس بیان سے اہل تفسیر ظاہر کے دونوں قول جمع ہو گئے بایں طور کہ حضرت ابراہیم نے قوم کو اس سے ابتدائی معرفت کی طرف بلایا اور ان سے مناظرہ کیا اور خود ان کو مقام توحید کا انکشاف ہوا جو انتہائے مرتبہ معرفت ہے اور مثال اسکی جیسے کوئی عالم ماہر کسی کو پڑھاوے پس وہ متعلم کو تو ابتدائی مقامات اسکے لائق صرف مضمون ظاہر کتاب بتلادے اور اپنے واسطے اسمیں سے دقائق و نکات و حل اعتراضات سے علم حاصل کرلے فلیتامل۔ بعض نے کہا کہ خلیل کو ملکوت دکھلائے تاکہ انکی طرف رجوع نہ ہوں اور ان سے خالق کی طرف جاویں اور بعض نے کہا کہ مشغول باستدلال ہوئے تو حقائق کا انکشاف فرمایا پس سب سے بیزار ہو گئے اور کہا کہ انی وجہت وجہی للذی الخ۔ شیخ نصر آبادی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کذلک نری فرمایا اور یوں نہ فرمایا کہ کذلک رای ابراہیم۔ کیونکہ دیدار ملکوت چشم فروع سے غیر مفید ہے اور صدق دیدار بچشم معرفت از ہدایت الٰہی ہے۔ فافہم۔ قولہ فلما جن علیہ اللیل الخ کو کبا۔ منجملہ امتحان کے ہے کہ دیدار قدم سے حادث میں مشغول نہ ہوں پس کوکب شعری کو منور بفعل خاص دکھلایا پس خلیل علیہ السلام نے تعجب سے کہا کہ کافر و مشرکوں کے زعم میں یہی میرا پروردگار ہے پس حضور ارادت ہوا اور نور قربت سے تربیت پائی اور مقام خلت میں پہونچا پس جب معدن ذات سے نور صفت کا ظہور ہوا اور نور فعل خاص کا قمر میں دیکھ کر فعل میں صفت کا مشاہدہ کیا اور زبان شوق سے ہذا ربی کہا پس وہ خلت ہوا اور نور وصل سے تربیت پائی اور مقام عشق میں پہونچا اور زیادت طلبی کا ہیجان ہوا پس نور ذات کا صفات میں اور صفات کا افعال خاصہ میں ظہور ہو کر سورج سے ظہور ہوا پس جب صفاء وقت حاصل ہوئی تو سورج سے مشاہدہ جلال قدم پاکر زبان عشق سے ہذا ربی کہا پس غیرت قدم نے آگر اسکو دیدار قدم میں وسائط پر نظر کرنے سے اسطرح مجرد کر دیا کہ وسائط تمام عظمت قدم میں غائب و غروب ہیں اور ظہور قدم بتجلی خالص ہوا تب خلیل ابراہیم نے اسی کی وحدانیت سے توحید کی اور تمام وسائط سے بیزار ہو گئے اور نفس سے جو دیدار حدوث سے اپنا حظ چاہتے تھے۔ فرمایا کہ لا احب الآفلین۔ یعنی ظہور عظمت کے وقت غروب و نیست و ساقط ہونے والے کو نہیں چاہتا۔ اور عقل سے جو دیدار قمر یعنی منور بفعل سے دیدار قدرت کا حظ چاہتے تھے۔ کہا کہ لئن لم یہدنی ربی لاکونن من القوم الضالین۔ یعنی ایسے لوگوں میں سے جو خاص صفات کے دیدار سے مقام التباس میں پڑے رہے۔ قال المترجم قمر کے دیدار سے بیزاری کرنے میں کہا کہ لئن لم یہدنی ربی۔ اسمیں اشارہ ہے کہ معرفت رب تبارک و تعالیٰ اسی سے حاصل تھی فافہم۔ اور قلب سے جو مقام عشق میں وسائط کے دیدار کو چاہتا اور احتراق سے بچتا تھا کہا کہ انی بری مما تشرکون یعنی بلا واسطہ دیدار نصیب ہونے پر دیدار وسائط سے بیزار ہوں اور انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض۔ یعنی میں اس ملک قدیم کی طرف متوجہ ہوں جسکے انوار فعل سے ہر وسیلہ کا ظہور ہے چنانچہ کہا۔ حنیفا یعنی مائل از غیر حق بسوئے حق و فرمانبرداری و اسی کی رضا پر سر جھکائے ہوئے وما انا من المشرکین جو شرک کرتے ہیں کہ وسائط پر نظر رکھتے ہیں بلکہ میں اپنے پروردگار کی طرف اسکی ہدایت سے جاتا ہوں کہ اسی سے میری بقا رہے۔ اور واسطی رح نے کہا

Marfat.com

کہ قولہ لئن لم یہدنی یعنی اگر مجھکو میرا پروردگار ہدایت پر ثابت قدم نہ رکھے گا اس مشاہدہ مین جو مین نے ظہور و کشف افعال خاص و مقام التہاس
مین دیکھا تو مین بھٹک جاؤنگا اور ان لوگونمین سے ہو جاؤنگا جو اپنے نفس کی طرف جھکے اور اپنی صفات سے باقی ہین۔ قولہ انی بری مما تشرکون
بعض نے کہا کہ مخلوقات سے خالق پر استدلال کرنے مین شرک کرنیوالون سے بری ہون کیونکہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی طرف
دلیل نہین ہی قال المترجم یہ قول بہت جید اور نہایت صحیح ہی اور یہی تحقیق ہی ولیکن اہل نظر پر الزام ہی کہ منافی معرفت ظاہر ہے پس توحید
اُن پر لازم ہی ولیکن یقین ہی کہ ہدایت بدون اللہ تعالیٰ سبحانہ کے ناممکن ہی اگرچہ افلاطون کیون نہ دلیل لاوے چنانچہ آخر افلاطون وارسطو
سب کے سب کافر ہی۔ فافہم۔ قولہ ما انا من المشرکین۔ واسطی نے کہا کہ میری طرف سے راہ حق کی طرف بلانا ہو سکتا ہے اور ہدایت کرنا
اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ قال المترجم یعنی بندہ اگر دوسرے بندہ کو راہ ہدایت کی طرف بلاوے اور وہ نہ آوے اور یہ شخص
اس سے کینہ و ملال کرے تو مشرک ہی اور خود گمراہ ہوا کیونکہ ہدایت کرنا فقط اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت ہی وقد نبہ علی تلک الاشارۃ الشیخ
العباد بن العباد الخواصی الشامی کما رواہ عنہ الداری جعفر علیہ السلام نے کہا کہ قولہ انی وجہت وجہی۔ یعنی قلب کو مین نے اپنے خالق کا مطیع
کیا اور ہر چیز سے جو اللہ تعالیٰ سے اپنی طرف مشغول کرے اس سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف راجع ہوا اور جس کی قدرت سے
یہ مخلوق ہی وہ خوب ہی قادر ہی کہ میرے دل کو ایسے خطرات سے بچادے جو اسکے جلال ذات کے لائق نہین ہین۔ بعض نے کہا کہ ابراہیم
علیہ السلام کے واسطے چند مقامات تھے۔ اول مقام الفاقہ جسمین بزبان دعا کلام کیا کہ رب اجعلنی مقیم الصلوۃ الآیۃ۔ دوم مقام نعمت
جسمین بزبان شکر کلام کیا کہ الذی ہو یطعمنی ویسقین الآیۃ۔ اور سوم مقام معذرت جسمین بزبان اعتذار کلام کیا کہ والذی اطمع ان
یغفرلی خطیئتی یوم الدین الآیۃ۔ چہارم مقام محبت جسمین بزبان مودت کلام کیا بقولہ انی بری مما تشرکون پنجم مقام معرفت جسمین بزبان
انبساط کلام کیا بقولہ رب ارنی کیف تحیی الموتی ششم مقام ہیبت جسمین بزبان سکون کلام کیا چنانچہ جبرئیل نے جس وقت آگ
مین پھینکے جانے لگے آکر کہا کہ آپکو کوئی حاجت ہو تو مجھسے فرمائیے تو کہا اے جبرئیل تمھاری طرف تو مجھے کوئی بھی حاجت نہین ہی۔ پھر شیخ الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ
تعالیٰ نے صحیح فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر ناظر نہ تھے بلکہ قوم پر حجت لانے و مناظر تھے جیسا کہ دلالت کرتا ہے۔ قولہ تعالےٰ

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ۭ قَالَ اَتُحَاۗجُّوْۗنِّىْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ۭ وَلَآ اَخَافُ
اور اُس سے جھگڑی اُسکی قوم بولا مجھ سے جھگڑتے ہو اللہ پر اور وہ مجھکو سوجھا چکا اور مین ڈرتا نہین

مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ رَبِّيْ شَـيْـــًٔا ۭ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ
اُن سے جو شریک ٹھہراتے ہو اُسکا مگر کہ میرا رب کچھ چاہے سمائی ہے میرے رب کی علم میں سب چیز کو

اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ
کیا تم دھیان نہین کرتے ہو اور مین کیونکر ڈرون تمھارے شریکون سے اور تم نہین ڈرتے کہ شریک ٹھہراتے ہو

بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ۭ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ
اللہ کے ساتھ جس پر نہین اُتاری اُسنے تم کو کچھ سند اب دونون فرقون مین کس کو چاہیے خاطر جمع ہو

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰۗىِٕكَ وقف لازم
اگر سمجھ رکھتے ہو جو لوگ یقین لائے اور ملائی نہین اپنے یقین مین کچھ تقصیر انھین کو ہے

Marfat.com

لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى ۹ ع ۱۵

خاطر جمع اور وہی ہین راہ پائے اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے دی ابراہیم کو اُسکی

قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾

قوم سے مقابل درجے بلند کرتے ہین جسکو چاہین تیرا رب تدبیر والا ہے خبردار

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ۔ محاجہ۔ یہان بمعنی جھگڑا و جہالت کی باتین کرنا اور یہان معنی نہین کہ ایسی دلیل لانا جس سے دوسرے مقابل پر حق ظاہر ہو جاوے کیونکہ مشرکون کے پاس ایسی دلیل کہان تھی اور شاید کہ طرفین سے محاجت تھی پس حضرت ابراہیم کی دلیل حق کو محاجت فرمایا اگر مفسر نے معنی اول پر اکتفا کرکے لکھا کہ معنی آنکہ قوم نے ابراہیم سے اسکے دین توحید مین جھگڑا کیا اور دھمکایا کہ اگر بت چھوڑیگا تو وہ ہمارے معبود تجکو برائی پہونچادین گے۔ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ ۔ بولا کہ بھلا تم جھگڑتے ہو مجھ سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت مین۔ وَقَدْ هَدٰىنِ حالانکہ اس نے قد ہدانی الیہا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وحدانیت کی ہدایت فرمائی ہے۔ ایک قراۃ مین تحاجونی کے نون کو تشدید ہے بایں طور کہ نون رفع اور نون وقایہ کا ادغام کردیا اور ایک قراۃ مین تخفیف نون ہے بایں طور کہ ایک نون حذف ہوا پس نحویون کے نزدیک نون رفع حذف ہوا اور فرار حمہم اللہ کے نزدیک نون وقایہ حذف ہوا کیونکہ حذف نون رفع مع بقار نون وقایہ خلاف اصل ہے اور کیونکہ حذف نون رفع بدون ناصب و جازم کے حذف علامت ہے پس جائز نہین۔ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ ضمیر بہ راجع بموصول ہے اور مراد اس سے بت ہین یعنی جن بتون سے تم شرک کرتے ہو مین اُن سے خوف نہین کرتا) کہ مجھے کوئی برائی پہونچائین گے کیونکہ بتون کو کچھ قدرت نہین ہے اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا ۔ لیکن اگر میرا پروردگار چاہے کہ مجھے کوئی برائی پہونچے تو وہ پہونچے گی۔ پس استثنار بمعنی لکن ہے۔ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا اسے وسع علمہ کل شی۔ ہر شے کو میرے رب کا علم وسیع ہے۔ علماً تمیز ہے جو فاعل سے محول کرکے تمیز کرائی گئی ہے۔ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ کیا تم نصیحت نہین سمجھتے کہ ایمان لاؤ۔ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ ۔ مین کیونکر ایسی چیز سے خوف کرون جس سے تم نے شرک کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ف حالانکہ نہ اس سے ضرر پہونچنا ممکن اور نہ نفع وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ من اللہ تعالیٰ۔ حالانکہ نہین ڈرتے تم لوگ اللہ تعالیٰ سے اس بات مین کہ۔ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ۔ اے لم ینزل بعبادتہ حجۃ و برہانا۔ نہین نازل کی اس چیز کی عبادت کرنے کیلئے کوئی حجت و برہان۔ ف پھر تم اس غیر کی عبادت کرنے مین اللہ تعالیٰ سے نہین ڈرتے حالانکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۔ پھر دونون فریق مین سے کون امن نجات کا حقدار ہے۔ ف ہم کہ تم یعنی ہم لوگ توحید کرنے والے یا تم لوگ شرک کرنے والے۔ اور یہ اچھے اسلوب سے نصیحت ہے جیسے رسوم بدعات کے بارہ مین بعضے علماء بدعت حسنہ کے قائل ہین اور بعضے علمار قائل ہین کہ نہین جائز ہے پس احتیاط والون نے کہا کہ اگر جواز کا قول حق ہوا تو مستحب کا ثواب ملیگا اور اگر عدم جواز کا قول صحیح ہوا تو عذاب ہوگا لہذا امن کا طریقہ یہ ہے کہ (مثلاً) وعظ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و معجزات سنے اور اردو مین کتابین دیکھے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے جسکی فضیلت کلام اللہ تعالیٰ و احادیث صحیح سے بہت کچھ ثابت بلکہ ہر وظیفہ و ہر ثواب کے فضل سے یہ اعلیٰ و اولیٰ ہے واللہ الموفق۔ بالجملہ کافرون کو نصیحت کی کہ تم بغیر دلیل علم کے اپنے وہم سے شریک بنانے والے نڈر ہو یا ہم لوگ توحید آلہی سے ڈرنیوالے۔ کون مستحق امن ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم جانتے ہو کہ امن کا کون سزاوار ہے تو اسی پر عمل کرو یعنی وہ فریق ہم ہین توحید کرنیوالے اور شرک سے بیزار ہونیوالے پس تم

ہماری پیروی کرو اور ایمان لاؤ۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ۔ شرک یعنی جو لوگ ایمان لائے و اپنے
ایمان کو شرک سے نہین ملایا تو انھین کے واسطے امن ہی۔ اور حدیث بخاری و مسلم مین آنحضرت صلعم نے ظلم کی تفسیر شرک سے بیان
فرمائی ہے۔ اور اس سے ظاہر ہوا کہ ایمان لانیوالا ایسے افعال اگر کرے جو شرک ہین تو وہ مشرک ہو گیا پس اسلام و توحید یہ ہی کہ خلط نکرے
وقد قال تعالی وما یومن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون۔ اور جو شرک نہین کرتے یہان ان کی تعریف کی کہ جو لوگ ایمان لائے اور پھر
ایمان کو شرک سے خلط کرکے مشرک نہین ہوئے تو۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ اُن کیلیے امن ہی یعنی عذاب سے امن ہی۔ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ
اور وہ اللہ تعالی کی جناب مین ہدایت پائے ہوئے ہین اور ظلم کی تفسیر شرک سے کما فی قولہ ان الشرک لظلم عظیم ایک جماعت صحابہ
رضی اللہ عنہم مانند ابو بکر الصدیق و عمر بن الخطاب حذیفہ و سلمان فارسی و ابی بن کعب ابن عباس رضی اللہ عنہم سے صحیح ہوئی اور جماعت
کثیر تابعین رحمہم اللہ سے یہی تفسیر مروی ہی پس زمخشری نے جو کشاف مین اس سے انکار کیا اور کہا کہ لفظ لبس اس سے مانع ہے کہ
ظلم کی تفسیر شرک سے کی جاوے یہ زمخشری کا ظلم باطل ہی درحقیقت یہ بیچارہ علم حدیث سے بیخبر اپنے اعتزال کی بیماری مین گرفتار
رہا اور تفصیل یہ کہ معتزلہ نے کہا کہ ظلم سے مراد یہان گناہ ہی اور شرک مراد نہین کیونکہ ایمان و شرک کے خلط سے دونون کا اجتماع
لازم آتا ہی حالانکہ دونون ضدین جمع نہین ہوتے ہین جواب یہ کہ خلط کرکے شرک ہی رہ جاتا ہے علاوہ برین یہ اعتراض درحقیقت
خود معتزلہ پر وارد ہوتا ہی کہ تمھارے نزدیک جیسے ایمان و شرک جمع نہین ہوتے ویسے ہی ایمان و گناہ جمع نہین ہوتے ہین کیونکہ
معتزلہ کے نزدیک گناہ کبیرہ والا ایمان سے خارج ہو جاتا ہے پس ایمان تو فعل طاعات و اجتناب معاصی کا نام ہی پس مرتکب کبیرہ گناہ
کا تمھارے نزدیک مومن نہوگا پھر تم یہان گناہ سے کیونکر تفسیر کر سکتے ہو۔ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ۔ اسمین تلک مبتدا ہی اور وہ مبدل ہو کر حجتنا بدل
سے ملکر مبتدا ہوا اور یہ ارجح قول ہی۔ اور مراد حجت سے وہ حجت ہی جو ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالی کی وحدانیت پر کواکب کے غروب
و غائب ہونے وغیرہ سے قائم کر دی اور مبتدا مذکور کی خبر آیندہ ہی۔ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ۔ اے ارشدناہ حجۃ علی
قومہ المعنی اور یہ برہان نفیس ہماری دی ہوئی حجت ہے ہم نے ابراہیم کو اسکی راہ بتا دی تاکہ اپنی قوم پر حجت قائم کرے۔ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ
مَّنْ نَّشَآءُ ہم جسکو چاہتے ہین مراتب مین بلند کرتے ہین (یا) ہم جسکے درجات چاہتے ہین بلند کرتے ہین ف۔ درجات کو اکثر قراء
کے قرأت مین اضافت ہی ای درجاتِ من۔ بدون تنوین کے اور کوفیون کی قراءت مین درجات کو تنوین ہی۔ اور وہ تمیز واقع ہی اور
من مفعول ہی اور بنا بر قراءۃ اول کے درجات مفعول ہی۔ حاصل آنکہ علم معرفت و حکمت الٰہیہ سے ہم جسکا درجہ چاہتے ہین بلند کرتے ہین
اور جسکا نہین چاہتے نہین بلند کرتے۔ پس اللہ تعالی قادر مختار ہی اسپر کچھ بھی واجب نہین جیسے معتزلہ بیوقوف کہتے ہین کہ اللہ تعالے
پر جو بات بہتر ہو بندے کیواسطے وہ واجب ہی حالانکہ اس آیت کریمہ سے رد ہو گیا کیونکہ اللہ تعالی کی مشیت پر ہی پس ابراہیم کو
یہ تمام فضل علم و حکمت دیا کہ حجت قائم کی اور اُن کی قوم کے سیکڑون مشرک ہی ان کو یہ ہدایت نہ ہوئی کیونکہ حکمت بالغہ حضرت الٰہی
مین یہی مشیت تھی اسیواسطے فرمایا۔ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ۔ یعنی تیرا پروردگار ہر کام مین حکمت والا دانا ہی۔ ف۔ فی العرائس
قولہ الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم۔ یعنی جنھون نے اللہ تعالی کو وصف معرفت و توحید سے پہچانا اور حوادث و مخلوقات سے
استدلال کرکے نہین پہچانا اور مقام مشاہدہ مین درجہ عبودیت سے تجاوز نہین کیا اور احکام ربوبیت مین پڑکر اسکے حسن و تجلی سے
انانیت کا دم نہین مارا کیونکہ عارف جب مشاہدہ مین مقام عبودیت مین ثابت قدم رہا تو وہ صحو و تمکین مین ہی اور یہ انتہاء درجہ معرفت ہی

Marfat.com

اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہے کہ اللہ لا الٰہ الا اللہ کی توحید مین انا العبد یعنی بندہ مخلوق ہون مطیع رہے **قال المترجم**
لیکن واضح رہے کہ خودی سے فانی ہونے کے ساتھ ظہور احکام ربوبیت ہونے مین یہ مقام آسان نہین ہے جسکو اللہ تعالیٰ دیوے اور یہی
بھید ہے کہ قیامت مین جب ظہور عظمت وجلال کے ساتھ حضرت عیسیٰ کو خطاب ہوگا کہ بھلا تونے ان لوگون سے کہدیا کہ مجکو اور میری
مان کو معبود بنالو تو وہ کانپتے ہوئے اس سے بالکل بیزاری کرینگے اور اوتعالیٰ کی حمد وثنا کرینگے بخوف آنکہ شاید مقام سکر وتلوین مین
کوئی چوک زبان سے بیخبری مین نکلے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ علیم وخبیر ہے حالانکہ اُن سے ایسی خطا نہین ہوئی ہے۔ قال الشیخ
اور اگر نور ربوبیت کے ادراک سے انانیت مین پڑگیا تو وہ سکر وتلوین مین رہا اور یہ مقام اضطراب ہے درجہ معرفت تک نہین پہونچا
جیسے بعض نے انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی۔ اپنی زبان سے بیخودی مین نکالا اگرچہ معذور ہین ولیکن یہ ظلم ہے اور ظلم یہی ہے کہ
کسی چیز کو اپنی جگہ سے دوسری جگہ رکھے پس جو شخص کہ مشاہدہ مین اپنے بندہ ہونے پر رہا اسکو اللہ تعالیٰ توحید ومعرفت خاصہ سے
نگاہ رکھتا ہے اور اسکو موت کی سی تکلیف سکر وتلوین کی نہین پہونچتی کما قال تعالیٰ اولئک لہم الامن وہم مہتدون یعنی اُسی کے ساتھ
اسکی طرف ہدایت پائے ہوئے ہین اور نیز آیت مین اشارہ ایسے بندون کی طرف ہے جو مشاہدہ کی حالت مین جہان کی کسی چیز کی طرف
رجوع نہین کرتے چنانچہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو بقولہ مازاغ البصر وماطغی۔ وصف فرمایا کیونکہ جو مقام قرب مین کسی غیر کی طرف
ملتفت ہوا اگرچہ جنت الفردوس کیون نہ ہو وہ حقائق توحید مین مشرک ہے پس جو اس طرح مشرک نہ ہوا یہ اس کی تعریف ہے کہ اولئک
لہم الامن۔ کیونکہ جب تک حدوثیت کا کوئی وصف باقی ہے تب تک امن نہین اور کیونکر ہوگا کہ وہ عبودیت کے رقیت مین پڑا ہوا اپنے
نفس کو پہچانتا ہے اور حق تعالیٰ کو وصف قدم وبقاء وقہر وجبروت سے پہچانتا ہے قال اللہ تعالیٰ لایامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون
جب اس نے اللہ تعالیٰ سبحانہ کو بوصف محبت وعشق وشوق دیکھا اور قرب حاصل ہوا اور صفات حق عزوجل سے متصف ہوا تو اوائل
امن سے پاتا ہے کیونکہ صفت قدم مین خوف وامید کا نشان نہین ہے وہان تو جنت قرب وصل ہے اور وہ لوگ خالص بندے قہر کی
تجلیون سے بالکل امن مین اور جب تک متصف بصفات آلہی ہین مہتدون ہین اگرچہ پوشیدہ مکر کے دقائق سے اللہ عزوجل کے
مناقشہ سے چشم پوشی کئے ہوئے ہون۔ ابن طاہر نے کہا کہ قولہ تعالیٰ ولم یلبسوا ایمانہم بظلم۔ اسمین داخل ہے کہ کسی دکھ ومصیبت و
خوشی وناخوشی مین ان کی نظر سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور پر نہین پڑی۔ اولئک لہم الامن۔ ہر طرح کی کفایت ان کی اوتعالیٰ
جل جلالہ کی عنایت وتقدیر پر ہے وہم مہتدون۔ انکا رجوع ہر حال مین اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے پس وہ راہ پائے ہوئے ہین۔
بھٹکے نہین ہین۔ **قال الاستاذ رح** یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے پھر کسی غیر کی طرف نہین رجوع ہوئے قولہ تعالیٰ نرفع درجت
من نشاء۔ درجات چند چیزین ہین معرفت کے مقامات اور محبت کے حالات اور معاملت کے کرامات اور یہ سب خود ہی اوتعالیٰ کی طرف
راہ ہین پھر جب بندہ واصل ہوا اور خود فنا ہوکر اس پاک کی بقاء لازوال سے باقی ہوا تو وہان کچھ درجات جنت وغیرہ نہین بلکہ وہان شان
معرفت کے درجات ہین وہان عارفین وموحدین کے لئے ازل وابد مین سیر ہے جس کی انتہا نہین بلکہ وہان انتہاد لا انتہا کسی کو دخل نہین قال
اشارہ ہے کہ مریدین مین سے ہم جس کے درجات چاہتے ہین بلند کرتے ہین پس اسکو وصل کرتے اور وصول مین ان درجات سے سیر عرفان
ہے اور نیز درجات مین عشق ومحبت وشوق کے درجہ ہین اور نیز درجات مین صفاء سر باطن وصحت نیت ہے اور نیز اخلاق پاکیزہ ہین اور بعض نے
کہا کہ پر تو علم آلہی وفہم حکمت از وتعالیٰ ہے۔ قال المترجم حضرت ابراہیم علیہ السلام جب خلوص باطن سے بندہ حنیف ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

اعلیٰ درجات علم وحکمت دیئے اور مزید براں یہ کہ اولاد صالح دی۔

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ

اور اس کو بخشا ہم نے اسحٰق اور یعقوب سب کو ہدایت دی اور نوح کو ہدایت دی ان سے پہلے اور اسکی اولاد میں

دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝

داؤد اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف کو اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم یوں بدلا دیتے ہیں نیک کام والوں کو

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ

اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو سب ہیں نیکبختوں میں اور اسمٰعیل اور الیسع

وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ

اور یونس اور لوط کو اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر اور بعضوں کو ان کے باپ دادوں اور اولاد میں

وَإِخْوَانِهِمْ ۖ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ ذَٰلِكَ

اور بھائیوں میں اور اُن کو ہم نے پسند کیا اور راہ سیدھی چلایا

هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم

اللہ کی ہدایت ہے اُسپر راہ دے جسکو چاہے اپنے بندوں میں اور اگر وہ لوگ شرک کرتے البتہ ضائع ہوتا

مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ

جو کچھ کیا تھا وہ لوگ تھے جنکو دی ہم نے کتاب اور شریعت اور نبوت

فَإِن يَكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ۝ أُولَٰئِكَ

پھر اگر ان باتوں کو نہ مانے یہ لوگ تو ہم نے ان پر مقرر کئے ہیں وہ شخص کہ وہ نہیں ان سے منکر وہ لوگ تھے

ع ۱۰ ۱۶ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۖ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۗ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ

جنکو ہدایت دی اللہ نے سو تو چل اُن کی راہ تو کہہ میں نہیں مانگتا تم سے اسپر کچھ مزدوری

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ ۝

یہ تو محض نصیحت ہے جہان کے لوگوں کو

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ اور ہم نے ابراہیم کو ہبہ کیا اسحٰق اور یعقوب بنی پسر اسحاق کو۔ پس یعقوب علیہ السلام پوتے حضرت ابراہیم کے تھے۔ كُلًّا هَدَيْنَا ہم نے ان میں سے ہر ایک کو ہدایت دی اور یہ ہدایت خاص لائق شان نبوت ہی جو کرم وفضل سے عطا فرمائی تھی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے یہاں قصہ بشارت بطول ذکر کیا اور خود کلام مجید میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا جس کا ملخص یہ ہی کہ ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کے واسطے تمام قوم عزیزوں قریبوں کو چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اولاد صالح عطا فرمائیں اور دنیا و دین میں انکو بزرگ و نیک نام کیا اور عجیب قدرت دکھلائی کہ خود بالکل بوڑھے تھے اور سارہ رضی اللہ عنہا آپ کی بیوی بہت بوڑھی تھیں کہ جس عمر میں اولاد کی اُمید نہیں ہوتی پس بشارت دی اسحاق بیٹے کی اور جب ان دونوں نے شکریہ کیا اور عجیب رحمت جانی تو اسحاق کے بیٹے

Marfat.com

یعقوب کی بھی اُسیوقت بشارت دی یعنی حضرت ابراہیمؑ کی زندگی مین بیٹا و پوتا ہوے اور بشارت کو پورا کیا کہ ہر ایک نبی ہوگا اور فرمایا اور تعالیٰ نے وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب الآیۃ۔ نہایت اکمل بشارت ہر کہ نبوت وکتاب کو انھین کی اولاد مین کردیا اور یہی حضرت نوح علیہ السلام کے اوپر فضل تھا چنانچہ فرمایا ولقد ارسلنا نوحا وابراہیم وجعلنا فی ذریتہما النبوۃ والکتاب الآیۃ۔ پس ذریت ابراہیمؑ در حقیقت ذریت نوح علیہ السلام ہین پس نوح کی تمام ذریات مین سے نبوت وکتاب حضرت ابراہیمؑ و ان کی ذریات مین مخصوص ہوئی گویا پہلا انعام حضرت نوح علیہ السلام پر ہوا اسی واسطے فرمایا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ۔ اور نوح کو ہم ہدایت کرچکے پہلے سے یعنی قبل ابراہیم کے پس نوح کی ذریت مین نبوت وکتاب ہونا حضرت ابراہیم کی تخصیص سے ظاہر ہوا کہ منجملہ تمام ذریات کے اُس گروہ خاص مین مراد تھا۔ ایک گروہ علماء نے مرجع ضمیر دونون طرف جائز سمجھا فی قولہ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ۔ یعنی ذریت نوح سے بسبب آنکہ مرجع قریب یہی مذکور ہین اور بعض نے حضرت ابراہیم کو مرجع قرار دیا کیونکہ اُن کے ذکر ہونے سے یہی سمجھا جاتا ہر کہ جو انبیاء مابعد مذکور ہین مراد یہ کہ ذریت ابراہیمؑ ہین یعنی دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ اور یہ دونون نبوت و بادشاہت کے جامع تھے۔ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ یعنی یوسف بن یعقوب۔ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ یعنی کما جزیناہم کذلک نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ اور جیسے ہم نے ان خالص بندون کو نیک بدلا دیا ایسے ہی ہم نیکوکار بندون کو بدلا دیتے ہین۔ قال ابن کثیرؒ قولہ ومن ذریتہ داؤد۔ اسمین ضمیر اگر نوح علیہ السلام کی طرف راجع ہو کیونکہ ابراہیمؑ و نوحؑ ہر دو مرجع مین سے نوح ہی اقرب مذکور ہین تو یہ ظاہر ہے اور اسمین کچھ اشکال بھی نہین اور یہی شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا اور اگر ابراہیم کی طرف راجع ہو کیونکہ سیاق کلام انھین کی شان مین ہر تو بہتر ہے ولیکن یہ اشکال ہر کہ آگے لوط علیہ السلام مذکور ہین اور لوط بن ہاران بن آزر یعنی ابراہیم کے بھتیجے ہین اُن کو ذریت مین شمار کیا اور جواب یہ ہوسکتا ہر کہ تغلیباً شامل کیا جیسے اسمٰعیل کو یعقوب کے آباء مین شمار کیا فی قولہ قالوا نعبد الٰہک والٰہ آبائک ابراہیم واسمٰعیل واسحاق الآیۃ۔ اور بھتیجا بمانند بیٹے کے ہر۔ وَزَكَرِيَّا اور اسکا بیٹا يَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ بیٹا مریم رضی اللہ عنہا کا وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ۔ ای کل واحد منہم من الصالحین۔ ہر ایک انہین سے صالحین بندون سے ہر۔ واضح ہو کہ یہان ان انبیاء علیہم السلام کو باعتبار زمانہ کے ترتیب وار نہین بیان فرمایا بلکہ معنوی حکمت ہر کہ اسکو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اسمین بحث کرنا بیفائدہ ہر پس داؤد بن ایشا بعد موسیٰ علیہ السلام کے ہوئے ہین اور معالم مین جو بنی اسرائیل کی روایت لکھی کہ اُن کا حلیہ پست قد و زرد چہرہ تھے یہ یہودیون کا بہتان محض غلط ہر بلکہ خوبصورت تھے کیونکہ اُن کی خوبصورتی سے حضرت آدم علیہ السلام نے اُنکو چالیس سال اپنی عمر سے عطا کی کما صح فی الروایۃ۔ اور ایوب بن اموص بن رازخ بن دم بن عیص بن اسحاق علیہم السلام ہین۔ موسیٰ بن عمران بن یصہر بن قاہث بن لاوی بن یعقوب۔ اور ہارون حضرت موسیٰ کے بھائی ایک سال بڑے تھے اور زکریا بن ادن بن برکیا۔ اور عیسیٰ بن مریم بنت عمران اور یہ عمران وہ نہین جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے بلکہ اُن کے نام پر تبرکاً نام رکھا تھا اور محمد بن کعبؒ نے کہا کہ ماموں اور چچا بھی والد کے حکم مین ہر چنانچہ لوطؑ کو ذریۃ ابراہیمؑ مین شمار کیا اور عیسیٰؑ کو ذریت مین شمار کیا حالانکہ انکا کوئی باپ نہ تھا فقط ماں کے رشتہ سے نانا کی ذریت ہوئے عبدالملک بن عمیر سے روایت ہر کہ یحییٰ بن یعمر رحمہ اللہ حجاج ثقفی ظالم کے پاس گئے اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا تو حجاج بولا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت مین سے نہ تھے تو یحییٰ بن یعمرؒ نے کہا کہ تو نے جھوٹ کہا۔ حجاج بولا کہ تم اپنے قول پر کوئی دلیل لاؤ۔ یحییٰ نے یہی آیت قولہ ومن ذریتہ سے عیسیٰ تک پڑھی پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کے نسب سے حضرت ابراہیم کی ذریت مین سے ہین تو حجاج نے اقرار کیا کہ تم سچے ہو

رواہ ابو الشیخ والحاکم والبیہقی وقد رواہ ابن ابی حاتم عن ابی حرب بن ابی الاسود ۔ اور لفظ یہ ہیں کہ حجاج نے یحییٰ بن یعمر کے پاس آدمی بھیجا کہ مجھے خبر پہونچی کہ تو گمان کرتا ہے کہ حسنؓ و حسینؓ دونوں آنحضرت صلعم کی ذریت ہیں اور تو اس بات کو قرآن سے پاتا ہے حالانکہ میں نے قرآن کو اول سے آخر تک پڑھا کہیں نہ پایا تو یحییٰ نے کہا کہ کیا تو نے سورۂ انعام نہیں پڑھی ثم ذکر نحو ما سبق مفسر رحمہ اللہ نے لکھا کہ عیسیٰ کے ذریہ میں شمار کرنے سے یہ حکم نکلا کہ ذریت کا لفظ بیٹیوں کی اولاد کو بھی شامل ہے ۔ قال الحافظ ۔ اگر کسی شخص نے اپنی ذریت کیواسطے وصیت کی یا ذریت پر کوئی ملک وقف کی یا ذریت کو کچھ ہبہ کیا یعنی یوں کہا کہ میں نے یہ گاؤں مثلاً اپنی ذریت پر وقف کیا یا ان کیلئے وصیت کیا یا انکو ہبہ کیا تو اسکی ذریت میں دختروں کی اولاد بھی شامل ہوگی کیونکہ ذریت کا لفظ اولاد دختر کو شامل ہوتا ہے اور اگر کہا کہ وقفت علی بنی ۔ وقف کیا میں نے اپنے بیٹوں پر تو یہ خاص اسکے نطفہ کے بیٹے اور پوتوں کو شامل ہوگا اور ناتیوں کو شامل نہ ہوگا اور دیگر علماء نے کہا کہ ناتیوں کو بھی شامل ہوگا کیونکہ حضرت صلعم نے حسن رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ ابنی ہذا سید ۔ یہ بیٹا میرا سید ہے الی آخر الحدیث علی ما فی صحیح البخاری ۔ دیگر علماء نے کہا کہ یہ پیار سے مجاز ہے بمعنی ذریت و اولاد کے ۔ قال المترجم اور اولاد کا لفظ یا اقارب کا لفظ کہنے وغیرہ کے تمام مسائل ترجمہ عالمگیریہ کتاب الوقف میں تلاش کرو ۔ ومن اللہ تعالیٰ التوفیق الیاس میں اختلاف ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا کہ وہ ادریس ہیں اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ وہ الیاس بن یسا بن فنحاص بن عیزار بن ہارون بن عمران ہیں یعنی حضرت موسیٰؑ کے بھائی ہارون کی اولاد میں سے ہیں اور یہی صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے الیاس کو نوح کی ذریات میں گنا اور تاریخ نسب بیان کرنیوالے کہتے ہیں کہ ادریس حضرت نوح کے اجداد میں سے ہیں ۔ ضحاک رح نے کہا کہ الیاس از اولاد اسمعیل ہیں اور قتیبی نے کہا کہ وہ یوشع بن نون کے پوتوں میں سے ہیں ۔ اور واضح ہو کہ ان بندوں کے صالحین ہدایت یافتہ ہونے کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ پر انعام واحسان قرار دیا کیونکہ بیٹوں کی شرافت و بزرگی اپنے باپ دادوں سے ملتی ہے ۔ وَاِسْمٰعِیْلَ ابن ابراہیم خلیل علیہما السلام اور انکا ذکر اسوجہ سے موخر ہوا کہ پہلے اسحاق کا ذکر بطور موہبت الٰہی عطا ہونے کے ہوا پس انکی تمام اولاد انکے تحت میں مذکور ہو کر پھر اسمعیل علیہ السلام کا ذکر فرمایا ۔ وَالْیَسَعَ مفسر رح نے لام زائدہ بیان کیا اور الیسع بن اخطوب بن العجوز ہیں اور بعض نے کہا کہ یہی الیاس ہیں اور یہ غلط ہے ہر ایک علٰحدہ مراد ہے اور وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ یہ الیاس کے مصاحب تھے اور زکریا علیہ السلام سے پہلے تھے اور بعض نے کہا الیسع خضر علیہ السلام ہیں ۔ وَیُوْنُسَ بن متی ۔ حدیث صحیح میں آپنے منع فرمایا کہ لا مجھے یونس بن متی پر فضیلت مت دو ۔ وَلُوْطًا ابراہیم کے بھائی ہاران کے بیٹے لوطؑ جو کہ ابراہیم کے ماتحت نبی تھے اور اُن کی قوم پر نافرمانی کا عذاب آیا تھا جسکا قصہ آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ آئیگا ۔ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۔ اور ان میں سے ہر ایک کو ہم نے عالمین پر نبوت سے فضیلت دی تھی اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپس میں ان میں سے کون کس سے افضل ہے ۔ اور اہل فقہ و علم اسمیں کلام نہیں کرتے ہاں دلائل شرعی چونکہ اس بات پر قائم ہوئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں لہذا آپکی افضلیت کو جمہور نے کہا ہے اور جو اسمیں اختلاف کرتے ہیں اُن کا قول ضعیف اور قابل اعتبار نہیں ہے ۔ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ یہ عطف ہے کلا پر یا نوحا پر اور من یہاں تبعیض کے واسطے ہے یعنی ان انبیاء علیہم السلام کے باپ دادوں ذریات و بھائیوں میں سے بعض کو ہدایت خاصہ عطا ہوئی اور من بیانیہ نہیں ہو سکتا کہ کل باپ دادے و جملہ ذریات و برادر مراد ہوں کہ ان میں سے بعض کے تو فرزند ہی نہ تھا اور بعض کے اولاد میں بعض کافر ہوا جیسے نوح علیہ السلام کا بیٹا کافر تھا جو غرق ہوا ۔ المعنی ۔ اور اُن کے آباء و ذریات

Marfat.com

وبرادروں سے ف۔ ہم نے فضیلت دی۔ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ اختیار ناہم۔ اورہم نے ان کو مع ان کے لاحقین کے چھانٹ لیا اور
برگزیدہ کرلیا۔ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اوران کو صراط مستقیم کی ہدایت دیدی ف۔ اسی مقام سے خاص بشر کو
خاص ملائکہ پر فضیلت دینے والوں نے دلیل پکڑی کیونکہ عالمین پر فضیلت دی تو ملائکہ پر بھی فضیلت ہوئی کیونکہ عالم ماسوائے اللہ تعالیٰ
کے سب کو شامل ہے۔ وقال المترجم اس مسئلہ میں گفتگو کرنا بیہودہ کام ہے اور اللہ تعالیٰ دانا ہے کہ اس نے کس کو فضیلت دی ہے
حالانکہ اس گفتگو میں ملائکہ کو فضیلت دینے والے لوگ بھی حد سے تجاوز کرتے ہیں اور برعکس پس عقائد میں جو اسکا ذکر ہے بلا ضرورت ہے
واللہ تعالیٰ اعلم۔ ذٰلِكَ الدین الذی ہدوا الیہ۔ یعنی ذلک سے اس دین کی طرف اشارہ ہے جس کی ان کو ہدایت ملی تھی اور مترجم
کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ ذلک الہدی المفہوم من ہدینا وفضلنا واجتبینا۔ کما جاوے یعنی انعامات مذکورہ سابقہ سے جو مفہوم ہے اس کی
طرف اشارہ ہے کیونکہ فقط دین واعمال کی طرف اشارہ قرار دینا ایک ادنیٰ مرتبہ ہے اور اللہ تعالیٰ دانا تر ہے کہ یہ ہدایت کس کمال انعام
کو شامل تھی پس یہی کہنا چاہئے کہ المعنی۔ یہ انعام جو اوپر سے مفہوم ہوا هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ یہ ہدایت
الٰہی ہے اس سے جسکو اپنے بندوں میں سے چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے پس ہدایت نبوت اسکا انعام خاص گروہ انبیاء علیہم السلام
پر بعادہ محض اپنی مشیت وفضل سے عطا ہوا اور دیگر بندوں کو ہدایت ملتی ہے جو حق کی پیروی کریں اور راہ سنت پر مستقیم رہیں
اور باطل و شرک سے بچیں بالجملہ شرک نہایت ہی بدتر چیز ہے اس سے جسکو اللہ تعالیٰ نے بچایا اسپر بڑا انعام فرمایا اور یہ بندگان خاص
جہاں کمال مطیع تھے وہاں سب سے پہلے شرک سے بچے تھے۔ چنانچہ فرمایا۔ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
اور اگر یہ لوگ شرک کرتے تو جو کچھ عمل کرتے تھے وہ حبط ونیست ہوجاتا ف۔ مفسر رحمہ اللہ نے یہاں تو شرطیہ کو فرضیہ قرار دیا یعنی اگر بالفرض یہ
لوگ کہیں کچھ شرک کرتے تو جو کچھ کرتے تھے سب ان سے حبط اور نیست ہوجاتا پس شرک عمر تا برباد کردیتا ہے قال الحافظ۔ اسمیں شرک
کی انتہائی برائی اور اسکے لگاؤ سے انتہائی بچاؤ کا بیان ہے جیسے فرمایا۔ ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک
الآیۃ۔ یعنی اے محمد تجھکو اور تجھ سے پہلے والوں سے ہر ایک کو وحی کیا گیا کہ اگر تو نے شرک کیا تو قطعاً تیرے عمل نیست ہوجاوینگے۔ ھ۔
پھر واضح ہو کہ یہ شرط ہے اور شرط اس بات کو نہیں مقتضی ہے کہ اسکا واقع ہونا جائز ہے بلکہ بعض شرط ایسی ہوتی ہے کہ اسکا واقع ہونا
جائز نہیں بلکہ محال ہوتا ہے جیسے قولہ قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین۔ یعنی کہدے اگر ہوتا الرحمٰن کے کوئی بیٹا تو میں پہلا عبادت
کنندہ ہوتا۔ ھ۔ اور فرمایا۔ لو اردنا ان نتخذ لہوا لاتخذناہ من لدنا ان کنا فاعلین۔ اگر ہم چاہتے کہ اسکو بیہودہ کھیل بنادیں تو ہم اپنے یہاں
بنالیتے۔ ھ۔ اور فرمایا کہ لو اراد اللہ ان یتخذ ولدا لاصطفیٰ مما یخلق ما یشاء الآیۃ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے کہ فرزند بنادے تو جو کچھ مخلوق فرماتا
ہے اسمیں سے جو چاہے چھانٹ لے۔ ھ حالانکہ ان کا وقوع جائز نہیں محال ہے۔ قال المترجم پس اسطرح قولہ ولو اشرکوا میں یہ جائز
نہیں کہ شرک ان بندوں سے واقع ہووے بسبب اسکے کہ اوتعالیٰ عزوجل نے تقدیر ازل میں ان کو برگزیدہ پاک اعمال کردیا تھا۔ لہذا مفسر
سیوطی رح نے بالفرض کے معنی بیان کئے اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ بالفرض کا لفظ مقدر نہیں ہے بلکہ معنی ہی اسکے یہ ہیں پس یہ لفظ توضیح
کے واسطے ظاہر کردیا ہے لعد علماء بیان نے جو کہا کہ حرف شرط محتمل پر داخل ہوتا ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ جو امر محتمل ہو اسپر حرف قطعی الوقوع
داخل نہ ہوگا اور جو امر معدوم قطعی ہو تو ظاہر ہوا اسپر حرف شک نہیں داخل ہوگا مثلاً اذا حلت الشمس اتیتک۔ جب سورج حاملہ ہوگا تو میں تیرے
پاس آؤنگا۔ یہ غیر محمل ہے بلکہ یہاں حرف ان لاؤ اگرچہ محال ہے اور مثلاً ان غربت الشمس اتیتک۔ اگر سورج غروب ہوگا تو یہ شک غلط ہے

Marfat.com

اُولٰٓئِكَ الْمُوْعُوْدُوْنَ | بلکہ اذا غربت الشمس کہنا چاہیئے پس جس شخص نے یہ اعم کیا کہ حرف شرط جس پر داخل ہوا اسکا وقوع محل ہوتا ہے تو وہ غلط سمجھا
المذکورون - یہ پاک بندے جو مذکور و موصوف ہوئے ہیں یہی ہیں کہ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ جن کو ہم نے دی ہے کتاب ف یعنی
آسمانی کتابیں عطا فرمائی ہیں خواہ بایں طور کہ ان پر نازل ہوئی یا ان کے فہم میں ہدایت کے طور پر ملی - وَالْحُكْمَ اور حکمت آلہیہ -
وَالنُّبُوَّةَ اور نبوت ف اس سے معلوم ہوا کہ کتاب و حکمت و نبوت سب الگ الگ چیزیں ہیں پس جس شخص نے نبوت کی
ماہیت بیان کی اُس نے خطا کی ہاں لوازم نبوت کو بیان کر سکتا ہے اور وہ ظاہر ہیں - فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا - اے بہذہ الثلثۃ - پھر اگر کفر
کریں اس سے یعنی انھیں تینوں باتوں کتاب و حکم و نبوت سے اور بعض نے فقط نبوت کی طرف ضمیر راجع کی - ورجحہ الشیخ الحافظ -
یعنی اگر ان انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے انکار کریں هٰٓؤُلَآءِ اہل مکہ - کذا فسرہ ابن عباس رضی اللہ عنہما و سعید بن المسیب و الضحاک
وقتادہ والسدی وغیرہ واحد رحمہم اللہ تعالیٰ - فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا ارصدنا لہا - یعنی توکیل بمعنی ارصاد ہے المعنی تو منظور نظر کر دیا ہم نے اسکے ساتھ
ایمان لانے کیلئے - قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ - ایسی قوم کو جو کبھی اس کے منکر نہیں ہیں اور بکافرین پر بار زائدہ ہے بغرض مزید تاکید ہے قال المفسر یہ قوم مہاجرین و
انصار صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اور اسی کے مانند ابن عباس سے مروی ہے اور بعض نے اس قوم سے ملائکہ مراد لئے اور بعض نے انبیاء مذکورین علیہم السلام مراد لئے اور یہ بعید ہے اور حق
یہ ہے کہ جیسے کفر انکار کرنیوالے آج تک اولاً اہل مکہ تھے مگر ہر انکار کرنیوالا انہیں شامل تھا اسیطرح ایمان لانیوالے اولاً تو صحابہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم ہیں - اور جو
اس طرح ایمان لاوے انہیں شامل ہے اور ان کی تعیین علم آلہی میں موجود و معلوم ہے اور اسی کے مانند زید بن اسلم رح سے مروی ہوا - قال
الشیخ الحافظ یعنی اگر نعمتوں سے قریش اہل مکہ میں سے ایک گروہ نے انکار کیا اور نیز دیگر اقوام عرب و عجم و یہود و نصاریٰ نے انکار کیا تو
ہم نے اسپر ایمان لانیوالی ایک دوسری قوم منظور نظر فرمائی ہے وہ بار بار اسپر ایمان لاویگی یعنی جیسے ازل میں قریش وغیرہ میں سے منکرین کا
کفر مقدر کیا اور ایک قسم دیگر کا ایمان مقدر کر دیا اور یہ قوم مہاجرین و انصار ہیں اور نیز جو لوگ قیامت تک اسمیں ان کے پیرو ہیں اسطرح
کہ اسمیں سے ایک حرف سے بھی انکار نہیں کرتے ہیں بلکہ قرآن و آیات آلہی محکم و متشابہ سب پر ایمان لاتے ہیں - اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ
اے ہداہم اللہ تعالیٰ - یہی ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے - فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ اے بطریقہم من التوحید او الصبر اقتدہ
پس تو بھی ان کے طریقہ توحید میں یا کافروں کے ایذا پر صبر کرنے میں اقتدا کر ف یہ خطاب ہے آنحضرت صلعم کو اور
ابن عباس کی روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کو حکم دیا گیا کہ ان انبیاء علیہم السلام کی ہدی میں اقتدا کریں اور سورہ ص میں سجدہ کرتے
تھے - رواہ البخاری و النسائی اور اہل علم نے اس سے حجت پکڑی ہے کہ آنحضرت صلعم جمیع انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں کیونکہ
خصائل عمدہ جو انبیاء میں متفرق تھے وہ آپ میں مجتمع ہوئے اور مترجم کہتا ہے کہ دلائل افضل ہونے کے دیگر اقویٰ و احسن ہیں اور
اس مقام پر جملہ خصائل ہدایت مذکور نہیں ہیں پس اگر وحی سے معلوم ہوئے تو وہ وحی مستقل ہے ورنہ توحید میں اقتدا ہوگی اور اولیٰ یہ ہے
کہ جس طریقہ سے انھوں نے لوگوں کو ہدایت کی اور نبوت کو پہنچایا اسمیں اقتدا کرنیکا حکم ہے تاکہ آنحضرت صلعم غمگین نہ ہوں اس امر سے
کہ مشرکین نہیں مانتے اور ایمان نہیں لاتے ہیں و دیگر امور میں مانند صبر بر ایذا لئے کفار میں اقتدا کریں بمانند قولہ فاصبر کما صبر اولوا العزم من
الرسل یعنی جیسے اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا ویسے تو بھی صبر کر - اور اقتدا کے معنی یہ ہیں کہ غیر کے فعل میں موافقت چاہنا - پھر
اقتدہ - ہا ساکنہ ہے پس وقف میں یہ ہا آتی ہے اور کوئی اشکال نہیں اور رہا وصل میں تو بایں طور کہ وصل کو وقف کے بجائے جاری
کیا اور حمزہ و کسائی نے وصل کی راہ سے اسکو حذف کیا ہے اور اکثر قرا کے نزدیک اثبات ہے نہ حذف اور بعض نے کہا کہ ضمیر ہے اور

Marfat.com

اور راجع بجانب مصدر ہے یعنی اقتدہ بمعنی اقتدار الاقتدار ہے ۔ قُل لاہل مکہ ۔ کہدے یعنی اہل مکہ سے کہدے کہ لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ ۔ اے
علی القرآن ۔ نہین مانگتا ہون تم سے قرآن کے عوض یا تم کو راہ مستقیم کی طرف دعوت کرنے کے عوض ۔ اَجْرًا ۔ ان تعطونہ ۔ کچھ اُجرت
جسکو تم لوگ دیدو ۔ بلکہ میرا اجر مجھے میرا پروردگار تعالی عطا فرماویگا پھر بے غرض نصیحت کو قبول کرو ۔ اِنْ ھُوَ ما ہذا القرآن
نہین ہے یہ قرآن ۔ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَ ۔ مگر نصیحت واسطے عالمین کے ۔ یعنی جن و انسان کے واسطے خواہ اسوقت موجود ہین یا آیندہ
قیامت تک پیدا ہوئے جاوین اور اسمین دلیل ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام تھی کہ جمیع مخلوق جن و انسان کی طرف تھی اور تمام خلائق
پر آپکی دعوت اور راہ حق کی طرف ہدایت کرنے کو ماننا فرض ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ جس یہودی و نصرانی نے مجھے سنا اور میری
دعوت اسکو پہونچی پھر وہ ایمان نہ لایا تو کافر مریگا اور مسئلہ معروف ہے اسمین اختلاف نہین ہان بعض نے کہا کہ ملائکہ بھی آپ کی بعثت
مین داخل ہین اور اسمین اختلاف ہے اور دلیل یہی لفظ عالمین ہے جو مستغرق جمیع عوالم کو ہے جسمین سے ملائکہ بھی ہین فافہم واللہ اعلم ۔
فی العرائس قولہ اجتبیناہم وہدیناہم ۔ اپنی معرفت کیواسطے ان لوگون کو ازل ہی مین قبل ان کے ایجاد کرنے کے برگزیدہ فرمایا اور بعد ایجاد
کے اپنے مشاہدہ کی ہدایت فرمائی کیونکہ استقامت ہر عارف کی درجہ مشاہدہ مین یون ہے کہ اس عارف مین خطرات نہ آوین
اور شبہات یعنی بشریت کے مقتضیات سے مضطرب ہو اور جنید نے فرمایا کہ ہم نے اُن کو اپنے واسطے خالص کیا اور اپنی درگاہ
کے واسطے ان کو ادب دیا اور تمام عالم سے منہ موڑ کر صرف اوتعالی کی طرف توجہ لانے کی ہدایت فرمائی ۔ قولہ تعالی اولئک الذین
ہدی اللہ ۔ اوتعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا کہ آداب شریعت و طریقت مین انبیائے سابقین کی اقتدا کرین کیونکہ اس
مقام مین سالکون کی منزلین ہین پھر جب آنحضرت صلعم بالکل واصل و کامل ہوگئے تو پھر حکم کیا کہ درمیان سے واسطہ سب ساقط کرے
چنانچہ فرمایا قل انما اتبع ما یوحی الی من ربی الآیۃ ۔ کہدے کہ مین تو اسی کی پیروی کرتا ہون جو میرے پروردگار سے مجھے وحی کیا گیا کیا تو یہ
نہین دیکھتا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب توریت پڑھتے ہوئے آئے تو انکو جھڑکا اور فرمایا کہ اگر موسی زندہ ہوتا تو اسکو کوئی گنجائش نہ ہوتی سوائے
اس بات کے کہ میری پیروی کرے قال المترجم علماء تفسیر نے بھی لکھا کہ جن امور مین آپ پر کوئی نص وحی نہین آئی اسمین آپکو انبیاء
سابقین کی شرع پر عمل کرنے کا حکم تھا لہذا علماء نے کہا کہ انبیاء سابقین کی شرع جو منسوخ نہ ہوا اسپر ہم کو عمل کرنا چاہیئے ہے اور مترجم
اس بحث کو پہلے ذکر کر چکا ہے فتذکر ۔ قال الشیخ اور نیز قولہ اولئک الذین ہدی اللہ کے یہ معنی ہین کہ ان کو عرفان کا مرتبہ عنایت کیا اور
حقائق کے آداب انکو سکھلائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اپنی امت کو اپنی شریعت کے اقتدار کا حکم دین اور یہ شریعت
وہی انبیاء سابقین کی شریعت ہے چنانچہ اوتعالی نے فرمایا ۔ شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا الآیۃ ۔ واسلمی رح نے اس آیت مین
کہا کہ اوتعالی نے ان انبیاء علیہم السلام کو اپنی ذات سے ہدایت کی اور اپنی صفات سے پاکیزہ کیا اور مطالبہ عوض و غرض سب
اُن سے ساقط کردی اور اُن کے اسرار باطنی مین اشارات حقائق کو بھر دیا ۔ اس آیت سے بعض نے اشارہ کیا کہ آدمی کی ارادت
پوری نہین ہوتی جب تک کہ پیشواؤن سے نہ لیوے اور اُن کی نظر کی برکتین حاصل نہ کرے ۔ بھلا تو نہین دیکھتا کہ مصطفے صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے دونون وزیرون سے نظر برکت کا حکم دیا کہ فرمایا ۔ اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر ۔ یعنی تم لوگ اقتدا کرو
دونون سے جو میرے بعد راہ شریعت کو برتین وہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہین پس ایسے ہی شخص کی اقتدار صحیح ہے جو پیشواؤن کے طریقہ پر ہو اور
انکی برکتون نے اسمین اثر کیا ہو تو غور سے دیکھ کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ بشارت اسکو جسنے مجھے دیکھا یعنی جسمین میرے دیدار نظر نے اثر کیا ہے ۔ فافہم

Marfat.com

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ

اور نہیں ... انہوں نے اللہ کی ... جیسے کہ تھی ... جب کہا ... نہیں اتاری ... تو کہہ کس نے اتاری

الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ

وہ کتاب جو لایا موسیٰ ... روشنی اور ہدایت لوگوں کی ... ورق ورق

تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ

دکھاتے ہو ... اور چھپاتے ہو بہت ... اور تم کو سکھایا ... جو نہ جانتے تھے تم نہ تمہارے باپ دادے ... تو کہہ

اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ

اللہ ... پھر چھوڑ دے ان کو ... اپنی بک بک میں کھیلا کریں ... اور یہ کتاب ہے کہ ہم نے اتاری

مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ

برکت کی ... سچ بتاتی اپنی اگلی کو ... اور تا تو ڈراوے اصل بستی کو اور آس پاس

حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝

والوں کو ۔ اور جن کو یقین ہے آخرت کا وہ اسکو مانتے ہیں اور وہ ہیں اپنی نماز سے خبردار

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ یعنی نہیں تعظیم کی اللہ تعالیٰ کی جیسا اسکی عظمت کا حق ہے ف۔ کذا حکی عن ابن عباس ہو اور یا یعنی کہ نہیں پہچانا اللہ تعالیٰ کو حق اسکے پہچاننے کا۔ حاصل انکا حق تعظیم تو اس سے بڑھکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ پر کتاب اتاری کیونکہ یہ تو ادنیٰ بات ہے اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے اور بنا بر معنی دوم کے حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ کا لطف اور اسکی رحمت اپنے بندوں پر بہت ہے از انجملہ کتاب بھی نازل فرمائی اور رسول بھی بھیجے مگر ان لوگوں نے اسکی معرفت نہ پہچانی۔ اِذْ قَالُوْا جبکہ کہا ان لوگوں نے نبی صلعم سے درحالیکہ آپ سے قرآن مجید کے کتاب الٰہی ہونے میں جھگڑتے تھے۔ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ مِنْ ادہ بغرض تاکید و شمول نفی ہے یعنی نہیں اتاری اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ چیز۔ قال المفسر یہ لوگ یہودی تھے کہ قرآن مجید سے انکار کرتے ہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نہیں اتارا۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ یہود نے کہا کہ اے محمد آپ پر اللہ تعالیٰ نے کتاب اتاری ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں تو بولے خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کوئی کتاب نہیں اتاری۔ سدی نے کہا کہ یہ فنحاص یہودی نے کہا تھا اور عکرمہ سے مروی ہے کہ مالک بن الصیف یہودی نے کہا اور اسی کے مانند سعید بن جبیر سے مروی ہے شاید ان یہودیوں نے عوام کو شک ڈالنے کیلئے اس طرح بے ایمانی سے قسم کھائی۔ بالجملہ یہ آیت اس صورت میں مدنیہ ہوگی کیونکہ یہود تو مدینہ میں تھے یا اتفاق سے مکہ میں گئے ہوں اور یہ سورہ مکیہ ہے۔ قال الحافظ ابن کثیر قولہ وما قدروا اللہ حق قدرہ یعنی نہیں تعظیم کی اللہ تعالیٰ کے حق تعظیم جبکہ انہوں نے رسول سے انکار کیا جسکو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ہدایت کو بھیجا۔ ابن عباس مجاہد عبد بن کثیر نے فرمایا کہ نزول آیت کا قریش کے حق میں ہے اور ابن جریر نے اسی کو اختیار کیا ہے پھر اختلاف مذکورہ بالا ذکر کر کے کہا کہ اصح یہ ہے کہ قریش کے حق میں نزول ہوا کیونکہ یہ سورہ و آیت مکیہ ہے اور نیز یہودی لوگ آسمان سے کتاب نازل کئے جانے سے منکر نہیں ہیں ہاں قریش و عرب اسے البتہ آنحضرت صلعم سے انکار کرتے اور کہتے کہ یہ تو بشر یعنی آدمی ہیں کمانی قولہ قالوا ابعث

اللہ بشرا رسولا الآیۃ۔ اور ملائکہ کی رسالت مانگتے تھے پس جہان انکا انکار ذکر فرمایا کہ ان مشرکون نے کہا کہ ما انزل اللہ علی بشر من شئ۔ مترجم کہتا ہے کہ واقعہ محتمل ہے اور صورتین سب واقع ہوسکتی ہین اگرچہ سبب نزول مین رائے کو دخل نہین مگر توفیق یون ہوسکتی ہے کہ یہود کمبخت نے مکہ مین یا دوسرے مقام پر قریش وغیرہ مشرکین سے ملاقات مین بہکایا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی پر آسمان سے کوئی کتاب نہین اُتاری ہے وہی مشرکین نے مان کر آنحضرت صلعم سے انکار کیا پس یہود پر رد کرنے مین کفار قریش کا رد ہے کیونکہ قریش تو اس بات مین یہود کی تصدیق کرنے والے تھے لہذا فرمایا۔ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى۔ ان لوگون سے کہدے کہ کس نے اُتاری وہ کتاب جسکو لایا موسیٰ۔ ف۔ یعنی توریت پھر کس نے اُتاری۔ بہ مین بار تعدیہ اور ضمیر مفعول بہ ہے اور اسی سے حال ہے۔ قولہ نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ درحالیکہ نور ہے وہ کتاب اور ہدایت ہے لوگون کے لئے یعنی منور وہادی ہے۔ قال الحافظ یعنی مشکلات حل ہونے اور شبہات کی تاریکی دور ہونے مین اس کتاب سے روشنی لیجاتی تھی۔ اور قریش پر یہ اسوجہ سے حجت ہے کہ وہ یہود کی تصدیق کرتے کہ موسیٰ علیہ السلام پر توریت اُتری ہے یا ہر شخص اسکو جان گیا ہے انکار نہین کرسکتا اور اگر نزول دربارہ یہود ہو تو ان پر الزام ظاہر ہے اور جو مترجم نے توفیق بیان کی اسکے موافق کچھ اشکال نہین کیونکہ یہود کو جھوٹا ثابت کردیا اور قریش نے انھین جھوٹون وبہتان کرنے والون کی تصدیق کی تھی پس قریش پر بھی رد ہوگیا یہودی اس سے کسی طرح انکار نہین کرسکتے۔ پھر دوسرا جملہ حالیہ فرمایا۔ بقولہ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ۔ درحالیکہ تم لوگ (یا یہ لوگ) اس کتاب کو اجزاء متفرقہ بناتے ہو۔ ابوعمرو اور ابن کثیرؒ نے یجعلون بیا تحتانیہ تینون جگہ پڑھا یعنی یجعلون اور یبدونہا اور یخفون۔ سب بیا تحتانیہ پڑھے ہین اور باقیون نے یجعلون وغیرہ کو بتا خطاب پڑھا پس غیبت سے خطاب کی طرف التفات ہوگا جسکے فوائد مین سے یہ بھی ہے کہ بالمشافہ وخطاب مین جھوٹ بولنے سے شرم کرین اور قراطیس جمع قرطاس بمعنی پارہ پارہ۔ المعنی تم کرتے ہو اس کو قراطیس مین یا تقدیر کلام آنکہ تجعلونہ ذا قراطیس۔ یعنی اسکو اصلی کتاب مین سے نقل کرکے قراطیس مین لاتے ہو اور اسکو جدا جدا ٹکڑے اور متفرق اوراق پر لکھتے تاکہ جو انکی مراد ہے وہ پوری ہو کہ تحریف کرین اور تبدیل کرین اور کچھ ظاہر کرین اور جو چاہین وہ چھپا ڈالین جیسے نبی صلعم کی صفت پوشیدہ کرڈالی۔ اور یہ اُن لوگون کی مذمت ہے اور یہ لوگ یہود ہین اسی واسطے فرمایا تُبْدُوْنَهَا یعنی جو کچھ اسمین سے ظاہر کرنا چاہتے وہ ظاہر کرتے ہو (یا ظاہر کرتے ہین) وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا۔ اور اخفا کرتے ہو بہت کو (یا) وے لوگ اسمین سے بہت اخفا کرتے جیسے نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ۔ پھر واضح ہو کہ بتا خطاب پڑھنا اولیٰ ہے بقرینہ قولہ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ہے وعلمتم ایہا الیہود من القرآن مالم تعلموا انتم ولا اباؤکم من التوراۃ بیان ما التبس علیکم واختلفتم فیہ۔ اور سکھلائے گئے تم اس کتاب قرآن سے جو محمد صلعم پر نازل ہوئی ہے ایسی باتین جنکو نہیں جانتے تھے اور نہ تمھارے باپ دادون نے توریت مین سے بایں طور کہ قرآن مین بیان آگیا اُس چیز کا جو تم پر مشتبہ ہوگئی تھی اور تم اسمین باہم جھگڑتے تھے۔ (السیوطی) اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب قریش کو ہے یعنی تم کو قرآن کے اُتارنے سے اگلی وپچھلی وہ خبرین وعلوم سکھلائے جو تم وتمھارے باپ کوئی نہین جانتے تھے۔ لیکن پوشیدہ نہین کہ استفہام کے تحت مین یہ بھی داخل ہے یعنی کس نے موسیٰ پر کتاب اُتاری ایسی اور ایسی اور تم نے اس کو اس طرح پارہ پارہ لکھا اور جو تم وتمھارے باپ نہ جانتے تھے وہ سکھلائے گئے پس اگر یہ معنی ہون کہ قرآن سے سکھلائے گئے تو کسی قدر انتشار ہوتا ہے پس اولیٰ وہ ہے جو بعض نے کہا کہ یہ بطور منت واحسان کے ہے یہود پر

اور نبوت کی یاد دہانی ہی تاکہ جان بوجھکر جاہلون کو بہکانے سے شرم کرین ۔ پھر حضرت صلعم نے حکم دیا کہ ان جھوٹون کو جو انزال کتاب سے انکار کرتے ہین بعد استفہام مذکور کے کہ کس نے توریت موسیٰ پر اُتاری تھی جواب دے بقولہ قُلِ اللّٰہُ اے اللہ تعالیٰ انزلہ ۔ رواہ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس یعنی کہدے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو اُتارا ۔ یعنی یہودی جھوٹے معترض شرمندہ ہوکر کیا جواب دینگے جواب تو یہی ہی تو خود جواب دیدے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو اُتارا پس جیسا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر کتاب اُتاری تو منکرون و یہودیون کا قول کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نہین اُتارا ہے رد ہوگیا اسلئے کہ سالبہ کلیہ کے غلط ہونے کیواسطے موجبہ جزئیہ[له] کافی ہے ۔ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ فی باطلہم ۔ يَلْعَبُونَ ۔ پھر اُن کو اُن کی جہالت و گمراہی اور بہتان و افترا مین چھوڑدے لہو و لعب کرین ف ۔ یہان تک کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی تقدیر و مشیت ہی انپر جاری ہو ۔ اور یہ بیان مثبت ہی کہ صریح الزام ان پر عائد ہین بکتے و جانتے ہین پھر راہ نہین پاتے ہین پس بعض نے جو کہا کہ یہ آیت السیف سے منسوخ ہے یہ بعید ہی کہ پھر قرآن مجید کو بیان فرمایا ۔ وَهَٰذَا یہ قرآن كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ ایسی کتاب ہی کہ ہم نے اُسکو اُتارا مبارک ہی اپنے روبرو والے کی تصدیق کرنے والی ہے یعنی اپنے زمانہ سے پہلے اُتری ہوئی کتابون کی تصدیق کرتی ہی وَلِتُنذِرَ دو قراۃ ہین بتا خطاب پس آنحضرت صلعم کو خطاب ہی اور بیا تحتانیہ پس قرآن مجید فاعل ہی اور یہ اپنے ماقبل پر از راہ معنی کے عطف ہی اور حاصل آنکہ یہ قرآن ایک کتاب ہی کہ اسکو ہم نے اُتارا واسطے برکت و اگلی کتابون کی تصدیق کے اور واسطے اس بات کے کہ اسکے ساتھ تو ڈر سناوے ۔ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا ام القری کو یعنی ام القری والون کو اور ان لوگون کو جو اسکے گرد ہین ۔ قتادہؒ نے کہا کہ مجھے خبر پہونچی کہ زمین جب ابتدائے خلقت مین بچھائی گئی تو اسی مقام سے بچھائی گئی اسی واسطے مکہ کو ام القری کہتے ہین کہ تمام شہر و زمین جہان کا وجود یہین سے ہی اور بعض نے اسکو کہا کہ زمین کی ناف ہی ۔ بالجملہ ام القری کے گرد والے تمام روئے زمین کے باشندے ہوئے یعنی تمام ان قری والے جنکے واسطے مکہ مانند ماں کے ہی چنانچہ دوسری آیت مین ہے قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا الآیۃ ۔ اور فرمایا ۔ تبارک الذی انزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا ۔ اور فرمایا ۔ لانذرکم بہ ومن بلغ الآیۃ ۔ پس یہ وارد نہ ہوگا کہ قولہ لتنذر ام القری ۔ سے آنحضرت صلعم کی عموم بعثت نہین ثابت ہوتی ہی ۔ کیونکہ من حولہا کے معنے عموم بعثت کے مثبت بیان ہوئے علاوہ برین دیگر نصوص صریحہ مفسر بعموم بعثت موجود ہین تو اگر من حولہا سے مضافات مکہ مراد ہون تاہم ایک خاص محل مین ہوگا کہ آنحضرت صلعم بذات خود انذار کرین اور یہ عموم بعثت کو منافی نہین باین معنی کہ جسکو بواسطہ آپکے بعثت پہونچی اسپر ایمان فرض ہی ورنہ کافر رہیگا ۔ فافہم ۔ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ جو لوگ آخرت کو حق جانتے وہ قرآن پر ایمان لاتے ہین ف ۔ کیونکہ آخرت کی اور روز جزا و حساب کی جو تصدیق کرتا ہے وہ ڈر سنانے پر متنبہ ہوتا اور اعمال خیر کی رغبت کرتا ہے کیونکہ حیات دنیاوی تو چند روزہ ہے اور لہو و لعب بیکار ہی اور یہودیون و نصرانیون کو درحقیقت دار آخرت پر ایمان نہین رہا اسوجہ سے قرآن سے منکر ہین ۔ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ اور یہ لوگ اپنی نماز پر محافظت رکھتے ہین ف یعنی عذاب الٰہی کے خوف سے اسکو محفوظ رکھتے ہین ۔ قال فی المدارک نماز کی خصوصیت باین معنی کہ وہ دین کا ستون اور اصل اعمال ہی جسنے اُسکو نگاہ رکھا وہ ظاہر ہی کہ سب کو نگاہ رکھیگا قال المترجم اور جن لوگون کو نماز پڑھنے سے یہ فیض نہین ہوتا کہ تمام بُری باتون کو چھوڑین تو اسوجہ سے کہ نماز کو بیدلی سے بدون مطلب سمجھے پڑھتے ہین اور اللہ تعالیٰ کے حضور مین عاجزی اور سر جھکانے

[له] سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے پس جب موجبہ جزئیہ ثابت ہوا تو سالبہ کلیہ باطل ۱۲ منہ

کو خیال نہیں رکھتے اور سورۂ الحمد میں جو دعا و مناجات ہے اسکو دل سے نہیں مانگتے ہیں اللہم وفقنا ایاہی والمسلمین جمیعا وانت ارحم الراحمین
ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ وما قدروا اللہ حق قدرہ۔ اس سے خلائق کی ہوس اس بات کی توڑ دی کہ اسکے کنہ قدم کو پا دین
کیونکہ اسکی درگاہ عزت تک پہونچنے مین تو یہ کیفیت ہے کہ وہان حدوث کا اثر و نشان نہین رہتا پھر قدر عظمت و کبریا کو کوئی
کیا جانے ہان معرفت اسکا فضل ہے سو جسکو معرفت نہین وہ قدر کیا کریگا اور معرفت اسکو کیا ہوگی جو اپنے نفس کو تو پہچانتا نہین و
لیکن اپنے نفس کی حقیقت کہان جان سکتا ہے الا اسی صورت سے کہ اسکا خود خالق ہوتا پھر نعوذ باللہ منہ کوئی اور خالق کہان
سے ممکن ہے حضرت باری تعالیٰ کی درگاہ پاک ہے ہر شرک و ضد و ند وغیرہ سے اور اسکی سطوات عظمت مین غیر کا وجود ہی ندارد ہے
سبحان اللہ تعالیٰ وہ پاک پروردگار وحدہ لاشریک ہے وہ اپنی قدر و معرفت خود ہی جانتا ہے اسکا ادراک کسی بندۂ مخلوق کی طاقت
نہین یعنی کوئی غیر اسکے جناب مین نہین ہے وہان عقلین حیران ہین کہ غیر متناہی ہے اور قلوب متحیر ہین کہتے ہین کہ غیر محدود ہے کہین
مکان و زمان مین اسکا حلول نہین اسکا علم سب کو محیط ہے وہ پاک ذات منزہ و مقدس ہے کہ زبانین جتنی بے انتہا تعریف کرین وہ اسکی
پاک برتر شان مین تھوڑی سی تھوڑی ہے اس کی تعریف و حمد و ثنا وہی خود کر سکتا ہے۔ اسکا فضل ہے جس بندے کو مقرب فرمایا وہ
عارف کہلایا اور جس حال و بزرگی مین یہ بندہ پہونچا اسکی نظر مین ہفت اقلیم کی سلطنت و بہشت و جنت بلکہ دونون جہان کی نعمت گر
ہے وہو اللہ فی السموات وفی الارض یعلم سرکم وجہرکم ویعلم ماتکسبون۔ یہ آیت پڑھو اور اسکی عظمت کیواسطے گردن جھکا دو سبحانک
اللہم آمنا بک بما جاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حسین رحمہ اللہ نے کہا کہ او تعالیٰ پاک پروردگار ہے بھلا کوئی اسکی حق قدر کب جان سکتا ہے
اسی نے اسکو مقدر کیا ہے اور اوصاف قدم سے حوادث کے اوصاف پر ایک پرتو ہے پس اپنی قدر جانتا تو اپنی وسعت بھر قدر الٰہی
ادا کرتا۔ قال المترجم یعنی فنا ہو جاتا۔ بعض نے کہا کہ او تعالیٰ کی قدر نہین پہچانی ورنہ ہر صنع الٰہی کے وارد ہونے پر ان کی روحین
پگھل جاتین اور فنا ہو جاتین۔ قولہ قل اللہ ثم ذرہم یعنی جب کہ واصلین کے اسرار وادی الوہیت مین پڑے اور شوق ہویت
مین ان کی روحین متحیر ہوئین اور سطوات قدرت مین عقلین فنا ہوئین اور تجلی مشاہدہ مین اجسام فنا ہوئے اور موارد تجلی جمال و جلال کے لمعات
سے جو ان پر وارد ہوا اسکے مسالک نہین پہچانے پس تجھ سے پوچھتے ہین اس حیرانی مین کہ ہم کون ہین اور کہان ہین تو بزبان ادائے
محبت کہدے اللہ یعنی جسمین تم پڑے ہو یہ دریائے ازل ہے تم اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس معرفت مین پہونچے ہو اور جب وہ لوگ
تجھ سے پوچھین جو قہر الٰہی مین پڑکر حیرت گمراہی مین بھٹکے پھرتے ہین کہ ان کو یہ کہان سے ہے تو کہدے کہ مشیت الٰہی نے تم کو اسمین ڈالا ہے
اور ولی و محبوب ہونا کچھ مجاہدہ سے نہین ہے اور گمراہ ہونا کسی علت پر نہین ہے پھر چھوڑ دے دونون گروہ کو اور تو میری طرف مشغول ہو کیونکہ
جس دل مین اللہ تعالیٰ کی محبت ہو اسکو حوادث و ممکنات سے مشغول ہونا لائق نہین ہے۔ قال المترجم ہر دو گروہ کی تفسیر جو اشارہ
مین داخل کی مترجم کی سمجھ مین تو جب شاید نہین آئی اور شاید قولہ علمتم مالم تعلموا انتم ولا آباؤکم۔ کی تفسیر مین حضرت قتادہؒ سے مروی ہوا کہ یہ
مشرکون کیواسطے ہے اور حضرت مجاہدؒ سے مروی ہوا کہ یہ مسلمانون کے واسطے ہے پس یہی اشارہ ہے ان دونون گروہ اہل ایمان و ولایت
کے اور اہل قہر و ضلالت کے اسکے حکم مین شامل ہونے کا دو وجہ سے واللہ تعالیٰ اعلم۔ قال الشیخ اور نیز قولہ قل اللہ یعنی زبان سے
اللہ کا ذکر کر اور زبان سر باطن سے ایسا نہ ہو کیونکہ مذکور کے سوائے ذکر کی طرف مشغول ہو جانا بندہ کے واسطے پردہ ہے اور نیز جب تبلیغ
رسالت سے فارغ ہو تو ماسوائے حق سے او تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اللہ کہہ کہ غیر اللہ کوئی نہ تھا پھر تمام مخلوقات ماسوائے کو چھوڑ دے

Marfat.com

تاکہ زبان باطنی موافق بزبان ظاہر ہو بعض نے کہا کہ خواص کو اس آیت سے دعوت فرمائی کہ ہر چیز سے منقطع ہو کر محض اللہ تعالیٰ کیواسطے
بلکہ وہی ہو رہے۔ بعض نے کہا کہ اللہ کا نام پاک سر باطنی ہین تھا اور دہان کے حسب حال ادا کر اور زبان سے چھوڑ دے۔ حکایت ہی
کہ ایک شخص نے شبلی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ لا الٰہ الا اللہ نہین کہتے اور اللہ کہتے ہین اسمین کیا بات ہی فرمایا کہ اسکا ضد کہان ہے
جس کی نفی کرون پھر زیادہ کہا کہ میری زبان کلمہ انکار پر جاری نہین ہوتی پھر زیادہ کہا کہ مجھے خوف ہی کہ وحشت انکار پر ماخوذ ہو جاؤن
پھر اس شخص نے اور زیادہ کی درخواست کی تو پڑھا قولہ تعالیٰ قل اللہ ثم ذرہم پس وہ شخص بیہوش ہو گیا اور اسکی روح نکل گئی پس اس شخص کے
وارثون نے شبلی رح پر خون کا دعوی کیا اور خلیفہ کے پاس لیگئے پس خلیفہ نے شبلی رح سے دعوی کا استفسار کیا تو شبلی رح نے کہا کہ ایک روح حقی
کہ محبت مین سرشار ہوئی اور بلائی گئی تو قبول کیا پھر میرا کیا قصور ہی پس خلیفہ نے حاجبون کو بلند آواز دی کہ چھوڑ دو اسکا کچھ قصور نہین
ہے قال المترجم کمال الیقین و کمال محبت ہی کہ لا الٰہ الا اللہ سے توحید ثابت کرنے کیلئے انھین کو حکم ہی کہ آلہہ باطلہ بناتے ہین اور جن کو
یقین بڑھتا جاتا ہے وہ کافرون و مشرکون پر تعجب کرتے ہین کہ وہ کوئی اور معبود ہو سکتا ہی نہین پھر کس معبود کی نفی کرین یہان تو فقط ایک
اللہ پاک معبود برحق ہی ہان اگر کوئی اور وہم خیال مین آتا ہوتا تو نفی کرتے اسی واسطے شبلی رح نے کہا کہ ضد کہان ہے جس کی نفی کرون حاصل آنکہ
اگر بادشاہ کے واسطے کوئی کہے کہ نہایت خوش خلق ہی تو بد خلقی کا تصور ہو سکتا ہی اور اگر کہے کہ بادشاہ ہمارا گدھا یا جانور نہین ہی تو بات اگرچہ
سچی ہی ولیکن اہل عقل اس سے شرم کرینگے یہی کافرون کے معبودون کا حال ہے کہ وہ معبود ہو ہی نہین سکتے بلکہ ان کے معبود ہونے کا انکار
ہی کچھ نہین ہی کیا ان مین الوہیت کا وہم ہو سکتا ہے ہرگز نہین پھر کیا ان کی الوہیت کی نفی کی جاوے۔ فافہم۔ قولہ وہذا کتاب انزلناہ
مبارک الآیہ یعنی اس کتاب پر وہم کی تہمت بھی نہین ہو سکتی اور مخلوقات اسکے حقائق کو ادراک نہین کر سکتے ہین اور نیز مبارک ہی تجھ پر اور
تیری امت پر جو صادقین ہین کہ شوق و محبت سے اسکی اتباع کرتے ہین اور یاد و ہیبت کے ساتھ اسکو سمجھتے ہین جس سے دیدار صفات قدم کے
خزانون تک پہونچتے ہین کیونکہ یہ صفت ہی جسکے کلمات تمام صفات کی دلیل ہین جنسے معرفت صفات حاصل ہوتی ہے کیونکہ خزائن صفات
کی کنجی ہی اور یہ مبارک ہی کہ ایسے بندے پر جو اسکا عارف اور اسمین نورانی عقل سے غور کرنیوالا ہو جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا کتاب
انزلناہ مبارک لیدبروا آیاتہ ولیتذکر اولوا الالباب۔ اور نیز مبارک ہی بایں معنی کہ حبیب کی کتاب حبیب کی طرف ارسال ہی جسمین اسرار
قرب وصال ہین اور تشویق بحسن و جمال ہی اور تحذیر از ہجر و فراق ہی اسمین اہل نور و تقوی کے واسطے راز و نیاز کی باتین ہین اسمین عارفین
کے لئے اشارات ہین اور موحدون کے لئے مفرحات ہین اسکے رموز و اسرار چشم اغیار سے محفوظ اور لطائف اسکے چشم غدر سے دور ہین
یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی توحید و ثناء و صفت مین سب اگلی کتابون سے موافق ہے کیونکہ سب ایک ہی مصدر سے صدور ہین اور یہ زیادہ
جامع و کاشف مقامات ہی بعض نے کہا کہ مبارک ہی اپنے تابعین پر اور اپنے اوپر ایمان لانے والون کے لئے۔ اور ایسی ہی
تصدیق و عمل کرنے والون کے لئے اور ایسے ہی اس کے حکم و نہی سمجھنے والون کے لئے اور ایسے ہی حضور دل سے
سمجھکر پڑھنے والون کے لئے۔ قال الاستاد حبیب کی کتاب نہایت عزیز ہوتی ہے جس سے غلبۂ وجد حال
مین تسکین اور شفا اور درد ہجر ونثار ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ

اور اس سے ظالم کون افترا جو باندھے اللہ پر جھوٹ یا کہے مجکو وحی آئی اور اسکو وحی کچھ نہین

شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ

آئی اور جو کہے میں اُتارتا ہوں برابر اسکے جو اللہ نے اُتارا اور کبھی تو دیکھے جس وقت ظالم ہیں

فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ

موت کی بیہوشی میں اور فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ نکالو اپنی جان

اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ

آج تم کو جزا ملیگی ذلت کی مار اُس پر کہ کہتے تھے اللہ پر جھوٹھ باتیں

وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰي كَمَا خَلَقْنٰكُمْ

اور اُس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے اور تم ہمارے پاس آئے ایک ایک جیسے ہم نے بنائے تھے

اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا

پہلی بار اور چھوڑ دیا جو ہم نے اسباب دیا تھا پیٹھ کے پیچھے اور ہم

نَرٰي مَعَكُمْ شُفَعَاۗءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰۗؤُا ۭ

دیکھتے نہیں تمہارے ساتھ سفارش والے جن کو تم بتاتے تھے کہ اُنکا تم میں ساجھا ہے

لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ ع

ٹوٹ گئے تم آپس میں اور جاتے رہے جو دعوے تم کرتے تھے

وَمَنْ اَظْلَمُ - ای لا احد اظلم - کوئی زیادہ ظالم نہیں - مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا - با دعاء النبوة ولم یکن نبیا ایسے شخص سے جس نے بہتان باندھا اللہ تعالی پر - بایں طور کہ نبوت کا دعوی کیا حالانکہ وہ نبی نہ تھا - اَوْ قَالَ عطف خاص بر عام ہے بنابر قول شیخ ابوحیان کے - یا کہا کہ - اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ - مجھے وحی آلہی کی گئی حالانکہ اسکو کچھ وحی نہیں کی گئی ہے - عکرمہؓ سے ابن جریرؒ نے روایت کیا کہ یہ مسیلمہ کذاب کے حق میں نازل ہوا اور معالم نے قتادہ رح سے بھی یہی سبب نزول ذکر کیا اور شیخ ابن کثیرؒ نے عکرمہ و قتادہ دونوں کا قول ذکر کیا ہے - وَمَنْ قَالَ - ای ومن قال پس عطف ہے من افتری - پر یعنی اور کون اظلم ہے اسلئے جس نے کہا یعنی کوئی اظلم نہیں اُس سے جس نے کہا - سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ - کہ مجھ پر اُترنے والا ہے جیسا اللہ تعالی نے محمد صلعم پر اُتارا - اور یہ ان لوگوں نے بیباکی وحماقت سے کہا دیا - مطلب اُنکا یہ تھا کہ یہ بنائی باتیں ہیں ہم چاہیں تو ہم بھی بنالیں کما قال تعالی واذا تتلی علیهم آیاتنا قالوا قد سمعنا لو نشاء لقلنا مثل ھذا - اور بعض نے کہا کہ یہ شخص عبداللہ بن ابی سرح تھا جو آنحضرت صلعم کی وحی لکھا کرتا تھا جب حضرت صلعم نے قولہ تعالی ثم انشأناہ خلقا آخر - اسکو لکھوایا تو عبداللہ بولا کہ فتبارک اللہ احسن الخالقین تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ لکھ یوں ہی نزول ہوا ہے اور یہ ملکہ قدیم تھا مگر یہ شخص سمجھا کہ اگر محمد سچے ہیں تو مجھ پر بھی اُن کے مثل وحی کی گئی جو آیا کریگی اور اگر یہ جھوٹے ہیں تو میں نے اُن کے مثل کہہ لیا پس اسلام سے مرتد ہو کر مشرکوں کے پاس پہونچا پھر فتح مکہ کے روز مسلمان ہوگیا - قال المترجم یہ سورہ مکیہ ہے اور قصہ عبداللہ مذکور کا مدینہ میں واقع ہوا تھا ہاں خبر غیب ہو سکتا ہے اور عموم کلام میں عبداللہ مذکور کے مانند لوگ بھی شامل ہیں لہذا مفسر رحمہ اللہ نے یہی اختیار کیا کہ نزول کے وقت اُسکے مصداق وہی خوض کرنیوالے

Marfat.com

مفسد لوگ تھے۔ پھر ان سے اظلم لوگون کا حال خراب بیان فرمایا۔ وَلَوْ تَرٰی یا محمد اور اگر اے محمد تو دیکھے۔ اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ جبکہ ظالم مذکور سکرات موت مین ہونگے غمرات جمع غمرہ بمعنی شدت۔ جمع آن غمر مانند توبہ و توب۔ قال ابن عباس رضؓ غمرات الموت وہ سکرات موت ہین۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ۔ اور ملائکہ اپنے ہاتھ بڑھائے ہون گے ف ان ظالمون کی طرف مارنے و عذاب دینے کیواسطے اور ان سے سختی سے کہتے ہون گے کہ۔ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ۔ نکالوا پنی روحون کو ف۔ ہم اُن کو قبض کرینگے۔ مدارک مین کہا کہ یہ بیان ہے روح نکالنے مین سختی و درشتی کرنے کا جسمین بالکل مہلت و آسانی نہ ہوگی اور ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ ملائکہ سے مراد ملک الموت علیہ السلام مع اعوان و انصار ہین۔ قال ابن کثیرؒ باسطوا ایدیھم یعنی مارپیٹ سے دست درازی کرنے والے۔ قال الضحاک و ابو صالح یعنی عذاب کرنے پر ہاتھ بڑھانے والے مانند قولہ تعالیٰ ولو تری اذ یتوفی الذین کفروا الملائکۃ یضربون وجوھھم وادبارھم۔ اسی واسطے فرمایا۔ اخرجوا انفسکم۔ کیونکہ جب کافر کی موت آگئی تو ملائکہ اسکو عذاب و سختی و خواری و غضب الٰہی کی خبر سناتے ہین پس اسکی روح اُسکے جسم مین ڈری ہوئی دبکتی ہے اور نکلنا نہین چاہتی ہے پس ملائکہ مارتے و عذاب کرتے ہین اور کہتے جاتے ہین کہ نکالو۔ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ آج تم لوگ عذاب ہوان و ذلت و خواری دیے جاؤ گے۔ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ۔ بوجہ ناحق بہتان باندھنے کے اللہ تعالیٰ پر ف۔ یعنی جھوٹ دعوی نبوت و وحی کیے جانے اور اللہ تعالیٰ کا بیٹا وغیرہ بنانے مین اللہ تعالیٰ کی جناب مین بہتان باندھنے کے سبب سے۔ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ۔ اور اوتعالیٰ کے آیات سے تکبر کرنے کے سبب سے یعنی ایمان نہ لانے کے سبب سے۔ قال المفسر جواب لو محذوف ہے بسبب ظہور کے یعنی ولو تری یا محمد حین یکون الظالمون مبتلین فی کذا و کذا لرأیت امراً عظیماً یعنی اگر تو دیکھتا ظالمون کو جبکہ موت کے وقت ایسے ایسے عذاب مین مبتلا ہو کر بدحال ہون گے تو البتہ تجھکو ایک نہایت کریہ منظر ہولناک ان لوگون کا حال نظر آتا بالجملہ کافرون پر یہ حال ہونا ضرور ہے نعوذ باللہ منہ۔ پھر روز حشر کا حال فرمایا۔ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى یعنی جب حشر کے روز زندہ کرکے اُٹھائے جاوین گے تو اُن سے کہا جاویگا کہ تم ہمارے پاس فرادی آئے یعنی درحالیکہ مال و اولاد اور یار و مددگار سب سے منفرد اکیلے ہماری طرف آئے ہو۔ كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ جیسے ہم نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا۔ قال المفسر یعنی ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ لئے ہوئے یہی حدیث صحیح مین اہل حشر کی حالت بیان ہوئی ہے اور حضرت عائشہ رضؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلعم لوگ کیونکر شرم نہ کرینگے فرمایا کہ اے عائشہ وہ وقت نہایت سخت ہوگا کہ کسی کو کسی کی طرف نظر ہو۔ مدارک فرادیٰ تنوین بنابر لغت بنو تمیم پڑھا گیا اور با لف تانیث مقصورہ پڑھا گیا بنابر آنکہ جمع فرد و فرید ہے اور بعض نے کہا کہ فرد کی جمع فرادی نہین پس اسم جمع ہے اور راغبؒ نے کہا کہ فرید کی جمع فرادی ہے۔ بالجملہ وہ حال واقع ہے۔ اے جئتمونا منفردین الگ الگ ایک ایک ہو جیسے پیدا ہوئے تھے۔ عکرمہ سے مروی ہوا کہ نضر بن الحارث نے کہا کہ لات و عزی میری سفارش کرینگی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ وَتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ اعطیناکم من الاموال۔ اور چھوڑا تم نے وہ سب کچھ جو ہم نے تم کو دیا تھا مال و متاع وغیرہ خول۔ جملہ متاع دنیا جو اللہ تعالیٰ نے بندہ کو دی ہون قال ابن کثیرؒ یعنی جو نعمتین و مال تم نے دار دنیا مین جوڑ جوڑ رکھے سب تم نے چھوڑے۔ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ۔ اپنے پیٹھ پیچھے بدون اپنے اختیار کے پس اگر ایمان لا کر اپنی نیت نیک و اختیار سے کار خیر مین صرف کرکے چھوڑا ہوتا تو وہان ملتا اب آخر کار ناچار چھوڑ آئے۔ حدیث صحیح مین ہے کہ آدمی کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال بھلا کچھ

تیرا مال بھی ہی سوائے اسکے جو تو نے کھا کر فنا کر دیا اور پہنکر پھاڑ ڈالا یا صدقہ دیکر آخرت کیلئے باقی رکھ چھوڑا - اور جو اسکے سوائے ہے وہ سب اوروں کے لئے چھوڑ جانے والا ہے - وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ - الاصنام - الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا - یعنی ملامت کرنے کے طور پر اُن سے کہا جائے گا کہ ہم تمھارے ساتھ میں لات عزی وغیرہ بتوں کو جو تمھارے زعم میں تمھارے شفیع تھے اب نہیں دیکھتے جن کی نسبت تم کو اعتقاد تھا کہ عبادت کے استحقاق میں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں - لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ - وصلکم یکرے ہو گیا وصل ومیل تمھارا یعنی تمھارا جتھا ٹوٹ گیا اور یہ بنا بر قراۃ رفع کے ہی یعنی بینکم فاعل واقع ہی اور یہی اکثر قرار رحمہم اللہ کی قراۃ ہے - بین اسم ہے بمعنی وصل یعنی ملاپ اور زجاج رح نے کہا کہ بین ایک لغت ہے جو وصل اور جدائی دونوں معنی میں آتا ہے پس یہ اضداد میں سے ہی اور یہاں بمعنی اول ہے او حفص ونافع وغیرہ کی قراۃ میں بینکم بنصب ہے یعنی تقطع ما بینکم اور یہی ابن مسعودؓ کی قراۃ ہے اور مراد ما موصولہ سے میل جول ہے - وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ - یعنی دنیا میں جو تم کو ان کی سفارش و مددگاری پر گھمنڈ تھا وہ اب سب گم ہو گیا اور یہ بمانند قولہ اذ تبرا الذین اتبعوا من الذین اتبعوا ورأوا العذاب وتقطعت بهم الاسباب الآیۃ - ف - فی العرائس قولہ تعالیٰ ومن اظلم ممن افتریٰ الآیۃ - اسمیں اشارہ ہے کہ امر الٰہی میں ہر مفتری وجھوٹا ایسا ہی ظالم ہے چنانچہ جو کوئی عرفان الٰہی کا دعوی کرے اور عارف بنے وہ ظالم ہے اور لوگوں کو بہکاتا اور ناحق خراب برباد کرتا ہے انجام کار خود دین و دنیا میں برباد ہوگا - بعض نے کہا کہ جو لائق جناب الٰہی نہ ہو اسکو بیان کرنا بھی اسی حکم میں داخل ہی - سہل بن عبداللہ نے کہا کہ جس نے ذکر کیا اس نے افترا کیا اور مراد ذکر غفلت ہی - قولہ تعالیٰ ولقد جئتمونا فرادی - اس سے ظاہر ہوا کہ اعمال تمام مخلوق کے اسکے عظمت وجلال کے ظہور میں ہیچ و مضمحل ہیں جب بندوں پر انوار ازل ظہور کرینگے تو اپنے اعمال بلکہ اپنی ہستی سے بیزاری ظاہر کرینگے کیونکہ اعمال کو کچھ بھی اسکی عظمت کے لائق نہ دیکھیں گے اور نہ کسی نعمت وکرامت کے مقابلہ میں ان کی کچھ ہستی سمجھیں گے اور دیدار قدم کے وقت ایسے ہوں گے جیسے عدم سے نکلے - بعض نے کہا کہ بندہ کا بڑا مقام یہ ہی کہ تمام طاعت وبندگی سے اپنے کو مفلس جان کر او تعالیٰ کی درگاہ میں رجوع لاوے - شیخ ابو حفص رح سے کہا گیا کہ آپ اپنا کون عمدہ عمل لیکر حضور الٰہی میں جاوینگے فرمایا کہ خاموش بھلا فقیر کے پاس سوائے فقر کے کچھ اور بھی ہی کہ ایسے غنی کی درگاہ میں لیجاوے - قال تعالیٰ لقد جئتمونا فرادی - یعنی اپنے اعمال واحوال وطاعات سب سے خالی آئے - قال الشیخ مجھے یہاں ایک لطیفہ معلوم ہوا کہ یعنی تم میرے پاس آئے درحالیکہ موحد ہو میری وحدانیت سے اور کشف کیساتھ میرے مشاہدہ کے شاہد ہو جیسے تم ابتدائے حال میں عدم سے پیدا کر کے میری ربوبیت پر شاہد ہوئے تھے کہ تم نے الست بربکم کے جواب میں بلی سے ربوبیت کا اقرار کیا تھا بدون اشارہ تشبیہ بدون علطی تعطیل کے چنانچہ حدیث حضرت صلعم کل مولود یولد علی الفطرۃ الی آخرہ میں اشارہ ہی کہ فطرۃ ازل پر پیدا ہوتا ہی اور او تعالیٰ نے قولہ وترکتم ما خولناکم وراء ظہورکم سے سبقت ارادہ ازلی پر داغ عبودیت بدون علت ہونیکا اشارہ فرمایا ہی

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ

اللہ ہے کہ پھوڑ نکالتا ہے دانہ اور گٹھلی نکالتا ہے مردے سے زندہ اور نکالنے والا زندہ سے

مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ

مردہ یہ ہے اللہ پھر کہاں پھرے جاتے ہو پھوڑ نکالنے والا صبح کی روشنی اور رات

الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝
بنائی آرام اور سورج اور چاند حساب یہ اندازہ رکھا ہے زور آور خبردار نے
وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ
اور اُسی نے بنادیئے تم کو تارے کہ اُن سے راہ پاؤ اندھیروں میں جنگل اور
الْبَحْرِ ۚ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝
دریا کے ہم نے کھول سنائے پتے اُن لوگوں کو جو جانتے ہین

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۔ یہان سے عجائب قدرت آلٰہی کا بیان ہے اور فالق اسم فاعل از فلق بمعنی شق ہے اے چاک کر دینا اور بعض نے بمعنی خالق کہا اور یہ بعید ہے۔ کما قال ابن جریرؒ اور حب ہر دانہ جسکے اندر گٹھلی نہ ہو مانند گیہون وغیرہ کے اور نوی ہر گٹھلی جیسے خرما کی گٹھلی ہوتی ہے یعنی آنکہ دانہ سے اللہ تعالی درخت اُگاتا ہے جسمین بالیان ہزار دانہ لاتی ہین اور گٹھلی سے درخت جمتا ہے جس کا سر ہوا مین بلند ہوتا اور ہری ہری پتیان و شاخین ہوتی ہین یہ اسی کی قدرت کاملہ ہے اور مشرک و کافر جن کو اپنا معبود ٹہراتے ہین انمین سے کسی کو ایک پتی کی قدرت نہین ہے پھر بدون عطف کے مزید توضیح فرمائی بقولہ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ مردے سے زندہ کو نکالتا ہے ف ۔ ہر دانہ و گٹھلی وحیوان و انسان کا نطفہ مردہ ہین اس سے زندہ نکالا اور یہان سے استیناس ہے کہ ہر درخت سبز و نباتات مین جان ہے وقد قال تعالی فانظر الی آثار رحمۃ اللہ کیف یحیی الارض بعد موتہا ان ذلک لمحی الموتی الآیۃ ۔ پھر فالق پر عطف کیا بقولہ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۔ زندہ سے مردہ نکالتا ہے ف ۔ جیسے انسان و پرند وغیرہ سے نطفہ و انڈا نکالتا ہے حالانکہ پھر اس سے زندہ نکالتا ہے جیسے مذکور ہوا پس بعد موت کے زندہ ہونے مین ذرہ برابر بھی شک و انکار کو مجال نہین مگر آنکہ آدمی ہو تو بالکل اندھا ہو ۔ پھر اپنی توحید کی طرف بلایا ۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ ۔ یعنی جس کی قدرتون مین سے تمھاری سمجھ کے لائق یہ قدرت بیان ہوئی ہے یہی تمھارا اللہ تعالی ہے اسی کی خالص عبادت و بندگی واجب ہے فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۔ یعنی باوجود ان دلائل کے جو ایمان کے موجب ہین تم کہان منہ موڑے جاتے ہو اور مفسرؒ نے انی بمعنی کیف لیا یعنی کیونکر منہ موڑتے ہو۔ عن ابن عباس کیونکر جھٹلاتے و کفر کرتے ہو پھر عجیب قدرتین بیان فرمائین ۔ بقولہ ۔ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۔ اصباح کو شق کرنے والا ہے ف ۔ مفسرؒ نے کہا کہ اصباح مصدر بمعنی صبح ہے یعنی اصباح بمعنی صبح کے اندر داخل ہونا پس مصدر سے صبح کا نام رکھا گیا اور معنی یہ کہ شق کرنے والا ہے عمود صبح کا اور عمود صبح وہ روشنی ہے جو صبح کاذب کے وقت تاریکی شب سے ظاہر ہوتی ہے ۔ قال فی الکمالین یعنی جو صبح کاذب کے بعد طاری ہوتی ہے اور حاصل یہ کہ اللہ تعالی اس پردہ نور کو جو صبح کاذب کے وقت ہوتا ہے چہرۂ شب سے کھولنے والا ہے پس جو وہم یہان وارد ہوتا تھا کہ مشقوق تو تاریکی ہے کہ صبح ظاہر ہوتی ہے اور آیت سے مفہوم اسکے برعکس ہے یہ وہم دفع ہو گیا اور نیز دو وجہ دیگر سے وہم مذکور دور کیا گیا کہ اللہ تعالی شق فرمایا ہے صبح کے عمود کو جو عکس ہے دن کی روشنی سے دوم آنکہ اصباح کی تاریکی کو شق کر دینے والا ہے ۔ قال قتادہ فالق الاصباح ای فالق الصبح ۔ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا اور رات کو سکن بنانیوالا ہے ف ۔ سکن یون کہ اسمین تمام مخلوق تعب و مشقت یعنی تھکاوٹ سے سکون و راحت حاصل کرتی ہے سکن محل سکون قال قتادہ اسمین ہر چوپایہ و پرند سکون لیتا ہے ۔ قال ابن کثیرؒ صہیب رومی رحمہ اللہ کی جورو نے اسکو زیادہ جاگنے پر ملامت کی تو کہا کہ اللہ تعالی نے رات کو محل سکون بنایا سوائے صہیب کے کہ وہ جب جنت کو یاد کرتا ہے تو اسکا شوق بڑھتا ہے اور جب دوزخ کو یاد

کرتا ہے تو اسکی نیند اُڑ جاتی ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا۔ اور سورج و چاند کو حسبان بنانے والا ہے ف۔ واضح ہو کہ
شمس و قمر کو نصب کا اعراب بنا بر آنکہ اللیل کے محل پر عطف ہے کیونکہ اللیل اگرچہ جاعل کا مضاف الیہ ہے یعنی بحسب المعنی مفعول ہے پس
اسی پر شمس و قمر کا عطف ہے اور حسبان یعنی اوقات کا حساب قرار دیا اور یہ فعل مقدر سے حال ہے یعنی یجریان بحسبان۔ پس با محذوف ہے
چنانچہ سورہ الرحمن میں ظاہر مذکور ہے اخفش نے کہا کہ حسبان جمع حساب مانند شہبان و شہاب اور ابن عباس سے روایت ہے کہ حسبانا
یعنی عدد ایام و ماہ و سال۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ جاری ہوتے ہیں بحسبان مقدر بقانون متقن کہ نہ تغیر ہے اور نہ اضطراب ہے
بلکہ ہر ایک کیواسطے منزلیں ہیں کہ جاڑے گرمی میں اسی پر چلتے ہیں اور اسی پر رات و دن کی کمی زیادتی ہوتی ہے۔ کما فی قولہ وجعل
الشمس ضیاء والقمر نورا وقدرہ منازل ۔ ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ۔ جو مذکور ہوا یہ مقدر کیا ہوا ایسے پاک پروردگار کا ہے جو
غالب ہے اپنی بادشاہت میں دانا ہے اپنی مخلوق سے یعنی یہ تقدیر آلہی عزوجل ہے۔ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ۔ جمع نجم
ہر جرم روشن پس شمس و قمر کو بھی شامل ہے اور ظاہر یہاں ماسوائے شمس و قمر کے ثوابت ستارے ہیں یعنی اسی پاک عزوجل نے تمہارے
لئے ستارے بنا دیئے لِتَهْتَدُوا بِهَا۔ تاکہ راستہ تلاش کر لو ان نجوم کے ذریعہ سے فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ یعنی اپنے
سفروں میں یعنی رات کی تاریکیوں میں خواہ خشکی میں ہو یا سمندر میں ہو اور ظلمات کی اضافت ان دونوں کی طرف بسبب
ملابست کے ہے یا ظلمات سے مراد ان دونوں کے اندر راہوں کا اشتباہ ہے کہ بدون نجوم کے وہاں شناخت نہ ہو۔ واضح ہو کہ
اکثر روئے زمین پر ملکوں کی راہیں بسبب علامت نہونے یا علامت کے ساتھ رات ہونے کی وجہ سے خصوص جہاں ریگستان
و جنگل و پہاڑ ہیں ہرگز پتہ نہیں لگتا کہ کدھر جاویں اور اکثر نادان مسافر تباہ و ہلاک ہو جاتے ہیں پس اللہ تعالی نے ستارے ثوابت
پیدا فرمائے جن سے خوب راہ ملجاتی ہے اور آنحضرت صلعم نے انھیں سے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو تشبیہ دی فیما روی عنہ اصحابی
کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم۔ یعنی میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کے مانند ہیں جس سے اقتدا کرو گے اُسکے پیچھے راہ پر پہونچ
جاؤ گے۔ ظاہر ہوا کہ ستاروں کی پیدایش اسلئے نہیں کہ کافر و مشرک اُن کی پرستش کریں یا اُن کی طرف سے اپنے حق میں رزق
وغیرہ مقدرات خیال کریں بلکہ یہ فائدہ ہے کہ راہ بھول جاویں تو راستہ کا پتہ لگاویں۔ قال ابن کثیر رح بعض سلف رضی اللہ عنہ
نے فرمایا کہ جس نے ستاروں میں سوائے تین باتوں کے کچھ اعتقاد کیا تو وہ گمراہ ہوا اور اُسنے اللہ تعالی پر جھوٹ باندھا ایک یہ
کہ اللہ تعالی نے اُن کو آسمان کی زینت کیا ہے اور شیطانوں کیلئے رجوم کیا اور اندھیرے میں جنگل یا دریاؤں میں اُن کے پتے
سے راہ ڈھونڈھنے کا فائدہ رکھا ہے عمر بن الخطاب رض سے روایت ہے کہ فرمایا اے لوگو تم ان ستاروں سے خشکی و تری میں
راہ ڈھونڈھ لینا سیکھو پھر اپنے اوہام کو روکو کیونکہ واللہ یہ ستارے نہیں پیدا ہوئے مگر آسمان کی زینت کیواسطے اور شیاطین
کے رجم کیواسطے اور علامات کیلئے کہ ان سے راہ ڈھونڈھ لو۔ قتادہ رح سے اسی کے مانند مروی ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت
ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ستاروں سے اسقدر سیکھو جس سے خشکی و تری کی تاریکیوں میں راہ ڈھونڈھ لو۔ پھر اور باز رہو۔
رواہ ابن مردویہ والخطیب۔ امام غزالی رح سے جو نقل کیا جاتا ہے کہ علم نجوم میں دقائق و معرفتیں ہیں جو اہل علم کی شان ہے اور عوام
اس سے ممنوع ہیں تو ایسے کلام سے اگر غزالی رحمہ اللہ کی یہ مراد ہے کہ عجیب قدرت آلہی انسے ظاہر ہے تو وہ تفکر فی خلق السموات
والارض میں شامل ہے اور اگر مراد یہ کہ اہل علم ان میں بطور معروف نجوم جاننے پر نظر کریں تو یہ صحیح نہیں ہے اور حق یہ ہے کہ ان میں اس معنی

Marfat.com

کرے نظر کرنا ممنوع و حرام ہے تو نہیں دیکھتا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ مجھے نہی فرمائی رسول اللہ صلعم نے نجوم میں نظر کرنے سے۔ رواہ ابن مردویہ والخطیب و حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً اسکے مثل انھیں دونوں اماموں نے روایت کیا ہے و مرہبی نے روایت کیا اور خطیب نے حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً اسی کے مثل روایت کیا۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ جب میرے اصحاب کا ذکر آوے تو زبان سنبھالے رہو اور جب تقدیر کا ذکر آوے تو بداعتقادی سے بچے رہو اور جب نجوم کا ذکر آوے تو باز رہو رواہ الطبرانی والخطیب۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس نے نجوم سے علم اقتباس کیا تو اسنے جادو میں سے ایک شعبہ اقتباس کیا۔ رواہ ابن ابی شیبہ و ابو داؤد و ابن مردویہ۔ اور بعض آثار و اقوال سلف جن سے مجمل معلوم ہوتا ہے کہ ستاروں وغیرہ میں نظر کرنا روا ہے تو بر تقدیر صحت کے مراد اُن سے یہ ہے کہ تین اُمور مذکورہ یا مانند دریافت جہت قبلہ کے یا مانند دریافت اوقات نماز کے ان میں نظر کرنا روا ہے۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلعم اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب بندے وہ ہیں جو نگاہ رکھیں سورج و چاند کو اپنی نماز کے وقتوں کیلئے رواہ الحاکم و صححہ۔ وعن ابن ابی اوفی و ابی الدرداء و ابی ہریرۃ نحوہ رواہ ابن شاہین والطبرانی والخطیب والامام احمد۔ اگر کہا جاوے کہ ستاروں کی بہت سی تاثیرات کتابوں میں لکھی ہوئی جمع ہیں اور وہ موافق ہوتی ہیں تو جواب یہ ہے کہ تاثیر کے معنی ہیں کسی چیز میں اپنی قدرت سے اثر کرنا اور یہ بالکل باطل ہے کہ مخلوقات میں سے کوئی چیز خود اس امر پر قادر ہو کہ کسی چیز میں اثر کرے اور اگر یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر میں جو اسباب نظر مخلوق میں رکھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تاثیر دینے سے اس چیز سے اثر پیدا ہوتا ہے تو اب یہ غور ہوگا کہ جو اثر بیان کرتے ہو یہ کس دلیل سے ثابت ہوئے ہیں اگر تجربہ و قیاس و گمان سے ہیں تو انکا کیا اعتبار ہے اور کیونکر یہ یقین ہوا کہ آئندہ زمانہ میں یوں ہی ہوگا خصوص جبکہ بارہا تجربہ کر چکے کہ جنتری میں چاند اُنتیس ۲۹ کا لکھا ہے اور ہرگز نہ ہوا باوجودیکہ مطلع صاف تھا چنانچہ اسسال ۱۳۰۴ھ ہجری میں مطلع نہایت صاف تھا اور جنتری سے خلاف تیس کا چاند ہوا پس نجوم پر اعتقاد نہایت بدتر ہے اول تو ان میں خود تاثیر نہیں دوم انکا علم فقط وہم و گمان پر ہے۔ سوم تاثیر کا حال معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ تاثیر دے یا نہ دے۔ چہارم حرکت بتقدیر الٰہی ہے نجم چاند نکلنا و بارش ہونا یا نہ ہونا اور جنہیں وچنان جو نجومی بیان کرتے ہیں صدہا مرتبہ تجربہ ہوا کہ بالکل غلط و خلاف نکلا اور ایسی ہی بہت سی چیزیں کھلی ظاہر ہیں پھر مرد مسلمان مومن کو عقل کی راہ سے بھی ہرگز روا نہیں کہ اسپر اعتماد کرے اور شرع پاک صحیح میں صریح مذکور ہے کہ جو اسپر اعتقاد کرے وہ دین اسلام سے منکر ہوا جیسا کہ صحیح احادیث سابق میں مذکور ہو چکی ہیں اور دل یوں مطمئن کرو کہ جو امر حضرت باری تعالیٰ نے مقدر فرمایا بدون اسکے حکم کے ایک ذرہ تجاوز نہیں کر سکتا پھر ستارے وغیرہ جو ایک ادنیٰ مخلوق سب اسکے حکم کے موافق آدمیوں کی طرح رات دن حرکت میں یا ثابت ہیں اور اسی کی یاد میں مصروف ہیں اسی کے حکم میں مسخر و مجبور رہیں وہ بھلا کیا کر سکتے ہیں لہٰذا ایسے عمل کرو جو اللہ تعالیٰ عزوجل کے نزدیک پسندیدہ ہیں اور دنیا کو فانی جانو اور موت ضرور آیا چاہتی ہے پس آخرت کا توشہ درست کرو جسکو قبر میں ساتھ لیجاؤ حدیث صحیح میں ہے کہ قبر یا تو جنت کا ایک باغ ہے یا دوزخ کا ایک گڑھا ہے پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس سے ہدایت مانگو اور کفر و شرک و بداعتقادیوں سے بچو اللہ تعالیٰ مجھ پر اور تم پر رحم فرماوے وہی ارحم الراحمین ہے والسلام قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔ اے قد بینا الدلالات علی الوحدانیۃ والقدرۃ لقوم یتدبرون۔ یعنی ہم نے اپنی وحدانیت و قدرت پر دلالات بیان کر دیں ایسی قوم کیلئے جو اپنے خالق عزوجل کی عظمت میں فکر کرتے ہیں۔ یہ ایسا کھلا بیان ہے کہ جس قوم کو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے علم و ہدایت فرمائی وہ اسکی عظمت و جلال و توحید کے مشاہدہ سے پگھلے جاتے ہین وہی خوب یقین لاتے ہین اور جو بیہودہ شیطانی
خیالات مین پڑے ہین وہ اپنی گمراہی کے اندھیرے مین اندھے گھسے جاتے ہین نعوذ باللہ من الضلال ف۔ فی العرائس
قولہ تعالیٰ فالق الاصباح الآیۃ۔ صبح انوار شہود کو اہل ایمان و معرفت کیلئے منکشف فرمایا۔ از انجملہ مطلع قلوب انبیا علیہم السلام
و اولیا رضی اللہ عنہم سے آفتاب چمکا جس کے نور نے اُن کے چہرون سے ظہور کر کے نیک بندون کو منور کر دیا۔ قال المترجم
حضرت صلعم مین یہ آفتاب بدرجہ کمال تھا اور اپنے دیکھنے والون کو بھی بشارت دی ہے اور جو شخص کہ حالات صحابہ رضی اللہ عنہم اور
پروانہ کی طرح ان کا اپنی جانین فدا کرنا احادیث و آثار سے جانتا ہے وہ ان اشارات سے معرفت و ہدایت پاتا ہے فتذکر۔ قولہ
جاعل اللیل سکنا جنکو اُنس ہے وہ رات مین اسکا کلام پاک تنہائی مین پڑھتے اور او تعالیٰ دانا تر ہے کہ کیا مکاشفات پاتے ہین۔
قال المترجم حدیث صحیح مین افضل بندہ کو بیان کیا کہ وہ ہے کہ جس نے تنہائی مین او تعالیٰ کو یاد کیا اور آنسو جاری ہوئے۔ یہ جوش
محبت کی خبر ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ قلوب و سینہ کو انوار غیب سے کشادہ کرنے والا۔ بعض نے کہا کہ اسرار کو نور معرفت سے منور
کرنیوالا۔ قولہ تعالیٰ وہو الذی جعل لکم النجوم لتہتدوا الآیۃ۔ واضح ہو کہ عام لوگ جسم و جسمانیات کے متعلق جو قوت ہے اُس کو
عقل سمجھتے ہین اور اہل معرفت کے نزدیک جنکو عوام ظاہری و باطنی حواس کہتے ہین جیسے یہ حواس کچھ چیز نہین ویسی ہی یہ عقل
کچھ چیز نہین ہے بلکہ عقل اُن کے نزدیک جسکا نام ہے وہ عقل کلی ہے اور عارف تابع شریعت و سنت اس سے فیض پاتا ہے بس اشارہ
ہے کہ عقل کے ستارے ہین جس سے حقائق آیات ملتے ہین توضیح از جانب مترجم تمام عبارت شیخ کے ساتھ یون ہے کہ نفوس کی تاریکیون
مین عقول کے ستارون سے حقائق آیات و انوار صفات کی راہ ملتی ہے اور روح کے ستارون سے انوار ذات کی ہدایت ملتی ہے
افعال قدرت کے ستارے راہ بتاتے ہین صفات کی اور صفات کے ستارے انوار ذات کی۔ شیخ ابو علی جوزجانی رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ
نے رات کو سکن کر دیا کہ ہر اضطراب سے ساکن ہو کر رضا و تسلیم کے ساتھ درجہ قرب و منزلت حاصل کرو اور نجوم ہدایت سے بارگاہ
رضا حق عز و جل پر پہونچکر اسکی جنت کی راہ پاؤ اور نعمت دیدار حاصل کرو۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ
اور اسی نے　بنا دیا　تم کو　نکالا ایک　جان سے　پھر کہین تم کو ٹھہراؤ ہے اور کہین سپرد رہنا　ہم نے کھول سنائے پتے
لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ
اُس قوم کو جو بوجھتے ہین　اور اسی نے اُتارا　آسمان سے　پانی　پھر　نکالی　ہمنے اس سے　اُگنے والی　ہر
شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ
چیز　پھر اسمین سے نکالا　سبزہ جس سے نکالتے ہین دانے　بھرے ہوئے　اور کھجور کے گابھے مین سے　گچھے
دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ
لٹکتے ہین　اور باغ انگور کے　اور زیتون اور انار　آپس مین ملتے　اور　جدے
اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝
دیکھو اس کا پھل جب پھل لاتا ہے　اور اُسکا پکنا　ان چیزون مین سب پتے ہین　یقین لانے والون کو

Marfat.com

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ خلقکم - تم کو پیدا کر دیا بعد از انکہ تم نہ تھے مگر اوتعالیٰ کے علم میں تھے حاصل آنکہ وہی اللہ تعالیٰ خالق پاک ہے جسکی عجائب قدرت پاک میں سے ہے کہ تم کو پیدا کر دیا - مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ آدم علیہ السلام سے - اگر کہا جاوے کہ آدم وحوا علیہما السلام سے پیدا ہوئے ہیں تو جواب آنکہ حوا بھی آدم کی پسلی سے پیدا ہوئیں جیسا کہ مذکور ہو چکا - فَمُسْتَقِرٌّ بکسر قاف قراۃ ابوعمر اور ابن کثیر رحمہما اللہ تعالیٰ یعنی بعض تم میں سے قرار پکڑ یوالے ہیں رحم میں - وَّمُسْتَوْدَعٌ - بفتح دال یعنی بعض دیگر تم میں سے اپنے باپوں کی پشت میں ودیعت رکھے ہوئے ہیں اور اس تفسیر کو عبدالرزاق نے قتادہ رح سے روایت کیا اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں باسناد صحیح اسکو ابن عباس سے روایت کیا - قال الحافظ وکذا روی عن ابن مسعود ومجاہد والسلمی وقیس بن ابی حازم وابراہیم النخعی والضحاک والسدی وعطار الخراسانی اور نیز ابن مسعود رض ؛ ایک گروہ علمار سے اس کے برعکس مروی ہو یعنی مستقر تو پشت پدر میں اور مستودع رحم مادر میں - وفی الکمالین عبدالرزاق نے ابن مسعود رض سے روایت کی کہ مستقر تو دنیا میں اور مستودع آخرت میں - اور طبرانی نے ابن مسعود رض کی حدیث روایت کی کہ مستقر تو رحم اور مستودع قبر ہے - قال الحافظ اور قول اول زیادہ ظاہر ہے وقال القرطبی وہی اکثر اہل تفسیر کا قول ہو اور اسی پر شاہد ہے قولہ تعالیٰ ونقر فی الارحام ما نشار اور روایت عبدالرزاق عن ابن مسعود کا شاہد ہو قولہ ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین لیکن شہادت تمام اس صورت میں ہوگی کہ موافق قراۃ باقی قرار رحمہم اللہ کے فمستقر بفتح قاف پڑھا جاوے بصیغۂ ظرف یعنی قرار پکڑنے کی جگہ اور بعض نے کہا کہ مصدر ہے اور مستودع بفتح دال کے مصدر وظرف دونوں محتمل ہونے میں اتفاق ہو - قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ہم نے آیات کو مفصل کر دیا ایسی قوم کیلئے جو فہم رکھتے ہیں یعنی یفقہون ما یقال لہم - جو ان سے کہا جاوے اسکو سمجھ لیتے ہیں - وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً - یہ نوع دیگر از عجائب صنعت الٰہی ہو اور بعض نے کہا کہ ما ر یعنی مینھ پہلے آسمان سے ابر میں اترتا ہی پھر ابر سے زمین پر نازل ہوتا ہو اور ابر کا بخارات سے پیدا ہو جانا اسکے منافی نہیں ہے اور مقام ایک تحقیق بسیط کو چاہتا ہے انشا اللہ تعالیٰ سو قع پر مذکور ہو گی یہاں اسقدر تنبیہ کافی ہے کہ ہرچند جاڑے وگرمیوں وغیرہ میں بارش ہو لیکن زمین کی حیات جو موسم برسات میں ہوتی ہے اور کسی مینھ سے نہیں ہوتی ہے - الحاصل اللہ تعالیٰ ہی نے آسمان سے پانی اُتارا - فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ اسمیں غیبت سے تکلم کی طرف التفات فرمایا اے اخرجنا بالمار المطر نبات کل شئ ینبت - یعنی پھر ہم نے باران رحمت سے ہر ایسی چیز کو جو اُگتی ہے اُگایا - حاصل آنکہ کل شئ سے مراد اُگنے والی ہر شئے ہے - رہا قولہ تعالیٰ وجعلنا من المار کل شئ حی - میں بھی کہا جا سکتا ہو کہ ہر شئے جو آب باران سے زندہ ہوتی ہے اور حق یہ ہو کہ جس طرح فرمایا ہی بلا تقیید وتاویل کے درست ہو ولیکن نظر قاصر کے واسطے ایسی تاویل کرنے میں مضائقہ نہیں ہو اور یہ تحقیق بھی انشا اللہ تعالیٰ آویگی - فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا - فاخرجنا من النبات شیئا خضرا - پھر ہم نے نبات میں سے ایک شئ سبز نکالی پس خضر بمعنی اخضر ہے - بعض نے کہا کہ قولہ فاخرجنا منہ نبات کل شئ - ہم نے پانی سے ہر شئے کی نبات نکالی یعنی آدمیوں و ہر قسم کے جانوروں وچرند وپرند وحشی و پالو وغیرہ ہر ایک کی روزی نکالی پھر اس نبات کی تفصیل فرمائی کہ پھر اس سے ایک سبز چیز نکالی نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا - نکالتے ہیں ہم اس اخضر چیز سے دانہ متراکب یعنی ایک دوسرے پر سوار جیسے گیہوں وغیرہ کی بالیاں ہوتی ہیں اور بجائے اخرجنا کے نخرج مضارع اسواسطے کہ اس عجیب پیدائش کی تصویر عقل میں آوے - سبحان اللہ تعالیٰ عجیب نادر صنعت ہو

جسمیں بادر حکمتیں ہیں ولیکن گویا آنکھیں دیکھتے دیکھتے پتھرا گئیں حالانکہ ہر وقت وہر بار ان کو معرفت زیادہ ہونی چاہیئے تھی۔ وَمِنَ النَّخْلِ
مبدل منہ اور مِنْ طَلْعِهَا بدل البعض دونوں ملکر خبر مقدم ہوئی ۔ قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ مبتدا مؤخر ہے۔ نخل درختان خرما جمع نخلہ اور طلع
اول مایخرج منہا فی اکمامہا یعنی طلع اول وہ چیز کہ برآمد ہو نخلہ ہیں سے ہے اس کے اکمام ہیں۔ اکمام جمع کم بالکسر غلاف جو
طلع پر ہوتا ہے۔ قبل طلع وہ کفری ہے قبل اسکے کہ اغریض چاک ہو اور اغریض کے اندر عذق ہوتا ہے یعنی خوشہ خرما پھر جب غلاف
کھل گیا تو عذق کہلاتا ہے اور اسی کو قنو کہتے ہیں جسکو ہندی میں گچھا و گودھ بولتے ہیں اور عذق خاص خرما کے گودھ کو کہتے ہیں
اور قنو کی جمع قنوان مانند صنو و صنوان کے اور مفسر رح نے قنوان کی تفسیر عراجین سے کی جو جمع عرجون ہے اور بعض نے کہا کہ
جمار اور دانیہ اے بعض قریب ببعض یعنی آپس میں ایک دوسرے سے ملی ہوئی اور بنا بر تفسیر اول کے دانیہ یعنی مندلیہ یعنی
لٹکے ہوئے کذا قال مجاہد اور ابن عباس سے مروی ہے کہ چھوٹے درخت جن کی گودھیں لدی ہوئی زمین پر چھٹی پڑتی ہیں اور
ضحاک نے کہا کہ خوشہ چننے والے سے نزدیک خواہ بسبب درخت کی چھوٹائی کے یا بسبب بوجھ کے کہ گودھ خوب بھری ہوئی ہو کہ شاخ
اسکا بوجھ نہیں سنبھال سکتی ہو۔ وَجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ یعنی اور نکالا ہم نے اس پانی سے باغوں کو انگور
کے اور زیتون و انار کو۔ واضح ہو کہ پہلے حبوب و اناج کو بیان کیا پھر خرما کو کہ وہ غذا و اناج کے ساتھ کھانے کے قابل دونوں
ہے پھر فواکہ کو بیان کیا اور انگور کی کثرت ظاہر ہے پھر زیتون و رمان کو فرمایا۔ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ۔ یعنی درحالیکہ مشتبہ
ہیں زیتون و رمان کے پتے اور نہیں متشابہ ہیں پھل دونوں کے کذا روی عن قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کیونکہ زیتون و رمان کے پتے
زیادہ مشتبہ ہوتے ہیں۔ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ۔ اے عبرت کی نظر سے دیکھنے والو غور سے دیکھو اس کے ثمر کو
جب اسمیں پھل آوین۔ الثمر بفتحتین واحد ہے اور بضمتین جمع ثمر مانند شجرہ و شجر اور خشبہ و خشب حاصل آنکہ ابتدائے حال پھل آنے
میں دیکھو کیسا ہوتا ہے چنانچہ منجملہ کیفیات کے ایک یہ کہ کھانے کے قابل نہیں بدمزہ ہوتا ہے وَيَنْعِهٖ۔ والی ینعہ یعنی اسکی
پختگی کی طرف دیکھو کہ جب تیار ہو گیا تو کن کیفیات پر ہو جاتا ہے ازانجملہ یہ کہ بہت خوش مزہ مرغوب ہوتا ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ
یعنی ان فی ذلک اور اتصال خطاب کم سے سب کو اس قدرت کی طرف مخاطب فرمایا یعنی اس قدرت عظیم میں۔ لَاٰيٰتٍ یعنی
دلالات ہیں اللہ تعالیٰ عزوجل کی قدرت پر کہ وہ پاک پروردگار خالق جو ایسی قدرتوں سے ابتدائی خلقت پر قادر ہے
وہ ضرور بدرجہ اولیٰ بروز بعث و حشر کے دوبارہ زندہ کر دینے پر قادر ہے مگر یہ سب آیات فقط لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ قوم مومنین کیلئے
ہیں ف۔ پہلے تو خطاب کم سے عام توجہ و تفکر و تدبر کا اشارہ فرمایا اور یہاں قوم مومنین کو خاص کر دیا اسواسطے کہ اس صنعت
اللہ تعالیٰ عزوجل سے انتفاع انھیں لوگوں کو ہے اور باوجود ظہور اس تمام قدرتہائے گوناگوں کے مشیت میں چونکہ کافر و
مشرک مطرود ہوئے ہیں ان کی آنکھوں پر پردے پڑے ہیں کہ ان کو یہ نظر ہی نہیں آتا اور یہ خود چشم ایمانی میں عجیب قدرت
نظر آتی ہے اور سخت حیرت ہوتی ہے کہ سبحان اللہ تعالیٰ یہ کہ آنکھوں والے موٹے تازے یہاں اندھے ہیں اللھم ثبت قلبی
و قلوب المومنین علیٰ دینک ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا انک انت الوہاب اے پروردگار تو نے محض اپنے فضل سے یہ ہدایت
ہم کو ہبہ فرمائی ہے تو وہاب ہے ہم امیدوار ہیں کہ یہ موہبت عظمیٰ ہم سے مسترد نہ ہو تو ارحم الراحمین ہے ف۔ فی العرائس قولہ
وھو الذی انشاکم الآیۃ۔ دوسرے مقام پر یعنی سابق میں تفسیر قولہ خلقکم من نفس واحدۃ۔ بیان ہو چکی ہے سب کو جوہر فطرت سے

پیدا کیا اور جوہر فطرت کا منشار وجود اسکے فعل خاص کا نور ہے اور نور فعل خاص کا منشار وجود اسکی صفت ایجاد کا ظہور ہے اور یہ ظہور اس کی ذات کے انوار کا ظہور ہے۔ قدم نے عدم پر تجلی فرما کر سب معدوم کو موجود و ظاہر کر دیا اور لطائف خطاب میں سے اشارہ کیواسطے مخصوص یہ قول یعنی من نفس واحدة۔ ہے یعنی بظہور نفس واحدة ازلیہ ابدیہ جو منزہ از افتراق و اجتماع ہے پس بعض قلوب کا مستقر تو ملکوت ہے اور مستودع اسکا عالم جبروت ہے اور بعض عقول کا مستقر مقام ملکوت اور مستودع انکا عالم جبروت ہے اور بعض عقول کا مستقر آیات ہیں اور مستودع انکا صفات ہیں اور بعض ارواح کا مستقر تو صفات ہیں اور مستودع انکا ذات ہے یا یہ کہ جو صفات ہیں تو بقاء دائمی کے ساتھ باقی ہیں اور ذات میں فنار وحدت سے فانی ہیں کیونکہ قدم اس امر سے پاک ہے کہ وہاں کسی چیز کا حلول ممکن ہو پس ہر ممکن و حادث وہاں فانی ہیں اور یہی فنائے توحید ہے اور نیز مستقر جو آیت کریمہ میں مذکور ہے بعض لون کا مستقر تو مقامات ہیں اور مستودع انکا حالات ہیں اور مستقر عقول کا عبادات ہیں اور مستودع انکا کرامات ہیں اور ارواح کا مستقر تو انوار معرفت ہیں جو تجلی صفات سے ظاہر ہوئے ہیں اور مستودع انکا انوار توحید ہیں جو تجلی ذات پاک سے ظاہر ہوئے۔ ابن عطاؒ نے کہا کہ تمام اہل معرفت ایکہی جہت و منزلت پر پیدا ہوئے ہیں جنہیں مستقر و مستودع ہیں پس مستقر تو حال معرفت میں کشوف عنہ ہے اور مکشوف حال معرفت میں مستقر علیہ ہے۔ قال المترجم معنی اس کلام کے یہ ہیں کہ اہل معرفت کو اللہ تعالیٰ نے ایک جہت پر پیدا کیا یعنی جو راہ معرفت اور حاصل معرفت ہے اہل معرفت کو اپنی اپنی منزلت و استعداد مقدر ازلی کے موافق ایکہی جہت پر کم و بیش عطا ہوتی ہے پھر تمام امور معرفت جو کسی فرد عارف کے واسطے مقدر ہیں وہ دو قسم کے ہو جاتے ہیں باس جہت سے کہ جب اس کو عرفان حاصل ہونا شروع ہوا تو جو مستقر ہے اسکی معرفت جب اس عارف کو عطا کرنی منظور ہوئی تو وہ کشف ہونا شروع ہوا پس وہ مکشوف عنہ ہوا یہان تک کہ اسکا عرفان کامل اس کو حاصل ہو لیا تب وہ اسمین مستودع ہو گیا اور یہی مستودع بحال معرفت اسکے اندر مستقر تھا۔ ہکذا افہم واللہ اعلم۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مستقر اسکی طاعت و عبادت کے واسطے مع اسپر ایمان رکھنے کے اور مستودع اسی کے واسطے بعد موت کے اس سے زائل ہے۔ واسطیؒ نے فرمایا کہ مستقر انوار ذات تا ابد ہے اور مستودع اس کی طرف عود نکریگا جبکہ اس سے جدا ہو چکا ہو۔ محمد بن عیسیٰ ہاشمی نے کہا کہ ہر بردہ اپنی مخلوق کا عالم ہے جیسا کہ چاہا دیا گیا جو اسکے کلام میں مستقر ہوا اسکو لوح محفوظ میں لکھا پھر لوح کو مقادیر میں ودیعت رکھا جا اسمین مستقر ہوا پھر اسی طرح ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں پھرایا جاتا ہے یہانتک کہ اسکو درجہ شقاوت یا سعادت پر پہنچا پس یہی مستقر و مستودع ہے

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ
اور ٹھہراتے ہیں شریک اللہ کے جن اور اسنے اُن کو بنایا اور تراشتے ہیں اسکے واسطے بیٹے اور بیٹیان بن سمجھے
وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۞ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ ع ۱۲ ۵ ۱۸
وہ اس لائق نہیں اور بہت دور ہے ان باتوں سے جو بتلاتے ہیں نئی طرح بنانے والا آسمان و زمین کا اُسکو کہاں سے ہو بیٹا
وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ۞
اور اُس کو کوئی عورت نہیں اور اسی نے بنائی ہر چیز اور وہ ہر چیز سے واقف ہے

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ۔ اور مشرکون نے اللہ تعالیٰ کے واسطے جنات ساجھی بنائے ف ـــــــ یہ وہ مشرکین کا جنہون نے اللہ تعالیٰ کیساتھ جسکی قدرت کے نمونہ عجیب و غریب اوپر مذکور ہوئے ہیں اپنی جہالت و ضلالت سے شریک بنائے عبادت میں

Marfat.com

پس جعلوا فعل اور مشرکین فاعل ہین اور نام پاک بمنزلہ مفعول دوم کے ہے اور شرکاء مفعول اول ہوا اور الجن اس سے بدل ہے یعنی اللہ تعالیٰ
کے ساتھ شرکاء بنائے اور وہ جن ہین۔ اگر کہا جاوے کہ وہ لوگ تو جنون کو نہین بلکہ فقط بتون کو پوجتے تھے تو جواب یہ ہے کہ
جنون ہی کی اطاعت کی تھی کہ شیطان نے ان کو بتون کی عبادت کا حکم دیا پس انھون نے عبادت کرنا شروع کیا حسن بصری
رحمہ اللہ سے یہ مصرح مروی ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان یدعون من دونہ الا اناثا وان یدعون من دونہ الا شیطانا مریدا لعنہ اللہ
وقال لاتخذن من عبادک نصیبا مفروضا ولاضلنہم ولامنینہم ولآمرنہم الآیہ۔ حاصل آنکہ مشرکون نے عبادت کے استحقاق مین جنون
کے کہنے سے بتون وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا۔ وَخَلَقَهُمْ۔ اے والحال انہ قد خلقہم فکیف یکون شرکاء۔ حال یہ کہ اوتعالیٰ
نے جنون کو پیدا کیا پھر کیونکر اسکے شریک ہو سکتے ہین۔ مشرکون نے بتون کی عبادت کی اور جنون کے حکم کی پابندی کی اور یہ بھی
شرک ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ کی تفسیر مین ثابت ہوا کہ عالمون درویشون کا قول جو کچھ وہ
خلاف باطل کہتے اسکو ان کے قول کی حیثیت سے مان لیتے تھے پس یہی انکا رب بنانا تھا ایسے ہی بتون کی عبادت کرنے
مین مشرکون نے جنون کا قول مان کر ان کو شرکاء ٹھہرایا اور جملہ حالیہ سے نکلا کہ بت بھی مخلوق الٰہی ہین اگرچہ مشرکون نے اپنے ہاتھ
سے گڑھے ہون اور کسی مخلوق کا حکم اسکا قول لیکر نہ ماننا چاہیئے جیسے مشرکون نے جنون کا قول مان لیا بلکہ حکم فقط اللہ تعالیٰ کا ہے
اور عالم ودرویش اگر اوتعالیٰ کا حکم بتادے تو مان لینا لازم ہے لیکن اگر اسکو معلوم ہو جاوے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم موافق قرآن
یا حدیث کے نہین ہے تو فوراً ترک کردے بالجملہ مشرکون کی گمراہی بیان فرمائی کہ انھون نے جنون کا حکم مان لیا بتون کی عبادت
مین اور شریک بنایا۔ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ اکثرون کی قراۃ مین خرقوا بتخفیف رائے مہملہ ہے اور معنی اسکے
تراش لیا ان لوگون نے۔ چونکہ کثرت سے ایسا واقعہ کیا تھا اہن معنی ایک قراۃ نافع رہین خرقوا بتشدید راء مہملہ ہے یعنی کثرت سے ان
کافرون نے تراشا و گڑھ لیا حضرت پاک پروردگار کے واسطے بیٹے و بیٹیان بدون علم کے چنانچہ بعض نے کہا کہ عزیر بیٹا تھا اللہ تعالیٰ کا
اور بعض نے کہا کہ مسیح بیٹا تھا اور بت پرستون نے کہا کہ ملائکہ بیٹیان ہین المعنی اور مشرکون نے اسکے لئے بغیر جانے ہوئے بیٹے و بیٹیان
تراشین۔ سُبْحَانَهُ پاکی ہے اُس پروردگار کے واسطے۔ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَصِفُونَ۔ اور برتر ہے اس بات سے جو یہ مردود بیان کرتے
ہین کہ اسکی اولاد ہے۔ بلکہ وہ ہر عیب ونقص سے پاک ہے وہ بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ہے یعنی بدون کسی نمونہ کے اُن چیزون کو
پیدا کرنیوالا ہے اس سے ان کافرون کا وہم دور کیا کہ جن اوہام سے ان لوگون نے فرزند کو خیال کیا وہ جہالت ہے اس بات سے
کہ اوتعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے جیسے چاہے کرے چنانچہ آسمانون وزمین کی خلقت کو جو عجیب قدرت سے ایجاد فرمائے ہین غور
سے نہین دیکھتے تاکہ اس وہم مین خوار وبرباد نہو پھر ایسے پاک خالق قادر مطلق ذوالجلال والاکرام کی شان سے فرزند وغیرہ نقصان و احتیاج
کی باتین کہان ہو سکتی ہین محال ہین۔ أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُن لَّهُ صَاحِبَةٌ۔ کیف یکون لہ ولد ولم تکن لہ زوجۃ۔ یعنی
کیونکر اسکے فرزند ہوگا حالانکہ اسکے زوجہ نہین۔ اسمین بھی کافرون کو ارشاد ہے کہ بدون باپ کے مثلاً عیسیٰؑ کی پیدائش مین تو بیٹا سمجھے اور
اللہ تعالیٰ عزوجل کی قدرت کو بھول گئے پھر بدون زوجہ کے بیٹا ہونے کو محال کیون نہین سمجھتے۔ پھر سخت کفر یہ ہے کہ بعضے کافر
مریم رضی اللہ عنہا کو زوجہ کہتے ہین حالانکہ وہ ایک نیک بندی مخلوق مانند اور عورتون کے اللہ تعالیٰ کی لونڈی تھی جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر
پر راضی وشاکر ملکون ملکون فقیری ومحتاجی کی حالت مین اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی پھری اور اپنے بیٹے حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائی اور

اللہ تعالیٰ نے اسکو صدیقہ فرمایا بقولہ وامہ صدیقۃ کانا یاکلان الطعام الآیۃ - پس او تعالیٰ پاک اس سے ہے کہ اسکی زوجہ ہو بلکہ مخلوق ہے وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ اور او تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اسکی شان پاک یہ ہے کہ مخلوقات کو ایجاد فرمائے - وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے اُسپر کچھ پوشیدہ نہین ہے قال البیضاوی وغیرہ اس آیت مین کئی طور سے فرزند کی نفی پر استدلال کیا گیا - اول آنکہ او تعالیٰ مبدع سموات وارض ہے اور یہ تمام اجسام عظیمہ اسی جنس کے ہین جس جنس کا فرزند بتلاتے ہین کیونکہ یہ بھی مخلوق ہین پس باوجودیکہ ایسے اجسام اسی جنس کی مخلوق ہین اور ولادت سے مبرا ہین کیونکہ برابر اسی طرح چلے آئے ہین - ایک زمانہ دراز گذرا پس او تعالیٰ اُن کی بہ نسبت اولیٰ ہے کہ اس نقص سے بری ہو اور نیز ان اجسام کا اختراع کرنیوالا جسم نہ ہوگا کہ اسکا کوئی فرزند ہو اور نیز کسی کا فرزند ضرور اسکی جنس سے ہوگا اور اسکا نظیر ہوگا حالانکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نظیر نہین ہے دوم آنکہ فرزند سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ ایک جنس کے نر و مادہ سے پیدا ہو حالانکہ او تعالیٰ جل جلالہ مجانست سے پاک ہے - سوم آنکہ او تعالیٰ کا کوئی کفو نہین ہے اور جسکا فرزند ہوتا ہے فرزند اسکا کفو ہوتا ہے پس او تعالیٰ کا فرزند کفو ممکن نہین ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ ہر چیز جو سوائے او تعالیٰ عزوجل کے ہے وہ اسکی مخلوق ہے پس اسکا کفو نہین ہو سکتی ہے اور دوسری وجہ یہ کہ او تعالیٰ اپنی ذات سے تمام معلومات کا عالم ہے اور اُسکے سوائے کوئی ایسا نہین ہے اور اسپر اجماع ہے چہارم آنکہ باپ کو فرزند کی طرف احتیاج ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا پس سب اسکی مخلوق ہے پس وہ ہر چیز سے پاک بے پرواہ ہے۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ بدیع السموات والارض یعنی بقدرت محکم ان کو اپنے علم ازلی کے موافق اختراع فرمایا جسمین ذرہ برابر بھی تفاوت نہین ہے پس کوئی چیز او تعالیٰ سے مشابہت نہین رکھتی ہر ایک کو او تعالیٰ نے اپنی علم و حکمت کے موافق پیدا کیا اور بعض کو اپنے بندون کی معاش و زندگانی کر دیا بعض نے کہا کہ وہی مبدع و مبدی ہے اور بعض نے کہا کہ او تعالیٰ تمام اشیاء سے جو مخلوق ہین جمال و کمال مین فوق ہے قال المترجم بلکہ کسی چیز کو اس سے نسبت نہین ہے -

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝

یہ اللہ ہے رب تمہارا اُسکے سوائے کسی کو بندگی نہین بنانیوالا ہر چیز کا سو تم اسکی بندگی کرو اور اُس پر ہر چیز کا حوالہ ہے اُسکو نہین پاسکتی آنکھین اور وہ پاسکتا ہے آنکھون کو اور وہ بھید جانتا ہے خبردار

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ - یہی پاک قدرت والا اللہ تمہارا رب ہے - لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہین کوئی معبود آلہ مگر وہی - اگر کہا جاوے کہ مشرکون و کافرون نے اور چیزون کو مخلوقات مین سے مانند بت وغیرہ کے معبود بنایا تو جواب یہ کہ اندھے بیوقوف جانور سے بدتر عقل سے خارج لوگون نے کفر کیا اور شرک کیا اور مخلوق ناچیز کو معبود بنایا اور اُن کی عبادت کرنی شروع کی مگر انکے معبود بنانے سے یہ چیزین آلہ نہین ہو سکتی ہین کیونکہ آلہ کے معنی واجب الوجود قدیم ازلی ابدی خالق رازق جامع جمیع صفات کمال علیم و خبیر جس پر کسی مخلوق کی کنہ و ماہیت کچھ ذرہ برابر بھی پوشیدہ نہین اور اسکو کوئی مخلوق اس طرح نہین جان سکتا کہ احاطہ کرے اسکی تمام قدرت کاملہ آسمان و زمین و دیگر اشیاء کی پیدایش مین ظاہر و باہر ہو پس ایسا پاک پروردگار تو آلہ او وہی اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ ہے اور اسکے سوائے کوئی بھی آلہ نہین ہے اور اسی اللہ تعالیٰ پاک عزوجل کے واسطے عبادت کا

حق ہی اور کوئی بھی معبود ہونے کی لیاقت نہین رکھتا پس جب کافرون مشرکون نے دیگر اشیاء کو معبود بنایا تو کفر و شرک کیا اور نہایت ہی بڑا ظلم اپنی جانون پر کیا - پس اوتعالیٰ عزوجل نے اگر دائمی عذاب دوزخ مین ان کو ڈالا تو عین انصاف ہی کیونکہ الٰہ معبود فقط خالق ہے - وہ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ اور وہی پاک پروردگار ہر چیز کا خالق ہے - پس اے لوگو قبل موت کے ہوش مین آؤ اور اسی پاک پروردگار کے حکم کو مانو - فَاعْبُدُوْهُ وحدہ یعنی اسی کی توحید کو یقین مانو اور اسی کی عبادت کرو - وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ - اے حفیظ یعنی وہی ہر چیز پر وکیل یعنی حافظ ہے سب اسی کے رزق سے رزق پاتے ہین اور اسی کی رحمت سے حفاظت مین رہتے ہین اسی کے علم مین ہر ایک کا احاطہ ہی خود فرمایا - لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ نہین ادراک کرتی ہین اسکو ابصار یعنی جملہ ابصار اسکو ادراک نہین کرتی ہین - وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ اور وہ تمام ابصار کو ادراک فرماتا ہے - وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ - اور وہ لطف و مہربانی والا خوب خبردار ہے پس باوجود نافرمانی و شرک و کفر و عصیان بندون کے جسکو وہ خوب جانتا اور اس سے خبردار ہی یہ صرف اسکا لطف ہی کہ ان کو ایک وقت تک نہین میٹ دیتا ہے لیکن کبھی جب خالص بندون پر زیادہ ظلم ہوتا ہی تو موذی ظالمون پر عذاب نازل ہوتا ہے - واضح ہو کہ اقوام مبتدعہ یعنی خارجی و رافضی و معتزلہ وغیرہ نے اسی آیت سے اپنے گمان ناقص پر فساد برپا کیا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار محال ہی کیونکہ اوتعالیٰ فرماتا ہے لاتدرکہ الابصار - اور جماعت اہل سنت نے اسکو رد کر دیا اور کہا کہ اس سے محال ہونا ثابت نہین ہوتا اور یہی صحیح و حق ہے اور جماعت صحابہ و تابعین و سلف صالحین و ائمہ علماء سب کے برخلاف ان مبتدعین نے یہ اعتقاد نکالا کہ دیدار الٰہی مطلقاً محال ہے اور کلام اسمین تفصیل کیساتھ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا یہان صرف مختصر طور پر ان بدعتیون کا رد یہ کافی ہی کہ قولہ لاتدرکہ - جملہ نافیہ ہی اور نفی و محال مین فرق ظاہر ہے چنانچہ اگر کہا جاوے کہ آفتاب پر نگاہ نہین ٹھہرتی تو اس نفی سے کیا محال ہونا ثابت ہوا کہ آفتاب پر نگاہ ٹھہرنا محال ہے کیونکہ محال تو وہ ہی جو ممکن ہی نہو اور نفی کیواسطے یہ بات ضرور نہین چنانچہ اگر زید کے پاس آج کپڑا نہین تو روا ہی کہ کل کو ہو جاوے اسی طرح اگر دنیا مین ابصار اسکو نہین دیکھتی ہین تو جائز ہی کہ قیامت مین دیکھین اور ضرور ایسا واقع ہوگا اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے والحمد للہ رب العالمین اور درجہ دوم آنکہ لاتدرکہ سے ادراک کی نفی ہی اور رویت کے نفی نہین اور دونون مین فرق یہ کہ ادراک ایسا دیکھنا جو بطور احاطہ ہو اور رویت مطلقاً دیکھنا خواہ احاطہ ہو یا نہ ہو اور ادراک کسی چیز کی کنہ و حقیقت پر واقف ہونا اور اسکو احاطہ کرنا اور رویت فقط دیکھنا پس دیکھنا بدون ادراک احاطہ کے ممکن ہی بلکہ واقع ہے کمافی قولہ تعالیٰ قال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون قال کلا - یعنی جب موسیٰ مع اسرائیل کے تیر روانہ ہو کر سمندر کے کنارے پہونچے اور فرعون نے مع لشکر پیچھا کیا اور قریب پہونچ گیا تو موسیٰ کے ساتھیون نے کہا کہ ہم ادراک کر لئے جاوینگے تو موسیٰ نے فرمایا کہ ہرگز نہین - پس قوم فرعون نے ان لوگون کو ضرور دیکھا تھا جیسا کہ مصرح بھی ہے پھر باوجود دیکھنا ثابت ہونے کے ادراک کی نفی کی پس جائز ہی کہ اوتعالیٰ کا دیدار ہو بدون احاطہ کے چنانچہ فرمایا ولا یحیطون بہ علما پس علم سے احاطہ کی نفی کی حالانکہ اللہ تعالیٰ پر اعتقاد و علم مومنون کو موجود ہی کمافی صحیح مسلم لا احصی ثناء علیک الحدیث - یعنی احاطہ ثناء الٰہی کی نفی کی حالانکہ بدون احاطہ کے ثناء موجود ہی - قال سعید بن المسیب قولہ لاتدرکہ الابصار یعنی ابصار اسکو احاطہ نہین کرتے ہین - قال عطاء رح ابصار اسکو احاطہ کرنیسے عاجز ہین - قال ابن عباس کسی کی بینائی حضرت باری تعالیٰ کو احاطہ نہین کر سکتی - عکرمہ رح پر یہی آیت پیش کی گئی کہ اوتعالیٰ نے لاتدرکہ الابصار فرمایا ہی تو کہا کہ اسے کیا تو آسمان کو

نہین دیکھتا۔ اس نے کہا کہ ہان تو فرمایا کہ کیا تو پورے آسمان کو اپنی نگاہ سے گھیر لیتا ہے۔ یعنی اگر تو گھیر نہین سکتا تو دیکھ سکتا ہے وجہ سوم آنکہ ہم نے مان لیا کہ ادراک بمعنی رویت ہی یہان مستعمل ہوا ہے تو بھی بدعتیون کا قول نہین بنتا ہے کیونکہ الابصار سے بالاتفاق بدعتیون کے نزدیک بھی جمیع البصار مراد ہین پس سلب داخل ہوا موجبہ کلیہ پر اسے لا یدرکہ کل بصر۔ اور رفع ایجاب کلی کا وہ سالبہ جزئیہ ہے کیونکہ ایجاب کلی کے رفع سے یہ لازم نہین کہ ایجاب جزئی صادق نہ ہو مثلاً کل انسان عالم نہین ہین اسکے منافی نہین کہ بعض انسان عالم ہین اسی طرح ہم نہین کہتے کہ قیامت مین سب ابصار کو دیدار ہوگا بلکہ بعض کو ہوگا اور وہ مومنین ہین اور کافرون کو نہ ہوگا چنانچہ فرمایا۔ کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون یعنی قیامت کے روز کافر لوگ اپنے پروردگار سے حجاب مین محروم رہین گے۔ امام مالک و شافعی نے کہا کہ اس سے ثابت ہوا کہ مومنین محجوب نہ ہونگے بلکہ دیدار سے ان کو کرامت ملیگی۔ وجہ چہارم نفی ادراک سے نور ذات عظمت و جلال کی نفی مراد ہے عکرمہ نے روایت کی کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ محمد صلعم نے اپنے پروردگار تبارک تعالیٰ کو دیکھا تو مین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو یون فرمایا کہ لاتدرکہ الابصار الآیۃ تو فرمایا کہ اے تیری مان نہ رہے یہ تو وہ نور ہے جو اسکا نور ہے جب اپنے نور سے تجلی فرماوے تو کسی چیز کی ہستی نہ رہے رواہ ابن مردویہ والحاکم وصححہ اور حدیث ابوموسیٰ اشعری مین جو بخاری و مسلم نے روایت کی کہ آنحضرت صلعم کے خطبہ مین خود موجود ہے کہ حجابہ النور لو کشفہ لاحرقت سبحات وجہہ ما انتہی الیہ بصرہ من خلقہ۔ اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اگلی بعض کتابون مین ہے کہ موسیٰ نے جب دیدار کا سوال کیا تو حکم ہوا کہ اے موسیٰ کوئی زندہ مجھے نہین دیکھ سکتا مگر آنکہ مر جاویگا اور کوئی تر و تازہ نہ دیکھے گا مگر آنکہ خشک ہو جائیگا تا آخر کلمات مترجم کہتا ہے کہ لالکائی ہبۃ اللہ المحدث نے اسکو کتاب السنہ مین بطور اثر کے روایت کیا اور یہ سوال موسیٰؑ خود دلیل اہل سنت ہے چنانچہ اسکی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگا اور خود ابن عباسؓ و ایک جماعت سے آنحضرت صلعم کا دیکھنا ثابت ہوا اور سورہ نجم کے اوائل مین انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگا۔ عائشہؓ سے اسکے خلاف ثابت ہوا۔ چنانچہ مسروق رحمہ نے حضرت ام المومنین سے روایت کی کہ جس نے زعم کیا کہ محمد صلعم نے پروردگار کو دیکھ لیا وہ جھوٹ بولا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لاتدرکہ الابصار الآیۃ۔ رواہ ابن ابی حاتم وقد روی عنہا من غیر وجہ فی الصحیح پس عائشہؓ کے کلام سے دنیا مین دیدار کی نفی نکلتی ہے۔ قال اسمٰعیل بن علیہ غیرہ فی قولہ لاتدرکہ الابصار۔ یہ دنیا مین ہے اور بیشک آخرت مین مومنین اپنے پروردگار کو دیکھین گے۔ قال الرازی فی التفسیر الکبیر۔ قول ام المومنین رضی اللہ عنہا فقط اجتہاد سے تھا اور مجتہد سے کبھی خطا ہو جاتی ہے اور یہ نہین دیکھتے کہ جماعت صحابہ مانند ابن عباسؓ وغیرہ کے اُنسے برخلاف ہوئے جیسا کہ اوپر گذرا مترجم کہتا ہے کہ قول ام المومنینؓ سے یہ ثابت ہی نہین ہوتا کہ آخرت مین دیدار نہو گا اور دیدار محال ہے بلکہ وہ تو دیدار آخرت کے قائل تھین صرف دیدار بمعنی جلال و عظمت آلٰہی کے دیکھ لینے سے جس شان پر اللہ تعالیٰ عزوجل ہے انکار کرتی تھین قال الحافظ ابن کثیرؒ دیدار جلال و عظمت و کبریا حضرت باری تعالیٰ جس شان پر وہ ہے اسکو ابصار ادراک نہین کر سکتی اسیواسطے ام المومنین عائشہؓ مومنون کے حق مین آخرت کا دیدار ثابت کرتی تھین اور دنیا مین اسکی نفی کرتی تھین قال المترجم بیہقی کی روایت صحیح مین اللہ تعالیٰ عزوجل کے دیدار جنت مین ملنے کے بیان مین ہے کہ رداء الکبریاء علی وجہہ فی جنت عدن یعنی اس پاک پروردگار کی وجہ پاک پر رداء کبریائی ہوگی جنت عدن مین۔ قال البیہقی اسکے معنی یہ ہین کہ اہل جنت عدن کی آنکھون پر جلال و عظمت آلٰہی طاری ہوگا جس سے کسی کو بدون اُسکی شان دیدار کے مجال نظر نہ ہوگی ورنہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ وجوہ یومئذ ناضرۃ الیٰ ربہا ناظرۃ۔ (داے نبور اللہ تعالیٰ) قیامت کے روز بعضے چہرے لہلہاتے ہوئے اپنے پروردگار کی طرف ٹکٹکی لگائے ہونگے۔ پس یہ مخصوص بروز قیامت ہے اور قولہ لاتدرکہ الابصار۔ عام ہے جس سے دیدار قیامت خاص ہوا اور دونون مین تعارض نہین ہے تا کہ تاویل کی طرف

Marfat.com

اضطرار ہوا اور مبتدعین جو استحالہ پر دلیل عقلی لاتے ہیں وہ انشاء اللہ تعالیٰ قصۂ موسیٰ مین ذکر کرکے رد کردیجائے گی بلکہ وہان کی آیت کریمہ خود دیدار باری تعالیٰ ثابت ہونے کی دلیل ہے اسکی تقریر مذکور ہوگی اور سوائے ان آیات کے احادیث صحاح و آثار صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین و صلحاء اُمت کے متواتر بیشمار ہین جنسے بتواتر قطعی ثابت ہوا کہ سلف اُمت کے درمیان یہ اعتقاد ضروری تھا اور شیخ مفسر سیوطی رح نے بدور السافرہ مین ایک اچھا ٹکڑا ان آثار و احادیث کا ذکر کیا ہے اور یہان تفسیر مین اس حدیث صحیح بخاری و مسلم پر اکتفا کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تم عنقریب یعنی قیامت مین اپنے پروردگار کو دیکھوگے جیسے تم چودہوین رات مین چاند کو دیکھتے ہو۔ یعنی کھلے کھلے دیکھوگے بدون حجاب و شک کے اللھم ادخلنا برحمتک فی عبادک الصالحین آمین اور آئندہ انشاءاللہ تعالیٰ ہر آیت مثبت رویت کے متعلق اسکے مناسبات سے باستدلال قطعی ثابت کیا جائیگا۔ ومن اللہ تعالیٰ التوفیق ف — فی العرائس قولہ تعالیٰ ذلکم اللہ ربکم جب اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو تمام اشیا کی پیدائش پر قادر ہونے سے موصوف فرمایا اور اظہار آیات سے مخلوق کو اپنی پاک ذات پہچنوائی اور حدوث کی علت سے اپنی ذات کا پاک ہونا ان پر ثابت فرمایا اور اپنی تنزیہ اور تقدیس اظہار کی اور اپنی ذات و صفات کا واحد و فرد ہونا اور تمام شرک و ضد وغیرہ کو محال بتلایا تو وحدانیت ازلی اور جلال قدیم سے وصف فرمایا اور بعد اسکے ان پر اپنی حیات مین عبودیت لانا لازم کیا بقولہ فاعبدوہ۔ یعنی ایسے پاک پروردگار ہی کی عبادت کرو جو واحد فرد جامع جمیع صفات کمال ہے اور کسی مخلوق پر بھروسہ مت کرو کیونکہ تمام جہان اور جو کچھ اسمین ہے سب اسکی عظمت و جلال کے حضور مین خضوع مین پڑے ہین یعنی اسکی تقدیر و حکم سے کسی کو سرتابی کی مجال نہین ہے سب ہی اسکے قبضۂ قدرت مین ہین کوئی کسی کو نفع نہین دیسکتا اور کوئی ضرر نہین دیسکتا وہی ہوتا ہے جو اسکا ارادہ و مشیت ازلی مقدر ہوا ہے۔ یہی فرمایا وہو علی کل شیٔ وکیل۔ یعنی اسی پاک پروردگار کی طرف ہر چیز کا مرجع ہے اگرچہ وہ چیز اسکو نہ سمجھے۔ قال الاستاد پہلے بندون کو اپنی آیات سے پہچنوایا پس جو نہین سمجھے قہر مین زیادہ اندھیرے مین ڈوب گئے اور جو سمجھے ان کو نور عرفان زیادہ ہوا پھر اپنی صفات صرف سے پہچنوایا اسمین بھی کافرون پر اندھیرے پر اندھیرا چھایا اور مومنون پر نور پر نور بڑھایا پھر اپنی ذات پاک کو مکاشفہ فرمایا کہ منکرو کافر تو جہنم مین دھنس گئے اور اہل عرفان و توحید اسمین فانی اور اسکے ساتھ باقی ہوگئے پس قولہ لا الٰہ الا ہو۔ تو انبیاء علیہم السلام و بزرگون کی معرفت کا مقام ہے اور قولہ خالق کل شیٔ یہ عوام کی معرفت ہے۔ پھر اسکے بعد اپنی پاک ذات کا وصف فرمایا بہین طور کہ حدوث و مخلوقات کی آنکھین اسکی جانب کو احاطہ کرنے سے عاجز ہین اور اسکی ذات و صفات قدیم کے درک کرنے اور اسکی درگاہ کبریائی مین آنکھ اُٹھانے سے مجبور و معذور ہین اسکی قدرت کاملہ تمام ذرات وجود کو محیط ہے۔ کما قال تعالیٰ لا تدرکہ الابصار وہو یدرک الابصار۔ کسی بصر کو اسکے ادراک کی مجال نہین اور ہر بندۂ خالص جبھی اسکے دیدار سے کرامت پاویگا جب اسکے جلال سے بینائی حاصل کریگا اور ظاہر ہے کہ حوادث کو کیا مجال ہے کہ اسکی عظمت ظاہر ہونے کے وقت اپنی خودی و ہستی مین باقی رہین بلکہ از خود فانی ہوکر اسکے جلال و نور سے آنکھین پاکر اسکو چودھوین رات کے چاند کی طرح مشاہدہ کرینگے اور او تعالیٰ البتہ اپنی قدیم صفت سے مخلوقات کے ذرہ ذرہ کو دیکھتا ہے پس اہل ایمان و خلوص و توحید اسکو آخرت مین دیکھین گے باین طور کہ او تعالیٰ عز و جل آنکو اپنے انوار صفات سے لباس عطا فرماویگا پس قوت صفات کے انوار سے او تعالیٰ عز و جل کو دیکھین گے اور یہ نہین کہ حادث اپنے حدوث سے دیکھے کیونکہ حوادث کو اسکی ذات عظمت و کبریائی مین ہستی کی تاب و طاقت نہین ہے۔ ہان او تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کے ذرہ ذرہ کو اپنے علم قدرت سے محیط ہے اُن کے وجود و عدم کو جانتا ہے قولہ وہو اللطیف الخبیر ۔ اسکے لطف جمال سے ہے کہ عشق کے ساتھ قلوب

Marfat.com

اسکی وجہ ذوالجلال کی طرف کھینچتے ہیں اور بجود وعاجز ہوتے ہیں اسی کے لطف سے تمام ارواح اسکی دریائے محبت میں غرق ہوگئیں اور اسرار فنا ہوئے اور عقلیں اسکی علوم میں مضمحل اور عاجز ہوئیں شیخ ابویزیدؒ نے فرمایا کہ قولہ لا تدرکہ الابصار او تعالیٰ قلوب سے بھی محجوب ہے جیسا کہ ابصار سے محجوب ہے۔ اور اگر کوئی تجلی فرمائی تو جیسے دل ویسی آنکھیں دونوں برابر ہیں۔ بعض نے کہا کہ او تعالیٰ ابصار پر تجلی کرنے کے ساتھ ان پر مطلع ہوتا ہے اور یہ نہیں کہ ابصار کو اسکی جناب میں خود رسائی ہو حسینؒ نے کہا کہ لطیف از کنہ ہے پھر کہاں اسکا وصف۔ اسکے لطف سے ہے کہ یاد فرمایا بندہ کو وہ ہر خلائے میں جبکہ آسمان مبنی اور زمین گستردہ تھی قبل خلقت وقت واظہار دو جہان کے مع تمام موجودات کے پس یہ معنی لطیف کے ہیں۔ قال المترجم فی الاصل ہکذا قال الحسین فی قولہ اللطیف قال لطف عن الکنہ فانی لہ الوصف ومن لطفہ ذکرہ لعبدہ فی الامور الخالیۃ اذ السماء مبنیۃ والارض مدحیۃ قبل سبق الوقت واظہار الکونین وما فیہما فہذا معنی لطیف انتہی ما فی النسخۃ والمترجم لم یحصلہ حق تحصیلہ۔ قاسمؒ نے کہا کہ لطیف وہ ہے کہ کسی کو نہ چھوڑا کہ اسکے نام کی ماہیت پر واقف ہو پھر اسکے وصف کی واقفیت کہاں ممکن ہے۔ ابن عطاءؒ نے کہا کہ قولہ لا تدرکہ الابصار۔ کوئی فہم اسکو نہیں پاتی اور وہ ہر شے کو علم سے محیط ہے۔ ابوسعید خدریؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپنے قولہ لا تدرکہ الابصار کی تفسیر میں کہا کہ اگر بالفرض تمام جن وانسان وملائکہ جب سے پیدا ہوئے اور اسوقت تک کہ فنا ہوئے سب کے سب ایک صف باندھیں تو کبھی اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کرسکتے ہیں۔ قال المترجم اسکو ابن ابی حاتم نے من طریق بشر بن عمارہ عن ابی روق عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے اور عطیۃ العوفی ضعیف ہیں اور ایسے بعض دیگر پس یہ اسناد ضعیف ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ صحاح ستہ والے محدثین میں سے کسی نے اسکو روایت نہیں کیا اور سوائے اس اسناد مذکور کے اور کسی سند سے مروی نہیں ہوئی پس غریب ہے واللہ اعلم۔ جنیدؒ نے فرمایا کہ لطیف وہ ہے جس نے تیرے قلب کو منور کیا اور غذا سے تیرے جسم کو تربیت کی اور بلاء ومحنت میں تجھے دلی کیا اور آگ میں ہوا تو تیری حفاظت فرمائی اور جنت میں تجھے داخل فرماویگا۔ بعض نے کہا کہ لطیف وہ ہے کہ تو نے دعا کی تو قبول فرمایا اور اسکی درگاہ کا قصد کیا تو تجھے جگہ دی اور تو نے اسکی محبت کی تو نزدیک کرلیا اور اسکی اطاعت کی تو تجھے کفایت کی اور اگر تو نے اعراض کیا تو تجھے دعوت فرمائی اور ہدایت کی طرف بلایا اور اگر تو اسکی طرف متوجہ ہوا تو تجھے ہدایت دیدی۔ قال المترجم یہ قول وجنیدؒ کا قول دونوں اوفق لسیاق ومعنی لغوی ہیں۔ فافہم۔

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۭ

تمکو پہونچ چکیں سوجھ کی باتیں تمہارے رب سے پھر جو سوجھا سو اپنے واسطے اور جو اندھا رہا سو اپنے برے کو

وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۝ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَ

اور میں نہیں تم پر نگہبان اور یوں پھیر پھیر سمجھاتے ہیں ہم آیتیں اور تا کہیں کہ تو پڑھا ہے اور

لِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

تا واضح کریں ہم اسکو واسطے سمجھ والوں کے

قل لہم یا محمد کہدے ان مشرکوں ومنکروں سے اے محمد صلعم۔ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ۔ بصائر جمع بصیرہ بمعنی نور قلب ہے اور مراد یہاں حجت وبرہان واضح ہے۔ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ۔ اے فمن ابصرہا وآمن فانما البصرہ لنفسہ لان العوز

بالجنة والنجاة من النار له۔ یعنی جس نے ان حجتون کو ابصار کیا اور ایمان لے آیا اُسنے اپنے نفس کیواسطے فائدہ اُٹھایا اس سے
اللہ تعالیٰ کی درگاہ کو کوئی فائدہ نہین کیونکہ ایمان لانے سے جنت کا ثواب اور دوزخ سے نجات پانا اسی مومن کے لئے ہے اور
احتمال ہے کہ البصر بمعنی بصیرت مین داخل ہوا جیسے اصبح بمعنی صبح مین داخل ہوا۔ حاصل آنکہ جس نے ان بصائر سے بصیرت حاصل
کی تو اپنی ہی ذات کیواسطے حاصل کی۔ کمافی قولہ لیھلک من ہلک عن بینة ویحیی من حی بینة۔ یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل نے مخلوقات کو
پیدا کرکے ان کے لئے بصائر قدرت وآیات قائم کردیئے ہین تاکہ ہلاک ہونیوالا اُن سے اندھا ہوکر نہ مانے اور ہلاک ہوکر دوزخ مین
جاوے اور زندہ ہونیوالا ابصارت حاصل کرکے جنت مین دائمی زندگی پاوے۔ اسی طرح یہان فرمایا فمن ابصر فلنفسه۔ ومن عمی فعلیھا
وما انا علیکم بحفیظ۔ اور جو اندھا ہوا اور ان بصائر مین داخل ہوا تو اسکا وبال اسی شخص پر ہے کیونکہ دائمی عذاب دوزخ
مین ہیگا اور مین تم پر حفیظ نہین ہون یعنی آنحضرت فقط ابلاغ رسالت کیواسطے تھے جب آپنے رسالت الٰہی کو تمام وکمال پہونچا
دیا تو اگر کوئی کافر رہے اور نہ مانے آپ سے اسکی بازپرس نہین ہے وکذلک نصرف الایات لیعلمو کمابینا ماذکر کذلک نصرف الایات
نبین الآیات لیعتبروا۔ جیسے ہم نے بصائر مذکورہ کو بیان کیا اسی طرح ہم آیات کو صاف صاف ظاہر کرتے ہین تاکہ عبرت وپند
حاصل کرین تاکہ ان پر حجت قائم ہو۔ ولیقولوا درست عطف ہے لیعتبروا مقدر پر۔ قال المفسرا ے ذاکرت اہل الکتاب
وفی قراۃ درست اے قراۃ وتعلمت کتب الماضین وجئت بھذا منہا یعنی دارست بمعنی ذاکرت ہے یعنی تونے اہل کتاب سے
ملکر باہم مذاکرہ کیا ایک دوسرے سے اور یہ معلوم کرلیا ہے اور ایک قرأت مین درست ہے یعنی تونے پڑھی اور سیکھی ہین اگلون کی
کتابین اور یہ باتین ان کتابون سے لایا ہے اور ابن عامر کی قراۃ مین درست بسکون تا رفو قانیہ ہے از دروس یعنی یہ باتین گذشتہ
او مٹی ہوئی ہین۔ قال الحافظ فی التفسیر قولہ لیقولوا دارست اے ولیقول المشرکون والکافرون المکذبون دارست یا محمد
من قبلک من اہل الکتاب وقارأتہم وتعلمت منہم۔ یعنی تاکہ کہین مشرکین وکافرین کہ باہم ذکر کیا تونے اے محمد اگلی کتابون والون
یہود ونصاریٰ کیساتھ اور باہم ایک دوسرے سے پڑھا اور اُن سے تونے یہ سیکھا ہے۔ یہی ابن عباس ومجاہد وسعید بن جبیر وغیرہ
نے تفسیر کی اور طبرانی رحمہ نے من طریق عمر بن کیسان از حضرت ابن عباس روایت کی کہ دارست یعنی تونے تلاوت کی مخاصمہ کیا
مجادلہ کیا۔ قال الحافظ اور یہ بمانند قولہ تعالیٰ وقال الذین کفروا ان ہذا الا افک ن افتراہ واعانه علیہ قوم آخرون فقد جاؤ ظلما
وزورا وقالوا اساطیر الاولین اکتتبہا الآیہ۔ مترجم کہتا ہے کہ جن لوگون کو وسوسہ نفس ہے وہ ایسا ہی سمجھتے ہین کیونکہ بالکل
صریح وہم وغلط تھا جو مشرکون نے باندھا تھا جب دیکھا کہ آنحضرت صلعم باوجود امی ہونیکے صحیح صحیح اخبار غیب بیان فرماتے ہین۔ اور اب اُن کی صدق
نبوت پر اقرار کرنا واجب ہوا تو یہ وہم پیدا کیا کہ درپردہ چھپے چھپے وہ دیگر اہل کتاب سے سیکھ لیتے ہین حالانکہ یہ کیا بُرا جھوٹا وہم تھا
کیونکہ اہل کتاب سب دشمن تھے اور کھلی ہوئی عداوت کرتے تھے اگر اُن سے سیکھا ہوتا تو کھلا ہوا ظاہر ہوجاتا اور نیز جدید اخبار غیب
وہ مذکور ہین جو خود اہل کتاب کو نہین معلوم تھے پس یہ کافرون کی جہالت وحق سے عداوت کی وجہ سے تھا۔ نعوذ باللہ منہ۔
قال الحافظ تیمی رحمہ اللہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ کہا درست یعنی تونے پڑھا اور سیکھ لیا۔ کذا قال مجاہد والسدی
والضحاک وابن زید وغیرہ واحد اور حسن بصری رح نے پڑھا ولیقولوا درست بسکون تا یعنی پرانا ہوگیا اور محو ہوگیا۔ قال المترجم
اس زمانہ مین بھی بہت سے ملحد زندیق دینچر پیدا ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی توحید وطریقہ عبادت کو پرانی روشنی کہتے ہین اور اپنے لئے

Marfat.com

نئی روشنی ثابت کرتے ہین اور یہ لوگ ایمان سے بہت دور اور کفر سے بہت قریب ہین واللہ اعلم۔ ذکر الحافظ ابن الزبیر رح سے فرمایا کہ لڑکے دارست پڑھا کرتے ہین اور لفظ لو درست ہو اور بسکون آخر قرأۃ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہو اور قتادہ رح نے درست بفتح آخر پڑھا اور ابی بن کعب نے کہا کہ مجھے حضرت صلعم نے ولیقولوا درست پڑھایا۔ رواہ ابن مردویہ والحاکم وقال صحیح الاسناد ولنبینہ لقوم یعلمون ۔ یعنی بصائر خود ہدایت ہین لیکن انجام کار یہ ہو کہ کفار کو اس سے گمراہی زیادہ ہوگی اور مومنین کو ہدایت زیادہ ہوگی۔ قال ابن عباس قوم دانا سے مراد وہ لوگ ہین جن کو ہدایت دی ہو اس آیت مین دلیل ہو کہ تصریف آیات ایک قوم کیواسطے ہدایت اور ایک قوم کے ضلالت ہو۔ ف۔ فی العرائس قولہ قد جاءکم بصائر۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون پر منت واحسان رکھا ان بصائر آیات سے جن سے صفات ازلیت ظاہر ہوتے ہین اور ان کلمات تامات سے جس سے تجلی ہوتی ہے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہو کہ اللہ تعالیٰ قرآن مین اپنے بندون کے واسطے تجلی فرماتا ہو۔ ان بصائر سے اللہ تعالیٰ نے عارفین کی آنکھین روشن کین اور ان مین انوار صفات ہین اور صفات از سبحات ذات ہین پس جسمین استعداد از کرم جناب باری تعالیٰ ہو اُسنے اپنی ذات کیواسطے راہ ہدایت پائی اور جسکو یہ استعداد نہین ہو وہ آیات و بصائر و قرآن سے اندھا ہے لہذا قال فمن عمی فعلیہا۔ وبال اسی پر ہو۔ خواص رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بصائر کو نازل فرمایا پس بشارت اس شخص کو جسکو اُن سے بصیرت حاصل ہوئی اور نکتہ بصیرت یہ ہو کہ انسان کو ہدایت حاصل ہو۔ قولہ ولنبینہ لقوم یعلمون۔ اللہ تعالیٰ نے کافرون ومشرکون سے فہم خطاب پھیر کر اسکے حقائق ولطائف کو بندگان مومنین کے دلون مین کشادہ فرمایا کیونکہ حبیب کے خطاب کو حبیب ہی خوب سمجھتا ہو۔ یہ احسان الٰہی ہو کہ مطیع بندون کو یہ فہم عطا فرمائی جس سے اپنے دلون کے دوام سے انوار غیوب کو ادراک کیا اور خطاب کے رموز کو پہچانا اسی واسطے جن لوگون کو یہ صفت حاصل ہوئی ان پر احسان رکھا بقولہ ولنبینہ لقوم یعلمون یعنی جو فہم قدرت الٰہی رکھتے اور خطاب الٰہی کو سمجھتے ہین اور یقین و ایمان لاتے ہین اور یہ قرآن مجید ایسے لوگون کو نافع نہین جو خطاب و مراد نہین سمجھتے ہین۔ ابن عطا رح نے فرمایا کہ قولہ تعالیٰ لقوم یعلمون۔ ایسی قوم کے لئے جو حقیقت بیان کو جانتے ہین یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل کی قدرت وقوت مو ہو سے وقوف لیتے ہین اور اسی کی تعلیم پر چلتے ہین کسی غلبہ خواہش سے پیش قدمی نہین کرتے اور کسی کاہلی وسستی سے پچھڑتے نہین ہین۔ پس یہی مومنین کاملین ہین ۔۔

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ۝
تو چل اُسپر جو حکم آوے تجکو تیرے رب سے - کسی کی بندگی نہین سوائے اسکے اور جانے دے شریک والون کو

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ۝
اور اگر اللہ چاہتا تو شریک نکرتے اور تجکو ہم نے نہین کیا اُنکا نگہبان اور تجھ پر نہین اُنکا حوالہ

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۔ اسمین آنحضرت صلعم کو اور بواسطہ آپ کے آپکی اُمت کو حکم دیا کہ وحی الٰہی پر جو بالکل حق وصحیح ہو عمل کرین لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ پس جو امر الٰہی ہے وہی حکم وحق ہے باقی سب باطل ہو اور کافرون مشرکون کی طرف مشغول نہون۔ کما قال وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ۔ مشرکون کی طرف التفات نکر اور اُنکی باطل باتون پر لحاظ نکر کیونکہ حکمت الٰہی مین قابل قہر ہین۔ پس کیونکہ ان صریح وظاہر آیات و بصائر کو دیکھین گے اور بدون ہدایت الٰہی کیونکر

بینائی پاوینگے۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا چونکہ حکمت کاملہ آلٰہی مین راست و صحیح و محکم حکمت سے یہ لوگ قابل
ہدایت نہین پس اوتعالیٰ کی مشیت مین یہ نہین ہو کہ شرک نہ کرین لہذا یہ ضرور شرک کرینگے پس تو دلگیر مت ہو کہ ایسے
صریح آیت پر ایمان کیون نہین لاتے اور کیون شرک مین خوار ہوتے ہین۔ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا۔ اور تو
تو رقیب نہین کیا گیا کہ اُن کے اعمال کا نگہبان ہو اور اُن کے جرمون کی تجھ سے بازپرس ہو۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ
اور تو اُنکے منافع کا پرداخت کرنے والا نہین کہ جسمین ان کی بہودی ہو خواہ مخواہ ان کو تو اسی طرف لیجاوے بلکہ تجھ پر
فقط رسالت پہونچانا واجب ہو اگر آیات و بصائر سے ہدایت لیوین ان کے حق مین بہتر ہو نہ لیوین خود خراب خوار
ہون واضح ہو کہ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ۔ کی تفسیر مین بعض نے کہا کہ اس سے فی الحال کے واسطے اعراض مراد ہو پس نسخ جاری
ہوگا مترجم کہتا ہے کہ نسخ یہی ہو کہ حکم کسی مدت تک کیواسطے ہو پھر بعد اسکے نہ ہوگا لہذا یہ توجیہ مہمل ہو بلکہ یون کہنا چاہیے.
کہ یہ حکم اعراض باین معنی نہین کہ ان کو رسالت کا ابلاغ مت کر کیونکہ بالیقین معلوم ہو کہ آپ پر ابلاغ واجب تھا بلکہ عدم التفات انکے اقوال
کی طرف ہو بدین معنی کہ رسالت حقہ ان مین تاثیر نہین کرتی اور کیون نہین کرتی ہو پس اس معنی کر اعراض مین نسخ نہین ہو اور نیز یہ امر منجملہ تدابیر
ابلاغ کے ہو حکم عملی شرعی دوامی نہین ہو پس از قبیل احکام محتملہ نسخ نہین ہو۔ بعض نے کہا کہ آیۃ السیف سے منسوخ ہو کما قال السدی ح
والاول اظہر واللہ اعلم۔ دفی قولہ ولوشاء اللہ ما اشرکوا۔ دلیل ہو کہ شرک مشرکون کا وکفر کافرون کا اوتعالیٰ کی مشیت پر ہو اگر اسکی
مشیت مین ہوتا تو سب ہدایت پر ہوجاتے کما فسرہ ابن عباس اور یہین سے ظاہر ہوا کہ جو کچھ عالم مین ہو سب اوتعالیٰ کے
احکام قضاو قدر کے تحت مین مسخر و محکوم ہو **فی العرائس** قولہ اتبع ما اوحی الیک من ربک۔ پہلے جملہ اہل علم و ایمان کے
واسطے عموماً بیان کیا فی قولہ لقوم یعلمون۔ پھر اُن کے درمیان سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اسرار ربوبیت و لطائف محبت
وحقائق انبساط مقامات و حالات مین مخصوص فرمایا اور تمام مخلوق سے آنحضرت صلعم کو منفرد کیا اسوجہ سے کہ اورون کو ایسے اسرار
کے مطالعہ اور السیے واردات کی برداشت کی طاقت نہین ہو کیونکہ تائید نبوت و رسالت فقط آپ ہی کو تھی لہذا اتبع ما اوحی الیک مین
خطاب فقط آپ ہی کو مخصوص کیا اسی واسطے درمیان آیت مین اپنی فردانیت و الوہیت کو بقولہ لا الٰہ الا ہو۔ اسی نے تجھ پر
وصف و نعت سے تجلی فرمائی کیونکہ تو ہی مخلوق ہو اس استعداد کے ساتھ کہ تجلی و ظہور ازلیت کو برداشت کرے پس تیرے ساتھ
مین کسی غیر کو اس مقام مین قیام کی مجال نہین ہو۔ وقولہ واعرض عن المشرکین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وحی مین مقامات
متعدد تھے اول وحی خاص الخاص فقط آپ کو نہ کسی غیر کو اور یہ مقام سر السر درمیان و لوالله تو ہو یعنی کمال نزدیکی مین سر السر کا مرتبہ
ہو جیساکہ قولہ تعالیٰ فاوحی الی عبدہ ما اوحی مین یہ وحی مخفی مذکور ہو۔ دوم وحی خاص جو آپ و دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص
ہے جیساکہ قولہ تعالیٰ انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین الآیۃ۔ مین مذکور ہو۔ سوم وحی عام جیساکہ قولہ بلغ ما انزل الیک
من ربک الآیۃ۔ مین مذکور ہو۔ بعض مشائخ نے کہا کہ وحی تو ایک بھید بلاواسطہ ہو اور رسالت و انزال امر ظاہر بواسطہ ہو اسی واسطے
فرمایا بلغ ما انزل الیک۔ اور وحی آپکے واسطے امر اسراری تھا بقولہ تعالیٰ فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔ اور قولہ واتبع ما اوحی الیک۔
پھر اسمین اولیاء کے واسطے اشارہ یہ ہو کہ ان کو وحی مین اور شیطانی وساوس مین فرق رکھنے کا ادب سکھلایا یعنی تم لوگ وحی کی اطاعت
کرو اور ماسوائے اسکے جو کچھ وسواس و خیالات ہین سب چھوڑو اور اسکی اتباع کرو جو تمھارے دلمین پاکیزہ الہام خطاب سے آوین۔

لہ درنزدیکی ۱۲

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دع ما یریبک الی ما لا یریبک استفت قلبک و ان افتاک المفتون مترجم کہتا ہے کہ الفاظ حدیث بروایت صحیحہ اوپر مذکور ہو چکے ہیں حاصل آنکہ شک چھوڑکر بیشک کو اختیار کر اور فتوی پر نہ جا بلکہ دل کو مطمئن کر لے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ كَذَٰلِكَ
اور تم لوگ برا نہ کہو جنکو وہ پکارتے ہیں اللہ کے سوائے کہ وہ برا کہنے بیٹھیں اللہ کو بے ادبی سے بن سمجھے اسی طرح
زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۞
ہم نے بھلے دکھائے ہیں ہر فرقہ کو اُنکے کام پھر انکو اپنے رب پاس پہونچنا ہے تب وہ جتاویگا جو کچھ کرتے تھے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ صلہ میں یدعون کا فاعل مشرکین ہے اور ضمیر مفعول کی راجع بجانب موصول ہے۔ وہ محذوف ہے اور معنی یہ ہیں کہ مت برا کہو ان چیزوں کو جن کو پکارتے یعنی جن کی عبادت کرتے ہیں مشرک لوگ اور وہ چیزیں ماسوائے اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ جس چیز سے نہی فرمائی اس چیز پر یہ نتیجہ مترتب ہے کہ اگر اس چیز سے باز نہ رہا جاوے یعنی مشرکون کے معبودون کو برا کہو گے تو وہ لوگ ظلم و عدوان سے محض جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو برا کہیں گے حالانکہ انکو اللہ تعالیٰ کا علم و معرفت نہیں ہے۔ حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم و مومنوں کو بتوں وغیرہ مشرکوں کے معبودون کو سخت زبانی کیساتھ ذکر کرنے سے منع فرمایا کیونکہ بتوں کی ہجو کرنے میں اگرچہ فائدہ مترتب ہے مثلاً باطل اعتقاد ان چیزون کی طرف سے اُٹھ جاوے لیکن اسکے مقابلہ میں ایک فساد بڑھا ہوا بھی موجود ہے وہ یہ کہ مشرکین بھی اہل ایمان کے معبود برحق کو برا کہیں گے۔ قال علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباس۔ مشرکون نے کہا کہ اے محمد تم باز رہو اس سے کہ ہمارے معبودون کو برا کہو ورنہ ہم تمہارے معبود کی ہجو کرینگے پس اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ عبدالرزاق نے قتادہ رحمہ سے روایت کی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا واقع ہوا تھا اور ابن جریر و ابن ابی حاتم نے سدی رحمہ اللہ سے سرداران قریش کا ابو طالب کے مرض میں جانا اور کہنا کہ منع کرو کہ تمہارا بھتیجہ ہمارے معبودون کے حق میں بدزبانی نہ کرے ورنہ ہم اسکے معبود کے حق میں بدزبانی کرینگے۔ ایک قصہ روایت کیا ہے۔ قال الحافظ اسی قبیل سے کہ معنی دوسرا حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ملعون ہے وہ شخص جسنے اپنے والدین کو گالی دی تو لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ آدمی اپنے والدین کو کیسے گالی دیگا فرمایا کہ دوسرے کے باپ کو گالی دیگا تو وہ اسکے باپ کو گالی دیگا اور دوسرے کی ماں کو گالی دیگا تو وہ اسکی ماں کو گالی دیگا۔ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ یعنی جیسے ان مشرکون کے نزدیک ہم نے ان کے کاموں کو مزین کر دیا ایسی ہی ہر امت کے نزدیک اسکے افعال کو مزین کیا ہے خواہ واقع میں اچھے ہوں یا برے ہوں وہ اُمت اُسکو اچھا سمجھکر بجا لاتی تھی اسمیں اللہ تعالیٰ کی مشیت و حکمت بالغہ ہے بندہ کی مجال نہیں کہ تمام حکمت الٰہی کو محیط ہو سکے جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ یعنی بعد چند روزہ زندگانی دنیاوی اور اسکی مہلت کے پھر آخرکار اللہ تعالیٰ کی طرف اُن کا مرجع ہے فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ اسمیں سخت تہدید ہے یعنی جو کرتے تھے وہ ان کو بتلایا جائیگا۔ اور بعض نے اسکو وعدہ و وعید دونوں پر محمول کیا کیونکہ ابلغ ہے اور آگاہ کرنا بذریعہ نامہ اعمال ہے پس اس آگاہ کرنے سے مقصود یہ کہ انکے نیک اعمال یا بداعمال کی جزا سزا ملیگی۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ كذلك زينا لكل امة عملهم۔ اللہ تعالیٰ نے عوام کو دنیاوی جاہ و مال و قتال میں مبتلا کر دیا اور خواص کو اپنے اعمال آخرت و عوض پر نظر رکھنے میں مبتلا کیا پس جو شخص کہ خالص عبادت کرنیوالا حق تعالیٰ کا نہیں ہے اسکو لذت قرب و وصال سے محروم کر کے اسی کی مراد پر

Marfat.com

مقصود رکھا اور جو شخص خالص بندہ ہی اسکی آنکھ سے پردہ دور کردیا کہ وہ ان چیزون کی کچھ قدر و منزلت نہین دیکھتا بلکہ احسان الٰہی
جو ازل مین اسپر ہوا ہے اسکے شکریہ کے ادا ہونے نہونے سے شرم مین غرق ہی بلکہ ادا نہ ہونے کو بھی نہین صرف احسان پر نظر رکھتا ہی جو
لوگ باطل و بیہودہ ہین وہ اپنے بد اعمال کو اچھا سمجھتے ہین۔ زاہدون کو انکے اعمال اچھے دکھلائے کہ اسمین زیادہ رغبت کرین۔ واسطیؒ
نے فرمایا کہ ہر عمل کرنے والیکو اسکے اعمال پسند ہونا جاری کردیا پس ایسے لوگ درجہ محققین سے گرگئے اور کوئی نہین بچا سوائے
ان بندون کے جنکو اللہ تعالیٰ نے نور مشاہدہ سے محظوظ فرمایا پس اسنے مشاہدہ کیا کہ توفیق ہوئی بلکہ حضرت عزوجل نے احسان کیا
تو مین نے ایسا کیا پس اپنے آپ کو الگ رکھا۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا
اور قسمین کھاتے ہین اللہ کی تاکید سے کہ اگر اُن کو ایک نشانی پہونچے البتہ اُسکو مانین
الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَنُقَلِّبُ
نشانیان تو اللہ کے پاس ہین اور تم مسلمان کیا خبر رکھتے ہو کہ جب وہ آوین گے تو یہ مانین گے اور ہم اُلٹ دینگے تو کہ
اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ
اُن کے دل اور آنکھین جیسے منکر ہوئے ہین پہلی بار اور چھوڑ رکھین گے اُن کو ۱۳ ع ۱۴
طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝
اپنے جوش مین بہکتے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اے غایۃ اجتہادہم فی الایمان۔ یعنی مشرکون نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی نہایت اپنی
کوشش سے قسم مین یعنی نہایت کوشش سے سخت و شدید قسمین کھائین اس بات پر کہ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ
بِهَا۔ اگر کوئی ایسی آیت آجاویگی جسکو وہ اصرار اور ہٹ کرکے مانگتے ہین تو ضرور اسپر ایمان لاوینگے ف۔ یہ اپنے آپ کو قادر
سمجھکر عزم کیا۔ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ تو ان مشرکون سے کہدے کہ آیات تو اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت مین ہین۔
اور تعالیٰ مختار ہی چاہے بھیجے اور چاہے اپنی حکمت قدیم کے موافق نہ بھیجے اور میرے اختیار مین نہین۔ مین تو فقط ڈر سنانیوالا ہون۔
وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ مفسر رحمہ اللہ نے انہا سے استیناف بکسران لیا اور معنی یہ بیان کئے ماشعرکم
اے مایدریکم بایمانہم اذا جاءت۔ کس نے تم کو آگاہ کیا ان کے مومن ہو جانے پر جبکہ آیت انکی مانگی ہوئی آجاوے یعنی تم اس بات
کو نہین جانتے ہو قولہ انہا اذا جاءت لایومنون۔ اور علم الٰہی مین یہ بات سابق ہو چکی ہی کہ آیت مقترحہ آنے پر بھی یہ لوگ ایمان نہین لاوینگے
قال المترجم اس تفسیر پر مایشعرکم کا خطاب مومنون کو ہے اور بعضے مسلمانون نے حرص کی تھی کہ کاش ان کی مقترحہ آیت آجاتی کیونکہ
مشرکون نے مومن ہوجانے پر حلف کیا تھا جیسا کہ ابن جریر نے محمد بن کعب سے مرسلاً روایت کی کہ قریش نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ اے محمد تم
ہم کو خبر دیتے ہو کہ موسیٰ کے ساتھ ایک عصا تھا جس سے پتھر کو مارتے تو پانی روان ہوتا اور عیسیٰ مردون کو زندہ کرتے اور ثمود کا ناقہ تھا
پس تم بھی کوئی آیت لاؤ کہ ہم تمھاری تصدیق کرین پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو تو کہنے لگے کہ یہ کوہ صفا خالص سونا
ہو جاوے آپنے فرمایا کہ بھلا پھر میری تصدیق کردوگے تو کہنے لگے کہ واللہ ہم سب تمھارے تابع ہو جاوینگے تو حضرت صلعم نے دعا کی

Marfat.com

پس جبریل علیہ السلام نے آکر کہا کہ اگر آپ چاہیں تو کوہ صفا سونے کا ہو جاوے لیکن پھر اگر یہ لوگ تصدیق نہ کرینگے تو اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کریگا اور چاہے تو چھوڑ دیجئے کہ جن کے حق میں توبہ مقدر ہے وہ توبہ کریں تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہی چاہتا ہوں کہ جن کے حق میں توبہ مقدر ہے وہ توبہ کریں۔ قال ابن کثیرؒ اس مرسل روایت کے شواہد بھی ہیں پھر واضح ہو کہ قولہ انہا اذا جاءت بالفتح ان بھی پڑھا گیا اور لایومنون بتاء خطاب یعنی لا تومنون پڑھا گیا ہے اور مایشعرکم میں خطاب مشرکوں کو قرار دیا گیا قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ وما یشعرکم میں خطاب مشرکوں کو کیا گیا اور یہی مجاہدؒ کا قول ہے گویا مشرکوں سے کہا گیا کہ تم نے کیونکر جانا کہ تم ان قسموں میں سچے ہو بنا بریں قراءۃ انہا بالکسر ہے اور یہ مستقل خبر دی کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاوینگے اگرچہ انکی مطلوبہ آیات آویں بسبب اسکے کہ علم الٰہی میں انکا عدم ایمان مقدر ہو چکا ہے اور بعض نے لا تومنون بتاء خطاب پڑھا۔ پس استیناف بھی ہو سکتا ہے اور بعض نے کہا کہ خطاب مومنوں کو ہے یعنی اے مومنو تم نے کیونکر جانا کہ آیات مقترحہ آنے پر مشرکین ایمان لاوینگے۔ و بنا بریں جائز ہے کہ انہا بالکسر ہو جیسے اول صورت میں مذکور ہوا اور جائز ہے کہ بالفتح ہو بنا بریں کہ وہ یشعرکم کا معمول ہے اور درصورت معمول ہونے کے قولہ لایومنون میں لا زائدہ مانند صلہ کے ہوگا جیسے قولہ تعالیٰ ما منعک ان لا تسجد اذ امرتک۔ اور جیسے قولہ تعالیٰ وحرام علی القریۃ التی اہلکناہا انہم لا یرجعون۔ اور معنی آنکہ کس نے تجھے روکا کہ تو سجدہ کر لیتا جبکہ میں نے تجھے حکم کیا تھا اور دوسرے قول میں معنے یہ کہ حرام ہے کہ وہ لوگ رجوع کریں اور معنی اس حالت میں یہ ہونگے کہ اے مومنو تم کو کس چیز نے یقین دلادیا کہ آیت مقترحہ آنے پر یہ لوگ ایمان لے آوینگے تاکہ تم حرص کرتے ہو اور بعض نے کہا کہ انہا بمعنی لعلہا ہے۔ ابن جریر نے کہا کہ علماء نے ذکر کیا کہ حضرت ابی بن کعب کی قراءۃ میں بجائے انہا کے لعلہا موجود ہے اور نیز عرب کے شعر و نظم سے اسپر بہت سے شواہد ذکر کئے مانند آنکہ اذہب الی السوق انک تشتری شیئا یعنی لعلک تشتری شیئا۔ بازار جا شاید تو کچھ خرید لے۔ اور یہی ابن جریرؒ نے اختیار کیا ہے اور کلام مجید میں ہے وما یدریک لعلہ یزکی۔ واضح ہو کہ زجاج و نحاس وغیرہ نے لا زائدہ ہونے کو خطا و غلط قرار دیا اور ذکر کیا کہ کلام میں حذف بلیغ ہے اے انہا اذا جاءت لا یومنون او یومنون یعنی تم کو کس چیز نے آگاہ کیا کہ آیات آنے پر وہ ایمان نہ لاوینگے یا لاوینگے پس ایک حذف ہوا۔ قال المترجم زیادت لا غلط نہیں ہے اور قول حذف بعد میں تامل ہے اسواسطے کہ یہ تو عین صواب ہے کہ آیات آنے پر وہ ایمان لاویں یا نہ لاویں پس یہ تو بالضرورۃ معلوم ہے کہ امران دو حال سے خالی نہیں ہے اور اگر کسی ایک بات کے قطع پر انکار ہے تو مقتضائے مقام بدون لا تھا کیونکہ تمہیں کیونکر معلوم ہوا کہ وہ ایمان لے ہی آئینگے اللہم الا ان یقال ان نفی الشعور عما ہو خلاف المقصود ابلغ فی عدم العلم مطلقا یعنی تم یہ بھی نہیں جانتے کہ ایمان نہ لاوینگے پھر ایمان لانے کو بھی بقرینہ ان کی قسموں کے نہیں جانتے ہو۔ وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ نحول قلوبہم عن الحق فلا یفقہونہا ہم انکے دلوں کو حق کی طرف سے پھیرتے ہیں پس وہ حق کو نہیں سمجھتے ہیں۔ وَأَبْصَارَهُمْ عنہ فلا یبصرونہ فلا یومنون۔ اور انکی بینائیوں کو حق سے پھیرتے ہیں پس وہ لوگ حق کو نہیں دیکھتے۔ پس ایمان نہیں لاتے۔ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ۔ بما انزل الیک من الآیات۔ أَوَّلَ مَرَّةٍ جیسے کہ وہ لوگ نہ ایمان لائے ان آیات پر جو تجھ پر نازل کی گئیں اول مرتبہ۔ اور یہ تفسیر حضرت ابن عباسؓ و مجاہد وغیرہ سے مروی ہے۔ قال ابن عباس جبکہ مشرکین نے قرآن سے انکار کیا تو کسی چیز پر ان کے دل ثابت نہیں رکھے گئے اور ہر امر سے مردود کر دیئے گئے اور مجاہدؒ نے کہا کہ قولہ ونقلب افئدتہم وابصارہم یعنی ان کے و ایمان کے درمیان میں ہم روک حائل کر دینگے اور ہر آیت آویگی تب بھی ایمان نہ لاوینگے جیسے کہ

Marfat.com

ہم نے اول مرتبہ ان کے درمیان وان کے ایمان کے درمیان مین حیلولت کر دی کذا قال عکرمۃ وعبد الرحمن بن زید بن اسلم
یعنی جو معجزہ بلیغ کہ ان کو اول مرتبہ عطا کیا گیا اور اس کو دیکھنے وسمجھنے کے بعد ایمان نہ لائے اور وہ پردہ حائل ہو گیا جو
تقدیر الٰہی عزوجل سے ان کے خبیث نفس مین شیطان نے ڈالا تھا جس سے نور رحمت کا ظہور ان کے قلب تک نہین
پہونچتا ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے قلوب پر مہر ہے اسی طرح اگر اس معجزہ کے مثل معجزات باہرات ان کو
دیئے جاوین تو بھی وہی پردہ حائل ہو گا پس ہر معجزہ کے وقت اُن کی آنکھین و دل جانب رحمت سے پھیرے
جاتے ہین۔ وَنَذَرُهُمْ ترکہم۔ فِي طُغْيَانِهِمْ ضلالہم اور ہم ان کو چھوڑتے ہین ان کی گمراہی مین ف
جو اُنھون نے اپنی ذات کیلئے اپنی خواہش نفس سے پسند کی ہو۔ يَعْمَهُونَ۔ تیرددون متحیرین۔ درحالیکہ یہ لوگ اس گمراہی مین
متحیر پھرتے ہین ف یہی قول ابو العالیہ وربیع بن انس وقتادہ رحمہم اللہ تعالیٰ ہو۔ کیونکہ انکو نور معرفت نہین پہونچا تو اپنی
تاریکی نفس مین بھٹکتے پھرتے ہین اور عنقریب معلوم ہو گا کہ یہ سب ان کے نفوس خبیثہ کے خطیات مین سے ہے۔ ف
فی العرائس قولہ تعالیٰ ونقلب افئدتہم وابصارہم الآیۃ۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے۔ دلون کا پھیرنا اور بینائیون کا لوٹ دینا
اپنی طرف نسبت فرمایا کہ ہم ان کے دلون و بینائیون کو پھیرتے ولوٹتے ہین اور یہ حق ہے اور مترجم کہتا ہے کہ احادیث
صحیحہ مین کثرت سے ثبوت ہو کہ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت مین سب قلوب ہین وہ جس طرف چاہتا ہے پھیرتا ہے (الصحیحین
وغیرہ) اور بعض احادیث مین ہو کہ قلوب کا حال قبضۂ قدرت الٰہیہ مین اس مثال کی ہے جیسے میدان مین ایک پتا یا پر پڑا ہوتا ہو
کہ ہواؤن کے جھونکے اُسکو اُلٹ پھیر کرتے ہین یعنی اسی طرح جس طرف مشیت الٰہی عزوجل ہو اسی طرف دل پھر جاتے ہین۔
(الصحیح) شیخ نے لکھا کہ جب دلون کا یہ حال ہو تو جہان کسی دل کو حق کی طرف پھیرا یعنی اپنی عظمت وکبریائی مین متوجہ کر کے محبت و
شوق ومعرفت سے اپنے معجزات وآیات وصفات کا دیدار اس کو نصیب فرمایا تو بینائی بھی قلب کے پیچھے ہو جاتی ہو کہ وہ
آیات معجزات مین انوار قدرت وعظائم عظمت کو مطالعہ کرتی ہو اور قلب سے موافق ہو جاتی ہے پس نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاملات
صحیح ہو جاتے ہین یعنی طاعات صوم وصلوۃ وحج وزکوٰۃ مین اس کی نیت صالح وخلوص وحیا ہوتی ہے اور اسرار پاکیزہ ہو جاتے
ہین یعنی معارف قلبیہ خلوص کے ساتھ ہوتے ہین اور حالات صافیہ نصیب ہو جاتے ہین جسمین شک ونفاق وبدنیتی وغیرہ
کا میل کچیل نہین رہتا ہو برخلاف اسکے جہان کہین قلب کو اپنی رحمت سے موڑ دیا تو بینائی بھی اندھی ہو کر بٹا پتی پھرتی ہے
اور آیات قدرت مین اس کو انوار عظمت مشاہدہ نہین ہوتے ہین اسی واسطے حضرت سرور عالم ہمیشہ دعا فرماتے رہتے
تھے کہ اے مقلب القلوب میرے قلب کو اپنے دین حق پر ثابت رکھیو۔ (رواہ اصحاب الصحاح) شیخ ابو حمزہ رح
نے کہا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ جن دلون کی طرف متوجہ ہوا تو وہ دل اسکی جناب مین توبہ کرتے ہوئے خشوع
وخضوع سے متوجہ ہین اور جن دلون سے اعراض فرمایا وہی گمراہی مین خوار ہین (ع س) مترجم کہتا ہے کہ
یہان بعضے گمراہ جو اپنے تردد مین متحیر ہین اپنی رعونت نفس مین بڑبڑا دین گے کہ پھر جب گمراہون کے دل ہی
پھیر دیئے گئے تو ہم محض بے خطا اور بالکل گناہ سے پاک ہین ہم کو جہنم مین رکھنا ہم پر زبردستی ظلم ہے مترجم کہتا ہو کہ یہان
دو مقام لکھون جس سے ہر بندہ صالح عاقل کو ان گمراہون کی جہالت عیان ہو جاوے۔ اول مقام یہ ہو کہ مین

ان گمراہوں کے اس سوال ناپاک میں بحث کردں۔ واضح ہو کہ اہل دنیا سب ہی متفق ہیں کہ مالک کو اپنی ملکیت میں ہر طرح کا اختیار ہے اور غیر کی ملکیت سے تعرض کرنا ظلم و بیجا تصرف ہے یہ تو اپنے نفس کی پسند کی گئی ہے اور جب ان کو جناب باری تعالیٰ کی شان میں نصیحت کی جاوے تو اپنے نفس ناپاک کو بھلا بتلادیں اور جناب باری تعالیٰ کی شان میں ظلم کہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو عدم سے موجود کیا تو اس کو ہر طرح اپنی مخلوق میں تصرف کا اختیار ہے چاہے اُن کو دوزخ میں لاوے یا بہشت میں لاوے تو یہ بدسرشت اپنے آپ کو کس رعونت سے مستحق جانتے ہیں حالانکہ جس نے پیدا کیا چاہے وہ ان کو نیست کردے یا بجائے زمین کے ان کو جہنم میں پیدا کرے کیونکہ جب ان کو خود کسی طرح کا اختیار اپنے وجود میں نہیں ہے تو استحقاق کہاں سے ہو سکتا ہے لیکن باوجود اسکے حق سبحانہ عزوجل نے تمام انعام محض رحمت سے اپنی مخلوقات کو ممتاز فرمایا ہے اور جس طرح مخلوقات پر ظلم حرام کیا اسی قانون سے اپنی رحمت عام کو بھی جاری فرمایا ہے تاکہ کافروں و بدکاروں پر حجت تمام ہو (مقام دوم تحقیق) واضح ہو کہ گمراہوں نے اپنی جہالت نفس سے زعم باندھا کہ ہم پر ظلم ہوا ہے حالانکہ یہ بے ادبی کے سوائے محض جھوٹ و بہتان ہے تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے مخلوقات کو عالم ازل میں قبل وجود دنیاوی کے پیدا فرمایا کما فی قولہ واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم ذریتہم الآیۃ میں مفصل بیان ہے اور ان کو اپنی ربوبیت سے معرفت عطا فرمائی بقولہ تعالیٰ الست بربکم اور سب نے اقرار کیا کما فی قولہ قالوا بلیٰ الآیۃ۔ پھر بعد اسکے جب دنیا میں ظہور ہوا تو عہد مذکور بالکل فراموش کیا اچھا وہ اگر فراموش تھا تو مخلوقات کو کسی حالت میں یہ گنجائش نہیں ہے کہ اپنے آپ کو مخلوق نہ جانے اور اپنے خالق عزوجل کو نہ مانے باوجود اسکے ان کی ہدایت کیلئے انبیاء علیہم السلام بھیجے اور ان کے ذریعہ سے ہدایت کامل ہو پہنچائی کہ بعد اسکے کافروں کے واسطے کچھ بھی عذر باقی نہ رہا۔ حاصل یہ نکلا کہ خالق عزوجل نے اپنی حکمت و مشیت کے موافق دنیا میں انواع و اقسام کی اشیاء کو پیدا کیا اور آدمیوں کو اس دنیا میں امتحان کیا اور ان کو دو باتوں میں منحصر فرمایا اول یہ کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق لیں دوم یہ کہ دنیا کو شیطانی زینت کے موافق لیں پھر اگر دنیا کو اللہ تعالیٰ کی شریعت کے موافق لیں تو انکا انجام نور قلب و جنت دائمی ہے اور اگر انھوں نے دنیا کو شیطانی زینت کے موافق لیا تو نور سے محرومی ابدالآباد جہنم ہے پھر جب آدمی پیدا ہوا تو بالغ ہونے تک اسکو معذور رکھا ورنہ اگر مطلق العنان کرتا اور بعد بلوغ کے اسکو ان دونوں باتوں میں مکلف کیا پس مومنوں نے عقل سے جان لیا کہ دنیا صرف چند روزہ ہے اور لامحالہ اسکے بعد ایک دار آخرت ہوگا جہاں ہر ایک کو عوض دیا جائے اس واسطے کہ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جس کو سب لوگ نیکبخت و مطیع و خیرخواہ و عادل جانتے ہیں وہ کبھی تنگدست ہوتا ہے اور جس شخص کو سب لوگ ظالم تبہ کار فاسق فاجر جانتے ہیں وہ کبھی دنیا میں مالدار بلکہ بادشاہ ہوتا ہے اور غیر ممکن ہے کہ خالق عزوجل نے اپنی مخلوق میں سے نیک کو عمر بھر خوار کیا اور فاجر کو عمر بھر خوش حال رکھا پھر دونوں خاک میں علاوہ ازیں انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس دنیا میں درخت برگد سے بہت کم زندہ رہتا ہے پس اگر اسکے لئے دار آخرت نہ ہو تو وہ سب مخلوقات سے بدتر نکلے گا اسی طرح اس کثرت سے دلائل عظیمہ موجود ہیں کہ بالیقین دار آخرت و جزا و سزا ضروری ہے بالجملہ مومن نے عقل سے معجزات پیغمبری و آیات قرآنی کو پہچانا برخلاف ان کے کافروں نے دنیا کو شیطانی اتباع میں لیا اور آخرت سے شک کیا اور پیغمبروں کو نہ مانا اور اسی خواہش پر جم گئے۔

Marfat.com

حتی کہ ہزارہا سال عمر پاوین تو بھی اس سے نہ ملین تو اللہ تعالی نے ان کے دلون مین دنیا کی محبت سچائی جو محض نجس ہے اور زرعقل سے محروم رکھا اور دل پر مہر کردی پس بدن کے سوائے ان مین کچھ نہین ہے وہ اپنے بدن کی پرورش مین مصروف ہین اللہ تعالی نے اُن کے دماغ مین حواس دیدیئے کہ وہ لوگ ان حواس سے دنیاوی زینت حاصل کرتے اور تن پروری کے سامان پیدا کرنے مین ہوشیار ہین پھر دل سے اندھے اور لا یعقل ہو کر دنیا مین اپنی عمر بھر سامان جمع کرتے ہین پھر اچانک موت آجاتی ہے تو سب جمع کیا ہوا سامان چھوٹ جاتا ہے اور خود اپنے انجام یعنی جہنم کو پہونچ جاتے ہین اور ان کو اسقدر مہلت دی گئی مگر اُنھون نے سوائے شرک و کفر کے ہرگز نہ مانا کہ جہنم نصیب ہوئی اب ان لوگون سے پوچھا جاوے کہ تم نے اپنے ہاتھون یہ سب کیا ہے یا اللہ تعالی نے تم پر کچھ ظلم کیا کیونکہ تم نے ہر طرح اپنے قصد و اختیار سے اسی پر عزم کیا کہ اسلام کچھ چیز نہین ہے اور برابر شرک پر قائم رہے اور اسی پر لڑے و مرے پس اللہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپکے اصحاب اخیار رضی اللہ عنہم حتی کہ آخری درجہ کے مسلمانون کو تم پر فتح و نصرت عنایت فرمائی اور تم دنیا و آخرت مین ہوئے فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین۔

تمت

ساتوان جزو تمام ہوا بعدہ آٹھوان ولو اننا ہے۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اُردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مُستند تفسیر

مواہب الرحمٰن

بحر العلوم علامہ سیّد امیر علی ملیح آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء — ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء

پارہ ○ ۷

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ - لاہور

Marfat.com